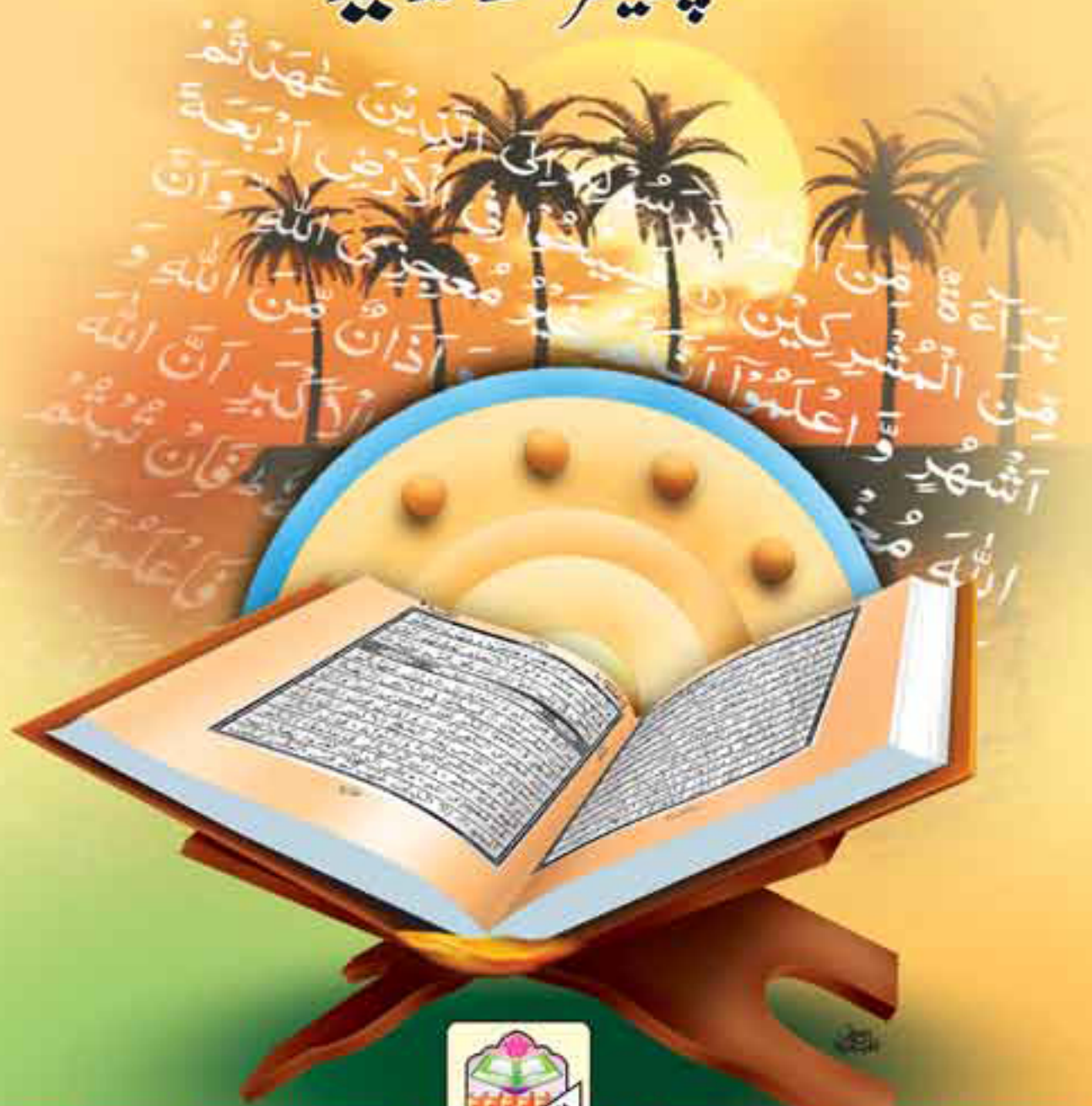


تفسیر سورۃ البقرہ

پروفیسر حافظ محمد سعید

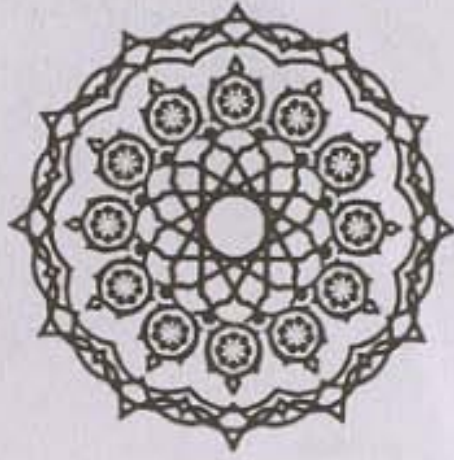


DAR-UL-ANDLUS

WWW.IRCPK.COM

ناشر..... دارالاندلس

قیمت.....



پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز

دارالاندلس® اسلام کی نشر و اشاعت کا عالمی مرکز
۴- لیک روڈ، چوہدری لاہور، پاکستان

Ph: 92-42-7230549 Fax: 92-42-7242639

web address

دعوت و فکر

جس دور پہ نازاں تھی دنیا اب ہم وہ زمانہ بھول گئے
دنیا کی کہانی یاد رہی اپنا افسانہ بھول گئے
وہ زکر حسین، رحمت کا امین، کہتے ہیں جسے قرآن مبین
دنیا کے نئے نغمے سیکھے عقبی کا ترانہ بھول گئے
اغیار کا جادو چل بھی گیا ہم ایک تماشا بن بھی چکے
دنیا کو مٹانا یاد رہا، باطل کو مٹانا بھول گئے
انجامے غلامی کیا کہیے، بربادی ہی بربادی ہے
جو درس شاہ بطحانے دیا، دنیا کو پڑھانا بھول گئے
نکبیر تو اب بھی ہوتی ہے مسجد کی فضا میں اے انور!
جس ضرب سے دل ہل جاتے تھے وہ ضرب لگانا بھول گئے

سورۃ التوبہ

23.....	عرض ناشر.....	✽
25.....	مقدمہ.....	✽
33.....	وجہ تسمیہ اور مختصر پس منظر.....	✽
34.....	براءت.....	✽
34.....	الْقَاضِيَّةُ.....	✽
35.....	موضوعات.....	✽
35.....	سورہ کے شروع میں بسم اللہ نہ لکھنے کا سبب.....	✽
36.....	آغاز سورہ.....	✽
37.....	مشرکین سے اعلان بیزاری.....	✽
37.....	جہادی برکات نے حالات کا نقشہ بدل دیا.....	✽
38.....	امیر اور خلیفہ کا فرق.....	✽
39.....	کفار و مشرکین کے لیے چار ماہ کی مہلت.....	✽
40.....	امریکہ سے روس اور انڈیا سے اسرائیل تک اعلان براءت.....	✽
41.....	حکم جہاد کا نزول.....	✽
41.....	معاهدوں کی چند شقیں.....	✽
42.....	موجودہ جہادی حکمت عملی.....	✽
45.....	اللہ تعالیٰ کی طرف سے کافروں کی رسوائی کا فیصلہ ہو چکا.....	✽
45.....	ضروری وضاحت.....	✽

- 47 مشرکین کے لیے پیغام ❁
- 48 منافقین سے قتال نہیں ❁
- 49 مرتدین اور منکرین زکوٰۃ کے خلاف کارروائی کا جواز ❁
- 51 مشرک اور کافر عہد شکن ہیں ❁
- 52 صلح حدیبیہ میں مصلحت ❁
- 53 اہل ایمان کے لیے نمونہ ❁
- 56 جنیوا معاہدہ اور جنگی قیدی ❁
- 59 اخوت اسلامی ❁
- 61 طعن فی الدین کیا ہے؟ ❁
- 62 عہد شکن کفار اور موجودہ دور کے مسلم جرنیل ❁
- 64 مجاہدین کی ثابت قدمی ❁
- 65 جہاد اہل اسلام کے لیے باعث راحت ہے ❁
- 66 کشمیر میں پہلا فدائی معرکہ ❁
- 67 امید افزا پیش قدمی ❁
- 68 داستان ظلم سن کر غصہ تو آتا ہی ہے ❁
- 68 جہاد کے فوائد ❁
- 69 اسلام کا ہر عمل اخلاق پر مبنی ہے ❁
- 70 دعوت اسلام کا سب سے مؤثر ذریعہ جہاد ❁
- 73 جہاد مومن اور منافق کو الگ کر دیتا ہے ❁
- 75 بیت اللہ میں مشرکین کے داخلے پر پابندی کا جواز ❁
- 76 اہل ایمان کا تبلیہہ ❁
- 76 مشرکین مکہ شریک عقائد کا کیا جواز پیش کرتے؟ ❁
- 79 کافروں سے خوف زدہ مسلم حکمران ❁

- 80 جیسی مسجد ویسا محل اور وہ بھی جنت میں ❁
- 80 فرشتوں کی دعاؤں کا حقدار شخص ❁
- 81 قیامت کے دن اللہ کے سائے میں ❁
- 81 رسول اللہ ﷺ کا تعلق مساجد سے ❁
- 82 رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے مسجد کی صفائی کی ❁
- 83 افضل عمل کون سا ہے؟ ❁
- 84 رسول اللہ ﷺ کی حاجیوں کو پانی پلانے کی خواہش ❁
- 85 مفاد پرستی کا روگ ❁
- 87 مجاہدین کے لیے جنت میں سودرجات ❁
- 88 موجودہ جہاد میں حصول درجات کا شوق ❁
- 90 کفار سے دوستیاں اور تعلقات ختم کرنے کا حکم ❁
- 93 مسلمانوں میں برادری ازم ❁
- 94 کافر دوستی کے لائق نہیں ❁
- 95 موجودہ مجاہدین کی باہمی محبتیں ❁
- 96 ترک جہاد باعث ذلت ہے ❁
- 98 میدان بدر میں اللہ کی مدد کے مواقع ❁
- 99 بدر میں فرشتوں کو گردنیں اڑانے کا حکم ❁
- 101 کافرو! باز آ جاؤ، پلٹ آؤ ورنہ ❁
- 101 جنگ خندق میں اللہ تعالیٰ کی مدد کے چند مناظر ❁
- 103 خندق میں اللہ کی مدد ❁
- 104 غزوہ حدیبیہ میں مدد ❁
- 107 فتح مکہ میں اللہ تعالیٰ کی مدد ❁
- 109 فتنہ یہود کے خاتمہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد ❁
- 110 میدان احد میں اللہ تعالیٰ کی مدد ❁

- 111 وقتی شکست اور اس کے اسباب ❁
- 112 جنگ حنین میں کثرت تعداد پر ناز کا نتیجہ ❁
- 113 غزوہ حنین کی تیاریاں اور جنگی اخراجات کے لیے قرض ❁
- 114 دشمن کی تیاری اور جنگی چال ❁
- 116 احد اور حنین کی جنگوں میں وقتی پسپائی کے اسباب ❁
- 119 بیت اللہ میں مشرک داخل نہیں ہو سکتا ❁
- 122 تنگدستی کا خوف ❁
- 124 جہادی برکات سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تو نگری ❁
- 125 جہاد میں سب سے بڑی رکاوٹ مال دار طبقہ ہے ❁
- 127 اہل کتاب سے قتال جاری رکھنے کا حکم ❁
- 128 اب بھی جہاد سے کافروں کا غرور خاک میں ملایا جاسکتا ہے ❁
- 128 کامیابی کے لیے شرط ❁
- 129 اہل کتاب کا پہلا باطل عقیدہ ❁
- 131 حلال و حرام کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے ❁
- 132 تقلید کی غلطی ❁
- 133 حلال و حرام کا اختیار پارلیمنٹ کو ہرگز نہیں ❁
- 134 بعض دینی جماعتوں کا موقف ❁
- 135 نبی ﷺ کو غلبہ دین حق کے لیے بھیجا گیا ❁
- 140 مال گنجا سانپ بن کر ڈستار ہے گا ❁
- 141 اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کے مال سے پیار ❁
- 141 مال کی تین قسمیں ❁
- 141 فضول خرچ شیطان کے بھائی ❁
- 142 سختی کے لیے فرشتوں کی دعا اور بخیل کے لیے بددعا ❁
- 142 احد پہاڑ جتنا سونا، تین دن میں تقسیم کرنے کی خواہش ❁

- 143 اللہ تعالیٰ سے جنت کا سودا کرنے والے مجاہدو! ❁
- 147 غزوہ تبوک کا پس منظر ❁
- 150 تبوک میں مشکلات کی جھلک ❁
- 151 تبوک روانگی اور سفر کے احوال ❁
- 154 ابوخیثمہ قافلے سے جا ملے ❁
- 154 کھانے میں برکت کا معجزہ ❁
- 155 قیام تبوک ❁
- 157 سفر ہجرت اور سفر تبوک کا باہمی تعلق ❁
- 158 سفر ہجرت میں اللہ تعالیٰ کی مدد کے چند مزید پہلو ❁
- 158 انعامی اعلان ❁
- 160 ہجرت موسیٰ (علیہ السلام) اور ان کی قوم ❁
- 161 نزول سکینیت کے چند مقام ❁
- 163 اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی آزمائش ضرور کرتا ہے ❁
- 165 جنگ تبوک کے لیے اتنی تاکید کیوں؟ ❁
- 167 رسول اللہ ﷺ کا تبوک کے لیے تیاری کا حکم ❁
- 168 حکم جہاد کا صحابہ کرام پر اثر ❁
- 169 ٹوٹی ہڈی کے ساتھ شریک جہاد ❁
- 170 منافقین کے عذر بہانے ❁
- 172 منافقین کی جھوٹی قسمیں ❁
- 173 مومنین اور منافقین میں فرق جہاد سے ہوتا ہے ❁
- 174 عصمت انبیاء ❁
- 175 جہاد سے پیچھے رہنے کی اجازت؟ ❁
- 176 جہاد میں والدین کی اجازت ❁

- 179 اجازت دینا امیر کا کام ہے ❁
- 179 موجودہ حالات میں جہاد ❁
- 181 جہاد سے پیچھے رہنے والوں کا اللہ پر ایمان نہیں ❁
- 183 جہاد سے جی چرانے کے موجودہ بہانے ❁
- 184 ایک مشاہدہ ❁
- 185 منافقین ہمیشہ فتنہ و فساد پھیلانے کی سازشیں کرتے رہے ❁
- 189 تارک جہاد فتنے میں جبکہ مجاہد محفوظ ہے ❁
- 193 شکوک و شبہات میں گرفتار لوگوں کی مجالس ❁
- 194 تقدیر اور تدبیر ❁
- 196 خوشی پر شکر اور مصیبت پر صبر ❁
- 196 منافقو! تم بھی دو باتوں کا انتظار کرو ❁
- 197 منافقین کا جہاد فتنہ اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا ❁
- 198 نماز اور منافق ❁
- 200 کچے منافق کافر ہی ہیں مگر ان سے قتال نہیں ❁
- 201 منافق کی بیالیس علامات ❁
- 204 مال و اولاد کے ذریعے دنیا میں عذاب ❁
- 204 مال باعث عذاب کیسے؟ ❁
- 205 اولاد باعث عذاب کیسے؟ ❁
- 207 کیا ہمارے لیے بھی اولاد باعث عذاب ہے؟ ❁
- 209 چندے کے بجائے عقائد و اعمال کی اصلاح پر توجہ ❁
- 210 منافقین کی بزدلی ❁
- 211 حالت امن میں منافقین کی پریشانیاں ❁
- 212 سبب کیا ہے؟ ❁

- 214 منافق! مال کا حریص اور دولت کا بھوکا ❀
- 216 مال کی تقسیم میں رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ❀
- 217 مصارفِ زکوٰۃ ❀
- 217 فقر ❀
- 218 رسول اللہ ﷺ نے فقر سے پناہ مانگی ❀
- 220 مسکین ❀
- 221 مساکین سے بعض مخیر حضرات کا ناروا سلوک ❀
- 223 عالمین ❀
- 223 مالدار عالمین کو بھی صدقہ قبول کرنا چاہیے ❀
- 224 تالیفِ قلوب ❀
- 224 گردن آزاد کرانا ❀
- 225 ادائے قرض ❀
- 225 فی سبیل اللہ ❀
- 226 فی سبیل اللہ کے مفہوم میں تجاوز ❀
- 227 قرآن میں فی سبیل اللہ سے کیا مراد ہے؟ ❀
- 230 ابن السبیل (مسافر) ❀
- 230 زکوٰۃ کی رقم سے حج ❀
- 231 جہاد میں آٹھوں مصارف موجود ہیں ❀
- 233 نبی ﷺ کو ایذا دینے والے منافقین ❀
- 235 جھوٹی قسموں کے ذریعے لوگوں کو راضی کرنے کی کوشش ❀
- 235 قیامت کے دن بھی منافق جھوٹ کا سہارا لینے کی کوشش کرے گا ❀
- 237 منافق ہر وقت خوف زدہ رہتے ہیں ❀
- 238 اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور رسول ﷺ سے منافقین کا مذاق ❀

- 240 منافق برائی کی ترغیب دیتے اور نیکی سے روکنے والے ہیں ❀
- 240 سورہ توبہ کا دوسرا بڑا موضوع ❀
- 241 جہاد سے روکنا سب سے بڑا منکر عمل ہے ❀
- 241 جہاد میں مال خرچ کرنے سے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں ❀
- 243 منافقین سے جہنم کی آگ کا وعدہ ہے ❀
- 244 نافرمان قوموں کے انجام سے نصیحت حاصل کرو ❀
- 245 ① قوم نوح کو اللہ تعالیٰ نے غرق کر دیا ❀
- 246 ② قوم عاد کتنی طاقت ور تھی؟ ❀
- 247 نبی اور قوم کے مابین مکالمہ ❀
- 248 تند و تیز آندھی کا عذاب ❀
- 249 قوم ثمود ❀
- 250 ③ ابراہیم علیہ السلام کی قوم ❀
- 251 اپنے معبودوں کی مدد کرو اور ابراہیم کو جلا دو ❀
- 253 ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے وقت کے حکمران کو دعوت توحید ❀
- 253 قوم ابراہیم کی ہلاکت ❀
- 253 قوم شعیب ❀
- 254 عذاب کے بعد کا منظر ❀
- 255 تباہ ہونے والی قوم کے لیے شعیب علیہ السلام کی نصیحت ❀
- 255 قوم کے خوشحال متکبرین کا جواب اور دھمکی ❀
- 256 الثانی گئی بستیاں ❀
- 257 اہل ایمان ایک جسم اور عمارت کی طرح ہیں ❀
- 258 باہمی محبت کے بغیر کوئی شخص ایمان دار نہیں بن سکتا ❀
- 260 دوسری نشانی ❀

- 261 اہل ایمان کی تیسری نشانی ❁
- 262 اہمیت نماز ❁
- 262 بے نماز کا انجام ❁
- 263 منافق پر بھاری نمازیں ❁
- 263 اہل ایمان کی چوتھی نشانی ❁
- 263 پانچویں نشانی..... اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ❁
- 265 رسول اللہ ﷺ کا نافرمان جہنم کی آگ میں ہوگا ❁
- 266 دین اسلام میں اطاعت و اتباع ہے، تقلید نہیں ❁
- 267 جنت کے خیمے اور محلات ❁
- 268 جنت میں سونے چاندی انار اور کھجور کے باغات ❁
- 269 جنت میں چھینا جھٹی ❁
- 270 جنت میں بے ہودہ بات نہ ہوگی ❁
- 270 اللہ تعالیٰ کا جنتیوں کے لیے اعلان رضا ❁
- 271 جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ❁
- 271 منافقین کے لیے جہنم کا وعدہ ❁
- 273 مومن اور منافق میں فرق ❁
- 276 کفار سے حکم جہاد پر عمل کیسے؟ ❁
- 276 حکم جہاد پر رسول اللہ ﷺ کا عمل ❁
- 277 یہودیوں سے حکم جہاد پر عمل ❁
- 277 صلیبیوں کے خلاف حکم جہاد پر عمل ❁
- 278 منافقین سے حکم جہاد کی عملی شکل ❁
- 278 سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے منافق کی گردن اڑانے کی اجازت مانگی تو.....؟ ❁
- 280 قتل کے بجائے..... توبہ کا موقع ❁

- 280 موجودہ حالات میں منافقین سے جہاد کیسے؟ ❁
- 282 ظالم حاکموں کو کلمہ حق کہتے رہو ❁
- 284 منافقین کی کہہ مکرنیاں اور جھوٹی قسمیں ❁
- 288 رسول اللہ ﷺ کے قتل کی سازش ❁
- 290 احسان کا بدلہ انتقام ❁
- 291 توبہ کے لیے ایک اور موقع ❁
- 293 حصول مال کے لیے منافقین کی دعائیں اور عہد ❁
- 294 مال اور اولاد فتنہ ہے ❁
- 295 دنیاوی مفاد کے لیے جہاد میں شرکت کے خواہاں ❁
- 296 رزق میں فراخی اور تنگی کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے ❁
- 297 جہاد کے لیے مال پیش کرنے والوں پر طنز ❁
- 298 چند غرباء کا جہاد میں مال پیش کرنے کا انداز ❁
- 299 سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان مسابقہ ❁
- 300 سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ مجاہد العسرہ کا خطاب ❁
- 301 جہاد کے لیے عورتوں نے زیورات پیش کر دیے ❁
- 302 منافق کی بخشش کے لیے نبی ﷺ کو دعا کرنے سے روک دیا گیا ❁
- 303 گرمی میں جہاد کے لیے نہ نکلو! منافقین کا پروپیگنڈا ❁
- 305 منافقین کو جہاد میں شریک نہ کریں ❁
- 307 منافق کی نماز جنازہ ❁
- 309 منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی کی شرائط کیوں پر ایک نظر ❁
- 310 منافقین کے مال اور کثرت اولاد پر تعجب نہ کریں ❁
- 311 دیندار دولت مند ❁
- 312 جہاد سے پیچھے رہنے والے مالدار منافقین ❁

- 314 اہل ایمان کی کامیابی کا راز جہاد میں ہے ﴿﴾
- 314 نادان ترک جہاد میں کامیابیاں تلاش کرتے ہیں ﴿﴾
- 315 مجاہدین کے لیے جنت کے سودر جے ﴿﴾
- 316 بغیر عذر جہاد سے پیچھے رہنے والے ﴿﴾
- 317 جہاد سے پیچھے رہنے والے حقیقی معذور ﴿﴾
- 319 مجبوراً جہاد سے پیچھے رہنے کے غم سے پر غم آنکھیں ﴿﴾
- 323 جہاد بہادروں کا کام ہے، بزدل منافقوں کا نہیں ﴿﴾
- 324 منافقو! ہم تمہاری معذرت کو ہرگز سچا نہیں مانتے ﴿﴾
- 325 جہاد کے مخالفین منافقین بڑے ہی پلید اور سزا کے مستحق ہیں ﴿﴾
- 326 یہ منافق محض آپ کو خوش کرنے کے لیے جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں ﴿﴾
- 327 بعض دیہاتی کفر و نفاق میں بڑے سخت ہیں ﴿﴾
- 328 موجودہ دشمنان جہاد بھی انتظار میں ہیں ﴿﴾
- 329 دیہاتی مومنین رحمت کے مستحق ہیں ﴿﴾
- 330 موجودہ مخلص دیہاتی مسلمانوں کا کردار ﴿﴾
- 331 سَابِقُونَ الْأَوَّلُونَ میں سے چند ایک ﴿﴾
- 332 سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ﴿﴾
- 333 سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ﴿﴾
- 335 سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ﴿﴾
- 336 سیدنا علی رضی اللہ عنہ ﴿﴾
- 338 سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ ﴿﴾
- 340 سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ﴿﴾
- 342 سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ﴿﴾
- 343 سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ ﴿﴾

- 344 سیدنا سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ ❁
- 345 اعتراف جرم پر معافی کی گنجائش ❁
- 347 کیا ہم جہاد سے پیچھے رہنے پر شرمندہ ہیں؟ ❁
- 347 ساتھیوں کی تربیت ہماری ذمہ داری ❁
- 348 فیصلہ آئندہ کے طرز عمل سے ہوگا ❁
- 350 مسجد ضرار کی تعمیر سے منافقین کے مقاصد ❁
- 351 مسجد ضرار مسمار کرنے کا حکم ❁
- 352 عمارت پختہ بنیاد پر قائم رہتی ہے ❁
- 354 مجاہدو! اپنے سودے پر خوشیاں مناؤ! ❁
- 354 اپنی جان و مال بیچنے والے کون ہیں؟ ❁
- 355 اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کی جانیں اور مال خرید لیے ہیں ❁
- 355 مسلمانو! اس سودے میں تاخیر کیوں؟ ❁
- 356 دردناک عذاب سے نجات دینے والی تجارت ❁
- 356 اللہ تعالیٰ سے جان و مال کا سودا کرنے سے رضائے الہی کی سند ❁
- 358 عہد تجارت نبھانے کے مختلف انداز ❁
- 359 عہد تجارت کی تکمیل میں یہودیوں پر شب خون ❁
- 359 اللہ تعالیٰ سے تجارت موت پر بیعت ❁
- 360 عہد تجارت نبھانے کا صلہ ❁
- 360 اللہ تعالیٰ سے تجارت کرنے والوں کے خاک آلود قدموں کی شان ❁
- 361 اللہ تعالیٰ کے خریدے ہوئے بندوں کی صبح و شام ❁
- 361 اجر عظیم، مال غنیمت اور جنت میں داخلہ ❁
- 362 اللہ تعالیٰ کے خریدے بندوں کی پُر نَم آنکھیں ❁
- 363 اللہ تعالیٰ سے تجارت کرنے والے نابینا معذور صحابی ❁

- 363 ایفائے عہد میں زخمی ہونے والے ❀
- 364 اللہ تعالیٰ کے مجاہد بندے کی انوکھی دعا ❀
- 365 دفاع رسول میں جانوں کا نذرانہ پیش کرنے والے نوخوش نصیب ❀
- 366 عہد تجارت میں کٹ مرنے کی جلدی ❀
- 367 عہد تجارت کی تکمیل کے لیے موت کی طرف اڑان ❀
- 367 تاخیر پر صدمہ ❀
- 368 دس مرتبہ کٹ مرنے کی آرزو ❀
- 368 جنت کی خوشبو ❀
- 369 اللہ کے بندے کا تاریخی اور آخری فیصلہ ❀
- 370 اللہ تعالیٰ سے سودہ کرنے والے! جہادی محاذوں کی طرف پہنچتے رہیں گے ❀
- 371 توبہ واستغفار مجاہدین کا معمول ہے ❀
- 372 توبہ کرنے والوں کے لیے فرشتوں کی دعائے مغفرت ❀
- 374 عزت و وقار ملنے پر اللہ کی حمد کرتے ہیں ❀
- 374 اللہ تعالیٰ ہی کی حمد، اسی پر بھروسہ ❀
- 374 صبر کے ساتھ اپنے رب کی تعریف ❀
- 375 اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنے والوں کے سمندر کی جھاگ ❀
- 375 افضل کلمات چار ہیں ❀
- 375 دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب کلمات ❀
- 376 زبان پر ہلکے مگر میزان میں بھاری کلمات ❀
- 376 شیطان سے محفوظ رہنے کے لیے کلمات ❀
- 377 رسول اللہ ﷺ کے نوافل کا معمول ❀
- 377 مثالی میاں بیوی ❀
- 378 خادم رسول ﷺ کی خواہش ❀

- 378..... رسول اکرم ﷺ کے دو طویل سجدے..... ❁
- 379..... پہلا سجدہ..... ❁
- 380..... دوسرا سجدہ..... ❁
- 381..... بندہ سجدے میں اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا ہے..... ❁
- 381..... رکوع و سجود کرنے والے، کافروں پر سخت اور آپس میں رحم دل..... ❁
- 382..... نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنے والے..... ❁
- 382..... مسلم حکمرانوں کی چار بڑی ذمہ داریاں..... ❁
- 382..... بہترین امت کا اعزاز حاصل کرنے کا سبب؟..... ❁
- 383..... منافقین اور شیطین کا کام..... ❁
- 383..... مجاہدین بہتر انداز میں دعوت کا کام کرتے ہیں..... ❁
- 385..... مشرک خواہ قریبی ہی کیوں نہ ہو بخشش کی دعا کا مستحق نہیں..... ❁
- 386..... ابوطالب کی قربانیاں..... ❁
- 387..... سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی مشرک والد کے لیے دعا مغفرت..... ❁
- 389..... ابراہیم علیہ السلام کی مشرک باپ کے لیے چند دعائیں..... ❁
- 390..... اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعا کرنے کا حکم..... ❁
- 391..... دعا کی اہمیت..... ❁
- 392..... قبرستان میں مردوں کے لیے دعائے مغفرت..... ❁
- 393..... دعا صرف مومن کے لیے مفید تحفہ ہے..... ❁
- 394..... عقیدے کی پختگی دعا سے ظاہر ہوتی ہے..... ❁
- 394..... ایصال ثواب کے مسنون اور مصنوعی طریقے..... ❁
- 395..... دعا اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک درخواست ہے..... ❁
- 397..... بے علمی کا بہانہ کب تک؟..... ❁
- 399..... مشکل وقت میں ساتھ نبھانے والوں کے لیے معافی کا اعلان..... ❁

- 405..... سارا مال صدقہ کرنے کی خواہش ❁
- 406..... جذبہ اطاعت و فرمانبرداری سے سرشار مثالی معاشرے ❁
- 407..... سزایافتہ مجاہدین کے لیے پیغام وفا ❁
- 408..... جہادی معاشرے کی فکری اور عملی پختگی کی نادر مثالیں ❁
- 409..... پچاس دن کے بیگانے لمحہ بھر میں اپنے ہو گئے ❁
- 413..... اعمال کی لذت کے لیے جہادی محاذوں کا رخ ❁
- 414..... جہاد میں جانیں قربان اور مال خرچ کرنے والے ❁
- 415..... جہاد میں جتنا دین سمجھ میں آتا ہے اور کہیں نہیں آتا ❁
- 415..... تفقہ فی الدین اور صحابہ کرام ❁
- 416..... دین کی سمجھ..... خوبصورت مثالیں ❁
- 417..... دینی شعور کی بدولت عمل کم مگر ثواب زیادہ ❁
- 419..... دینی بصیرت کے لیے جہاد میں نکلیں ❁
- 420..... دعوت دین غازیوں کی ذمہ داری ہے ❁
- 421..... غازیوں کی دعوت سے دنیا بدل جاتی ہے ❁
- 422..... معسکرات میں تعلیم و تربیت کا اہتمام ❁
- 422..... لڑائی کا آغاز ❁
- 423..... مجاہدین کو دشمنان اسلام کے خلاف شدت پسند ہونا چاہیے ❁
- 424..... اللہ تعالیٰ مومنوں کے ساتھ ہے ❁
- 425..... ایمان اور نفاق میں کمی بیشی ❁
- 426..... ایمان کیسے بڑھتا ہے؟ ❁
- 438..... منافقین مصیبت میں گرفتار ہونے کے باوجود توبہ نہیں کرتے ❁
- 430..... بغیر اجازت مجلس سے جانے والوں کے لیے وعید ❁
- 431..... رسول اللہ ﷺ کا تم میں سے ہونا ❁

- 432.....تمھارا مشقت میں پڑنا اسے سخت ناگوار ہے ❁
- 434.....رسول اللہ ﷺ کو کافروں کی دنیاوی تکلیف بھی پسند نہ تھی ❁
- 434.....جانی دشمنسوالی بن کر دربار نبوی میں جا پہنچے ❁
- 435.....تمام قیدیوں کے بندھن کھول دو ❁
- 435.....اہل اسلام کی تکالیف کے ازالہ کا حکم ❁
- 436.....پر مشقت عبادت سے باز رہنے کا حکم ❁
- 436.....نماز مختصر تاکہ بچے کی ماں پریشان نہ ہو ❁
- 437.....جہاد میں بہتے لہو.....کھٹے بازو.....اور گرتے لاشے بھی قبول ہیں ❁
- 439.....لوگوں کی ہدایت و فلاح پر حریص نبی ❁
- 440.....رات کی تاریکی میں دعوت دین کی مثالی حرص ❁
- 441.....مال و زر حکمرانی کی پیش کش مسترد ❁
- 443.....ابو جہل سے انتقام پر خوش نہیںاسلام قبول کرنے پر خوش ہوگی ❁
- 444.....اجنبی مسافروں، بچوں اور غلاموں سے شفقت و رحمت کی چند مثالیں ❁
- 445.....دعوت و تبلیغ کے ذمہ داران اور مسئولین کے اوصاف ❁
- 445.....اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفات ❁
- 447.....سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا محمد ﷺ نے مشکل وقت میں حَسْبُنَا اللہ تھا ❁
- 448.....ہر پریشانی، فکر اور غم سے نجات کا وظیفہ ❁





عرض ناشر

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى أَشْرَفِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ .
اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ دین صرف اسلام ہے، جسے غالب کرنے اور ادیان باطلہ کو
نیست و نابود کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ کو مبعوث کیا اور ساتھ ضمانت
بھی دی کہ دین حق کا چراغ گل کرنے کے لیے کفار و مشرکین اور منافقین کی ہر سازش کو اللہ
تعالیٰ ناکام بنائے گا اور اپنے دین کو شرق و غرب میں قائم فرمائے گا۔ بقول شاعر.....

شعلہ شمع خدائی بھی کہیں بجھتا ہے؟ رہ گئے اپنا سامنہ لے کے بجھانے والے
نقش اسلام نہ اعدا کے مٹانے سے مٹا مٹ گئے آپ ہی جتنے تھے مٹانے والے

سورۃ التوبہ فطرت کی انھی حقیقتوں کی ترجمان ہے، اس سورہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے
یہود و نصاریٰ، کفار و مشرکین، منافقین اور مومنین کو واضح طور پر چار گروہوں میں تقسیم کیا ہے اور ہر
ایک کے کردار پر سیر حاصل بحث کی ہے، خاص طور پر دنیا کی نام نہاد سپر طاقتوں کے شکنجے میں
پھنسے ہوئے مسلمانوں کو غلبہ اسلام اور کفر کی دہشت گردی سے نجات کا طریقہ واضح کیا ہے۔

یہ سورہ مبارکہ عصر حاضر کے مسلمانوں کے لیے منارہ نور اور کفار و مشرکین کے لیے
تازیانہ عبرت کی حیثیت رکھتی ہے۔ شیطانی قوتوں کی طرف سے مسلسل یہ اصرار ہے کہ قرآن
پاک بالعموم اور سورہ توبہ بالخصوص امت مسلمہ کو دہشت گردی کی ترغیب دیتی ہے۔

9/11 کے بعد تو بہت سے مسلم حکمرانوں کو بھی مغرب نے اپنا ہمہنوا بنا لیا۔ بڑے منظم
طریقے سے سورۃ التوبہ کو نصاب تعلیم سے خارج کر کے ”اعتدال پسندی“ اور ”روشن خیالی“ کے
شیطانی نظریات کا پرچار کیا گیا۔ حالات کے اس تناظر میں ضروری تھا کہ کارکنان دعوت و عزیمت

کے جہادی نظریات کو سہارا دیا جائے اور یہود و نصاریٰ کی سازشوں کا شکار ہونے والے مسلمانوں کے سامنے سورۃ التوبہ کا قرآنی نظریہ حیات پیش کیا جائے۔ یہ سعادت اللہ تعالیٰ نے امیر محترم پروفیسر حافظ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ کے نصیبے میں کی کہ جنہوں نے 9/11 کے بعد جب اسلام اور جہاد پر دہشت گردی کا لیبل لگایا جا رہا تھا، مایوسیوں کے سائے طویل ہو رہے تھے، اللہ والے پس دیوارِ زنداں پھینکے جا رہے تھے اور کفر و شرک اور فتنہ و فساد سے اللہ تعالیٰ کی زمین پر بد امنی مسلط کی جا رہی تھی تو ایسے حالات میں انہوں نے ملک بھر سے کارکنانِ دعوت و جہاد کو اکٹھا کر کے سورۃ التوبہ کی تفسیر بیان کی۔ نتیجہ یہ تھا کہ مایوسیاں ختم ہوئیں اور حوصلے بلند ہو گئے۔ واللہ الحمد

طے پایا کہ سورۃ التوبہ کی اس تفسیر کی اشاعت کا اہتمام کیا جائے چنانچہ یہ ذمہ داری دارالاندلس کے رفیق عبید الرحمن محمدی رحمۃ اللہ علیہ نے قبول کی اور کئی ماہ کی مسلسل محنت سے انہوں نے اسے کتابی قالب میں ڈھالا۔ دارالاندلس کے رفقاء حافظ یوسف سراج، سید تنویر الحق اور بھائی محمد شفیق نے بالترتیب پروف ریڈنگ، تخریج اور کمپوزنگ کے مراحل طے کیے اور ضیاء الرحمن بھائی نے خوبصورت سرورق بنایا۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ جب محترم پروفیسر حافظ محمد سعید امیر جماعۃ الدعوة نے سورۃ التوبہ کی تفسیر پڑھائی تھی تو وہ اس وقت زخمی تھے، ان کی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹی ہوئی تھی۔ یہ زخم انہیں محاذِ کشمیر پر سواری سے گرنے کی وجہ سے لگے تھے۔ اب جب ہم سورۃ التوبہ کی تفسیر کتابی شکل میں پیش کر رہے ہیں تو وہ جرمِ جہاد میں پس دیوارِ زنداں ہیں۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ دشمن کے عزائم ناکام ہوں گے اور یہ کتاب اللہ کے بندوں تک وہی پیغام پہنچائے گی کہ جس پیغام کو روکنے کے لیے امیر محترم کو دسویں مرتبہ نظر بند کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ محتات کو قبول فرمائے۔ آمین!

سَيِّدُ الْاَبْنَاءِ

مدیر دارالاندلس

۲۷ شعبان ۱۴۲۷ھ

مقدمہ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى أَشْرَفِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ .
موسم گرما میں مسئولین کے تربیتی دوروں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ جون، جولائی اور اگست 2004ء میں یہ تربیتی دورے ہوئے تو ان میں سورۃ التوبہ کو شامل نصاب کیا گیا۔ تقریباً دو ماہ میں یہ سورت سبقاً سبقاً مسئولین کو پڑھائی گئی۔ بیشتر مسئولین بھائیوں نے اصرار کیا کہ اسے کتابی شکل میں لایا جائے، چنانچہ بھائی عبید الرحمن محمدی نے اس کام کو مکمل کیا۔ محمدی صاحب کتابی ذوق رکھنے کے ساتھ ساتھ پختہ منہجی ساتھی ہیں، انھوں نے بڑی محنت سے کیسٹ ریکارڈ کو تحریری شکل دی اور سورت کے موضوعات کو زیادہ مفید بنانے کے لیے دیگر حوالہ جات بھی جمع کیے۔ اللہ تعالیٰ محمدی بھائی کی محنت قبول فرمائے اور انھیں مزید توفیق سے نوازے۔ آمین!

سورۃ توبہ کا موضوع قتال فی سبیل اللہ ہے۔ اسلامی جہاد کے مقاصد کیا ہیں؟ جہاد کرنے والے لوگوں میں کیا خوبیاں ہونی چاہئیں؟ اور کن لوگوں کے خلاف جہاد کرنا ہے؟ ان تمام موضوعات کا یہ سورت احاطہ کرتی ہے۔ جہاد کے آداب بھی سکھاتی ہے اور غلبۂ اسلام کے شاندار دور کا نقشہ بھی یہ سورۃ مبارکہ پیش کرتی ہے۔

سورت کے موضوعات کو سمجھنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی جہادی سیرت اور اس کے مختلف ادوار کو پیش نظر رکھنا نہایت ضروری ہے کیونکہ نزول قرآن اور سیرت رسول اکٹھے چلتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ ہجرت کے بعد مدینہ تشریف لائے تو مشرکین مکہ نے مدینہ پر یلغاریں شروع کر دیں چنانچہ آپ کو دفاعی جنگیں لڑنا پڑیں۔ آپ ﷺ نے دفاع میں جو معرکے لڑے وہ بڑے ہی بے سروسامانی کی حالت میں لڑے۔ کفار اس کوشش میں تھے

کہ مسلمانوں کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر وہ انہیں اور ان کی پناہ گاہ مدینہ کو ختم کر دیں۔ اس مقصد کے لیے مشرکین مکہ نے قبائل کو بھی اپنے ساتھ ملایا، مدینہ کے یہودیوں اور منافقوں سے بھی ساز باز کی اور ہر جنگ بڑی تیاری کے ساتھ مسلمانوں پر مسلط کی۔ مسلمان عددی اور وسائل کے اعتبار سے نہایت کمزور تھے لیکن وہ ایمان کی چٹنگی اور مقصد کی لگن سے جے رہے۔ یہود اور منافقین ہر معرکہ کو مسلمانوں کے خاتمے کا باعث سمجھتے تھے اس لیے وہ مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں پوری طرح شریک رہے لیکن اللہ رب العالمین نے فیصلے یہ فرمائے کہ ہر معرکہ کے بعد مسلمانوں کی قوت میں اضافہ ہوا، ہر قربانی اسلام کی دعوت کو گہرا کرتی گئی حتیٰ کہ احزاب کے موقع پر مسلمانوں کی تیسری آزمائش ہوئی۔ یہ مشرکین کے خلاف پہلے مرحلے کا فیصلہ کن معرکہ تھا۔ اللہ کی بہت بڑی مدد نازل ہوئی اور کفار کوئی فائدہ حاصل کیے بغیر واپس چلے گئے۔ کفار کے حوصلے ٹوٹ گئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ مسلمانوں پر ان کے حملے کا رگہ نہ ہوں گے۔ ادھر مسلمانوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے، مدینہ کے اندر کے حالات پر بھی احزاب کے معرکہ نے گہرا اثر ڈالا۔ جن یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ سے کیا ہوا معاہدہ توڑا تھا، مسلمانوں نے اللہ کے حکم سے ان کا محاصرہ کیا اور انہیں کیفر کردار تک پہنچایا۔ پھر اگلے مرحلے میں مسلمانوں نے خیبر فتح کر کے یہود کے فتنے کو دبایا اور مدینہ کو اندرونی و بیرونی سازشوں سے محفوظ کیا۔ مسلمانوں کی جہاد پر استقامت اور اللہ تعالیٰ کی نصرت سے یہ مرحلے طے ہوتے گئے۔ جب مشرکین مکہ نے صلح حدیبیہ کا معاہدہ توڑا تو رسول اللہ ﷺ نے مشرکین مکہ کے خلاف فیصلہ کن معرکہ لڑ کر مکہ فتح کر لیا۔

یہاں یہ بات سمجھنے کی ہے کہ یہود کے خلاف مسلمانوں کی کارروائی ان کے نقض عہد کے بعد تھی اور مشرکین مکہ کے خلاف بھی کارروائی اس وقت کی گئی جب انہوں نے کیا ہوا معاہدہ توڑ ڈالا۔ یہ جہاد کے سلسلے میں اسلام کی مضبوط اخلاقی بنیاد ہے، جسے تاریخی طور پر

کوئی رد نہیں کر سکتا۔ اسلام دعوت کا دین ہے اور قطعی دلائل سے اللہ کی توحید اور عبادت پر انسانوں کو جمع کر کے دنیا کو پر امن بناتا ہے اور ہر کسی کی جان، مال اور عزت کی حفاظت کا درس دیتا ہے، چاہے وہ جان، مال اور عزت غیر مسلم ہی کی کیوں نہ ہو لیکن جب کوئی قوم مسلمانوں پر چڑھائی کرے تو اسلام اپنے ماننے والوں کو دفاع کا حکم دیتا ہے اور ہر ظالم اور غاصب قوت کو روکتا ہے۔ افسوس کہ آج دنیا پر ظلم کے پہاڑ توڑنے والوں نے پراپیگنڈے کے زور پر اسلام کو دہشت گردی کا دین ثابت کرنے کی کوشش کی اور جہاد کو دہشت گردی قرار دے دیا۔ اس سے بڑا افسوس یہ کہ مسلمان حکومتیں اور عوام کے اکثر طبقے اسلام کے دفاع سے قاصر ہیں، انھیں اپنے مفاد عزیز ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر اعتبار سے اسلام اور مسلمانوں کا دفاع کیا جائے اور اس کے لیے سیرت رسول اللہ ﷺ سے منہج سمجھا جائے۔

جہادی سیرت کے آخری مرحلے میں یہ واقعہ پیش آیا کہ رومی سلطنت نے فتح مکہ کو غیر معمولی قرار دے کر مدینہ پر حملے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ انھوں نے شاہ روم کے حکم سے شام کے علاقے میں صلیبی فوجیں جمع کرنا شروع کر دیں۔ جب رسول اللہ ﷺ کو رومیوں کے اس فیصلے کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے فی الفور بڑا معرکہ لڑنے کی تیاری شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے نفیر عام کا حکم دے دیا۔ آپ ﷺ نے تیس ہزار کا لشکر تیار کر کے شام کی طرف سفر شروع کر دیا۔ نہایت مشکلات کا سفر طے کرتے ہوئے آپ شام کی سرحد پر پہنچ گئے۔ ادھر رومیوں کو جب لشکر کا علم ہوا تو وہ خوف زدہ ہو گئے اور پیچھے ہٹ گئے۔ یہ شاندار جنگی دفاعی حکمت عملی تھی جو رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اختیار کی۔ اس سے فائدہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کے خلاف کسی طرف سے بھی کسی بڑے حملے کا خطرہ نہ رہا۔ نبی کریم ﷺ تبوک سے واپسی کے سفر پر تھے کہ حج کا وقت آ گیا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے سفر کے دوران ہی سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حج کا امیر مقرر کر کے قافلہ حج کے لیے تیار کر دیا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا کہ جب میدان منی میں سردارانِ مشرکین جمع ہوں تو وہ انھیں رسول اللہ ﷺ کا

فرمان سنائیں کہ مکہ اسلام کا حرم ہے، اس میں اب کسی کافر و مشرک کو رہنے کی اجازت نہیں سو آئندہ کوئی کافر بیت اللہ میں نہ آئے اور جو مکہ میں مشرکین موجود ہیں انھیں چار ماہ کی مہلت ہے، وہ مکہ سے نکل جائیں ورنہ ان کے خلاف جنگ ہوگی۔

یہ سیرت رسول کا غلبہ اسلام کے اعتبار سے تکمیلی مرحلہ ہے۔ نبی کریم ﷺ کو تبوک کی کامیابی اور صلیبی قوت کے مرعوب ہو جانے سے پورے عرب میں گرفت مضبوط کرنے کا موقع ملا..... سورہ توبہ میں تبوک کی تیاری اور جنگ کے احوال و واقعات اور جہاد کے عمومی مقاصد و نتائج کا تذکرہ ہے۔ یہ ایسی تفصیلی سورت ہے کہ جس سے جہاد کا پورا منہج سمجھ میں آجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے آخر میں اسے نازل کر کے مسلمانوں کے سامنے یہ نقشہ پیش کیا کہ تمہیں کس حیثیت سے دنیا میں رہنا چاہیے؟ اور غیر مسلموں کی مسلمانوں کے سامنے کیا حیثیت ہونی چاہیے؟ مسلمان غالب ہو کر اللہ کی زمین پر اسلام کے نمائندے بن کر رہیں جبکہ غیر مسلم مغلوب ہو کر رہیں، حکمرانی اور زمینی وسائل مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہوں۔ سورہ توبہ میں چار گروہوں کا تفصیلی ذکر ہے اور چاروں کا ذکر جہادی حوالے سے ہے۔ پہلا گروہ کفار و مشرکین کا ہے، اس گروہ کی متعدد قسمیں ہیں اور یہ قسمیں کفار کے طرز عمل کی مناسبت سے مقرر کی جائیں گی۔ وہ کافر جو عہد کر کے توڑ دیتا ہے، اس کے خلاف قتال کا حکم ہے اور جو مسلمانوں سے کیے ہوئے عہد کی پاسداری کریں ان کے ساتھ مسلمانوں کا رویہ مختلف ہونا چاہیے۔ اسلام اخلاقی طور پر مسلمانوں کو بہت مضبوط رکھنا چاہتا۔ عہد نہ توڑنے والوں کے بارے میں حکم یہ دیا گیا کہ تم بھی ان کے ساتھ عہد پورا کرو۔ کفار کو کمزور سمجھ کر ان کے خلاف چڑھائی نہیں کرنی چاہیے بلکہ یہ کمینگی ہمیشہ کفار کی طرف سے ہوتی ہے۔ طاقتور سے ڈرنا نہیں اور کمزور پر زیادتی نہیں کرنی، یہ اسلامی اخلاق ہیں۔

مشرکین کے تیسرے گروہ کا بھی اس سورت میں ذکر ہے وہ جو مسلمانوں سے لڑنے کی بجائے پناہ طلب کریں۔ حکم یہ ہے کہ انھیں پناہ دے دو۔ جب مسلمان ایسے بلند اخلاق

پیش کریں گے اور طاقتور ہونے کے باوجود کفار سے اچھا سلوک کریں گے تو اس سے اسلام کا اصل منشا یعنی دعوت پھیلانا، پورا ہو جائے گا۔ تاریخی اعتبار سے غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے جب جہاد کیا اور قوت حاصل کی تو اپنے مد مقابل سے ہمیشہ حسن سلوک کیا اور بلند اخلاقی نمونے پیش کیے۔ اس سے اسلام دنیا میں بہت پھیلا۔ قوموں کی قومیں، پورے پورے معاشرے اور ملک مسلمان ہوئے۔ اسلام کی دعوت اس وقت کمزور ہوئی جب جہاد رک گیا اور مسلمانوں کا کوئی کردار دنیا میں باقی نہ رہا، مسلمان غیروں کی غلامی پر مجبور ہوئے اور صرف نام کے مسلمان رہ گئے اور قانون سے لے کر انفرادی اور اجتماعی ہر اعتبار سے مسلمان کافروں کے رنگ میں رنگے گئے۔ سورہ توبہ کفار کا ہر رنگ اتار کر مسلمانوں پر اسلام کا حقیقی رنگ چڑھاتی ہے اور باعزت اور باغیرت بنا کر مسلمانوں کے کردار کو پختہ کرتی ہے۔

دوسرا گروہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ کا ہے، جس کا تذکرہ اس سورت میں ہے۔ اہل کتاب کی ریشہ دوانیوں کا ذکر کر کے ان کے خلاف قتال کا ضابطہ بیان کیا گیا ہے۔ اہل کتاب کے بارے میں واضح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں جو شریعت دی تھی، انھوں نے اسے مسخ کر دیا، اللہ کی بغاوت پر مبنی حلال و حرام کے اپنے نظام وضع کیے، شرک میں یہ پیچھے نہیں رہے، دوسروں کا مال ہڑپ کرنا ان کا وتیرہ ہے۔ ظلم پر مبنی نظاموں کے پجاری یہ لوگ مسلمانوں کو کسی طرح برداشت نہیں کرتے اور اسلام دشمنی میں حد سے گزر جاتے ہیں۔ اس ظلم کے خاتمے کے لیے اللہ مسلمانوں کو جہاد کا حکم دیتا ہے..... بغور دیکھا جائے تو ایک طرف کفار و مشرکین، جن میں ہندو اور اس کی بہت سی قسمیں مسلمانوں پر ظلم کر رہی ہیں، یہ سب مشرکین کے ضمن میں سمجھے جائیں گے۔ تاریخی طور پر سب سے بڑا مشرک ہندو ہے، بلکہ پوری دنیا میں شرک پھیلا نے والے ہندو ہیں۔ یہ سب سے قدیم شرکیہ مذہب ہے، اس کے بعد ہی ستارہ پرست اور آتش پرست مذہب دنیا میں معروف ہوئے ہیں چنانچہ

ہندو، بدھ حتیٰ کہ کمیونسٹ سب مسلمانوں پر ظلم کر رہے ہیں بلکہ یہ مسلمانوں کے علاوہ دوسرے مذہب والوں پر بھی ظلم کر رہے ہیں۔ اسلام کا منشا یہ ہے کہ سب پر ظلم ختم ہو۔ صرف مسلمان ہی محفوظ نہ ہوں بلکہ تمام اقوام ظلم سے نجات حاصل کریں، اسی کے لیے اسلام جہاد کا حکم دیتا ہے۔ دوسری طرف یہودی اور صلیبی ہیں، جو ہر جگہ مسلمانوں کو مار رہے ہیں، ان کے علاقوں پر قبضہ کر رہے ہیں۔ وہ تمام بد خصلتیں جن کا ذکر سورہ توبہ میں یہود و نصاریٰ کے لیے کیا گیا ہے، موجودہ حالات میں نظر آتی ہیں سو اس ظلم کے خاتمے کا کوئی راستہ جہاد کے سوا نہیں۔

تیسرا گروہ مومنین صادقین اور مخلصین کا ہے۔ سورہ توبہ میں اللہ نے اہل ایمان کو جہاد کا حکم دیا ہے اور مقاصد جہاد کو بروئے کار لانے کے لیے ان کی تربیت فرمائی ہے، رسول اللہ ﷺ نے حکم قرآنی پر عمل کر کے تربیت یافتہ جماعت تیار کی ہے، جن کا تذکرہ اللہ تعالیٰ کہیں ﴿وَالْمُحْسِنَاتُ إِلَىٰ الْوَلَدِ﴾ کے الفاظ سے اور کہیں ﴿الْمُحْسِنَاتُ إِلَىٰ الْوَلَدِ﴾ کے انداز سے کرتا ہے کہ یہی سچے اور باکردار مومن جہاد کر کے دنیا و آخرت میں سرخرو ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان مومنوں کا بھی ذکر کیا ہے جو جان و مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش کر کے قبولیت کی دعائیں کرتے ہیں اور ان کا بھی تذکرہ کیا ہے جن کے پاس مال نہیں، وہ صرف جانیں لے کر حاضر ہو جاتے ہیں، جب انھیں سواری نہ ہونے کی وجہ سے جواب ملتا ہے تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں لیکن اطاعت ان کے قدموں اور زبانوں کو روک کر ان کا کردار پختہ کرتی ہے۔ پھر ان ایمان والوں کا بھی ذکر ہے کہ جن کی نیت تو جہاد میں شرکت کی پختہ تھی لیکن سستی کی وجہ سے وہ پیچھے رہ گئے، ان کے خلاف بایکاٹ کا حکم دے کر اللہ تعالیٰ نے جہاد کی اہمیت اجاگر کی ہے پھر ان کے شدتِ احساس کی کیفیت قبول کر کے اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں ان کی توبہ کا ذکر کیا۔

چوتھا گروہ منافقین کا ہے، ویسے تو ہر جہادی سورت میں منافقین کا ذکر ملے گا لیکن سورہ توبہ میں ان کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ سورہ توبہ میں منافقین کی ساٹھ سے زیادہ

خصلتوں کا بیان ہے۔ ان کی بعض خاص خامیوں کا بار بار ذکر کر کے مسلمانوں کو نفاق سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جب بھی جہاد ہوا منافقین نے گندا کردار ادا کیا ہے لیکن یہ بھی کمال ہے کہ ہمیشہ ہی جہاد نے منافقین کے چہروں سے نقاب الٹے ہیں، وہ ہمیشہ ہی ذلیل ہوئے ہیں۔ ان کی مفاد پرستی اور دنیا طلبی نے ان کو گھر کا چھوڑا نہ گھاٹ کا۔ تھوڑی مہلت سے منافق دنیا کے پیچھے بھاگتا ہے، کافر سے مفاد مل جائے تو اس کے پیچھے اور مسلمان سے مفاد کی توقع ہو تو اسے دھوکا دیتا ہے، لیکن مومن تھوڑی مہلت میں بھی آخرت کا سودا کرتا ہے، وہ اللہ کی رضا اور اخروی کامیابی کے لیے دنیا کی ہر تکلیف سہنا حتیٰ کہ جہاد کی موت میں بھی راحت محسوس کرتا ہے۔ منافق دنیا دار ہوتا ہے، دنیا حاصل کر کے بھی اسے سکون نہیں ملتا، زیادہ کے پیچھے بھاگتا ہے، اللہ کا ذکر کرنے کی بجائے مفاد کا ذکر کرتا رہتا ہے۔ منافق مسجد میں دکھاوے کے لیے آتا ہے۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے بہت تنگی محسوس کرتا ہے اور ہر وقت سازشی کھیل کھیلتا رہتا ہے۔ سورہ توبہ کو غور سے پڑھ کر معاشروں پر نظر ڈالی جائے تو ایسے معاشرے اب بھی صاف نظر آتے ہیں۔

جہاد کے حالات میں منافقین بہت بڑی آزمائش میں ہوتے ہیں، ان کی سازشوں سے بچنا اور ان کے ساتھ الجھنے سے اپنے آپ کو بچانا نبی ﷺ کا اسوہ ہے۔ جہاد میں جوں جوں مسلمانوں کی قوت بڑھتی جاتی ہے کفار کے ساتھ منافقین بھی کمزور ہوتے جاتے ہیں۔ اس فطری پراسس کو قائم رکھنا ہی اصل تقاضا ہوتا ہے۔ بعض لوگ گھبرا کر غلطیاں کر بیٹھتے ہیں، وہ جہاد کی حقیقی منزلیں کھودیتے ہیں۔ ایمان پر پختگی، جہاد پر استقامت اور ہر قسم کے حالات میں تدبیر و حکمت اور ہر طرح سے دعوت و تربیت کے راستوں کو کھلا رکھنے سے منزلیں ملتی ہیں۔ دنیا کی منزلیں اگر اللہ اپنے کسی مخلص بندے کو نہ دے تو آخرت کی منزلوں سے کبھی محروم نہیں رکھتا۔ فیصلے اللہ کے ہوتے ہیں، اللہ ہی پر چھوڑ دینے چاہئیں۔ ہر وقت یہ دیکھتے رہنا چاہیے کہ کیا میں صحیح راستے پر گامزن ہوں اور کیا صحیح منزل کی طرف رواں

ہوں۔ اس کے لیے قرآن مجید آنکھیں کھولتا اور دلوں کو روشنیاں دیتا ہے۔ آئیے! سورہ توبہ سے روشنیاں حاصل کریں۔ یہاں دل بھی روشن، راستے بھی روشن اور منزل بھی روشن۔
ان شاء اللہ

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ، عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ وَمَا عَلَيَّ إِلَّا الْبَلَاغُ



کینال ریٹ ہاؤس، سب جیل شیخوپورہ

۲۵ شعبان ۱۴۲۷ھ، بمطابق 19 ستمبر 2006ء

سورة التوبة

قرآنی ترتیب کے اعتبار سے نواں اور نزولی اعتبار سے قرآن کریم کی یہ سب سے آخری بڑی سورت ہے۔^① اس سورہ مبارکہ کے کئی نام ہیں، یہ تین نام زیادہ معروف ہیں:
○ التَّوْبَةُ ○ بَرَاءَةٌ ○ الْفَاضِحَةُ

وجہ تسمیہ اور مختصر پس منظر:

- ✿ تبوک سے پیچھے رہ جانے والوں میں منافقین کے علاوہ تین مخلص مومن بھی شامل تھے۔
- ✿ جنگ تبوک کا یہ سفر سخت ترین گرمی کے دنوں میں شروع ہوا۔
- ✿ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تیس ہزار جاں نثار صحابہ کا لشکر رومی کافروں کا غرور خاک میں ملانے کے لیے تبوک کی طرف بڑھ رہا تھا اور منزل تقریباً چھ سو کلومیٹر دور تھی۔
- ✿ خوراک کی شدید قلت تھی، راستہ دشوار گزار اور پر خطر تھا۔
- ✿ سواریاں کم تھیں، اتنی کم کہ تقریباً اٹھارہ اٹھارہ آدمیوں کو صرف ایک ایک سواری دی گئی تھی۔
- ✿ لوگ شدید قحط سالی کی زد میں تھے۔
- ✿ اس موقع پر ایک بڑا امتحان یہ بھی تھا کہ باغات کے پھل پک چکے تھے اور کھجوروں کے خوشے کاٹنے کا وقت قریب تھا۔

① بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿یستفتونک﴾..... الخ : ۴۶۰۵۔

✽ ان حالات میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے جنگ تبوک میں شرکت کا تاکید کی حکم جاری فرمادیا۔

✽ تین مخلص مومن محض سستی کی وجہ سے بغیر کسی عذر کے پیچھے رہ گئے۔

✽ اس نازک موقع پر جہاد سے پیچھے رہ جانے کو بہت بڑا جرم قرار دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ وہ پیچھے رہ جانے والے ان تینوں اشخاص کا مقاطعہ کریں..... چالیس دنوں کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان کی بیویوں کو حکم بھیجا کہ وہ بھی ان سے علیحدہ ہو جائیں۔ ان تینوں کو اپنی غلطی کا شدید احساس تھا اور وہ رو رو کر اللہ تعالیٰ سے اس غلطی کی معافی مانگتے رہے..... جہاد سے پیچھے رہ جانے پر ندامت سے آنسو بہاتے رہے..... اس حال میں جب پچاس دن گزر گئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی توبہ کی قبولیت کے ضمن میں آیات نازل ہوئیں، اس لیے اس سورہ کا ایک نام ”التوبہ“ ہے۔

براءت:

سورہ کا آغاز: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا وَرِثَايَا﴾ سے ہو رہا ہے جس میں مشرکین سے کیے گئے معاہدوں کی منسوخی، اعلانِ براءت یعنی لاتعلقی اور اظہارِ بیزاری ہے اس لیے ایک نام براءة بھی ہے۔

الْفَاضِلَةُ:

اللہ تعالیٰ نے اس سورہ میں منافقین کی سازشوں، شرارتوں اور خفیہ منصوبوں کا پردہ چاک کر کے، ان کو مسلم معاشرے کے سامنے آشکار کر کے ذلیل و رسوا کر دیا ہے اس لیے اس سورہ کا نام الفاضلہ یعنی رسوا کر دینے والی بھی ہے۔

موضوعات:

- اس سورہ مبارکہ کے چند اہم موضوعات یہ ہیں:
- ✽ مشرکین سے کیے گئے معاہدے منسوخ کر دیے گئے نیز اظہار براءت اور اعلان بیزاری کے ساتھ ساتھ انھیں چار ماہ کی مہلت دی گئی تاکہ وہ اپنے مستقبل کا فیصلہ کر سکیں۔
 - ✽ مہلت کے خاتمہ پر اہل ایمان کے لیے حکم تھا کہ مشرکین کا محاصرہ کرو، گھات لگا کر ان کی تاک میں بیٹھو اور جہاں بھی پاؤ ان کو قتل کر دو۔
 - ✽ ان کا جرم یہ ہے کہ یہ عہد شکن اور پلید مشرک ہیں، اس لیے یہ گردن زدنی ہیں اور ان کی سزا علاقہ بدری ہے۔ ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو مکہ سے نکالا، آپ ﷺ سے لڑائی کی ابتدا بھی انھی لوگوں نے کی اور یہ لوگ دین اسلام پر طعن کرتے اس لیے حکم دیا گیا کہ ان سے لڑو اور اس وقت تک لڑائی جاری رکھو جب تک ان کی قوت پاش پاش ہو کر کمر ٹوٹ نہیں جاتی۔
 - ✽ یہود و نصاریٰ کے عقیدے کی خرابیوں اور لوگوں کا مال ناجائز طریقوں سے بٹورنے کی بری عادتوں کا تذکرہ ہے۔
 - ✽ منافقین کا جہاد سے پیچھے رہ جانے پر جھوٹے عذر بہانے پیش کرنے اور جہاد میں مال نہ خرچ کرنے کا حال مذکور ہے۔
 - ✽ جیشِ عمرہ یعنی جنگ تبوک کا ذکر ہے اور جہاد کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے تجارت کرنے والوں سے جنت کا وعدہ کیا گیا ہے۔

سورہ کے شروع میں بسم اللہ نہ لکھنے کا سبب:

اس سورہ مبارکہ کے شروع میں بسم اللہ نہ لکھنے اور نہ پڑھنے کی بہت سی وجوہات بیان کی گئی ہیں مگر صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بسم اللہ نازل نہیں کی اور نبی ﷺ نے لکھوائی نہیں..... اور یہ اس چیز کی بھی دلیل ہے کہ قرآن مجید جیسے نازل ہوا، آج بھی بالکل اسی حالت میں موجود ہے اور بغیر کسی شک و شبہ کے یہ منزل من اللہ ہے۔

آغاز سورہ

﴿بَرَآءَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدْتُم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ۖ فَصِبْصِبُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ فَخْرَى الْكَافِرِينَ ۚ وَأَذَانٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ۖ وَبِئْسَ الْوَسِيلُهُ ۚ قُلْ إِنَّمَا نُنَبِّئُكُم بِخَبَرٍ لَّكُم ۖ وَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَأَعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ ۚ وَبَشِّرِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۚ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوا شَيْئًا وَلَمْ يُضَاهَوْا عَلَيْهِمْ أَحَدًا فَأَقِيمُوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مَدَّتِ بَعْدَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ مُحِيبٌ الْمُتَّقِينَ ۖ﴾

”اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے ان مشرکوں کی طرف بری الذمہ ہونے کا اعلان ہے جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا۔ تو اس سرزمین میں چار ماہ چلو پھرو اور جان لو کہ بے شک تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں اور یہ کہ یقیناً اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے حج اکبر کے دن تمام لوگوں کی طرف صاف اعلان ہے کہ اللہ مشرکوں سے بری ہے اور اس کا رسول بھی۔ پس اگر تم توبہ کر لو تو وہ تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر منہ موڑو تو جان لو کہ یقیناً تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں اور جنہوں نے کفر کیا انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے دے مگر مشرکوں میں سے وہ لوگ جن سے تم نے عہد کیا پھر انہوں نے تم سے عہد میں کچھ کی نہیں کی اور نہ تمہارے خلاف کسی کی مدد کی تو ان کے ساتھ ان کا عہد ان کی مدت تک پورا کرو۔ بے شک اللہ متقی لوگوں سے محبت کرتا ہے۔“

مشرکین سے اعلان بیزاری:

اس سورہ مبارکہ کا آغاز بڑے پرہیزگارانہ انداز میں ہو رہا ہے جس کے الفاظ تو مختصر ہیں مگر دنیا بھر کے مشرکین انھیں سن کر اب بھی دہشت زدہ ہو جاتے ہیں..... اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اعلان بیزاری اور اظہار براءت ہو رہا ہے۔ مشرکین کو مہلت دی جا رہی ہے کہ وہ تین میں سے ایک راستے کا انتخاب کر لیں:

- ① کفر و شرک سے تائب ہو کر دل سے دین اسلام قبول کر لیں۔
- ② مہلت سے فائدہ اٹھا کر مکہ مکرمہ سے نکل جائیں۔
- ③ تیسری اور آخری صورت یہ ہے کہ لڑائی کے لیے تیار ہو جائیں، جو نبی دی گئی مہلت ختم ہوگی حدود حرم میں جو مشرک ملے گا اس کی گردن تن سے جدا کر دی جائے گی۔

جہادی برکات نے حالات کا نقشہ بدل دیا:

✽ اس سورہ کے نزول کے وقت اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے قوت، غلبہ اور فتح کی راہ ہموار کر دی تھی۔

✽ ابو جہل، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف، عقبہ بن ابی معیط اور اخنس بن شریق سمیت بڑے بڑے جنگجو مشرک مارے جا چکے تھے اور دیگر متعدد سرکش و متکبر عبرت ناک انجام کو پہنچ چکے تھے۔

✽ عہد شکن بنو قریظہ کے یہودیوں کی جڑ کٹ چکی تھی۔

✽ یہود کے سازشی سردار کعب بن اشرف کو راستے سے ہٹایا جا چکا تھا۔

✽ بنو قریظہ اور بنو نضیر کو عہد شکنی کی سزا جلا وطنی کی شکل میں دی جا چکی تھی۔

✽ خیبر کی شکست کے بعد یہودیوں کی کمر لٹ چکی تھی۔

✽ ”موئہ“ کے تاریخی معرکے میں صلیبیوں کی شکست کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔

✽ مکہ فتح ہوا اور بیت اللہ کو بتوں کی نجاست سے پاک کیا جا چکا تھا۔
 ✽ ثقیف و ہوازن کے اڑیل، متکبر اور مشرک قبائل گر چکے تھے۔
 ✽ اسلام کو زبردست عزت و وقار اور اہل اسلام کو فتح حاصل ہو چکی تھی۔
 ✽ جہاد میں پیش کی گئی بے مثال قربانیاں اپنا رنگ دکھا رہی تھیں۔
 ✽ اس لیے اب دنیا بھر کے مشرکین سے براءت، اعلان لافعلی اور اظہار بیزاری کا وقت آ گیا تھا۔

✽ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نازل ہوا کہ مشرکین سے کیے گئے تمام عہد و پیمان ختم کرنے کا اعلان کر دیا جائے۔

✽ تبوک سے واپسی پر ذیقعد ۹ھ کو مناسک حج کی ادائیگی کے لیے رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر روانہ فرمایا اور بعد ازاں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو روانہ فرما کر ہدایت کی کہ میری طرف سے مشرکین سے کیے گئے معاہدوں کے خاتمے کا اعلان کر دیں اور سورہ توبہ کی آیات تلاوت کر کے شرکاء حج کو سنائیں۔

✽ معاہدوں کی منسوخی کے لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا انتخاب اس لیے بھی ضروری تھا کہ عرب دستور کے مطابق مال اور خون کے عہد کی منسوخی کا اعلان خود یا اپنے خاندان کے کسی فرد سے کرایا جائے۔ اس دستور کے مطابق سیدنا علی رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے۔ حجاج کے قافلے سے ان کی ملاقات مقام ”عرج“ یا ”وادی ضحنان“ میں ہوئی۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سوال کیا: ”امیر بن کر آئے ہو یا مامور؟“ علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ”نہیں بلکہ مامور ہوں۔“ اس کے بعد یہ لوگ مکہ کے لیے روانہ ہو گئے۔

امیر اور خلیفہ میں فرق:

اس واقعہ سے ایک اہم مسئلہ کی بھی وضاحت ہو جاتی ہے کہ امیر بعض جزوی امور کے لیے مقرر کیا جاسکتا ہے جیسا کہ سفر حج اور جہاد کا امیر لیکن اس کو خلیفہ المسلمین نہیں کہا جاتا

اور نہ اس کی بیعت ہوتی ہے۔ ہاں اس کی اطاعت بلاشبہ واجب ہے گویا جہاد و حج کے لیے امارت ضروری ہے خلافت ضروری نہیں ہاں خلافت کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ جہاد جاری رکھے۔

حسب ہدایت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا اور دسویں ذوالحجہ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں جمرہ کے پاس کھڑے ہو کر وہ اعلان کیا جس کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا۔ بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دے کر بھیجا کہ سورہ توبہ کافروں کو سنائیں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بھی منیٰ میں ہمارے ساتھ رہ کر لوگوں کو سورہ براءت سنائی اور یہ اعلان بھی کیا:

”اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کے لیے نہ آئے اور نہ کوئی شخص ننگا ہو کر بیت اللہ کا طواف کرے۔“^①

غور کیجیے! یہ وقت کتنا عظیم تھا اس موقع پر مسلمان خوش اور مشرک کتنے مایوس اور پریشان ہوئے ہوں گے؟ ان اعلانات کا ان پر کتنا گہرا اثر ہو رہا ہوگا اور وہ اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھتے ہوئے جزیرۃ العرب سے بت پرستی کے خاتمے اور بتوں کی خوشنودی کے لیے سفر پر پابندی کے اعلانات کو کس بے بسی کے عالم میں سن رہے ہوں گے؟ یقین کرنا چاہیے کہ یہ کیفیت جہاد کے بعد ہوتی ہے۔

کفار و مشرکین کے لیے چار ماہ کی مہلت:

منیٰ میں اعلان کیا جا رہا تھا: مشرک! تم نجس ہو، تمہیں سمجھاتے سمجھاتے بہت وقت بیت چکا، اب تمہیں صرف سامان سمیٹنے کی مہلت اور زیادہ سے زیادہ حدود حرم میں چار مہینے تک چلنے پھرنے کی اجازت ہے۔ اس مہلت سے بھرپور فائدہ اٹھا لو! اور اچھی طرح اپنے

① بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله ﴿وَأَذَانٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾..... الخ: ۴۶۵۶۔

مستقبل پر غور کر لو! اب یا تو..... ① اسلام قبول کر کے ہمارے بھائی بن جاؤ۔ ② یا اپنا سامان سمیٹو اور جان بچا کر بھاگ جاؤ! ③ یا جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ! اور یہ بھی یاد رکھو! کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں کافروں کو ذلیل و رسوا کرنے کا فیصلہ کر چکا اور آخرت کا عذاب اس کے علاوہ ہے۔

مشرکوں! آخرت کے دردناک عذاب اور دنیا کی ذلت و خواری سے بچنا چاہتے ہو تو اس کا باوقار طریقہ صرف یہ ہے کہ تم اپنے عقیدہ کفر و شرک سے تائب ہو کر اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ یہی بات تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر تم اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے شرک پر قائم رہے تو تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے۔

امریکہ سے روس اور انڈیا سے اسرائیل تک اعلان براءت:

ہم سورہ توبہ کے مضامین کو سمجھنے کے لیے جمع ہیں اور اس وقت صورت حال یہ ہے کہ عقیدہ توحید کی بنیاد پر جہاد شروع ہو چکا ہے جیسا کہ:

✽ گائے اور بتوں کے پجاریوں سے کشمیر میں جہاد جاری ہے۔

✽ بچھڑے کو معبود ماننے اور عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہنے والے یہودیوں سے فلسطین میں معرکہ آرائیاں ہو رہی ہیں۔

✽ صلیب کے پجاریوں اور عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہنے والوں کے مقابلہ میں افغانی و عراقی مجاہدین لڑ رہے ہیں۔

✽ دیگر کفار، مشرکین اور ملحدین سے ہر جگہ مجاہدین مقابلہ کر رہے ہیں۔ یہ جہاد اللہ تعالیٰ کے دین کے غلبہ کے لیے شروع ہو چکا ہے۔ الحمد للہ

✽ واللہ..... ہم اس جہاد میں اللہ تعالیٰ کے دین کا غلبہ دیکھ رہے ہیں۔

واللہ العظیم! میں بڑے پختہ یقین سے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ وہ وقت جلد لے آئے گا کہ جب امریکہ سے روس اور انڈیا سے اسرائیل تک ان مشرکوں سے کہا جائے گا:

”اے کافرو! ہم تم سے لاتعلقی اور بیزاری کا اعلان کرتے ہیں۔“

✽ موجودہ جہادی مشکلات کو دیکھ کر بعض لوگ پریشان ہیں۔ ہم ان بھائیوں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ سیرت رسول ﷺ کا مطالعہ کریں..... ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس عظیم کامیابی کے لیے رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مال و جان اور اولاد کی قربانیاں پیش کرنے کا عمل شروع ہو چکا ہے اس لیے کامیابی اور فتح کی منزل قریب ہے۔ ان شاء اللہ

✽ تیرہ سالہ مکی دور نبوت میں رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کی ایذائیں اور تکلیفیں برداشت کیں، ظلم سہے اور گھر بار چھوڑ کر ہجرتیں کیں۔ پھر جہاد کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے غلبہ عطا فرمایا۔

حکم جہاد کا نزول:

✽ مدینہ ہجرت کے پہلے سال جہاد کا حکم نازل ہو گیا اور یہ اس وقت کی بات ہے جب مسلمان سخت کمزور تھے، تعداد بڑی قلیل اور عسکری وسائل نہ ہونے کے مترادف تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے کامیاب جہادی حکمت عملی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مدینہ کو ہر لحاظ سے محفوظ بنانے کی پالیسی اختیار کی اور مدینہ کے قرب و جوار کے رہنے والے کفار و مشرکین اور اہل کتاب سے باہمی صلح کے معاہدے کیے اور مدینہ کے دفاع کو مشترکہ قرار دیا۔

✽ یہودی قبیلہ بنو قریظہ جو مدینہ کے اطراف میں آباد تھا، بنو نضیر اور بنو قینقاع جو اندرون میں بستے تھے، ان سب سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کیا۔

معاہدوں کی چند شقیں:

✽ مذہب الگ الگ ہونے کے باوجود دفاع ایک ہوگا۔

✽ بنو نضیر کے یہود مسلمانوں سے مل کر ایک ہی جتھہ ہوں گے۔

✽ یہود اپنے دین پر اور مسلمان اپنے دین پر عمل کریں گے۔
 ✽ کوئی بھی طاقت فریقین میں سے کسی سے جنگ کرے تو سب مل کر اس کا مقابلہ کریں گے۔

✽ جب تک جنگ جاری رہے گی فریقین مشترکہ جنگی اخراجات برداشت کریں گے۔
 ✽ قریش مکہ اور اس کے مددگاروں کو پناہ نہیں دی جائے گی۔
 ✽ جو کوئی مدینہ پر حملہ کرے اس سے لڑنے کے لیے فریقین ایک دوسرے کا تعاون کریں گے۔

✽ نبی ﷺ نے کمال عسکری حکمت عملی کے ذریعے مدینہ منورہ اور قرب و جوار میں جتنے گروہ، قبائل اور مذہبی طبقے تھے معاہدوں کے ذریعے ان سب کو جکڑ دیا۔ اب مدینہ ہر قسم کی شورشوں، سازشوں اور فتنوں سے محفوظ ہو گیا اور مسلمانوں کی پوری توجہ اور ساری قوت مشرکین مکہ کی طرف ہو گئی، یہ شاندار نبوی حکمت عملی تھی۔

موجودہ جہادی حکمت عملی:

آج بعض نادان یہ کہہ رہے ہیں کہ..... ہندو بننے سے کشمیر میں جہاد کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ پاکستان میں شرک کے اڈے موجود ہیں، حکومت طاغوتی ہے، ہر طرف کفر ہی کفر اور بے دینی ہے۔ پہلے ان کے خلاف جہاد کیا جائے۔ حکومت پر قبضہ کر کے پھر کافروں سے جہاد شروع کیا جائے۔

یہ اعتراض بے بنیاد ہے اس لیے کہ حالات کی نزاکت کے پیش نظر نبی ﷺ نے مدینہ کے رہنے والے مشرکین و یہود سے صلح کے معاہدے کیے اور مکہ کے مشرکین سے جہاد کیا جیسا کہ درج ذیل واقعات سے ثابت ہے۔

✽ مدینہ میں اوس اور خزرج قبائل کے بعض لوگ شرک پر قائم تھے۔
 ✽ مدینہ اور قرب و جوار میں یہودی اور عیسائی مشرک موجود تھے، قرآن مجید گواہی دیتا ہے:

﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ عِزِّيُّ بْنُ إِبْنِ اللَّهِ قَالَ ابْنُ النَّصْرِيِّ الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ﴾ [التوبة : ۳۰]

”اور یہود کہتے ہیں عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ کہتے ہیں عیسیٰ اللہ کا بیٹا ہے۔“

مدینہ کے کفار کے علاوہ ان کمزور عقیدہ مسلمانوں سے بھی رسول اللہ ﷺ نے قتال نہیں کیا جو اسلامی صفوں میں شامل تھے جیسا کہ درج ذیل واقعہ سے ثابت ہے :

اسلامی لشکر جنگ حنین کے لیے سفر کرتے ہوئے ایک جگہ پہنچا۔ لوگوں نے بیری کا ایک بڑا درخت دیکھا جس کو ”ذات انواط“ کہا جاتا تھا۔ مشرکین عرب اس پر برکت کے لیے اپنے ہتھیار لٹکاتے تھے، اس کے پاس جانور ذبح کرتے اور میلہ لگاتے تھے۔ شرکاء لشکر میں سے بعض لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ﷺ ہمارے لیے بھی ”ذات انواط“ بنا دیجیے جیسے ان لوگوں کے لیے ”ذات انواط“ ہے۔ یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ اکبر، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! تم لوگوں نے ویسی ہی بات کہی جیسی بات موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہی تھی یعنی :

﴿اجْعَلْ لَنَا إِلَهًا كَمَا لَهُ آلِهَةٌ﴾ [الأعراف : ۱۳۸]

”ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا دیجیے جس طرح ان (مشرکین) کے لیے معبود ہیں۔“^①

رسول اللہ ﷺ نے مزید فرمایا کہ تم لوگ بھی یقیناً پہلے لوگوں کے طور طریقوں پر چلو گے۔ مدینہ کے بت پرست مشرکوں، یہودیوں، کافروں جیسے مشرکانہ عمل کے لیے ”ذات انواط“ بنانے کی درخواست کرنے والے کمزور عقیدہ مسلمانوں سے رسول اللہ ﷺ نے جہاد نہیں کیا بلکہ ان کی تربیت و اصلاح کا عمل جاری رکھا، ہمیں بھی سیرت رسول (ﷺ) سے یہی راہنمائی ملتی ہے کہ اپنے ماحول، ملک اور معاشرے کو ممکن حد تک پر امن رکھیں، باہمی لڑائیوں سے اجتناب کریں اور اپنی پوری قوت و توجہ مشترکہ دشمن کے خلاف استعمال کریں۔

✽ موجودہ جہادی حکمت عملی پر اعتراض کرنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ تم نے طاغوتی

① ترمذی، کتاب الفتن، باب لترکبن سنن من کان قبلکم : ۲۱۸۰۔

حکمرانوں سے سمجھوتا کر لیا ہے۔ شرکیہ اڈوں، درباروں اور شرکیہ مراکز کو خوش دلی سے قبول کر لیا ہے، ان لوگوں کی یہ بات بھی غلط اور بے بنیاد ہے اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے مشرکین کے کفر و شرک کو تسلیم نہیں کیا تھا اور نہ یہود کے باطل عقائد و نظریات پر سمجھوتہ کر لیا تھا بلکہ یہ ایک زبردست عسکری حکمت عملی تھی جس کے نتیجے میں جہاد پھیلتا اور بڑھتا چلا گیا۔

یاد رکھیں! رسول اللہ ﷺ کا یہ سلوک کافروں کے ساتھ تھا، مسلم حکمران تو لا الہ الا اللہ کا اقرار کرتے ہیں۔ اگرچہ بعض لوگوں میں عقائد کی خرابیاں بھی ہیں مگر کلمہ گو مسلمانوں سے لڑائی کو رسول اللہ ﷺ نے حرام قرار دیا ہے..... اس لیے ہم کسی مسلمان سے لڑنے کے لیے تیار نہیں۔ اسی طرح یہ بات بھی ذہن نشین کر لیں کہ جہاد جذباتی لوگوں کا کام نہیں بلکہ عقل سلیم کے ساتھ سیرت رسول (ﷺ) کی روشنی میں غلبہ اسلام کے لیے کافروں سے لڑائی کا نام جہاد ہے۔

باہمی لڑائی پر اکسانے والوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اور وہ دیکھ سکیں کہ کافر و مشرک جو مسلمانوں کے ازلی اور ابدی دشمن ہیں وہ تو سب اکٹھے آگے بڑھتے ہیں، وہ مسجدیں گراتے ہوئے مسلم ملکوں میں داخل ہو کر قبضے جماتے جا رہے ہیں۔ مسلم عورتوں کی عزتیں لوٹ رہے ہیں..... اور یہ نادان کہتے ہیں کہ ان کے خلاف نہ لڑو..... جہاد کو روکنے اور اس کی مخالفت کے صلہ میں امریکہ اور اس کے کافر اتحادی ان سے خوش ہو جائیں گے؟ یاد رکھیں! جہاد جاری رکھنے سے مسلمانوں کے لیے عزت، عظمت اور سر بلندی ہے اور کافروں کے لیے ذلت، خواری، شرمندگی، رسوائی اور مایوسی ہے۔

مجاہدین کے بڑھتے ہوئے قدم مشرکین اور کافروں کو روند ڈالیں گے، شکست کافروں کا مقدر ہے، صلیب گرنے کا وقت قریب ہے، یہودی سازشوں کے خاک میں ملنے میں زیادہ دیر نہیں ہے۔ ان شاء اللہ

اللہ تعالیٰ کی طرف سے کافروں کی رسوائی کا فیصلہ ہو چکا:

اے مشرک! جان لو، اچھی طرح سوچ سمجھ لو اور یقین جانو کہ تم اللہ تعالیٰ کو بے بس اور عاجز نہیں کر سکتے:

﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعْجِزَهُ مِن شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ۚ إِنَّهُ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْمًا﴾ [فاطر: ۴۴]

”اور اللہ تعالیٰ ایسا (کمزور) نہیں کہ زمین و آسمان کی کوئی چیز اسے ہرا دے یا عاجز کر سکے (بلکہ) وہ تو صاحب علم اور زبردست قدرت و طاقت والا ہے۔“
نیز فرمایا:

﴿وَلَا يَخْشَوْنَ الَّذِيْنَ نَفَرُوْا سَبْقُوْا ۖ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ﴾ [الأنفال: ۵۹]

”اور کافر یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ آگے نکل کر (ہماری گرفت سے) بچ جائیں گے (ہرگز نہیں وہ ہمیں) عاجز اور بے بس نہیں کر سکتے۔“

اے کافرو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں ذلیل و رسوا کرنے کا فیصلہ کیا ہوا ہے:

﴿وَاٰتَ اللّٰهُ الْفٰكِرِيْنَ﴾ [التوبة: ۲]

”مسلمانو! اور مجاہدو! یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ تو کافروں کو ذلیل و خوار کرنے والا ہے۔“
مسلم حکمرانو! اللہ تعالیٰ کے اس فیصلے کو دل و جان اور پختہ یقین سے مان لو اور کافروں سے اعلان بیزاری کے ساتھ ساتھ ان سے کیے گئے معاہدوں کے خاتمے کا کھلا اور واضح اعلان کر دو اس لیے کہ کافر تو ہمیشہ ہی اپنے معاہدوں کو توڑ دیتے ہیں۔

ضروری وضاحت:

یہاں ایک غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے کہ سورہ توبہ کا آغاز مشرکین سے کیے ہوئے معاہدوں کے ختم کرنے سے ہو رہا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے اوصاف میں سے

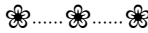
ایک صفت یہ بھی بیان کی ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَعْهَدُونَ عَقْدًا إِذَا عَاهَدُوا﴾ [البقرہ: ۱۷۷]

”اہل ایمان جب کسی سے عہد کر لیتے ہیں تو اس معاہدے کو پورا کرتے ہیں۔“
اس آیت کے مطابق یقیناً اہل ایمان اپنے عہد کا پاس رکھتے ہیں۔ عہد کو پورا کرتے ہیں۔ بغیر کسی حقیقی مجبوری کے عہد شکنی کا ارتکاب نہیں کرتے چونکہ کافر اور مشرک عہد شکن ہوتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے لوگوں سے کیے ہوئے معاہدے توڑنے کا حکم دیا ہے، جیسا کہ قرآن میں ہے:

﴿وَمَا تَفَاقَهُمْ مِنْ عَهْدٍ فَإِنَّهُمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ﴾ [الانفال: ۵۸]

”(اے نبی!) اگر آپ کو کسی قوم کی طرف سے دھوکے اور خیانت کا خطرہ ہو تو سیدھے طریقے سے کیے گئے معاہدے ختم کرنے کا اعلان کر دیجیے۔“
ایمان والو! اس اعلان براءت سے البتہ وہ مشرکین مستثنیٰ ہیں جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا پھر انھوں نے اس عہد کو خوب نبھایا اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی اور نہ انھوں نے تمہارے مقابلے میں آنے والی کسی قوم کی مدد کی ہے تو ان سے طے شدہ مدت تک عہد پورا کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ عہد نبھانے والے متقی لوگوں سے محبت کرتا ہے۔



﴿فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَعَظِّمُوا مِنْهُمْ وَاجْزِهِمْ وَأَقْبِدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ [التوبة: ۵]

”پس جب حرمت والے مہینے نکل جائیں تو ان مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور انھیں پکڑو اور انھیں گھیرو اور ان کے لیے ہر گھات کی جگہ میں بیٹھو پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ بے شک

اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

مشرکین کے لیے پیغام:

چونکہ مشرکین مکہ بدر و احد میں مسلمانوں پر حملہ آور ہو چکے تھے۔ خندق میں مدینہ کا محاصرہ کر چکے تھے اور پھر صلح کا عہد بھی توڑ چکے تھے۔ اس آیت مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا جا رہا ہے کہ دی گئی مہلت ختم ہوتے ہی بلا تاخیر مشرکین کے خلاف چار قسم کی کارروائیاں شروع کر دو:

۱۔ مہلت ختم ہوتے ہی جہاں کہیں یہ ملیں انھیں قتل کر کے ان کے ناپاک جسم سے اللہ تعالیٰ کی زمین کو پاک کر دو۔

۲۔ کافر اور مشرک جان بچانے کے لیے بھاگے تو تعاقب کر کے گرفتار کر لو۔

۳۔ بھاگ کر کسی علاقے یا قلعہ میں چھپ جائے تو اس کا محاصرہ کر لو۔

۴۔ زندہ بچ نکلنے والے تمام راستوں، دروں، گھاٹیوں، بندرگاہوں اور خفیہ سرنگوں کی نگرانی کے لیے گھات لگا کر بیٹھو۔

اسلام کے ازلی اور ابدی حربی دشمن قریش مکہ کو پیغام دیا جا رہا ہے کہ اگر وہ باوقار طریقے سے اپنی جان بچانا چاہیں تو شرکیہ عقائد سے توبہ کر کے دائرۂ اسلام میں داخل ہو جائیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کی جان محفوظ و مامون ہے۔

یہ بات خوب ذہن نشین کر لینے کے قابل ہے کہ صرف زبانی توبہ کافی نہیں بلکہ ظاہری عمل سے ثابت کرنا پڑے گا کہ وہ مسلمان ہو چکے ہیں، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک لڑائی کرتا رہوں جب تک کہ

وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی نہ دیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، پھر

جب وہ یہ (تین) کام کر لیں تو انھوں نے مجھ سے اپنی جانیں اور مال محفوظ کر لیے

سوائے اسلام کے حق کے اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔“^①

اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی دیکھیے اور اس کی رحمت و بخشش پر غور کیجیے کہ جو لوگ اللہ کے دین کا راستہ روکنے کے لیے بھاگ دوڑ کرتے رہے۔ رسول اللہ (ﷺ) اور مسلمانوں کے قتل کے لیے کوشاں رہے۔ ان کی گرفتاری پر انعامات کے اعلانات کرتے رہے۔ خندق کے موقع پر مدینہ کا مہینا بھر محاصرہ کیے رہے۔ آج ان کے لیے بھی وہی مرحلہ درپیش ہے۔ ان لوگوں نے کتنے اصحاب رسول (ﷺ) کو قتل کیا، کتنی جنگیں لڑیں، اہل ایمان کو کتنی تکلیفیں، اذیتیں اور دکھ پہنچائے۔ ان تمام مظالم ڈھانے کے باوجود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر توبہ کر لیں، نماز قائم کر کے زکوٰۃ دینے لگیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو، اب یہ تمہارے دینی بھائی بن گئے ہیں، میں نے ان کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیے اس لیے کہ میں معاف کرنے والا مہربان ہوں۔

منافقین سے قتال نہیں :

درج بالا تین کام کرنے والا شخص ہر لحاظ سے مامون و محفوظ ہے۔ ملت اسلامیہ کا ایک فرد ہے۔ مسلمانوں کو ملنے والے تمام حقوق کا مستحق ہے اگرچہ اس کے دل میں نفاق اور نیت میں فتور بدستور موجود ہو۔ مسلمانوں کو اس کے خلاف تلوار استعمال کرنے کا کوئی حق نہیں الا یہ کہ وہ ارتداد یا ناحق قتل کے جرم کا مرتکب ہو، ایسی صورت میں بدلے اور قصاص میں اس کا قتل جائز ہے۔ اس کے علاوہ کسی کلمہ گو مسلمان کے خلاف تلوار کا استعمال ہر گز ہر گز جائز نہیں جیسا کہ درج ذیل حدیث سے واضح ہے :

”سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اپنا ذاتی واقعہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک لشکر کے ساتھ روانہ فرمایا..... جب دشمن سے آمنہ سامنا ہوا تو میں

① بخاری، کتاب الإیمان، باب ﴿فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا﴾..... الخ : ۲۵۔

نے ایک شخص پر حملہ کرنا چاہا۔ اس نے میرے ہاتھ میں ننگی تلوار دیکھی تو وہ فوراً ”لا الہ الا اللہ“ کا اقرار کرنے لگا..... میں نے نیزے کا زبردست وار کیا اور اسے قتل کر دیا۔ اس بات سے میرے دل میں شدید قسم کا کھٹکا پیدا ہوا۔ جب میں واپس آیا تو اس بات کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا..... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم نے اس شخص کو لا الہ الا اللہ کہنے کے باوجود قتل کر ڈالا؟“ میں نے کہا اس نے تو تلوار کے خوف سے لا الہ الا اللہ کہا تھا۔

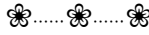
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا کہ اس نے دل سے کلمہ پڑھایا ڈر کی وجہ سے؟ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم نے لا الہ الا اللہ کے بعد اسے قتل کیا؟“ آپ ﷺ بار بار یہی جملہ فرما رہے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرما رہے تھے کہ ”جب وہ شخص قیامت کے دن لا الہ الا اللہ کے ساتھ آئے گا تو تم کیا کرو گے؟ (اس قتل کا حساب کیسے دو گے؟) میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! (ﷺ) میرے لیے بخشش و مغفرت کی دعا کیجیے! رسول اللہ ﷺ نے پھر فرمایا: ”قیامت کے دن جب وہ مقتول لا الہ الا اللہ لے کر آئے گا تو تم کیا کرو گے؟ جب میں نے بار بار یہی بات رسول اللہ ﷺ سے سنی تو میں نے بڑی حسرت سے یہ آرزو کی کہ کاش! میں نے آج ہی اسلام قبول کیا ہوتا۔“^①

مرتدین اور منکرین زکوٰۃ کے خلاف کارروائی کا جواز:

منافق کے برعکس ایک ایسا شخص جو نماز اور زکوٰۃ کا صریحاً منکر ہے اس کے خلاف اسلامی حکومت کے لیے قتال ضروری ہے جیسا کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منکرین زکوٰۃ

① مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم قتل الکافر بعد قوله لا إله إلا الله : ۹۶۔

کے خلاف اعلان جہاد کیا تھا۔



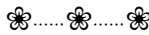
﴿وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلِمَ اللَّهِ ثُمَّ ابْنِ أَلْيَهُ

مَامَتَهُ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْلَمُونَ﴾ [التوبة : ٦]

”اور اگر مشرکوں میں سے کوئی آپ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دے، یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سنے پھر اسے اس کی امن کی جگہ پر پہنچا دے۔ یہ اس لیے کہ واقعی وہ ایسے لوگ ہیں جو علم نہیں رکھتے۔“

اس آیت مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کو ایک استثنائی حکم دیا جا رہا ہے کہ قبل ازیں جن مشرکین سے جہاد کا حکم دیا گیا تھا ان میں سے اگر کوئی آپ سے امن کی درخواست کرے تو آپ اس کی خواہش کو پورا کر دیں، پھر اس کو قرآن سنائیں سوچنے سمجھنے کا موقع اور کلام اللہ کے ذریعے دین کی تعلیم دیں، ممکن ہے اس کی قسمت جاگ جائے اور وہ دین حق کو دل کی گہرائیوں سے قبول کر لے کیونکہ مشرک بے علم اور جاہل ہوتا ہے، ممکن ہے قرآن کریم کے دلائل سے اس کا دل منور ہو جائے یا دوسری صورت یہ ہے کہ آپ فریضہ دعوت سے سرخرو ہوں اور اس پر حجت قائم ہو جائے۔ اچھی طرح فریضہ تعلیم دین ادا کرنے کے بعد ایسے لوگوں کو پر امن مقام تک بحفاظت پہنچا دو تا کہ بے خونی کے ماحول میں پہنچ کر اسے مزید سوچنے سمجھنے کا موقع میسر آ سکے۔

سبحان اللہ! اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ نے کتنا اعلیٰ اخلاقی معیار عطا فرمایا ہے کہ دشمن بھی آ کر امان طلب کرے تو خوش دلی سے اسے امن دے دو۔ امان دینے کے بعد ایسے شخص کو ہر گز ہرگز قتل نہ کرو۔ بلکہ اس کا خون بہانا اہل ایمان پر حرام ہے اور اگر کوئی اس کو قتل کر دے تو اس کی دیت ادا کرنا اسلامی حکومت پر واجب ہے تو کیا ایسا دین دہشت گردی کا قائل ہو سکتا ہے؟



﴿كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ رَسُولِهِ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدُوا عِنْدَ
النَّبِيِّ إِذَا هُمْ إِسْتَفَافُوا لَكُمْ فَاسْتَغْنُوا لَهُمْ أَنْ أَتِيَهُمُ الْغَنَاءُ﴾

[التوبة : ٧]

”ان مشرکوں کا اللہ کے نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک کوئی عہد کیسے ممکن ہے؟ سوائے ان لوگوں کے جن سے تم نے مسجد حرام کے پاس معاہدہ کیا ہے تو جب تک وہ تمہارے لیے پوری طرح قائم رہیں تم ان کے لیے پوری طرح قائم رہو۔ بے شک اللہ متقی لوگوں سے محبت کرتا ہے۔“

مشرک اور کافر عہد شکن ہیں :

جب مشرکین اپنے کیے ہوئے عہد و پیمان کی پروا نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ کو بھی ان کے ساتھ کیے گئے عہد کی کوئی پروا نہیں ہے۔ ہاں جو لوگ اپنے عہد کا لحاظ کرتے ہوئے سیدھے رہیں تو پھر تم بھی عہد نبھاؤ اور ان سے سیدھے رہو اور جان لو کہ معاہدوں پر عمل درآمد اور ان کا احترام باعث تقویٰ ہے اور اللہ تعالیٰ متقین سے محبت رکھتا ہے۔

چونکہ مسلمان عہد شکن نہیں ہوتا اس لیے یہاں وضاحت کی جا رہی ہے کہ مشرکین سے معاہدے ختم کرنے کا جو اعلان ہوا ہے اس کا اصل سبب یہ ہے کہ کافر و مشرک اپنے آپ کو کسی معاہدے کا پابند ہی نہیں سمجھتے۔ یہ لوگ مسلمانوں سے اپنے مفاد کے لیے معاہدہ کرتے ہیں اور خود ہی توڑ دیتے ہیں۔ ہمیشہ انتظار میں رہتے ہیں اور موقع ملتے ہی نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿الَّذِينَ عَاهَدُوا مِنْكُمْ ثُمَّ يَنْقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ﴾ فَإِنَّمَا
تُحِلُّ لَهُمُ الْحَرْبُ قَدَرُ مَا دَبُّهُمْ مَن خَلَفَهُمُ آخِلُهُمْ يَدْخُلُونَ

[الأنفال : ٥٦ تا ٥٧]

”(اے نبی ﷺ) آپ نے جن لوگوں سے عہد و پیمان کر لیا پھر بھی وہ ہر مرتبہ اپنے عہد و پیمان توڑ دیتے ہیں اور عہد شکنی سے قطعاً احتراز نہیں کرتے۔ پس جب کبھی آپ ان پر لڑائی میں غالب آجائیں تو انھیں ایسی زبردست مار ماریں کہ ان کے پچھلے بھی بھاگ کھڑے ہوں تاکہ انھیں نصیحت ہو۔“

ہاں! وہ معاہدہ جو آپ ﷺ نے مسجد الحرام کے نزدیک ان سے کیا تھا، اس کی ایک حیثیت ہے، اس کے علاوہ تمام معاہدے بے وقعت اور بے حیثیت ہیں۔ یہاں جس عہد کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے اس سے مراد صلح حدیبیہ ہے جس کی تفصیل سورہ فتح میں دیکھی جاسکتی ہے تاہم اس معاہدے کی ایک بھلک یہ ہے:

رسول اللہ ﷺ عمرہ کی غرض سے چودہ پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معیت میں مدینہ سے مکہ کے لیے روانہ ہوئے، آپ حدیبیہ کے مقام تک پہنچ گئے مشرکین مکہ کو خبر ہوئی تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کو عمرہ کرنے اور بیت اللہ کی زیارت کرنے سے روک دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے داماد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو اہل مکہ کے پاس بطور سفیر مذاکرات کے لیے روانہ کیا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی واپسی میں کچھ تاخیر ہوئی تو اہل اسلام میں پریشانی اور تشویش پیدا ہونے لگی۔ اسی دوران یہ خبر گردش کرنے لگی کہ قریش مکہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تمام صحابہ کرام سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا انتقام لینے کے لیے بیعت لی، بعد میں پتا چلا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اطلاع غلط تھی۔ اس واقعہ سے یہ بھی پتا چلا کہ رسول اللہ ﷺ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کوئی ایک بھی غیب کا علم نہیں جانتے تھے۔

صلح حدیبیہ میں مصلحت:

اس اثنا میں مشرکین مکہ اور نبی ﷺ کے درمیان طویل مذاکرات کے بعد ایک معاہدہ طے پایا۔ معاہدہ صلح حدیبیہ میں بعض دفعات صحابہ کرام کے فہم و شعور سے بالاتر اس لیے وہ

سخت پریشان، رنجیدہ اور افسردہ تھے۔ ان میں سے ایک یہ تھی:

”جو شخص مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے گا اس کو واپس کر دیا جائے گا لیکن جو شخص مدینہ سے بھاگ کر مکہ جائے گا مشرکین اسے واپس نہیں کریں گے۔“

معاہدہ لکھا جا رہا تھا تو اس میں یہ لفظ آئے:

”یہ معاہدہ قریش مکہ اور محمد رسول اللہ (ﷺ) کے درمیان ہے۔“ قریش نے اس پر اعتراض کیا اور کہا ہم تو آپ کو اللہ کا رسول مانتے ہی نہیں، الفاظ تبدیل کر کے لکھیں، یعنی:

”محمد بن عبد اللہ اور قریش مکہ کے درمیان یہ معاہدہ طے پایا ہے۔“ رسول اللہ (ﷺ) نے یہ ترمیم قبول فرمائی تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے رہا نہ گیا، وہ بے ساختہ بول اٹھے: اے اللہ کے رسول! کیا آپ اللہ کے سچے رسول نہیں؟ اور کیا ہم دین حق پر نہیں ہیں؟ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا: ”کیوں نہیں ہم حق پر ہیں اور میں اللہ کا سچا رسول ہوں۔“

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا تو پھر آپ ایسی دفعات پر کیوں صلح کر رہے ہیں؟ دراصل رسول اللہ (ﷺ) کی عسکری حکمت عملی یہ تھی کہ مشرکین مکہ کو دس سال کے لیے لڑائی کے عمل سے پیچھے دھکیل کر اپنی عسکری قوت کو فعال اور مضبوط بنانے کے لیے وقت سے فائدہ اٹھایا جائے۔ یہ اور دیگر بیشمار حکمتیں اس معاہدہ میں پوشیدہ تھیں جس کی اہمیت واضح کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفتح نازل فرمائی اور اس معاہدہ کو فتح مبین کا نام دیا۔ اس معاہدے کو محدثین باقاعدہ غزوہ قرار دیتے ہیں اور کتب احادیث میں اس کو ”غزوہ حدیبیہ“ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

اہل ایمان کے لیے نمونہ:

صلح حدیبیہ کا یہ واقعہ قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے ایک رہنما اصول اور شاندار ضابطہ ہے۔ بوقت ضرورت مسلمان اپنے دفاع، وقتی مصلحت اور گہری عسکری چالوں کے

لیے ایسی حکمت عملی اختیار کر سکتے ہیں۔ بعض نادان اس واقعہ سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ کافروں سے لڑائی کی بجائے ہمیشہ صلح صفائی، مذاکرات اور معاہدے کر کے امن و سلامتی کے ساتھ وقت گزارا جائے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ سے بچنے کے لیے ہی مشرکین مکہ سے صلح کو ترجیح دی تھی اس لیے آج بھی یہی حکمت عملی اپنا کر لڑائی سے بچا جاسکتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کی عسکری زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں نظر آتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ صلح کی ہی اس لیے تھی کہ مناسب وقت اور بھرپور تیاری کے ساتھ دشمن سے فیصلہ کن جنگ کی جائے جیسا کہ بعد کے واقعات و حالات سے ثابت ہے۔

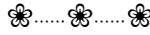
رسول اللہ ﷺ نے معاہدہ صلح کے فوراً بعد دعوت کے عمل کو وسیع فرمادیا اور مختصر وقت میں مکہ کے اندر اپنا اثر و رسوخ اس قدر بڑھا لیا کہ ایک بڑے جنگجو قبیلہ بنو خزاعہ سے حلیفانہ معاہدہ کر کے عسکری اعتبار سے بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی۔

غزوہ حدیبیہ کے بعد بائیس ماہ کے اندر اندر بنو بکر اور بنو خزاعہ کے درمیان جنگ چھڑ گئی تو قریش مکہ نے بنو بکر کی مدد کر کے رسول اللہ ﷺ سے کیا گیا عہد توڑ ڈالا۔

جونہی قریش مکہ نے عہد شکنی کی رسول اللہ ﷺ نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حملہ کر کے مکہ فتح کر لیا۔ اہل مکہ جنگ کے لیے نہ تو خود تیار ہو سکے اور نہ ان کے پاس باہر سے مدد منگوانے ہی کا وقت تھا۔ اس حکمت عملی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل مکہ نے لڑے بغیر ہی اپنی شکست تسلیم کر لی اور رسول اللہ ﷺ مکہ میں دس ہزار کے لشکر کے ساتھ فاتحانہ داخل ہوئے۔

اب یہ بات خوب سمجھ لینی چاہیے کہ صلح حدیبیہ کا فیصلہ ہمیشہ کے لیے جنگ سے بچنے کے لیے نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی بہت گہری عسکری چال اور عظیم فاتحانہ حکمت عملی تھی

جسے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فتح مبین کا نام دیا ہے۔



﴿كَيْفَ وَإِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ لَا يَقْبَلُوا فِيكُمْ إِلَّا ذِمَّةٌ يَرْضَوْنَكُمْ بِأُقْوَاهُمْ
وَتَالِي قُلُوبُهُمْ وَأَكْفَرَهُمْ فَيَقُولُ: اِشْكُرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ تَنْتَ قَلِيلًا قَصْدًا وَمَنْ
سَيِّئُهُ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ لَا يَقْبَلُونَ فِي مَوْصِلٍ إِلَّا ذِمَّةً وَأُولَئِكَ
هُمْ الْمُعْتَدُونَ﴾ [التوبة: ٨ تا ١٠]

”کیسے ممکن ہے جبکہ وہ اگر تم پر غالب آجائیں تو تمہارے بارے میں نہ کسی
قربت کا لحاظ کریں گے اور نہ کسی عہد کا، تمہیں اپنے مومنوں سے خوش کرتے
ہیں اور ان کے دل نہیں مانتے اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں۔ انہوں نے اللہ
کی آیات کے بدلے میں تھوڑی سی قیمت لے لی پھر اس کے راستے سے روکنے
لگے۔ بے شک یہ لوگ! برا ہے جو کچھ کرتے رہے ہیں۔ وہ کسی مومن کے
بارے میں نہ کسی قربت کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ کسی عہد کا اور یہی لوگ زیادتی
کرنے والے ہیں۔“

ان آیات میں کفار و مشرکین ایسے عہد شکن اور بدکردار لوگوں کو بے نقاب کرتے
ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ لوگ اپنی چکنی چڑی باتوں کے ذریعے تمہیں خوش کرنے کی
کوشش کرتے ہیں، عہد نبھانے کی یقین دہانیاں کراتے ہیں مگر دل سے وہ اس کے انکاری
ہیں۔ تمہاری دشمنی میں دانت پیستے، ناپاک منصوبے بناتے اور بغض و عداوت کی انتہائی
حدوں کو پار کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔

یہ بدکردار اور فاسق ہیں، تم پر غلبہ پالیں تو بے بس عورتوں اور نہتے قیدیوں پر ظلم کے
پہاڑ توڑ ڈالیں اور مسلم آبادیوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں۔ مسلمانوں پر بدترین مظالم
ڈھا کے خوشیوں کے شادیاں بجا دیں۔ نہ تو ان کو قربت داری کا کوئی لحاظ ہے اور نہ

کسی عہد ہی کی پروا۔ ان بدبختوں کا جو کردار قرآن نے یہاں بیان کیا ہے اس کی گواہی میں تاریخ کے اوراق موجود ہیں، کل کے کافر بھی اسی طرح ظالم تھے اور آج کے کافر بھی درندے ہیں، آئندہ بھی ان کا یہی مکروہ چہرہ اور شرمناک کردار رہے گا۔

مسلمانوں پر کشمیر میں ہندوؤں کا ظلم، عراق اور افغانستان میں مسلم عوام پر صلیبوں کی درنگی اور فلسطین میں یہودیوں کی سفاکی سے خود ان کے اپنے بھی چیخ پڑے ہیں۔ حقوق انسانی کے یہ جھوٹے علمبردار خود قانون بناتے اور خود ہی اس کو پامال کر کے توڑ دیتے ہیں۔

جینیوا معاہدہ اور جنگی قیدی:

امریکی چہرے کی حقیقت دیکھنی ہو تو کیوبا کے ”گوانتا ناموبے“ کے جزیرے میں جنگی قیدیوں سے شرمناک سلوک کی داستان پر نظر ڈال لو۔ ان ظالم امریکیوں سے کہا گیا کہ جینیوا معاہدے کے تم بھی پابند ہو اور جنگی قیدیوں کے لیے اس معاہدے میں باقاعدہ حسن سلوک کے بین الاقوامی طے شدہ اصول ہیں۔ ان کے مطابق ان قیدیوں کو بھی حقوق دیے جائیں۔ غیر انسانی سلوک سے باز رہا جائے۔ ان پر ظلم نہ کیا جائے۔ تم اس کی خلاف ورزی کر کے ان جنگی قیدیوں سے غیر انسانی سلوک کا مظاہرہ کر رہے ہو اور ان کو پنجرہوں میں کیوں بند کر رکھا ہے؟ امریکی وزیر دفاع نے اس کے جواب میں کہا کہ یہ سب ٹھیک ہے، باقی تمام جنگی قیدیوں کے لیے یہ قواعد و ضوابط تسلیم ہیں مگر یہ لوگ (مسلمان مجاہد) دہشت گرد ہیں ہم ان کو کسی قسم کی سہولت دینے کے لیے تیار نہیں ان پر جینیوا معاہدے کے اصول لاگو نہیں ہوتے۔

اس آیت میں عہد شکن ظالموں کی نشاندہی کر کے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو خبردار کیا ہے:

﴿يَقِظُوا إِنَّ يَظْفَرُونَ عَلَيْكُمْ﴾ مسلمانو! اگر ان کو کبھی تم پر غلبہ حاصل ہو جائے تو پھر دیکھو یہ تم پر کیسے ظلم کرتے ہیں اور اسلام دشمنی میں کتنے دور نکل جاتے ہیں۔ نہ کوئی قانون ان کو روک سکتا ہے، نہ کوئی اخلاقی ضابطہ یا عہد و معاہدہ ان کے سامنے ہوتا ہے اور نہ کسی قسم

کی کوئی رشتہ داری..... اسلام دشمنی میں اندھے ہو کر یہ تمام حدوں کو پامال کر جاتے ہیں..... بے تحاشا ظلم ڈھاتے ہیں جس کی کوئی انتہا نہیں۔ یہ ہے ان کا اندرونی مکروہ چہرہ جسے اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں بے نقاب کیا ہے۔

مسلمانو! ان کے کرتوت دیکھو اور ان کافروں کے زبانی دعوے بھی دیکھو! امریکیوں کے بیانات پڑھو، انسانیت کے بڑے ہمدرد! ساری دنیا کے خیر خواہ! بڑے اخلاقی ضابطے کے پابند اور قانون کے پاسدار بنتے ہیں، بڑی بڑی عدالتیں بنا رکھی ہیں، منصف مزاج ہونے کا بڑا شور شرابا اور بہت پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے۔

اس منافقانہ روش کو قرآن نے: ﴿يُحْذَرُكُمْ يَأْتُوا بِالْبَاطِلِ﴾ کا نام دیا ہے۔ یہ محض زبان سے خوش کرنے کی چالیں ہیں حالانکہ ان کے دل دشمنی سے بھرے ہوئے ہیں۔ یہ صرف آج کے کافروں کا معاملہ نہیں بلکہ کافروں نے ہمیشہ عہد شکنی اور مذموم کردار کا مظاہرہ کیا ہے۔

❁ صدیوں کی تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ کافروں نے جب بھی مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کیا خود ہی اسے توڑ ڈالا۔

❁ موجودہ دور میں پاکستان اور انڈیا کے درمیان طے پانے والے جتنے معاہدے ہیں سب کے سب ہندوؤں نے توڑے ہیں۔

❁ امریکہ نے مسلمانوں کے ساتھ کیے گئے معاہدے خود توڑے ہیں۔

❁ فلسطینیوں سے کیے گئے معاہدے یہودیوں نے توڑے اور اس طرح دیگر کفار کا معاملہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی وجہ سے مسلمانوں کو ان سے لڑنے کا اخلاقی جواز بتاتا ہے۔ یہ تاریخی تجربہ اور ثابت شدہ حقیقت ہے سو ایسے عہد شکن کافروں سے لڑنے کا حکم ہے۔ مزید تفصیل آگے (آیت نمبر: ۱۴) میں آرہی ہے۔

﴿إِشْرَاقًا بِآيَاتِ اللَّهِ تَبَيَّنَ قَلِيلًا﴾ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تھوڑی سی قیمت

وصول کی ہے اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو روکا ہے جو کام یہ کر رہے ہیں یقیناً وہ بہت برا ہے۔

یہ آیات یہود مدینہ کے رویہ اور عادات کی وضاحت میں نازل ہوئیں۔ یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اہل مکہ دینی اعتبار سے ان پڑھ اور بے خبر تھے جب کہ یہود باخبر! وہ اللہ کی کتاب کا علم رکھتے اور نبی ﷺ کے اوصاف سے خوب واقف تھے:

﴿بَعْرِقُونَهُ بِمَا يَفْعِلُونَ إِنَّمَا أَتَيْنَاهُمُ﴾ [البقرة: ۱۴۶/۲]

”نبی ﷺ کو وہ اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بچوں کو پہچانتے ہیں۔“
اس کے باوجود انکار کرتے اور لوگوں کو بھی دین حق قبول کرنے سے روکتے تھے ان کا یہ عمل بہت ہی برا، ناپسندیدہ اور بڑا ہی شرمناک تھا۔

﴿لَا يَذْكُرُونَ فِي مَوَاطِنَ إِلَّا لَذَّةَ ذَنْبِهِمْ﴾ وہ کسی مومن کے بارے میں کسی قسم کی کوئی پروا نہیں کریں گے، کسی رشتے داری، قرابت داری اور کسی عہد معاہدے کی ان کے ہاں کوئی حقیقت اور حیثیت نہیں۔

جو شرمناک رویہ مشرکین مکہ کا تھا وہی ناپسندیدہ طرز عمل یہودیوں کا بھی تھا۔ اس مکروہ عمل میں تمام کافر برابر ہیں۔ یہ لوگ اسلام دشمنی میں ایک ہی قسم کا رویہ رکھتے ہیں۔ یہ بد اخلاقی اور دشمنی کی انتہا تک پہنچتے ہیں۔ غور سے دیکھیں تو آج کے کفار کا رویہ بھی وہی ہے۔ یہ کافر امریکی صلیبی ہوں، مشرکین ہندو ہوں، اسرائیلی یہودی ہوں یا دنیا کا کوئی اور کافر، سب کا رویہ ایک ہی ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ذہن پختہ کر رہے ہیں کہ ان کے دھوکا میں نہ آنا، ان سے ہمیشہ خبردار، ہوشیار ہو کر اپنے بچاؤ اور دفاع میں لگے رہنا اور ان کے عہد معاہدے، ان کی باتیں اور قرابت داری کے دعوؤں میں آکر دھوکا میں ہرگز نہ رہنا بلکہ ہمیشہ جہاد کی تیاری اور بھرپور مقابلہ کے لیے مستعد رہنا، اس سے تم اپنے دفاع کا سامان کر کے اپنا دین بچا سکو گے۔

امریکی صدر نے اپنی نشری تقریر میں مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لیے یہاں تک کہہ دیا کہ ہم ”اسلام کو آسمانی مذہب مانتے اور بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، مسلمانوں سے ہمارا نہ تو کوئی جھگڑا ہے اور نہ لڑائی“، لیکن ان جھوٹے اور مکاروں کا رویہ مسلمانوں کے ساتھ کتنا ظالمانہ اور سفاکانہ ہے؟ اللہ تعالیٰ ان کے خبث باطن کی اطلاع دیتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿لَا يَذْكُرُونَ فِيْ مُؤْمِنٍ﴾ مسلمانو! کبھی دھوکے میں نہ آنا کہ ان کو عصر حاضر کے صرف کسی خاص شخص سے دشمنی ہے بلکہ ہر مومن سے ان کو عداوت ہے۔ ﴿لَا يَذْكُرُونَ فِيْ مُؤْمِنٍ﴾ کی تنوین سے یہ بات عام ہو گئی ہے۔ جس سے یہ بات واضح ہے کہ کسی مومن کے بارے میں ان کے اندر کوئی نرمی نہیں ہے۔ یہ لوگ دھوکا ضرور دیں گے، منافقانہ چالیں چلیں گے لیکن مسلمانو! تمہارے بارے میں ان کے عزائم بڑے خوفناک اور ارادے بہت ناپاک ہیں۔ ہاں! اگر تم ان کی غلامی قبول کرتے ہوئے جہاد کی تیاری بند کر دو تو پھر تمہارے ساتھ سلوک قدرے بہتر ہوگا اور اگر تم اپنے دین پر چلو، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، جہاد کی تیاری جاری رکھو تو یہ تمہیں جینے کا حق نہیں دیں گے، جہاد کی تیاری چھوڑ بیٹھو گے تو یہ موت ہے اور اللہ کی ناراضگی کا باعث ہے جس سے دنیا و آخرت تباہ ہو جاتی ہے۔ جہاد میں تمہاری زندگی اور کامیابی ہے۔



﴿فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ فِي الدِّينِ ۖ وَفَعَّلِ الْآيَاتِ

لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ﴾ [التوبة: ١١]

”پس اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں اور ہم ان لوگوں کے لیے آیات کھول کر بیان کرتے ہیں جو جانتے ہیں۔“

اخوت اسلامی:

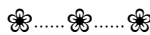
کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ کی بری عادات کے ذکر کے بعد اس آیت میں اللہ تعالیٰ

نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ توبہ کر لیں یعنی اسلام قبول کر لیں نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو مسلمانو! یہ لوگ دین میں تمہارے بھائی ہیں۔ ان کی پہلی غلطیاں ظلم و تشدد، قتل و غارت گری، گھروں سے نکالنے اور دیگر تمام دشمنیاں اب تمام ہو چکیں، اب یہ تمہارے بھائی ہیں اور اخوت اسلامی میں تمہارے ساتھ شریک ہیں۔ اس آیت سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ تین چیزوں سے اخوت اسلامی قائم ہوتی ہے۔

① کفر سے تائب ہو کر اسلام قبول کرنا۔ ② نماز قائم کرنا۔ ③ زکوٰۃ ادا کرنا۔
ایک شخص کلمہ تو پڑھے لیکن نماز کا تارک ہو بلکہ اس کا مذاق اڑائے، اسی طرح زکوٰۃ سے بچنے کے لیے تاویلیں کرے تو یہ شخص حقیقت میں اخوت اسلامیہ میں شامل نہیں، اگر اسلامی حکومت قائم ہو تو ایسے لوگوں پر حد لگتی ہے۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوٰۃ کے خلاف تلوار اٹھائی تھی تو وہ اسی اصول پر اٹھائی تھی کہ زکوٰۃ کا انکار کرنے والے دائرہ اسلام سے خارج اور نماز کا انکاری دائرہ اسلام سے باہر ہو جاتا ہے اسی لیے ایسے لوگوں پر حد لگانے کا حکم ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک لڑوں جب تک کہ وہ اس بات کی گواہی نہ دیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو انھوں نے مجھ سے اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو محفوظ کر لیا سوائے اسلام کے حق کے اور (اگر وہ دل سے ایمان نہیں لاتے تو) ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہوگا۔“ ①

اس حدیث سے پتا چلا کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کہتا ہے اسے ہرگز قتل نہیں کیا جاسکتا۔ اس حدیث میں ایسے لوگوں کے لیے بہت واضح جواب ہے جو کہتے ہیں کہ مسلم حکمرانوں اور معصیت کے مرتکب مسلمانوں پر اسلحہ استعمال کر کے انھیں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔



① بخاری، کتاب الإیمان، باب: ﴿فَان تَابُوا﴾..... الخ: ۲۵۔

﴿وَأَن تَقُولُوا إِنَّمَا أَهْمُنَا لِبَنٍ يُعَذِّبُهُمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقُلْنَا لَا يَغْنَىٰ الْكَفَرُ﴾

[التوبة: ۱۲]

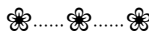
”اور اگر وہ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعن کریں تو کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو تا کہ وہ باز آجائیں۔ بے شک یہ لوگ، ان کی کوئی قسمیں نہیں ہیں۔“

یہاں سے ایک نیا مضمون شروع ہو گیا کہ جو لوگ مسلمانوں کے ساتھ عہد معاہدے کر کے ان کو توڑ ڈالیں۔ دین میں طعن کریں تو پھر تم ایسے ائمہ کفر سے لڑائی کرو۔

طعن فی الدین کیا ہے؟

رسول اللہ ﷺ کے خلاف بد زبانی اور گستاخی، قرآن مجید کے خلاف زبان درازی، دین اسلام کے خلاف توہین آمیز باتیں اور مسلمانوں پر ظلم وغیرہ یہ سب طعن فی الدین ہے۔ جو لوگ یہ گستاخی کریں ان کے لیڈروں اور ائمہ کے خلاف لڑائی کرو اور یہ مت سوچو کہ ان کے ساتھ ہمارے عہد و پیمان ہیں، حقیقت یہ ہے کہ ان کی کچھ اہمیت نہیں، یہ تو انہوں نے دھوکا دینے کے لیے معاہدوں کا سہارا لیا ہوا ہے اس لیے تمہیں حکم یہ ہے کہ ان سے لڑائی کرو کیونکہ لڑائی ہی انہیں باز رکھ سکتی اور ان کا دماغ درست کر سکتی ہے، اگر تم ان سے لڑائی نہیں کرو گے تو یہ برابر شرارتیں کرتے رہیں گے۔

مسلمانو! جب تم قتال کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں قوت عطا فرمائے گا۔ جہاد فی سبیل اللہ ہی سے دنیا میں امن و استحکام قائم ہوگا، تمہارے بچاؤ کی راہ ہموار ہوگی اور کافروں کے ہاتھ ان کی ظالمانہ کارروائیوں سے روک دیے جائیں گے۔ یہ ایک طے شدہ ضابطہ اور قاعدہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو عطا فرمایا ہے۔



﴿أَلَا تَتَذَكَّرُونَ قَوْمًا شَقَوْنَا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُمْ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ أَتُؤَلِّقُونَ الْكُفْرَ بِاللَّهِ﴾

مَزُورٌ ۚ أَعْمَقُوا لَهُمْ قَالَهُ أَحَقُّ أَنْ تَقُولُوا إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ [التوبة: ۱۳]

”کیا تم ان لوگوں سے نہ لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ دیں اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا اور انہوں نے ہی پہلی بار تم سے ابتدا کی۔ کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ تو اللہ زیادہ حق دار ہے کہ اس سے ڈرو، اگر تم ایمان رکھنے والے ہو۔“

جنہوں نے اپنی قسمیں اور کیے ہوئے معاہدے توڑ دیے ہیں تم پھر بھی ان کے ساتھ دوستی کر کے دنیا میں امن کی امیدیں وابستہ کیے بیٹھے ہو حالانکہ وہ تو اپنی قسمیں توڑ چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان سے لڑنے کا تمہیں حکم دے دیا ہے تو پھر تم لڑتے کیوں نہیں؟ وہ تمہارے دین پر حملہ کر رہے ہیں تم پھر بھی غلط فہمی میں مبتلا ہو؟ انہوں نے تو تمہارے خلاف جنگ کی ابتدا بھی کر دی ہے۔

کفار اور اسلام دشمنوں سے لڑنے کے لیے یہ اخلاقی جواز موجود ہیں کیونکہ لڑائی کی ابتدا کرنے والے یہ خود ہیں، رسول اللہ ﷺ کے قتل کے منصوبے اور مکہ سے باہر نکالنے کے پروگرام بھی انہوں نے بنائے ہیں، مسلمانوں سے کیے ہوئے عہد معاہدے بھی انہوں نے توڑے ہیں تو پھر ان سے نہ لڑنا باعث تعجب ہے۔

﴿أَعْمَقُوا لَهُمْ﴾ ”کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟“ ان کے ڈر کی وجہ سے جہاد سے پیچھے

ہٹتے ہو؟ اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔

عہد شکن کفار اور موجودہ دور کے مسلم جرنیل:

آج اگر ہم مسلم حکمرانوں اور جرنیلوں کی پالیسی پر غور کریں تو یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا ڈر نہیں ہے۔ وہ کافروں سے خوفزدہ ہیں اور یہی دل کی اندرونی بیماری ہے جس کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت میں ہو رہا ہے:

﴿أَعْمَقُوا لَهُمْ﴾ ”کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟“

حق تو یہ تھا کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اس کے حکم پر عمل کرتے اور عہد شکن کافروں سے لڑنے کے لیے آگے بڑھتے مگر ان کی حالت تو یہ ہے کہ جب بھی مسلمانوں پر کوئی مشکل موقع آتا ہے تو مسلم حکمران میٹنگ طلب کر کے بحث شروع کر دیتے ہیں اور گھر بیٹھے جمع تفریق کرتے رہتے ہیں۔ موضوع بحث یہ بات رہتی ہے کہ دشمن کی عددی قوت کیا ہے؟ عسکری میدان میں وہ ہم سے کتنا آگے ہے؟ اور پھر اعداد و شمار پیش کر کے اس پر بحث شروع کر دیتے ہیں۔ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر باتیں بناتے ہوئے کہتے ہیں کہ پاکستان کے مقابلہ میں انڈین آرمی کی تعداد زیادہ ہے۔ ٹینک، بکتر بند گاڑیاں، بحری بیڑے اور آبدوزیں بھی کئی گنا زیادہ ہیں، انڈین جنگی طیاروں کو پاکستانی فضائیہ پر برتری حاصل ہے، میزائل ٹیکنالوجی کے تناسب میں بھی بڑا فرق ہے اس لیے ہم دشمن سے مقابلہ کرنے اور جنگ لڑنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔

اس بحث پر وقت ضائع کر کے پھر نتیجہ نکالتے ہیں کہ ہم انڈیا سے لڑنے کے قابل نہیں ہیں کیونکہ دشمن ہم سے چھ گنا زیادہ طاقتور اور بڑی قوت کا مالک ہے۔

خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ چلو لڑنے کے قابل نہیں تو پھر دشمن سے دوستی کر لیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اب پالیسی بدلنے کا وقت ہے پہلے تو کشمیر میں جہاد ٹھیک تھا، کشمیریوں کی اخلاقی مدد بھی درست تھی مگر اب حالات بدل گئے ہیں۔ ہم نے انڈیا سے فائر بندی کا معاہدہ کر لیا ہے۔ بے شک دشمن بارڈر کا نقشہ تبدیل کر رہا ہے، باڑ لگائی جا چکی ہے۔ دشمن کی طرف سے اگرچہ یہ معاہدے کی خلاف ورزی ہے لیکن ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ انڈیا سے مذاکرات کے ذریعے دوستی بڑھائیں گے۔ امریکہ کو خوش کریں گے۔ اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو پھر ہر طرف سے ہم نقصان میں رہیں گے کیونکہ دنیا کے حالات کا رخ کچھ اور ہے، پہلے تو اپنے حقوق کے حصول کے لیے لڑنے والوں کو مجاہدین کہا جاتا تھا، اب وہ دہشت گرد شمار ہوتے ہیں اور اس دہشت گردی کے خلاف باقاعدہ امریکہ افغانستان میں آچکا ہے۔ عراق میں بھی جنگ جاری ہے۔ حکمران انڈیا کے خلاف تو اعداد و شمار کے لیے جمع تفریق کر لیتے ہیں مگر

امریکہ کے خلاف تو یہ جمع تفریق بھی نہیں کرتے بلکہ یہ ڈرے اور سہے ہوئے کہتے ہیں کہ اب تو امریکہ آگیا ہے اور وہ جہادی تحریکوں اور مجاہدین کو دہشت گرد قرار دیتا ہے اس لیے اب جہاد کی باتیں ختم کر دو، جہاد بند کر دو۔ ایسی صورت حال کا نقشہ ان آیات میں پیش کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اتَّخَذْتُمْ﴾ [التوبة: ۱۳]

”کیا تم ان سے ڈر گئے ہو؟“

حقیقت یہ ہے کہ آج یہی خوف مسلط ہے۔

مجاہدین کی ثابت قدمی:

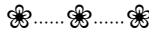
آج بھی اللہ کے مجاہد بندے میدانوں میں جہاد فی سبیل اللہ پر جمع ہیں۔ الحمد للہ۔ ان کو اس سے کوئی غرض نہیں کہ دشمن پانچ گنا زیادہ ہے۔ روایتی ہتھیار اس کے پاس پانچ سو گنا زیادہ ہیں۔ مجاہدین کے دلوں میں دشمن کا کوئی خوف نہیں، اگر وہ ڈرتے ہیں تو صرف اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور اسی کا حکم مان کر عہد شکن ظالم کافروں سے لڑ رہے ہیں۔ ان کے پاس ہلکا پھلکا اسلحہ ہے جسے لے کر وہ روس، انڈیا، امریکہ، اسرائیل اور دنیا بھر کے کافروں سے لڑ رہے ہیں۔

مسلم حکمرانو! صرف اللہ سے ڈرو! اللہ تعالیٰ یہ بات سمجھا رہا ہے کہ دشمن سے ڈر کر اس سے دوستی نہ کرو بلکہ اللہ سے ڈر کر دشمن سے لڑو تو پھر تم اللہ کے دوست بن جاؤ گے، دشمن تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا، یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ تمہارا دوست مدد کے لیے تمہارے ساتھ ہوگا، یہ بات خوب سمجھ لو کہ اگر تم دشمن سے دوستی کرو گے تو وہ زیادہ مارے گا کیا تمہیں اللہ کی مار کا ڈر نہیں؟

﴿إِنَّهُمْ لَا آيَاتٍ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ﴾ [التوبة: ۱۲]

یقیناً ان کافروں کی قسموں کی کوئی حیثیت نہیں اس لیے کافروں کے لیڈروں سے لڑائی کرو تا کہ وہ اپنی خباثتوں سے باز آجائیں۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جس دشمن نے معاہدہ توڑ دیا اس سے کوئی معاہدہ اور کسی قسم کی کوئی دوستی نہیں۔ ان کو باز رکھنا ہے تو جہاد سے رکھ سکو گے، دوستی سے نہیں۔ غور سے قرآن پڑھیں تو ایسے لگتا ہے کہ یہ آیات آج کے حالات میں ہماری رہنمائی کے لیے ہی نازل ہوئی ہیں۔



﴿قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ بِأَيِّ بَلَاءٍ يَخْتَارُ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيُخَفِّفْ صُدُورَ قُوَّةٍ

قُلُوبِهِمْ﴾ [التوبة : ١٤]

”ان سے لڑو، اللہ انھیں تمھارے ہاتھوں سے عذاب دے گا اور انھیں رسوا کرے گا اور ان کے خلاف تمھاری مدد کرے گا اور مومن لوگوں کے سینوں کو شفا دے گا۔“

جہاد اہل اسلام کے لیے باعث راحت ہے :

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے مجاہد بندوں کو بڑی کامیابیوں کا وعدہ دے رہا ہے اور اہل ایمان کو ترغیب دیتے ہوئے کہتا ہے کہ میرے مومن و مجاہد بندو! تم حسب استطاعت تیاری کر کے جہادی میدانوں کو سجانے کے لیے نکلو تو سہی، پھر دیکھو میری مدد کیسے پہنچتی ہے اور میں کافروں کو ذلیل و رسوا کر کے تمھارے ہاتھوں سے ان کو کیسے سزا دیتا ہوں اور تمھارے دلوں کو کیسے ٹھنڈا کرتا ہوں، تمھیں غلبہ اور کامیابی عطا کر کے، فتح و نصرت کا حق دار کیسے بناتا ہوں، جہاد کی وجہ سے تمھیں عزت و عظمت عطا کر کے تمھارا وقار کیسے بلند کرتا ہوں، ذرا قدم بڑھاؤ تو سہی پھر دیکھو ہماری مدد آتی کیسے ہے!

مسلمانو! یقیناً جانو پھر اللہ تعالیٰ تمھیں اکیلا نہیں چھوڑے گا۔ وسائل کی کمزوری اور تعداد کی قلت کو اپنی مدد کے ذریعے پورا کرے گا۔ آج ہم یہ منظر بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ ان وعدوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے مجاہد بندے دشمن کی چھاؤنیوں میں بے دھڑک گھس جاتے ہیں، اس لیے کہ اللہ کے وعدوں پر ان کا ایمان کامل اور یقین پختہ ہوتا ہے اور

وہ اس یقین کے ساتھ بھاری نفری سے ٹکرا جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے۔

کشمیر میں پہلا فدائی معرکہ:

کشمیر میں پہلا فدائی معرکہ لڑنے والا بھائی خود اس معرکے کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں رات کی تاریکی میں اکیلا دشمن کے کیمپ میں داخل ہو گیا۔ میری دلی خواہش تھی کہ میں دشمن کو خوب ماروں، اسی سوچ میں تھا کہ مجھے اونگھ آگئی، جب میری آنکھ کھلی تو صبح روشن ہو چکی تھی، میں نے سب سے پہلے نماز فجر ادا کی اور بڑے حوصلے سے دشمن کی نقل و حرکت کا جائزہ لینے لگا، خوب روشنی پھیل چکی تھی اور ہر چیز صاف دکھائی دینے لگی تھی جس کا فائدہ اٹھا کر میں نے چن چن کر کافروں کو نشانہ بنایا اور بہت سوں کو خاک و خون میں تڑپا کر اپنی کارروائی مکمل کی، سینہ ٹھنڈا کیا اور اللہ تعالیٰ کی مدد اور رحمت سے بحفاظت چھاؤنی سے باہر نکل آیا۔ الحمد للہ

حقیقت یہ ہے کہ جب اللہ کے وعدوں پر یقین پختہ اور ایمان کامل ہو تو دشمن سے مقابلہ کے وقت نہ کوئی خوف محسوس ہوتا ہے اور نہ کسی قسم کی دہشت باقی رہتی ہے، حالانکہ زمینی حالات بظاہر اس کے خلاف اور دشمن کی خوفناک چالیں اور بے پناہ وسائل اس کی راہ میں حائل اور مشکلات موجود ہوتی ہیں۔ اس کے باوجود وہ دشمن سے ٹکرا جاتا ہے۔

کافروں کی گردنیں اڑانے والے، انھیں خاک و خون میں تڑپانے والے بظاہر تو اللہ تعالیٰ کے یہ مجاہد بندے ہوتے ہیں مگر یہ سارا کام اور عمل اللہ تعالیٰ ہی کا ہوتا ہے، جیسا کہ قرآن میں بدروالوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ لِّمَنَّا نُقَاتِلُهُمْ وَلِلَّهِ قَتْلُهُمْ﴾ [الأنفال: ۱۷]

”(اے میرے بدری مجاہدو!) تم نے ان (مشرکین) کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں قتل کیا۔“

افزا پیش قدمی:

اللہ تعالیٰ نے عہد شکن کافروں سے لڑنے کا حکم دیا ہے مگر آج کے مسلم جرنیل اس حکم کی تعمیل کے لیے تیار ہی نہیں حالانکہ تربیت یافتہ فوجیں اور ہر قسم کا جدید اسلحہ ان کے پاس موجود ہے، یہ بڑی افسوس ناک بات ہے۔

دوسری طرف امید کی کرنیں بھی پھوٹ رہی ہیں اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کے مجاہد بندے قلت تعداد اور محدود وسائل کے باوجود جہادی میدان سجائے ہوئے ہیں اور بڑے بڑے کافر لشکروں کے سامنے جم کر مقابلہ کر رہے ہیں۔ موجودہ حالات میں جہاد کا آغاز اہل اسلام کی کامیابی، بہت بڑی فتح کی علامت اور امید افزا پیش رفت ہے۔

ان حالات کی وجہ سے یقین اور پختہ ہو چکا ہے کہ ان کمزور مجاہد بندوں کے ہاتھوں صلیبی دشمن اور اس کے ایک سو پانچ اتحادی ملکوں کو اللہ تعالیٰ ذلیل و رسوا کر کے خوب سزا دے گا۔ ان کی شکست یقینی ہے۔ لازماً یہ ذلیل ہوں گے اور شکست کھا کر میدانوں سے بھاگیں گے۔ ان شاء اللہ اگر آج کے جہادی محاذوں کے حالات پر غور کریں تو ہر ذی شعور کو ان کی ذلت صاف نظر آرہی ہے اور اس بات کی دلیل یہ ہے کہ پوری دنیا کے ایک سو پانچ ملکوں کا اتحاد اور جدید ترین اسلحہ کا مقابلہ مٹھی بھر مجاہدین کر رہے ہیں۔ ان اتحادیوں کے مقابلہ میں کوئی بڑا یا چھوٹا ملک بھی نہیں اور یہی دلیل ہے ان کی رسوائی کی۔ یہ ذلت اور شکست بڑھتی جا رہی ہے اور مسلسل بڑھتی جائے گی، ان شاء اللہ۔ کفار کی نیندیں حرام ہیں، ان کی بے چینی اور گھبراہٹ بڑھتی جا رہی ہے، یہ ذلت نہیں تو اور کیا ہے؟

﴿وَيَعْلَمُ اللَّهُ عَلَيْهِمُ وَيُشْفِئُ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ﴾ [التوبة: ١٤]

”اور اللہ تعالیٰ مدد کرے گا تمہاری ان کے خلاف اور مومنوں کے سینے ٹھنڈے کرے گا۔“

مسلمانو! تم جہاد کر کے تو دیکھو، تیاری کر کے میدان کی طرف تو نکلو، جہادی میدان سجاؤ

تو سہی، پھر دیکھو اللہ تعالیٰ تمہارے سینے کیسے ٹھنڈے کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں بڑی بڑی شاندار کامیابیاں عطا کرے گا، فتوحات سے نوازے گا، زبردست قسم کی مدد سے تمہیں کافروں پر غلبہ دے گا۔



﴿وَيَذِذْهُ غَيْظًا قَلِيلًا يُحِبُّهُ وَاللَّهُ عَلَىٰ مَا يَشَاءُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾

[التوبة: ١٥]

”اور ان کے دلوں کا غصہ دور کرے گا اور اللہ جس کی چاہے گا توبہ قبول کر لے گا اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔“

داستان ظلم سن کر غصہ تو آتا ہی ہے:

افغانستان میں پہلے روس نے نہتے مسلمانوں پر بم برسائے اب امریکی ظلم بھی انتہا کو پہنچ چکا ہے۔ عراقی مسلمانوں پر امریکی درندگی اور ظلم کی حد ہو چکی ہے۔ یہی کیفیت ساری دنیا کے مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ جب یہ خبریں سنتے اور ظلم دیکھتے ہیں تو مسلمانوں میں انتقام کی آگ بھڑکتی ہے غصہ اور پریشانی سے سینے جلتے ہیں۔ اس آگ کے بجھانے کا اللہ تعالیٰ نے جو طریقہ اور ذریعہ بتایا ہے وہ صرف اور صرف جہاد ہے کہ جس سے سینے ٹھنڈے ہوں گے۔ اس کے علاوہ اور کوئی چیز مسلمانوں کے سینوں کو ٹھنڈا نہیں کر سکتی۔

﴿وَيَذِذْهُ غَيْظًا قَلِيلًا يُحِبُّهُ وَاللَّهُ عَلَىٰ مَا يَشَاءُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ [التوبة: ١٥]

”اور توبہ قبول کرے گا اللہ تعالیٰ جس کی چاہے گا۔“

جہاد کے فوائد:

- ۱۔ اللہ تعالیٰ مجاہدین کے ہاتھوں سے کافروں کو عذاب اور سزا دے گا۔
- ۲۔ اللہ تعالیٰ جہاد کے ذریعے کافروں کو ذلیل و خوار کرے گا۔
- ۳۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مدد کرے گا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کے سینے ٹھنڈے کر کے ان کا غیظ و غضب دور کرے گا۔
 ۵۔ جہاد کی برکت سے دعوت کے دروازے کھلیں گے اور بہت سے لوگ توبہ کر کے حلقہ اسلام میں داخل ہوں گے۔

اسلام کا ہر عمل اخلاق پر مبنی ہے:

بعض عاقبت نااندیش کہتے ہیں کہ اسلام تلوار سے نہیں اخلاق سے پھیلا ہے۔ یہ لوگ کافروں کے خلاف تلوار کے استعمال کو غیر اخلاقی عمل قرار دے کر جہاد دشمنی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اس آیت میں ان لوگوں کے باطل نظریات و افکار کا رد موجود ہے۔ جہاد کے فوائد میں سے اللہ تعالیٰ یہ فائدہ بھی بیان فرما رہے ہیں کہ اس سے دعوت کے دروازے کھلتے ہیں اور بہت سے عقل مندوں کو توبہ کی توفیق نصیب ہوتی ہے اور وہ اسلام میں داخل ہو کر دعوت و جہاد کے میدان میں سنہری باب رقم کرتے اور بڑے بڑے کارنامے انجام دیتے ہیں۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے ہم رسول اللہ ﷺ کی زندگی پر جب غور کرتے ہیں تو اسلام کے ابتدائی تیرہ سالہ کی دور میں کیفیت کچھ اس طرح تھی کہ رسول ﷺ کبھی اس گھر میں جا رہے ہیں اور کبھی اس بازار میں تبلیغ فرما رہے ہیں کہ لوگو! مان لو، سن لو! میری دعوت تمہاری نجات اخروی کا ذریعہ ہے مگر کوئی ماننے کے لیے تیار نہیں تھا۔
 لوگوں کے انکار کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ سخت رنجیدہ، غم زدہ اور پریشان ہو جاتے۔

اس کیفیت کا نقشہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

﴿فَلَمَّا كُنْتُمْ بَآخِزَةً لَّنَحْنُ عَلٰۤی اٰثَارِهِم مِّنْ نَّمْلٍ يُّؤْمِنُوْنَ اِهٰذَا الْاٰخِرُ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ﴾

[الكهف: ۶]

”(اے نبی!) اگر یہ لوگ ایمان نہ لائیں تو اس غم میں کہیں آپ اپنے آپ کو ہلاک نہ کر بیٹھیں۔“

فتح مکہ کے بعد کے حالات کچھ اس طرح ہو گئے۔

دعوتِ اسلام کا سب سے مؤثر ذریعہ جہاد:

﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۖ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِكَ أَعْوَابًا﴾

[نصر: ۲ تا ۱]

”جب اللہ تعالیٰ کی مدد آپہنچی اور فتح (حاصل ہوگئی) اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ

فوج در فوج اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں۔“

ہجرت کے بعد جہاد شروع ہوا، تلوار میان سے باہر نکلی، اسلام کی دعوت کو روکنے اور اہل ایمان پر ظلم کرنے والے کفار و مشرکین کی گردنیں اڑیں، جوڑ جوڑ پر ضربیں لگیں تو دعوت کے دروازے کھلتے گئے، فتح نصیب ہوئی، اللہ کی مدد آئی اور لوگ فوجوں کی شکل میں اسلام میں داخل ہونے کے لیے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے لگے، فوج آئے اور اسلام میں داخل ہونے لگے۔ ثابت ہوا کہ دعوت کا سب سے بڑا اور مؤثر ذریعہ جہاد ہے۔ جہاد کے ذریعے سرکش لوگوں کے دماغ صاف ہو جاتے ہیں اور دعوت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

جہاد کے خلاف باتیں کرنے والے اگر کسی غلط فہمی کی وجہ سے ایسا کر رہے ہیں تو ان کو اپنی اصلاح کر لینی چاہیے اور اگر نفاق کی وجہ سے جہاد سے عداوت ہے تو پھر عام مسلمانوں کو خوب سمجھ لینا چاہیے کہ یہ لوگ دعوت کو اخلاق اور جہاد کو بد اخلاقی ثابت کرنے کے لیے زبانیں چلا رہے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ اسلام پورے کا پورا بہترین اخلاق پر مبنی ہے۔

کافر عہد شکنی کریں، سینے پر چڑھ بیٹھیں، گردنیں کاٹ ڈالیں، اہل اسلام کی تباہی کے لیے ملکوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں، مساجد کو مسمار کریں، عورتوں کی عزتیں پامال کریں، بچوں کا قتل عام کریں، اللہ تعالیٰ کی زمین پر فساد پھیلائیں، یہ سب کچھ دیکھ کر بھی آج کے منافقین کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ درست اور جائز ہے۔ اسلام ایسے موقع پر غیرت و حمیت کا

درس دیتا ہے، ظالم کو ظلم سے روکنے اور اس کا بازو پکڑنے کا حکم دیتا ہے۔ یہ بات خوب یاد رکھیں کہ اسلام جہاد کے ذریعے غالب ہوا ہے۔ نبی ﷺ اور صحابہ کرام کی سیرت پر غور کریں تو پتا چلتا ہے:

- ❁ کبھی مدینہ سے بدر کی طرف پیش قدمی ہے۔
- ❁ کبھی میدان احد میں جہادی قربانیاں پیش کی جا رہی ہیں۔
- ❁ کبھی خیبر کے یہود پر چڑھائی، کبھی یرموک کے لیے روانگی ہے۔
- ❁ تبوک کے لیے وسائل کی تنگی کے باوجود سفر جاری ہے۔
- ❁ قادیسیہ کی یلغار کے لیے طیبہ سے لشکر روانہ ہو رہے ہیں۔
- ❁ ہسپانیہ کو زیر کرنے کے منصوبے بنائے جا رہے ہیں۔
- ❁ ہند فتح کرنے کے لیے لشکروں کی پیش قدمی جاری ہے۔

اس طرح جہادی قافلے بڑھتے اور دشمن پر چڑھتے چلے جا رہے ہیں اور یوں دعوت کے دروازے کھلتے اور لوگ اسلام میں داخل ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ جہاد نے دعوت کے دروازے کھولے، لوگوں نے مجاہدین کے رویے اور حسن سلوک کے مناظر دیکھے، ان کی دعوت کو سنا، ان کی نمازوں پر غور کیا، ان کے اخلاق دیکھے تو ان تمام باتوں سے لوگوں کو اسلام قبول کرنے کے لیے بنیاد فراہم ہوئی..... تو ثابت ہوا کہ جہاد بہترین اخلاقی دعوت بھی ہے۔

﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ [التوبة : ۱۵]

”اور اللہ تعالیٰ جاننے والا، حکمت والا ہے۔“

مسلمانو! اللہ تعالیٰ اگر تمہیں جہاد کا حکم دے رہا ہے تو اس میں کتنی حکمتیں پوشیدہ ہیں؟ ان حکمتوں کو وہی علیم رب جانتا ہے کہ اس میں تمہارے لیے کتنی خوبیاں، کتنی برکتیں اور فوائد موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ دشمنان اسلام کی چالوں، منصوبوں اور ناپاک ارادوں سے

واقف ہے اس لیے اس نے لڑنے کا جو حکم دیا ہے وہ علم کی بنیاد پر ہے اور اس میں بے شمار حکمتیں پوشیدہ ہیں جنہیں صاحب علم ہی جان سکتے ہیں۔



﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا أَنْتُمْ أَنْتُمْ يَعْلَمُونَ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهِدُوا مِنْكُمْ وَلَمْ يُخَيِّدُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝﴾

[التوبة: ۱۶]

”یا تم نے گمان کر رکھا ہے کہ تم چھوڑ دیے جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے ان لوگوں کو نہیں جانا جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا اور نہ اللہ کے اور نہ اس کے رسول کے اور نہ ایمان والوں کے سوا کسی کو راز دار بنایا اور اللہ اس سے پورا باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مسلمانو! تم نے جہاد کے احکام، حکمتیں اور فوائد تو سن لیے، اب بتاؤ تم جہاد کرو گے یا نہیں کرو گے؟ تم نے سمجھ لیا کہ بس ہم نے کلمہ پڑھ لیا، نمازیں، روزے اور زکوٰۃ..... یہ سب کچھ کرنے لگے ہیں تو ہم مسلمان بن گئے؟ فرمایا ایسا ہرگز نہیں، جب تک جہاد نہیں کرو گے میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا:

﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا أَنْتُمْ أَنْتُمْ يَعْلَمُونَ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهِدُوا مِنْكُمْ﴾ [التوبة: ۱۶]

”کیا تم نے یہ خیال کر لیا کہ تم بس یونہی چھوڑ دیے جاؤ گے؟ اور ابھی تو اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو تم میں سے علیحدہ اور ظاہر ہی نہیں کیا جنہوں نے جہاد کیا۔“

اللہ تعالیٰ تم میں سے ایک ایک کو ظاہر کرے گا کہ یہ جہاد کرنے والے مومن ہیں اور یہ منافق جہاد کے خلاف باتیں بنانے والے ہیں۔ ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَنْتُمْ أَنْتُمْ يَعْلَمُونَ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهِدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمُونَ﴾

الضَّيِّقِينَ ﴿آل عمران: ۱۴۲﴾

”(اے ایمان والو!) کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ تم جنت میں بس یونہی داخل ہو جاؤ گے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے نہ تو تم میں سے جہاد کرنے والوں کو نمایاں کیا اور نہ ہی (میدان جہاد کی تکالیف پر) صبر کرنے والوں کو ظاہر کیا ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ عَلَّمَهُ الْبَيْدَ بْنَ شَيْبَةَ وَالضَّيِّقِينَ وَبَلَّوْا أَخْبَارَهُ﴾

[محمد: ۳۱]

”(اے ایمان والو!) اور ہم تو ضرور تمہاری آزمائش کریں گے یہاں تک کہ ہم یہ نہ پرکھ لیں کہ تم میں سے جہاد کرنے والے کون ہیں؟ اور (جہادی راستوں کی مصیبتوں پر) ثابت قدم رہنے والے کون ہیں؟ اور ہم تمہارے حالات جانچیں گے۔“

جہاد مومن اور منافق کو الگ کر دیتا ہے:

سونا خالص کرنے کے لیے اس کے نیچے آگ جلا دو اور سونے کو بھٹی میں ڈال دو، کھوٹ الگ ہو کر سونے کو نکھار دے گا۔ گنے سے گڑ بنانے کے لیے کڑا ہے میں رس ڈال کر نیچے آگ جلاتے ہیں تو ساری میل کچیل اوپر آ جاتی ہے۔ اسی طرح جہاد بھٹی ہے اندر کا سارا نفاق نکال کے باہر کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز ظاہر کر کے چھوڑتا ہے۔

نماز تو منافق بھی پڑھتے تھے، عبد اللہ بن ابی جو منافقین کا سردار تھا اس کا معمول تو یہ تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ خطبہ جمعہ کے لیے کھڑے ہوتے تو وہ بھی کھڑا ہو کر لوگوں کو نصیحت کرتا اور نبی ﷺ کی طرف اپنی انگلی کا اشارہ کر کے کہتا کہ ان کی بات توجہ سے سنو اور اس پر عمل کرو۔ بڑی بڑی قسمیں کھا کر یقین دلاتا کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ ہیں مگر جب بھی جہاد کا موقع آیا اس کا نفاق کھل کر سامنے آ گیا، احد کے دن اپنے تین سولوگوں کو

راستے سے واپس لے گیا اور اسی طرح دیگر مشکل مواقع پر وہ جہاد کے خلاف کھل کر باتیں کرتا رہا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے لوگوں سے جہاد کرنے والوں کو وہ ضرور الگ کر دے گا۔

﴿وَلَمْ يَتَّخِذْ دَاوُدُ وَالْحَبَشِيُّونَ إِلَهًا وَلَا رَسُولًا﴾ [التوبة: ۱۶]

”دلی دوستی کے لائق صرف اللہ تعالیٰ، اس کا رسول (ﷺ) اور اہل ایمان ہیں۔“
آج کفر و اسلام کے درمیان معرکہ آرائیاں شروع ہیں اور بعض مسلمان کافروں سے دوستی کر کے کافروں کے مفادات کے لیے استعمال بھی ہو رہے ہیں مگر کافر پھر بھی راضی نہیں۔ یاد رکھیں! جو لوگ کافروں سے دوستیاں کر کے ان کو اپنا راز دار سمجھتے ہیں اور اس پالیسی پر وہ خوش بھی ہیں تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ ضرور بے نقاب کر کے چھوڑے گا۔ کاش! ان آیات سے ہمارے حکمران راہنمائی لیتے اور صلیبی کافروں سے دوستی کی بجائے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور اہل ایمان مجاہدین سے دلی دوستی کرتے۔



﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْبُرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ عَالِفِينَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۚ إِنَّمَا يَعْبُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَحْشَسْ إِلَّا اللَّهَ فَعَسَىٰ أُولَٰئِكَ أَنْ يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَبِينَ ۖ﴾ [التوبة: ۱۷ تا ۱۸]

”مشرکوں کا حق نہ تھا کہ وہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں، اس حال میں کہ وہ اپنے آپ پر کفر کی شہادت دینے والے ہیں۔ یہ وہ ہیں جن کے اعمال ضائع ہو گئے اور وہ آگ ہی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اللہ کی مسجدیں تو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اس نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرا۔ تو یہ لوگ امید ہے کہ ہدایت پانے والوں سے ہوں گے۔“

بیت اللہ میں مشرکین کے داخلے پر پابندی کا جواز:

اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کی تعمیر ابراہیم اور اسماعیل علیہ السلام کے ہاتھوں اس لیے کروائی تاکہ اس میں صرف ایک اللہ کی عبادت کی جائے، دیگر مساجد بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کے لیے تعمیر کی جاتی ہیں، جیسا کہ قرآن میں ہے:

﴿وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَإِنَّ عِزًّا لِّلَّهِ أَحَدًا﴾ [الحج: ۱۸]

”اور بے شک مساجد اللہ ہی کے لیے ہیں پس کسی ایک کو بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہ پکارو۔“

✽ مشرکین مکہ نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے نیک بندوں کو شریک بنا دیا اور اس سے بڑا ظلم یہ کیا کہ اللہ کے مقدس گھر کے اندر اور اس کے در و دیوار پر پتھر سے تراشے ہوئے نیک لوگوں کے مجسمے، بت اور تصاویر نصب کر ڈالیں۔

✽ مرد اور عورتیں مادر زاد ننگے بیت اللہ کا طواف کرتے اور یوں اللہ تعالیٰ کے گھر کی بے ادبی کے مرتکب ہوتے۔

✽ بیت اللہ میں تالیاں بجاتے، سیٹیاں مارتے، گانے بجانے کی محفلیں منعقد کرتے۔ ان ناپاک عقائد اور بیہودہ اعمال کی وجہ سے یہ لوگ بیت اللہ کی سرپرستی کے مستحق نہیں تھے۔ یہ مساجد اللہ کے گھر ہیں اور ان کی تعمیر و توسیع اور آباد کرنے کا حق بھی صرف اس کے توحید پرست بندوں ہی کو ہے۔ اس آیت میں عموم ہے مگر بات بیت اللہ کی چل رہی تھی اس لیے یہاں اشارہ بیت اللہ کی طرف ہے۔

﴿شُهِدْنَ عَلَىٰ أَتْنَهُنَّ بِالْغَيْرِ﴾ [التوبة: ۱۷]

”یہ لوگ خود اپنے کفر کی گواہی دیتے ہیں۔“

پھر اس مشرکانہ عقیدے پر فخر کرتے ہوئے دوران طواف کہتے :
 «لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِلَّا شَرِيكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا
 مَلَكَ»^①

”ہم حاضر ہیں! اے اللہ! ہم حاضر ہیں، تیرا کوئی شریک نہیں، ہاں! نیک
 ہستیاں تیری شریک ہیں جن کا تو مالک ہے اور وہ تیرے مالک نہیں۔“

اہل ایمان کا تلبیہ:

«لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِلَّا الْحَمْدُ وَالنِّعْمَةُ لَكَ وَالْمُلْكُ
 لَا شَرِيكَ لَكَ»^②

”حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں،
 بے شک ہر قسم کی تعریفیں اور انعامات تیرے ہیں۔ بادشاہت بھی تیری ہے تیرا
 کوئی شریک نہیں۔“

اہل ایمان اور مشرکین کے تلبیہ سے فرق واضح ہے کہ مومن تو بلند آواز سے اعلان کرتا
 ہے کہ اے اللہ! تیرا کوئی شریک نہیں، کوئی نبی ولی تیرا شریک نہیں، کوئی مرد، عورت، کوئی
 چھوٹا بڑا تیرا ہمسر اور شریک نہیں، مگر مشرکین مکہ فخر یہ انداز میں یہ کہتے کہ اے اللہ! تیرے
 شریک وہ نیک بندے ہیں جن کو خود تو نے اپنا شریک بنا رکھا ہے۔

❁ یہ مشرک ایک اللہ سے ڈرنے کی بجائے اس کی مخلوق سے ڈرتے اور اس کی خوشنودی
 کے حصول میں مشرکانہ اعمال سرانجام دیتے تھے۔ یہ ہے مشرکانہ عقیدہ اور بے ہودہ
 طریقہ عبادت جس کی وجہ سے ان کو مکہ سے نکلنے کا حکم ہوا اور آئندہ اس مشرکانہ
 عقیدے کے ساتھ بیت اللہ کی زیارت، حج اور عمرہ سے منع کر دیا گیا۔ بیت اللہ کی

① مسلم، کتاب الحج، باب التلبیة و صفتها و وقتها : ۱۱۸۵۔

② مسلم، کتاب الحج، باب التلبیة..... الخ : ۱۱۸۴۔

تعمیر و مرمت اور آباد کرنے سے بھی مشرکین کو حکماً روک دیا گیا۔

مشرکین مکہ شریک عقائد کا کیا جواز پیش کرتے تھے؟

مشرکین مکہ کا قول قرآن مجید میں موجود ہے:

﴿وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ ۚ﴾

[الزمر: ۳]

”اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اولیاء بنا رکھے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں۔“
دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ ۚ قُلْ أَتَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُونَ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ سَبَّحَهُ وَيَعْلَىٰ عَنَّا يُخِرُّكَونَ﴾ [یونس: ۱۸]

”اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہیں جو نہ تو انھیں نقصان دے سکتے ہیں اور نہ کوئی نفع پہنچانے کا اختیار رکھتے ہیں اور وہ (مشرک) کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔ کہہ دو کیا اللہ کو ایسی چیز بتاتے ہو جس کا وجود اسے نہ آسمانوں میں معلوم ہوتا ہے اور نہ زمین میں؟“

ان باطل عقائد و نظریات کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ لوگ اپنے کفر و شرک کو تسلیم کر کے خود گواہی دیتے ہیں تو ایسے ظالموں کو کیا حق ہے کہ وہ بیت اللہ کی تعمیر و مرمت اور اس کی آباد کاری کے دعویدار بنے پھریں، فرمایا:

﴿قَالِ لَكَ جَبَلٌ مِّمَّا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ [البقرة: ۲۱۷]

”یہ وہ لوگ ہیں کہ دنیا و آخرت میں ان کے اعمال برباد ہو گئے، یہ اہل جہنم ہیں

اس میں ہمیشہ رہیں گے۔“

یہاں یہ بات سمجھائی جا رہی ہے کہ مشرکانہ عقائد کی وجہ سے آخرت میں ان مشرکین کے لیے دردناک عذاب ہے، ذلت و خواری ہے، شرمندگی اور ندامت ہے تو پھر دنیا میں ان کو بیت اللہ کی آباد کاری کا اعزاز کیوں دیا جائے؟

﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنِ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ
وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ فَعَسَىٰ أُولَٰئِكَ أَن يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ﴾ [التوبة: ١٨]

”اللہ تعالیٰ کی مسجدیں تو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اس نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرا، تو یہ لوگ امید ہے کہ ہدایت پانے والوں سے ہوں گے۔“

اللہ تعالیٰ کی مساجد اور بیت اللہ کی تعمیر و آباد کاری کے پروٹوکول اور اعزاز کے حقدار تو صرف وہ اہل ایمان ہیں جن کے اندر پانچ خوبیاں ایسی ہیں جن کی وجہ سے وہ بیت اللہ اور دیگر مساجد کی تعمیر و آباد کاری کے حق دار ہیں، وہ خوبیاں یہ ہیں:

✿ اللہ تعالیٰ پر ایمان۔

✿ یوم آخرت پر پختہ یقین۔

✿ نماز کا قیام۔

✿ زکوٰۃ کی ادائیگی کا اہتمام۔

✿ اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے نہ ڈرنا۔

ان پانچ اوصاف کے مالک اللہ تعالیٰ کے ہاں کامیاب ہیں یہ لوگ قابل عزت اور لائق احترام ہیں چونکہ مشرکین ان اوصاف سے محروم ہیں اس لیے وہ بیت اللہ اور دیگر مساجد کی آباد کاری کے حقدار ہرگز نہیں۔

کافروں سے خوف زدہ مسلم حکمران:

درج بالا پانچ اوصاف کے حاملین کامیاب ہیں اور ان سے محروم لوگ یقیناً ناکام و نامراد ہیں۔ ملت اسلامیہ کی پستی اور ذلت و رسوائی کا بغور جائزہ لیں تو مسلمان بالعموم ان پانچوں اوصاف سے محروم ہیں، بالخصوص حکمران طبقے کا معاملہ تو بہت ہی خطرناک ہے۔ آج چھپن مسلم ممالک کے حکمرانوں کا حال دیکھیں کہ وہ کفار و مشرکین سے ڈرے سہمے اور دبے ہوئے ہیں، اس کی وجہ ان اوصاف کا فقدان ہے۔ حکمرانوں کا اللہ تعالیٰ پر ایمان پختہ ہو تو وہ مساجد میں نظر آئیں، مسلمانوں کے ساتھ رکوع و سجود میں ایک ساتھ کھڑے ہوں مگر ان میں سے اکثر لوگ مساجد میں نظر ہی نہیں آتے۔ اس آیت میں آخری خوبی یہ بیان ہوئی:

﴿وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ﴾

”وہ اللہ کے سوا کسی سے خوف زدہ نہیں ہوتے۔“

مگر ہمارے حکمران امریکہ سے خوف زدہ ہیں۔ اس کے اتحادیوں سے بہت ڈرتے ہیں۔ امریکی ہیبت دلوں میں اتنی ہے کہ اس کے ورلڈ آرڈر کو نہ صرف مانتے ہیں بلکہ اس کی بالادستی قائم کرنے کے لیے اس کی چاکری بھی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم جہاد کو ماننے اور اس پر عمل کرنے کی بجائے مجاہدین سے اعلان لا تعلقی کر کے امریکہ کو خوش کرنے کی کوشش میں رہتے ہیں۔

مظلوم مسلمانوں کی عملی مدد تو بہت دور کی بات ہے یہ زبانی ہمدردی کے بیانات سے بھی گریز کر کے کافروں کو خوش کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ یہ ہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی بجائے کافروں سے ڈرنے والے مسلم حکمران جب کہ اللہ تعالیٰ سورہ براءۃ میں ان کو یہ بات سمجھا رہا ہے:

❁ میرے بندو! تم جہاد کرو، میں تمہیں عزت و وقار عطا کروں گا۔

❁ کافروں کے دلوں میں تمہارا رعب و دبدبہ اور خوف ڈال دوں گا۔

✽ تمھارے ہاتھوں کافروں کو ذلیل و رسوا کر کے عذاب دوں گا۔
 ✽ تمھاری مدد کر کے تمھیں فتح نصیب کروں گا اور کافروں کو ذلت آمیز شکست سے دوچار کروں گا۔

مسلم حکمرانو! اللہ کے وعدوں پر یقین کرو اور دیکھو! اللہ تعالیٰ نے اپنے یہ تمام وعدے رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کے ساتھ پورے کیے۔

جن مسلم حکمرانوں نے جہاد کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کو عزت اور وقار سے نوازا، آج بھی ان کا نام روشن ہے جبکہ جہاد سے بھاگنے والوں کے سیاہ کارناموں کی وجہ سے مسلمان آج بھی ان کو نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اس بات پر تاریخ شاہد ہے، لہذا:

✽ آگے بڑھو! اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین کرو!

✽ کافروں سے ڈرنا چھوڑو اور صرف ایک اللہ سے ڈرو!
 ✽ مساجد سے اپنا تعلق خوب گہرا اور مضبوط بناؤ۔
 ✽ مساجد کی خدمت کو اعزاز سمجھ کر قبول کرو اور ان کی آبادی میں بھرپور دلچسپی لو۔

جیسی مسجد، ویسا محل اور وہ بھی جنت میں:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

”جس شخص نے صرف اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ ویسا ہی محل اس کے لیے جنت میں بنائے گا۔“^①

فرشتوں کی دعاؤں کا حقدار شخص:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”ایسے شخص کے لیے فرشتے دعائیں کرتے رہتے ہیں جو مسجد میں نماز ادا کرنے

① بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب من بنی مسجداً: ۴۵۰۔ مسلم، کتاب المساجد، باب فضل بناء المساجد والحث علیہا: ۵۳۳۔

کے بعد اسی جگہ بیٹھا رہے۔ یہاں تک کہ اس کا وضو باقی نہ رہے، فرشتے اس کے لیے اپنی دعاؤں میں کہتے ہیں: ”یا اللہ! اسے بخش دے، یا اللہ اس پر رحم فرما۔“^①

قیامت کے دن اللہ کے سائے میں:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سائے میں رکھے گا جس دن اس کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا، ان سات میں سے ایک شخص وہ ہے جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہے۔“^②

رسول اللہ ﷺ کا تعلق مساجد سے:

✽ رسول اللہ ﷺ مکہ میں تھے تو آپ کا دل بیت اللہ میں اٹکا رہتا تھا اور اکثر اوقات آپ یہاں مصروف عبادت ہوتے، کبھی حالت رکوع ہے تو کبھی سجدہ ریز ہو کر غلبہ دین کے لیے مصروف دعا ہیں، اللہ تعالیٰ سے التجائیں اور درخواستیں کر رہے ہیں۔
✽ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بچپن میں بیت اللہ کی تعمیر میں عملاً حصہ لیا اور اپنے کندھوں پر پتھر ڈھوئے۔

✽ رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کی تعمیر میں جھگڑے کا فیصلہ فرمایا اور حجر اسود کو اس کے مقام پر خود نصب فرما کر لوگوں کو خونریز جھگڑے سے بچا لیا۔
✽ مسجد نبوی کی تعمیر میں صحابہ کرام کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ نے خود بھی بھرپور حصہ لیا۔
✽ سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ”رسول اللہ ﷺ نے محلوں میں مساجد تعمیر کرنے اور انھیں پاک صاف اور خوشبودار رکھنے کا حکم دیا ہے۔“^③

① بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب الحدث فی المسجد: ۴۴۵۔

② بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب الصدقة باليمين: ۱۴۲۳۔

③ أبوداؤد، کتاب الصلاة، باب اتخاذ المساجد فی الدور: ۴۵۵۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے مسجد کی صفائی کی:

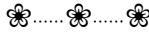
✽ رسول اللہ ﷺ نے مسجد کی دیوار پر بلغم دیکھا تو آپ کو یہ بات سخت ناگوار گزری، آپ کے چہرے پر ناگواری کے آثار نمایاں دکھائی دینے لگے۔ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اسے کھرچ کر مسجد کی دیوار کو صاف فرما دیا۔^①

✽ ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے مسجد کی دیوار پر تھوک دیکھا تو فوراً ایک کنکری لی اور اس سے کھرچ کر مسجد کی دیوار کو صاف فرما دیا۔^②

✽ رسول اللہ ﷺ کا دل ہمیشہ مسجد سے لگا رہتا تھا۔

✽ آپ لوگوں کے تنازعات اور مقدمات کے فیصلے مسجد ہی میں فرماتے۔

✽ مال غنیمت مسجد ہی میں تقسیم فرماتے اور یوں آپ ﷺ نے امت کے لیے مساجد کی آبادی کے لیے بہترین نمونہ پیش کیا۔



﴿أَجْعَلُكُمْ سِقَايَةَ الْحَيَاةِ وَعِبَادَةَ الرَّحْمَنِ أَعْتَنَ بِأَلْفِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَوِي عِنْدَ اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ: الَّذِينَ آمَنُوا وَهَجَرُوا وَجْهَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَكْظَمَ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ﴾ يَسْتَوِي هُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِنْكَ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّتْ لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُقِيمٌ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ﴾ [التوبة: ١٩-٢٢]

”کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کو آباد کرنا اس جیسا بنا دیا جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا اور اس نے اللہ کے راستے میں جہاد کیا۔ یہ اللہ کے ہاں برابر نہیں ہیں اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا،

① بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب إذا بدره البزاق..... الخ: ٤١٧، ٤١٠، ٤١١۔

② بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب ليبصق عن يساره أو تحت قدمه اليسرى: ٤١٤۔

اللہ کے ہاں درجے میں زیادہ بڑے ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔ ان کا رب انہیں اپنی طرف سے بڑی رحمت اور عظیم رضامندی اور ایسے باغوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کے لیے ہمیشہ رہنے والی نعمت ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ بے شک اللہ ہی ہے جس کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔“

افضل عمل کونسا ہے؟

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مسجد نبوی میں منبر رسول کے پاس بیٹھا تھا کچھ لوگ بحث و تکرار میں مصروف تھے، ایک شخص کہنے لگا: ”اسلام لانے کے بعد حاجیوں کو پانی پلانے کے علاوہ کوئی اور کام نہ بھی کروں تو مجھے کوئی فکر نہیں۔ دوسرا بولا: اسلام قبول کرنے کے بعد مسجد حرام کی خدمت کے علاوہ اور کوئی کام نہ بھی کروں تو مجھے کوئی پروا نہیں۔ تیسرا کہنے لگا: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا ان دونوں کاموں سے بہتر اور افضل عمل ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی بلند آوازیں اور بحث و تکرار سنی تو فرمایا: منبر رسول کے پاس بیٹھ کر آوازیں بلند نہ کرو، میں نماز جمعہ سے فارغ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کے متعلق سوال کروں گا جس میں تم اختلاف کر رہے ہو (یہ جمعہ کا دن تھا اور خطبہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لانے ہی والے تھے) اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔“^①

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے سوال کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جو جہاد کے برابر ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں ایسا کوئی عمل نہیں پاتا۔“^②

افضل ترین عمل کے متعلق جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا تو جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

① مسلم، کتاب الإمامة، باب فضل الشهادة في سبيل الله تعالى: ۱۸۷۹۔

② بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب فضل الجهاد والسير: ۲۷۸۵۔

فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔“ پوچھا گیا پھر کون سا عمل؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جہاد فی سبیل اللہ“ تیسری مرتبہ سائل کے جواب میں فرمایا: ”جج مبرور۔“^①

ایک اور موقع پر آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ سب سے افضل اور سب سے بہترین عمل کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔“ پھر پوچھا گیا اس کے بعد کون سا عمل؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جہاد ہر عمل کی کوہان ہے۔“ پھر سوال کیا گیا اللہ کے رسول! پھر کون سا عمل بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جج مبرور۔“^②

رسول اللہ ﷺ کی حاجیوں کو پانی پلانے کی خواہش:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ اس جگہ تشریف لائے جہاں لوگوں کو پانی پلایا جا رہا تھا۔ آپ ﷺ نے پانی مانگا تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے فضل سے کہا: اپنی ماں کے پاس جاؤ اور نبی ﷺ کے لیے کھجور کا شربت لے آؤ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے پانی پلاؤ۔“ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! اس پانی میں لوگ ہاتھ ڈالتے ہیں (اس لیے یہ پانی آپ کے لائق نہیں) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اسی پانی سے مجھے پلاؤ۔“ چنانچہ آپ ﷺ نے پانی پیا، پھر آپ ﷺ زم زم کے چشمے پر تشریف لائے جہاں لوگ زم زم کے کنویں سے پانی کھینچ کھینچ کر لوگوں کو پلا رہے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کھینچے جاؤ، تم نیک کام کر رہے ہو۔“ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر مجھے اس بات کا ڈر نہ ہوتا کہ تمہیں دقت ہوگی تو میں اپنی سواری سے اترتا اور اپنے کاندھے پر رسی ڈالتا اور ڈول کنویں میں ڈال کر پانی کھینچتا اور پھر لوگوں کو پانی پلاتا۔“^③

① بخاری، کتاب الإیمان، باب من قال إن الإیمان هو العمل : ۲۶۔

② ترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ما جاء أى الأعمال أفضل : ۱۶۵۸۔

③ بخاری، کتاب الحج، باب سقایۃ الحاج : ۱۶۳۵۔

اس حدیث سے پتا چلا کہ حاجیوں کو پانی پلانا بڑے اجر و ثواب کا کام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حاجیوں کو پانی پلانے والوں کو یہ کام جاری رکھنے کا حکم دیا اور اس کی فضیلت بیان فرمائی اور اس کے بعد خواہش ظاہر کی کہ میں خود کندھے پر رسی ڈال کر پانی کھینچ کر لوگوں کو پانی پلاتا، مگر میں اس لیے ایسا نہیں کر رہا کہ تم اسے سنت سمجھ لو گے اور پھر یہ فریضہ ادا کرنا تمہارے لیے بہت مشکل ہوگا۔

مفاد پرستی کا روگ:

جہاد سب سے افضل اور بڑا عمل ہے کوئی دوسرا عمل اس کے ہم پلہ نہیں، حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کو آباد کرنا یہ تو جہاد کے مقابلہ میں بہت ہی چھوٹے کام ہیں۔ ہمارے علماء نے اس اہم ترین مسئلہ کی اہمیت کو مسلمانوں کے سامنے واضح ہی نہیں کیا بلکہ چھوٹے چھوٹے مفادات کی وجہ سے اب بھی اس اہم ترین اسلامی رکن کو بیان کرنے سے محض اس لیے گریز کرتے ہیں کہ اگر ہم نے اس مسئلہ کو بیان کیا تو پھر سارے چندے جہاد میں چلے جائیں گے اور ہمارے مدرسے، ادارے اور مسجد کے اخراجات کا کیا بنے گا؟ یہ کتنا بڑا ظلم ہے۔ ایسے علماء کو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس آیت پر غور کرنا چاہیے کہ صرف مسجد نبوی میں بیٹھ کر بعض صحابہ کرام نے زبانی گفتگو کی تھی مگر اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں آئی اور فوراً آیات نازل کر کے بحث کرنے والے صحابہ کرام اور آئندہ قیامت تک کے مسلمانوں کی راہنمائی فرما کر واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان اور آخرت پر ایمان کے بعد سب سے بڑا عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے، اس کا مقابلہ کوئی دوسرا عمل کر ہی نہیں سکتا۔

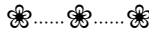
✿ کچھ لوگ خدمت خلق کو جہاد کے برابر بیان کر کے ظلم کرتے ہیں۔

✿ کچھ لوگ دعوت و تبلیغ کی اہمیت بڑھانے اور جہاد کی حیثیت گھٹانے کے لیے کہتے ہیں

کہ دعوت کے اس عمل کا ثواب انچاس کروڑ ہے، یہ بھی ظلم ہے۔

✿ جو علماء اپنی طرف سے باتیں گھڑ گھڑ کر لوگوں کو سناتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے

رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں وہ شریعت سازی کا عمل دہرا رہے ہیں اور یہی برا کام یہود و نصاریٰ کیا کرتے تھے۔



﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجْهَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَكْظَمُ
أَعْظَمَ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ﴾ [التوبة : ۲۰]

”جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا، اللہ کے ہاں درجے میں بہت بڑے ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔“

اس آیت میں بھی جہاد کو سب سے افضل اور سب سے اعلیٰ درجے کا عمل قرار دیا اور دنیا و آخرت کی کامیابی بتایا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَعْدُوَّةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا﴾^①

”اللہ تعالیٰ کے راستے میں صبح یا شام کو ٹکنا دنیا اور جو کچھ اس دنیا میں ہے، سب سے بہتر ہے۔“

”ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! مجھے ایسا عمل بتائیے جو جہاد کے برابر ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں کوئی ایسا عمل نہیں پاتا جو جہاد کے برابر ہو۔“^②

ایک جگہ یہ جواب ارشاد فرمایا:

﴿مُؤْمِنٌ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ﴾^③

”وہ مومن جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرتا ہے۔“

① بخاری، کتاب الجہاد، باب الغدوة والبروحة فی سبیل اللہ الخ : ۲۷۹۲۔

② بخاری، کتاب الجہاد، باب فضل الجہاد والسير : ۲۷۸۵۔

③ بخاری، کتاب الجہاد، باب أفضل الناس مؤمن مجاهد بنفسه وماله الخ : ۲۷۸۶۔

اس حدیث سے پتا چلتا ہے کہ ایسا شخص جو اپنی جان اور مال کے ساتھ میدان جہاد میں جاتا ہے تو وہ سب سے افضل ہے۔ تاہم ایک ایسا شخص جو جہاد میں خود تو نہیں گیا مگر فراخ دلی اور خوش دلی کے ساتھ جہاد میں مال پیش کرتا ہے وہ بھی مجاہد فی سبیل اللہ کے برابر اجر و ثواب کا مستحق ہے، جیسا کہ فرمان رسول ﷺ ہے:

«مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَقَدْ غَزَا»^①

”جو شخص غازی کے لیے سامان جنگ مہیا کرتا ہے، یقیناً اس نے بھی جہاد کیا۔“

مجاہدین کے لیے جنت میں سو درجات:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”بے شک جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے تیار کر رکھے ہیں۔ ہر دو درجوں کے درمیان زمین و آسمان کے برابر فاصلہ ہے پس تم جب بھی اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو تو جنت الفردوس مانگا کرو۔ یہ تمام جنتوں کے درمیان سب سے عالی شان جنت ہے، اسی سے جنت کی نہریں پھوٹی ہیں اور اسی کے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔“^②

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اے ابوسعید! جو شخص اللہ تعالیٰ کو رب مان لے، اسلام کو دین تسلیم کر لے اور محمد ﷺ کو اللہ کا نبی جان کر راضی ہو جائے تو اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔“ ابوسعید رضی اللہ عنہ نے تعجب کیا اور درخواست کی: اے اللہ کے رسول! اپنی بات پھر دہرائیے! آپ ﷺ نے دوبارہ وہی کلمات ارشاد فرمائے، پھر فرمایا:

① بخاری، کتاب الجہاد والسير باب فضل من جہز غازیاً..... الخ: ۲۸۴۳۔

② بخاری، کتاب الجہاد والسير، باب درجات المجاہدین..... الخ: ۲۷۹۰۔

”ایک اور چیز جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو جنت میں سودر جے بلند کر دیتا ہے اور ہر درجے کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان۔“ ابوسعید نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! وہ کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کے راستے میں جہاد کرنا، اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔“^①

موجودہ جہاد میں حصول درجات کا شوق:

اس وقت دنیا بھر میں جہاد فی سبیل اللہ کا عمل شروع ہو چکا ہے، مجاہدین ان بلند ترین درجات کے حصول میں اپنے بیوی بچوں، والدین اور اعزہ و اقربا سے رخصت ہو کر گھروں، علاقوں اور ملکوں کو چھوڑ کر میدان جہاد کی طرف دیوانہ وار لپک رہے ہیں۔ دشمن کی چھاؤنیوں، چوکیوں، مورچوں، کیمپوں اور ہیڈ کوارٹروں میں بے خوف گھس کر ﴿يَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ﴾ پر عمل کرتے ہوئے کافروں کو تہس نہس کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی جنت کے بلند درجات کے حصول کے لیے اپنی گردنیں کٹوا رہے ہیں۔ دشمن کی گنوں سے نکلنے والے برسٹ، راکٹ، میزائل، ہوائی جہازوں سے برسائی جانے والی بارود کی بارش اور آگ کے شعلے ان کو منزل مقصود تک پہنچنے سے نہیں روک سکتے۔ دشمن کی ٹینک، بکتر بند گاڑیاں اور لاکھوں کی نفری ان کا راستہ روکنے میں ناکام ہے۔ امریکی، یورپی اور ان کے اتحادی بڑے پریشان ہیں کہ ان کا راستہ کیسے روکیں؟ وہ جمع ہو کر بین الاقوامی قوانین بناتے ہیں اور دنیا کو ان پر عمل کی تاکید کر کے کہتے ہیں کہ ایک ملک سے دوسرے ملک کا بارڈر کراس کرنے کے لیے پاسپورٹ اور ویزہ ضروری ہے۔ ان قوانین کا احترام ضروری ہے مگر مجاہدین ان تمام قواعد و ضوابط کی رکاوٹوں کے باوجود جنت کے بالا خانوں اور بلند درجات کے حصول کے لیے بڑی بڑی فوجوں سے ٹکرا جاتے ہیں۔ یہ لوگ وہ ہیں جو اپنے مال و جان سے اللہ تعالیٰ

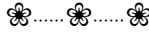
① مسلم، کتاب الإمارة، باب بیان ما أعده الله تعالى للمجاهدين في الجنة..... الخ: ۱۸۸۴۔

کی راہ میں مصروف جہاد ہیں، اس سے کچھلی آیت میں یہ تھا:
 ”اللہ پر ایمان، آخرت پر ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ، ان تین اعمال کے برابر
 اور کوئی عمل نہیں۔“

اس آیت میں بھی تین اعمال کو کامیابی کا سرٹیفکیٹ اور سند قرار دیا جا رہا ہے۔
 ایمان لانے والے، ہجرت کرنے والے اور اپنی جان و مال سے جہاد کرنے والے،
 ایسے لوگوں کے لیے اجر عظیم کے وعدے ہیں۔ یہ لوگ جنت کے بالا خانوں اور بلند
 درجوں کے وارث ہیں، وہاں دائمی نعمتوں کو مزے مزے سے استعمال کریں گے۔ اس میں
 ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے اجر عظیم کے یہی حق دار اور مستحق ہیں۔
 مال و جان سے جہاد کرنے والے مجاہد قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رضا کے حقدار
 ہوں گے اور ہجرت کے بدلے ہمیشہ ہمیشہ جنت کے گھر کے وارث ٹھہریں گے۔
 یہ آیات ہیں جنہیں مجاہدین پڑھتے ہیں تو ان کا ایمان پختہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کے
 وعدوں پر یقین بڑھتا ہے۔ دنیا اور اس کی تمام چیزیں ان کے سامنے ہیچ ہو جاتی ہیں۔
 مجاہد کشمیر کا رہنے والا ہو یا دنیا کے کسی دوسرے علاقے و خطے سے اس کا تعلق ہو، جب
 جہاد کے لیے نکلے گا تو سب سے پہلے اپنا گھر چھوڑنے کی وجہ سے مہاجر بن جائے گا۔
 مجاہدین کا ٹھکانا جنگل، پہاڑ اور غاریں ہیں، اس لیے یہ لوگ ایمان، ہجرت اور جہاد جیسے
 عظیم الشان اعمال کی وجہ سے اجر عظیم کے مستحق ہیں۔ اللہ کی راہ میں جانیں وقف کرنے کی
 وجہ سے یہ بہت اونچے لوگ ہیں۔ ان کے مقابلہ میں کوئی دوسرا عمل کرنے والا برابر ہو ہی
 نہیں سکتا۔ اس لیے ان کے لیے خوشخبری ہے، اللہ کی رحمت کی، اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی
 اور ہمیشہ رہنے والی جنت کی۔

بڑے خوش نصیب ہیں یہ لوگ، دنیا کے سارے کافران سے خوف زدہ اور دہشت زدہ

ہیں اسی لیے وہ ان کو دہشت گرد کہتے ہیں۔



﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَأَخَوَاتَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى
الْإِيمَانِ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَوَلَّيْتُكُمْ فَلَوْلَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۚ قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ
وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ
فَسَادَهَا وَمَسَاجِدُ تَقُصُّونَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ
فَتُفَرِّقُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾ [التوبة: ۲۳، ۲۴]

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! اپنے باپوں اور بھائیوں کو دوست نہ بناؤ، اگر وہ
ایمان کے مقابلے میں کفر سے محبت رکھیں اور تم میں سے جو کوئی ان سے دوستی
رکھے گا سو وہی لوگ ظالم ہیں۔ کہہ دے اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور
تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا خاندان اور وہ مال جو تم نے کمائے
ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا پڑنے سے ڈرتے ہو اور رہنے کے مکانات
جنہیں تم پسند کرتے ہو تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد
کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور
اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

کفار سے دوستیاں اور تعلقات ختم کرنے کا حکم :

یہاں سے ایک نیا موضوع شروع ہو رہا ہے۔ ویسے تو یہ پوری سورہ سب سے آخر
میں نازل ہونے کی وجہ سے منفرد اور ممتاز ہے۔ اس میں مسلمانوں پر بھاری ذمہ داریاں
عائد کی گئی ہیں۔ کافروں سے دوستیاں اور دنیاوی مفاد کے لیے اختیار کی گئی رواداریوں
کے خاتمے کا حکم ہے۔ گنجائش، رعایتیں اور سستیوں کے ترک کے لیے ہدایات ہیں چونکہ
اس سے قبل بیت اللہ کو بتوں کی پلیدی سے پاک کر دیا گیا تھا، مکہ سے مشرکین کے انخلا

کے فیصلے ہو چکے تھے، مدینہ سے یہودیوں کو بے دخل کر دیا گیا تھا اور جزیرۃ العرب سے ہر قسم کے کفر و شرک کے اڈوں کو ختم کر دیا گیا تھا چنانچہ اس صفائی کے بعد ضرورت تھی کہ کفار سے تعلقات اور دوستیوں کا خاتمہ کر کے ان کے باطل نظریات، عقائد اور اعمال سے کھلم کھلا اعلان براءت کیا جائے۔ سوان آیات میں یہی حکم دیا جا رہا ہے کہ مسلمانو! تمہارے باپ، بیٹے اور بھائی اسلام کے مقابلہ میں کفر پر قائم ہیں تو پھر ان سے کسی قسم کا نہ رشتہ ہے اور نہ کوئی دوستی، ان سے کلی طور پر تعلقات ختم کر کے اپنے مسلمان بھائیوں سے دوستیاں اور برادریاں قائم کرلو، یہ اس لیے کہ «لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ» کے اقرار کے بعد تعلقات بدل گئے ہیں، اسلام قبول کرنے والے دور دراز کے اجنبی اب بھائی بن گئے ہیں جبکہ حقیقی اور قریبی رشتہ دار کفر پر رہنے کی وجہ سے اب جانی دشمن بن چکے ہیں۔

○ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ماموں عاص بن ہشام کافروں کی طرف سے مسلمانوں کے مقابلے کے لیے نکلا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن تن سے جدا کر کے ثابت کر دیا کہ کوئی رشتہ میں ماموں ہی کیوں نہ ہو وہ اسلام کے مقابل آئے گا تو کاٹ دیا جائے گا۔

○ سفر تبوک سے واپسی پر منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے کہا: ”اگر ہم مدینہ واپس پہنچے تو عزت والا شخص ذلیل آدمی کو مدینہ سے باہر نکال دے گا۔“ اس منافق کا بیٹا سچا مسلمان تھا، جب اسے پتا چلا کہ اس کے والد نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے تو وہ مدینہ کے راستے میں کھڑا ہو کر اپنے باپ کا انتظار کرنے لگا۔ جب وہ مدینہ میں داخل ہونے لگا تو بیٹے نے تلوار سنت لی اور اپنے باپ کا راستہ روک کر کہنے لگا: جب تک رسول اللہ ﷺ تمہیں اجازت نہ دیں تم مدینہ میں داخل نہیں ہو سکتے، اس لیے کہ معزز ترین تو اللہ کے رسول ہیں جبکہ تم ذلیل ترین ہو، کچھ دیر بعد جب رسول اللہ ﷺ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ بیٹا ننگی تلوار اٹھائے باپ کا راستہ روکے کھڑا ہے، آپ ﷺ نے ازراہ شفقت اس منافق

کو مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت دے دی، تب جا کے کہیں بیٹے نے باپ کا راستہ چھوڑا، قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحِهِمْ ۖ وَبَدَّلَهُمْ خِلَافَتَهُمْ ۖ يَخْرُجُونَ مِنْ مَحَبَّتِهَا الْأَنفُسُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۗ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۗ إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [المجادلة : ٢٢]

”اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو آپ ایسا ہرگز نہیں پائیں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی مخالفت کرنے والوں سے محبت اور دوستی رکھتے ہوں۔ خواہ وہ ان کے باپ، بیٹے، بھائی اور دیگر قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ یہی لوگ ہیں کہ جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے اور جن کی تائید و نصرت اس نے اپنی روح سے کی ہے اور جنہیں ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا لشکر ہے، یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کا لشکر ہی کامیاب و کامران ہے۔“

اسی سورہ کے آغاز میں ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ لِقَوْلِ اللَّهِ بِالْحَقِّ ۖ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُونَ الرُّسُلَ وَإِن كَانُوا تُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ۖ إِن كُنْتُمْ حَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي ۖ لَيُؤْثِرَنَّ اللَّهُ بِالْمُؤَدَّةِ ۖ وَإِنَّا أَعْلَمُ بِمَا أَحْقَقْتُمْ وَمَا أَعْنَيْتُمْ ۖ وَمَن يَفْعَلْهُ مِنكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ۚ إِن يَتَقَفُّوكُمْ يَكُونُوا كَكُمْ أَعْدَاءٌ وَيُبْسِطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتَهُم بِالْشُورِ ۚ وَذُوُوا لُو تُكْفَرُونَ﴾ [الممتحنة : ٢١]

”اے ایمان والو! میرے اور خود اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، تم تو ان کی طرف محبت کے پیغام بھیجتے ہو اور ان کی حالت یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس حق آیا ہے اس کا وہ انکار کرتے ہیں، انہوں نے اللہ کے رسول (ﷺ) کو نکالا اور خود تمہیں بھی محض اس وجہ سے نکلنے پر مجبور کیا کہ تم اپنے رب پر ایمان لائے ہو۔ یاد رکھو! اگر تم محض میرے راستہ میں جہاد کے لیے نکلے ہو اور محض میری رضا کی تلاش میں ہو تو ان سے دوستیاں نہ کرو تم ان کی طرف محبت کے خفیہ پیغام بھیجتے ہو اور میں خوب جانتا ہوں جو تم نے چھپایا اور جو کچھ تم نے ظاہر کیا، تم میں سے جو بھی ایسا کام کرے گا تو وہ راہ راست سے بھٹک جائے گا۔ (ان کافروں کا حال یہ ہے کہ) اگر تم پر قابو پائیں تو (کھلم کھلا) تمہارے دشمن ہو جائیں اور تمہیں نقصان پہنچانے کے لیے سخت زبان درازی کریں اور خوب ہاتھ بھی چلائیں ان کی دلی تمنا تو یہ ہے کہ کاش تم کافر ہو جاؤ۔“

مسلمانوں میں برادری ازم:

افسوس کی بات ہے کہ آج مسلمان مختلف نسلی طبقوں میں تقسیم ہیں۔ قبائل اور برادریوں کی تقسیم صرف تعارف کی حد تک تو درست اور جائز ہے مگر ہمارے ہاں برادری ازم کا مطلب یہ ہے کہ ایک قوم کا شخص دوسری قوم پر ظلم کر رہا ہو تو اس قوم کے افراد ظالم کی حمایت کرتے ہیں پھر اس پر فخر کرتے ہیں۔ مظلوم کی حمایت محض اس لیے نہیں کرتے کہ یہ ہماری برادری سے تعلق نہیں رکھتا۔ اسی طرح، راجپوت، جاٹ، ارائیں اور دوسری قومیں ایک دوسرے کو رشتہ نہیں دیتیں حالانکہ اسلام قبول کرنے کے بعد سب بھائی بھائی ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ [الحجرات: ۱۰]

”بے شک! مومن بھائی بھائی ہیں۔“

یہاں مسلمانوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ مسلمانو! یاد رکھو! اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور جہاد

فی سبیل اللہ سے بڑھ کر سچے مسلمان کے لیے کوئی اور چیز پیاری اور محبوب نہیں ہو سکتی۔
 اور یہ بھی یاد رکھو! اگر سچی دوستی کرنی ہے تو اللہ اور اس کے رسول سے کرو اور اگر دنیا
 میں کوئی بڑا کام کر کے جانا چاہتے ہو تو پھر اللہ کے نزدیک سب سے بڑا کام جہاد ہے اس
 لیے اپنے آپ کو ہمیشہ کے لیے جہاد سے وابستہ کر لو اور اس کو ہر گز نہ چھوڑو۔
کافر دوستی کے لائق نہیں:

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے کافروں کو دوست نہ بنانے کا حکم دیا
 ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿اے ایمان والو! تم اپنا راز دار اور دلی دوست ایمان والوں کے سوا کسی اور کو نہ بناؤ
 وہ تمہاری خرابی کے لیے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔﴾ [آل عمران: ۱۱۸/۳]

﴿تم ان سے محبت رکھتے ہو مگر وہ تم سے محبت نہیں رکھتے۔﴾ [آل عمران: ۱۱۹/۳]
 ﴿وہ تو چاہتے ہیں کہ تم بھی ویسے ہو جاؤ جیسے وہ کافر ہیں تاکہ تم سب برابر ہو جاؤ۔
 لہذا ان میں سے کسی ایک کو بھی اپنا دوست نہ بناؤ۔﴾ [النساء: ۸۹/۴]

﴿اے ایمان والو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ کیا تم اپنے آپ پر
 اللہ کی صریح حجت قائم کرنا چاہتے ہو؟﴾ [النساء: ۱۴۴/۴]
 ﴿اے ایمان والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا دوست نہ بناؤ یہ (تمہارے نہیں بلکہ)
 سب ایک دوسرے کے دوست ہیں۔﴾ [المائدة: ۵۱/۵]

﴿مومنوں کو چاہیے کہ ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں۔﴾
 [آل عمران: ۲۸/۳]

﴿مسلمانو! سنو جو شخص اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا دوست بنائے گا وہ صریح
 نقصان اور خسارے میں ڈوب گیا۔﴾ [النساء: ۱۱۹/۴]

زیر تفسیر سورہ توبہ کی اس آیت میں ایسی خاص دوستیوں سے منع کیا جا رہا ہے کہ بالعموم

جن کے بغیر گزارہ نہیں اور وہ یہ ہیں:

باپ بیٹے کا رشتہ، بہن بھائیوں کا رشتہ، میاں بیوی کی دلی محبت کا رشتہ اور خاندان و رشتہ داری کا قابل فخر رشتہ، یہ سب رشتے دار اگر کفر پر ہیں تو ایک صاحب ایمان کا رشتہ ان سے ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں اس کی دوستیاں مسلمانوں سے ہو جاتی ہیں۔ صحابہ کرام کی حالت پر غور کریں انھوں نے یہ تمام رشتے توڑ کر صرف اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اہل ایمان سے دوستیاں کر لی تھیں۔ کالے اور گورے بھائی بھائی بن گئے، عربی و عجمی کے درمیان رشتے داریاں قائم ہو گئیں اور امیر و غریب میں گہری محبتیں پیدا ہو گئیں۔

موجودہ مجاہدین کی باہمی محبتیں:

کچھ عرصہ پہلے ایسی پاکیزہ محبتوں کا تصور ہم نہیں کر سکتے تھے۔ روس افغانستان جنگ کے موقع پر عرب مجاہدین کے ساتھ رہنے کا اللہ تعالیٰ نے موقع عطا فرمایا اور ہم نے دیکھا کہ وہ آپس میں اتنی گہری محبت کرتے تھے کہ عام حالات میں اس کا تصور ممکن نہیں۔ ایک کہتا کہ یہ میرا بھائی ہے، یہ مہاجر فی سبیل اللہ ہے۔ یہ مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔ اللہ کے دین کی سر بلندی کے لیے آیا ہے۔ اللہ کے دشمنوں سے قتال کے لیے آیا ہے، یہ میرے ساتھ رہے گا، میرے ساتھ کھانا کھائے گا، جو میں پہنوں گا یہ بھی وہی پہنے گا، اتنی گہری محبتیں محض اللہ کے لیے تھیں، اسی طرح دیگر جہادی میدانوں کی کیفیت ہے۔ ایک بھائی کافروں سے لڑتے ہوئے زخمی ہو جائے تو دوسرے مجاہد اپنی زندگیوں کو خطرے میں ڈال کر محاصروں اور برستی گولیوں میں اپنے زخمی بھائی کو اٹھا لاتے ہیں اور یہ حقیقت ہے، ہم نے بھی مشاہدہ کیا ہے کہ جب جہاد آتا ہے تو مسلمانوں کی باہمی محبتیں بڑھ جاتی ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں ایک شخص جہاد کے لیے نکلنا چاہے اور والدین و بہن بھائی رکاوٹ بننے کی کوشش کریں تو یہ مجاہد بندہ اللہ، اس کے رسول ﷺ اور جہاد سے محبت کرتے ہوئے گھر چھوڑنے کو ترجیح دیتا ہے۔ ماں، باپ، بہن بھائی، گھر بار، کاروبار، رشتے دار سب کچھ چھوڑ دیتا ہے۔ یہ آیت بہت بڑی

دلیل ہے کہ جہاد سے روکنے والا باپ ہو، بھائی یا دوسرے رشتہ دار ہوں ان میں سے کسی ایک کی بات نہیں مانی جائے گی۔ بغیر عذر شرعی جہاد سے روکنے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو جاتا ہے اس لیے والدین کو چاہیے کہ اولاد کو جہاد سے ہرگز ہرگز نہ روکیں۔ کیا ہمیں اللہ، اس کے رسول اور جہاد سے پیار ہے یا دنیا سے محبت ہے؟ آٹھ چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے یہاں گنوا دیا ہے:

① باپ ② اولاد ③ بھائی ④ بیوی ⑤ خاندان و برادری ⑥ مال مویشی ⑦ تجارتی کاروبار ⑧ رہائش گاہیں، مکان، کوٹھیاں اور جنگل۔

اگر یہ آٹھ چیزیں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور جہاد فی سبیل اللہ کے عمل میں رکاوٹ بن جائیں تو پھر ایسے لوگوں کو عذاب الہی کا انتظار کرنا چاہیے۔

جہاد فی سبیل اللہ سے بڑھ کر مال مویشی، کاروبار اور مکانات پیارے ہیں تو یہ بہت بڑا فسق اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ ایسے گنہگاروں کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا۔

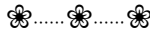
ترک جہاد باعث ذلت ہے:

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جب تم آپس میں بیع عینہ یعنی کمی بیشی کے ساتھ تجارتی سامان فروخت کرو گے۔ بیلوں کی دھنیں پکڑ کر کھیتی باڑی پر خوش اور مطمئن ہو جاؤ گے اور جہاد چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت مسلط کر دے گا اور یہ ذلت اس وقت تک ختم نہ ہو گی جب تک تم اپنے دین کی طرف نہ پلٹ آؤ گے۔“ ①

یہ ہے ترک جہاد کا وبال جسے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں مگر افسوس کہ مسلمان اپنے کاروبار اور دنیاوی ساز و سامان جمع کرنے میں غرق اور برادریوں، رشتے داریوں کے رسم و رواج کی محبت میں گرفتار ہیں جس کی وجہ سے ذلتیں مسلط ہیں اور کافر آگے بڑھ کر

① ابو داؤد، کتاب البیوع، باب فی النہی عن العینۃ: ۳۴۶۲۔

عزتوں کو پامال، املاک کو برباد اور ملکوں کو ویران کرتے جا رہے ہیں۔ مسلم معاشرے میں فحاشی عام ہے، گناہ، فسق و فجور اور بے حیائی شرفا کے گھروں تک پہنچ چکی ہے۔ یہ سب کچھ ترک جہاد کا وبال اور سزا ہے، اس کا حل اور ذلتوں سے نجات کا رستہ صرف جہاد ہے۔ مسلمانو! حکمرانو! جہاد کی راہ اختیار کرو اور اپنے دین کی طرف پلٹ آؤ، کامیاب اور سرخرو ہو کر جنت میں جاؤ گے ورنہ بے ہدایت مکرر اللہ کے سامنے پیشی ہوگی تو پھر کیا جواب دے سکو گے؟



﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ ۖ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ ۖ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كُنُفُؤُكُمْ فَلَمَّا نَفَعْنَكُمْ غَنَمُكُمْ شَيْئًا وَصَافَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِهَا رَحَبَةٌ ثُمَّ وَقَلَّ عَلَيْكُمُ الْقُرُونُ ۖ وَلَقَدْ نَفَعْنَكُمْ أَتْرَلُ اللَّهِ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ ۖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ وَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ۖ ثُمَّ يَتُوبُ اللَّهُ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ عَلَى مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ [التوبة: ٢٥ تا ٢٧]

”بے شک اللہ نے بہت سے موقعوں پر تمہاری مدد فرمائی ہے اور حنین کے دن بھی، جب تمہاری کثرت نے، تمہیں خود پسند بنا دیا پھر وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور تم پر زمین تنگ ہوگئی، باوجود اس کے کہ وہ فراخ تھی پھر تم پیٹھ پھیر کر واپس لوٹ گئے۔ پھر اللہ نے اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر اپنی سکینت نازل فرمائی اور وہ لشکر اتارے جو تم نے نہیں دیکھے اور جو کافر تھے انہیں عذاب دیا اور یہی کافروں کی جزا ہے۔ پھر اس کے بعد اللہ جس کی چاہے گاتوبہ قبول کرے گا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے احسانات یاد کراتے ہوئے رسول ﷺ اور اہل ایمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرما رہا ہے کہ ہم نے بہت سے مقامات پر تمہاری مدد کی اور بطور خاص حنین کے دن ایسے وقت جب تم دشمن سے مقابلہ کی بجائے میدان چھوڑ کر بھاگ رہے

تھے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہی۔ مکی دور کے دعوتی ایام ہوں یا شعب ابی طالب کا دور ابتلا۔ سفر ہجرت ہو یا جہادی معرکوں کے لیے پیش قدمی۔

ایک ایک لمحہ اور ہر ہر قدم پر اللہ تعالیٰ کی مدد رسول اللہ ﷺ کے شامل حال رہی تاہم اس آیت میں جس مدد کی طرف اشارہ ہے وہ جہادی محاذ اور جنگی میدان کی مدد ہے۔

زیر تفسیر آیت میں غزوہ حنین کا ذکر بھی ہے جس کی تفصیل بعد میں آئے گی، اس سے پہلے ہم مختلف غزوات کا ذکر کر رہے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی مدد ایسے وقت میں آئی کہ جب اہل ایمان کمزور تھے، دشمن کی عسکری پوزیشن بہت مضبوط تھی اور اسے ہر لحاظ سے برتری حاصل تھی، مسلمان دشمن سے مقابلے کی پوزیشن میں نہ تھے بلکہ بعض مقامات پر میدان دشمن کے ہاتھ میں تھا اور بظاہر ایسے معلوم ہوتا تھا کہ دشمن اہل ایمان کی جڑ کاٹ دے گا اور انھیں پس کر رکھ دے گا۔

ایسے خطرناک موقعوں پر اللہ تعالیٰ کی مدد آئی اور کمزور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے قوت و طاقت اور فتح و کامیابی عطا فرمائی۔

میدان بدر میں اللہ کی مدد کے مواقع :

﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَنِي إِدْرِيسَ﴾ [آل عمران: ۱۶۳]

”اور اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر میں تمھاری مدد کی جب تم بالکل بے سروسامانی اور گری ہوئی حالت میں تھے۔“

جنگ بدر میں مسلمان صرف ۳۱۳ جب کہ مشرکین کے لشکر کی تعداد ایک ہزار تھی۔ ایک اللہ کی عبادت کرنے والے اہل ایمان اور ہبل کے پجاری مشرکوں کے درمیان یہ پہلا بڑا معرکہ تھا..... اس لیے قلت تعداد کی وجہ سے بزدلی، پس ہمتی اور میدان جنگ سے پسپائی ممکن تھی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”(مومنو!) اس وقت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئے تو)

اللہ تعالیٰ نے) کافروں کو تمھاری نظروں میں تھوڑا کر کے دکھایا اور تمھیں ان کی نگاہوں میں تھوڑا دکھایا تاکہ جو کام کرنے کا اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر لیا تھا وہ ہو کر رہے۔“ [الأنفال: ۸/۴۴]

○ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ اور اہل ایمان کی دعائیں قبول کر کے مدد کے لیے فرشتوں کو میدان جنگ میں اتار دیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

” (مومنو!) اس وقت کو یاد کرو جس وقت تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمھاری دعائیں قبول کیں اور فرمایا کہ میں ایک ہزار فرشتوں سے تمھاری مدد کروں گا جو ایک دوسرے کے پیچھے چلے آئیں گے۔“

[الأنفال: ۸/۹]

○ ” (اور اس وقت کو بھی یاد کرو) جب آپ (ﷺ) مومنوں کو تسلی دے رہے تھے (اور کہہ رہے تھے) کیا آسمان سے تین ہزار فرشتے اتار کر اللہ تعالیٰ کا تمھاری مدد کرنا تمھیں کافی نہ ہوگا؟“ [آل عمران: ۱۲۴/۳]

○ ” (اور یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) کی اس تسلی کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ) اگر تم میدان جنگ میں پرہیزگاری اور صبر کا دامن تھامے رکھو تو مدد کے لیے میں مزید پانچ ہزار فرشتے بھیج دوں گا۔“ [آل عمران: ۱۲۴/۳]

[۱۲۴/۳]

بدر میں فرشتوں کو گردنیں اڑانے کا حکم:

✽ ” (مسلمانو!) اس وقت کو بھی یاد کرو، جب تمھارے رب نے فرشتوں کو حکم دیا کہ (تم میدان میں اترو) میں بھی تمھارے ساتھ ہوں سو تم اہل ایمان کی ہمت بڑھاؤ، میں کفار کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا۔ (پھر تم کافروں کی) گردنیں اڑاؤ اور ان کے جوڑ جوڑ پر کاری ضرب لگاؤ۔“ [الأنفال: ۸/۱۲]

❁ ”ایمان والو! اس وقت کو بھی یاد کرو، جب اللہ تعالیٰ تم پر امن و اطمینان کے لیے اونگھ طاری کر رہا تھا اور آسمانوں سے بارش برسا کر تمہیں پاک صاف کر رہا تھا تاکہ (بزدلی اور پس ہمتی کے) شیطانی وساوس کو دفع کر دے اور (دشمن کے مقابلہ کے لیے) تمہارے دلوں کو مضبوط کر کے تمہارے قدموں کو میدان جنگ میں جمادے۔“

[الأنفال: ۸/۱۱]

❁ میدان بدر میں معرکہ شروع ہوا تو دونوں طرف کی فوجیں ایک دوسرے سے گھ گئیں بے دریغ تلواریں، نیزے اور برچھے آزمائے جانے لگے، تیروں کی بارش ہونے لگی رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام سے فرما رہے تھے کہ اب وقت آ گیا ہے: «شُدُّوا» ”چڑھ دوڑو“ اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! جو شخص ان کافروں کے مقابل ثواب کی نیت سے پیچھے نہ ہٹنے کا پروگرام لیے آگے بڑھتے ہوئے لڑے گا اور مارا جائے گا تو اللہ تعالیٰ ضرور اسے جنت میں داخل کرے گا۔“ آپ ﷺ مزید فرما رہے تھے: ”اس جنت کی طرف اٹھو! آگے بڑھو! جس کی چوڑائی زمین و آسمان کے برابر ہے۔“^①

❁ رسول اللہ ﷺ کی بھرپور ترغیب اور دی گئی ہدایات کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے زبردست حملہ کیا اور ابو جہل سمیت ستر مشرکین کو کاٹ کر رکھ دیا۔ باقی ماندہ مشرکین نے میدان چھوڑ کر بھاگنے کی کوشش کی تو صحابہ کرام نے آگے بڑھ کر ستر جنگجوؤں کو جنگی قیدی بنا ڈالا اور کثیر مقدار میں کافروں کا مال قبضے میں لے لیا۔

اس احسان عظیم کا ذکر قرآن کریم میں ان الفاظ میں ہے:

”مسلمانو! اس وقت کو بھی یاد کرو جب تم تعداد میں تھوڑے تھے، زمین میں کمزور سمجھے جاتے تھے اور اس بات سے بھی ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں اچک نہ لیں، سو اللہ تعالیٰ نے تمہیں ٹھکانا دیا اور اپنی مدد کے ذریعے تمہاری تائید و نصرت فرمائی

① مسلم، کتاب الإمارة، باب ثبوت الجنة للشہید: ۱۹۰۱۔

اور تمہیں پاکیزہ چیزوں سے روزی دی تاکہ تم لوگ اس کا شکر ادا کرو۔“

[الأنفال : ۸/۲۶]

کافرو! باز آ جاؤ، پلٹ آؤ ورنہ.....!:

میدان بدر میں کافروں کی اس ذلت آمیز شکست پر اللہ تعالیٰ نے انہیں نصیحت فرمائی کہ اپنی مکروہ حرکتوں سے باز آ جاؤ، مشرکانہ عقائد چھوڑ دو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر اپنی پرانی روش پر چلو گے تو یاد رکھو! تمہارا انجام بہت خراب ہوگا اور پھر تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی بچا نہیں سکے گا:

﴿لَنْ نُنْفِیَ عَنْکُمْ وَنَتَذِکَّرَکُمْ حَتَّی تَوَلَّوْا کُفْرَکُمْ ۚ وَآتَیَ اللّٰهُ مَعَ الْبُؤْسِیْنَ﴾

[الأنفال : ۱۹]

”اور تمہاری کثرت تعداد اور بڑے بڑے لشکر تمہارے کچھ کام نہ آسکیں گے خواہ وہ تعداد میں زیادہ ہی ہوں اور اللہ تعالیٰ تو یقیناً ایمان والوں کے ساتھ ہے۔“

جنگ خندق میں اللہ تعالیٰ کی مدد کے چند مناظر:

○ جنگ خندق میں شرکت کے لیے مشرکین نے دس ہزار جنگجوؤں پر مشتمل اتحادی فوج تشکیل دی تھی جس میں مشرکین مکہ مدینہ کے یہودی اور جزیرۃ العرب کے دیگر بہت سے مشرک قبائل شامل تھے۔ اپنے اپنے علاقوں سے یہ لوگ اس عزم کے ساتھ نکلے تھے کہ محمد (ﷺ)، آپ کے ساتھیوں اور دین اسلام کے شیدائیوں کا مکمل صفایا کیے بغیر واپس نہیں پلٹیں گے۔

○ رسول اللہ ﷺ کو سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے تجویز دی اور بتایا کہ فارس میں جب ہمارا محاصرہ کیا جاتا تھا تو ہم اپنے گرد خندق کھود کر دفاع کیا کرتے تھے۔

○ رسول اللہ ﷺ نے اس تجویز کو پسند فرمایا اور تمام صحابہ کرام کو خندق کی کھدائی پر لگا دیا، ہر دس آدمیوں کو چالیس ہاتھ لمبی اور پندرہ فٹ گہری خندق کھودنے کا کام سونپ دیا گیا۔

○ بھوک کی شدت سے مسلمانوں نے اور خود رسول اللہ ﷺ نے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے تھے۔

○ فاقوں پر فاقے تھے..... بیس دن میں خندق کی کھدائی کا کام مکمل ہوا۔

○ منافقین نے خندق کی کھدائی میں حصہ نہیں لیا۔

○ اتحادی فوجوں نے مدینہ اور اپنے درمیان جب خندق کو حائل دیکھا تو مشتعل ہو کر ہاتھ چبانے لگے، ان کا غیظ و غضب دیکھنے کے لائق تھا مگر وہ کر ہی کیا سکتے تھے؟ چنانچہ انھوں نے مدینہ کا محاصرہ کر لیا اور ہر طرف پھیل گئے، اس صورت حال کا نقشہ قرآن کریم ان الفاظ میں کھینچتا ہے :

﴿إِذْ جَاءُوكُم مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَبَظَلُّونَ بِاللَّهِ الظُّلُمَاتِ هَٰذَا الَّذِي كُنْتُم تُبْتَغُونَ وَذَلِيلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا﴾ [الأحزاب: ١٠، ١١]

”(مسلمانو! وہ وقت بھی یاد کرو!) جب وہ (مشرکین) تمہارے اوپر اور نیچے سے تم پر چڑھ آئے تھے اور جب آنکھیں پتھرا گئی تھیں اور دل منہ کو آنے لگے تھے اور تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے تھے۔ اس موقع پر مومنوں کی سخت آزمائش کی گئی اور وہ بری طرح ہلا دیے گئے۔“

○ یہود بنو قریظہ نے اس خوفناک مرحلہ پر عہد شکنی کا ارتکاب کیا اور مشرکین کی اتحادی فوجوں میں شامل ہو کر اہل ایمان کے امتحان کو مزید سخت کر دیا۔

○ اس سنگین صورت حال سے فائدہ اٹھا کر منافقین نے بھی سینے میں چمپا بغض و عناد نکالا اور وہ اہل ایمان سے طنزیہ کہنے لگے: ”کل تک تو تم کہتے تھے کہ عنقریب ہم قیصر و کسریٰ یعنی روم و ایران فتح کر لیں گے اور وہاں کے خزانے ہمارے قدموں میں ہوں گے اور آج تمہاری حالت تو یہ ہو گئی کہ فضائے حاجت کے لیے بھی تم مدینہ سے باہر نہیں

جاسکتے؟ تمہارے وہ دعوے کہاں گئے؟“ قرآن کریم میں اس گروہ کا حال یوں بیان ہوا ہے:

” (مسلمانو! اس وقت کو بھی یاد کرو) جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری تھی کہہ رہے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا وہ بس دھوکا ہی دھوکا تھا۔“ [الأحزاب : ۱۲/۳۳]

○ منافقین اپنے دیگر ساتھیوں کو علی الاعلان یہ بھی کہہ رہے تھے:

”اے یثرب والو! میدان جنگ میں تمہارے ٹھہرنے کا یہ کوئی موقع نہیں، لہذا واپس پلٹ آؤ۔“ [الأحزاب : ۱۳]

یہ بھی کہا جا رہا تھا کہ دین اسلام کو چھوڑ کر واپس باپ دادا کے دین پر پلٹ آؤ۔

○ منافقین کا ایک گروہ رسول اللہ ﷺ سے یہ بھی کہہ رہا تھا کہ ہمارے گھر خالی ہیں اور ہمارے بیوی بچوں کو خطرہ ہے اس لیے ہمیں واپس جانے کی اجازت دے دیجیے۔

[الأحزاب : ۱۳]

خندق میں اللہ کی مدد:

ایک ماہ کے اس سخت امتحان میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ثابت قدمی اور صبر کا مظاہرہ کیا تو اللہ تعالیٰ کی مدد آگئی، جس کا ذکر قرآن کریم میں اس طرح ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا﴾ [الأحزاب : ۹]

”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے اس احسان عظیم کو یاد کرو جب (کفار کے اتحادی) لشکر تم پر چڑھ آئے تھے تو ہم نے (تند و تیز اور تخی بستہ) ہواؤں اور ایسے لشکروں کو (تمہاری مدد کے لیے) بھیجا جن کو تم دیکھ نہیں رہے تھے اور جو کچھ تم کر رہے تھے اللہ تعالیٰ اسے بھی خوب دیکھ رہا تھا۔“

○ اللہ تعالیٰ کی مدد یوں ہوئی کہ تند و تیز تخی بستہ طوفانی آندھی چلی جس سے اتحادی

فوجوں کے رہائشی خیمے اکھڑ گئے۔ ہانڈیاں الٹ گئیں، سامان بکھر گیا، سواریاں بھاگنے لگیں اور مشرکین کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے رعب ڈال دیا، وہ مارے خوف کے اور سہمے سہمے جانیں بچانے کی فکر میں بھاگ پڑے۔ اتحادی فوجوں کی اس بھگدڑ کا منظر قرآن مجید میں ان الفاظ میں موجود ہے:

﴿وَرَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَظِيمِهِمْ أَنْ يَكُونُوا خِيَارًا﴾ [الأحزاب : ۲۵]

”اور اللہ تعالیٰ نے غصے سے بھرے ہوئے کافروں کو ناکام و نامراد لوٹا دیا کہ ان کی کوئی مراد پوری نہ ہوئی۔“

○ یہ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت ہی تھی کہ دس ہزار مشرکین کا لشکر جنگ لڑے بغیر ناکام و نامراد اور نادم و شرمسار واپس پلٹ گیا۔

غزوہ حدیبیہ میں مدد:

غزوہ حدیبیہ کے سفر میں اللہ کی مدد کے واقعات میں سے چند ایک یہ ہیں:

○ عمرہ کی غرض سے چودہ پندرہ سو صحابہ کرام کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ زیارت بیت اللہ کے لیے مدینہ سے روانہ ہوئے۔ دوسری طرف مشرکین مکہ کو بھی آپ ﷺ کی آمد کی خبریں پہنچ چکی تھیں، چنانچہ انھوں نے فیصلہ کر لیا کہ رسول اللہ ﷺ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ خالد بن ولید جو حالت کفر پر تھے ایک فوجی دستہ لے کر مسلمانوں کا راستہ روکنے کے لیے مکہ سے باہر نکل آئے۔

○ رسول اللہ ﷺ نے مشرکین مکہ کو پیغام بھیجا کہ ہم لڑائی کے لیے نہیں بلکہ عمرہ کی ادائیگی کے لیے آئے ہیں مگر انھوں نے عمرہ کیے بغیر واپس چلے جانے پر اصرار کیا۔

○ متعدد بار سفیروں کے ذریعے مذاکرات کے بعد فریقین صلح پر آمادہ ہو گئے۔ مشرکین کی طرف سے شرائط صلح ایسی پیش کی گئیں کہ جو بظاہر مسلمانوں کے لیے تو بہن آمیز تھیں مگر اللہ تعالیٰ نے اس معاہدے کو فتح مبین کا نام دیا۔ مسلمان سخت پریشانی میں

حیران تھے کہ یہ فتح مبین کیسے ہے؟

جن شرائط کو مشرکین مکہ اپنی فتح تصور کر کے خوشیاں منا رہے تھے اور مسلمان رنجیدہ، افسردہ اور غم زدہ تھے اللہ تعالیٰ نے اسے فتح مبین میں کیسے بدل ڈالا؟ معاہدہ صلح کی شرائط میں سے ایک یہ تھی:

اگر کوئی مسلمان مکہ سے بھاگ کر مدینہ پہنچ جائے تو اسے واپس کرنا پڑے گا۔ شرائط صلح پر زبانی گفتگو ہو چکی تھی مگر ابھی تحریری شکل نہیں دی جاسکی تھی کہ اہل مکہ کی قید سے ایک مسلمان بھاگ کر صحابہ کرام کے پاس آ پہنچا اور اپنی مظلومیت کی داستان سناتے ہوئے پاؤں میں بیڑیاں اور اپنے جسم پر تشدد کے نشانات دکھا کر درخواست کرنے لگا کہ مجھے کفار کے حوالے نہ کیا جائے بلکہ اپنے ساتھ مدینہ لے جایا جائے۔ یہ ابو جندل رضی اللہ عنہ تھے اور انہی کا باپ سہیل مشرکین کی طرف سے معاہدہ صلح کی شرائط پر گفتگو کر رہا تھا۔ ابو جندل رضی اللہ عنہ کا باپ سہیل اس بات پر اڑ گیا کہ اگر میرے بیٹے ابو جندل کو واپس نہ کیا گیا تو پھر صلح نہ ہو سکے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے ابو جندل رضی اللہ عنہ کو صبر کی تلقین فرمائی اور اسے واپس کر دیا۔

کچھ عرصہ بعد ایک اور مسلمان ابو بصیر رضی اللہ عنہ مکہ سے بھاگ کر مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس جا پہنچے۔ مشرکین مکہ نے دو آدمی بھیجے اور مطالبہ کیا کہ معاہدہ کی رو سے ابو بصیر کو واپس کر دیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایفائے عہد کا مظاہرہ کرتے ہوئے ابو بصیر رضی اللہ عنہ کو ان دونوں کے ہمراہ مکہ کے لیے روانہ کر دیا۔ راستہ میں آرام کی غرض سے اترے تو ابو بصیر نے موقع پا کر ایک مشرک کو قتل کر دیا، دوسرا جان بچانے کی فکر میں دوڑتا ہوا واپس مدینہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جا پہنچا، ابو بصیر بھی کچھ دیر بعد اللہ کے رسول کے پاس آ پہنچے اور کہا کہ آپ ﷺ نے تو اپنا عہد نبھایا مگر مجھے اللہ تعالیٰ نے نجات دے دی ہے۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جنگ کی آگ نہ بھڑکاؤ۔“ ابو بصیر رضی اللہ عنہ مدینہ سے نکل پڑے اور شاہراہ شام و مکہ پر ساحل سمندر کے قریب آباد ہو گئے۔ ابو جندل رضی اللہ عنہ بھی مکہ سے نکل کر ابو بصیر رضی اللہ عنہ

کے پاس پہنچ گئے۔

مکہ سے بہت سے مسلمان نکل کر ابو بصیر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہو گئے اور ان لوگوں نے مشرکین مکہ کے تجارتی قافلوں پر چھاپہ مار کارروائیاں شروع کر دیں۔ انھیں اتنا تنگ کیا کہ مشرکین مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ معاہدہ سے اس شرط کو ختم کر دیا جائے اور ابو بصیر کو ان کارروائیوں سے بھی روک دیا جائے۔^①

معاہدہ کرتے وقت مشرکین اس شرط کو اپنی بالادستی اور فتح کی علامت سمجھتے تھے مگر بہت جلد انھیں پتا چل گیا کہ یہ شرط تو ان کی شکست کا سبب بنتی جا رہی ہے اس لیے اس شرط کو معاہدہ صلح سے خارج کرانا ان کی مجبوری بن گئی۔

دوسری شرط یہ تھی کہ قبائل کو کھلی اجازت ہے کہ وہ جس فریق سے چاہیں دوستانہ معاہدہ کر لیں، چنانچہ بنو خزاعہ نے رسول اللہ ﷺ سے دفاعی معاہدہ کر لیا۔ صلح حدیبیہ کے بعد بائیس مہینے کے اندر اندر مشرکین نے عہد شکنی کر کے معاہدہ صلح کو از خود توڑ ڈالا۔ بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کیا تو مشرکین مکہ نے بنو خزاعہ کے خلاف کارروائی میں بنو بکر کا ساتھ دیا۔ بعد میں مشرکین کو اپنی بدعہدی کا احساس ہوا تو تجدید صلح کے لیے ابوسفیان جو حالت شرک پر تھے مکہ سے چل کر مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے اور منتیں کر کے تجدید صلح کی درخواست کرنے لگے مگر رسول اللہ ﷺ نے انھیں کوئی جواب نہ دیا، یہ دوسری شرط بھی مشرکین مکہ کے لیے ذلت آمیز شکست کا ذریعہ ثابت ہوئی اور مسلمانوں کے لیے فتح مبین کا واضح پیغام لائی۔

✽ اس معاہدہ کی تیسری شرط یہ تھی کہ فریقین دس سال تک جنگ بندی کے پابند ہوں گے مگر مشرکین مکہ نے بائیس ماہ کے اندر اندر خود ہی عہد شکنی کر ڈالی جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے مکہ کی فتح مسلمانوں کے لیے آسان کر دی اور صلح کی یہ تیسری شرط بھی مشرکین

① بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد والمصالحة..... الخ : ۲۷۳۱، ۲۷۳۲۔

کے لیے باعث شکست اور ذلت کا ذریعہ بن گئی۔

✽ غزوہ حدیبیہ میں اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد کے مزید ایمان افروز واقعات کے لیے سورہ فتح کا مطالعہ کرنا چاہیے جس میں بیعت رضوان کا تذکرہ اور شرکائے بیعت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے رضا مندی کا ذکر موجود ہے۔

✽ میدان حدیبیہ کے حالات میں سے خاص بات یہ بھی ہے کہ مشرکین کی طرف سے جنگ کے شعلے بھڑکانے کی تمام سازشوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص مدد کے ذریعے ناکام بنا دیا بلکہ رات کی تاریکی میں حملہ آور دشمن کے ۸۰ افراد کو مجاہدین کے ہاتھوں قید کرا کے پھر رہا کر دیا تاکہ مشرکین پر احسان باقی رہے۔

فتح مکہ میں اللہ تعالیٰ کی مدد:

فتح مکہ پر غور کرنے سے پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ اور اہل ایمان پر بہت بڑا احسان فرمایا اور اس موقع پر ان کی ایسی مدد کی کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ اس لیے کہ عرصہ اکیس سال سے جو لوگ دین اسلام کے نور کو بجھانے کے لیے تن من دھن کی بازی لگائے ہوئے تھے، جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی جان کے ازلی دشمن اور خون کے پیاسے تھے اور جو لوگ صحابہ کرام میں سے کسی ایک کو بھی زندہ سلامت دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے، اپنے انہی مذموم مقاصد کی تکمیل میں گزشتہ اکیس سالوں میں انھوں نے کیا کیا نہیں کیا؟ زبانی ایذا رسانوں سے بڑھ کر ظلم و تشدد کے ذریعے دعوت دین، داعی دین اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کو راستے سے ہٹانے کی سر توڑ کوشش کی اور اہل ایمان کو ہجرت پر مجبور کر دیا۔ ان لوگوں نے مدینہ تک تعاقب جاری رکھا، وہ مسلح جنگوں سے پیچھے نہیں ہٹے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت آئی اور کسی مزاحمت اور خونریزی کے بغیر ۱۷ رمضان ۸ھ کو مکہ فتح ہو گیا، گزشتہ اکیس سالہ دشمنی، عداوت اور خونریز معرکہ آرائیوں پر سرسری نظر ڈالنے کے بعد کوئی بھی ذی شعور اس بات پر یقین نہیں کر سکتا کہ اہل مکہ قطعی طور پر اسلامی لشکر کے

خطرے سے بے خبر تھے اور رسول اللہ ﷺ نے اچانک حملہ کر کے مکہ کو فتح کر لیا۔ یہ بات اس لیے بھی سوچ و فکر سے بالا ہے کہ معاہدہ صلح ٹوٹ جانے کے بعد دشمن اپنے گھر میں اطمینان سے نہیں بیٹھا تھا اور یہ بات اس لیے بھی یقین کے لائق نہیں کہ شعبان ۸ھ میں بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کر کے ان کے تینیس (۲۳) افراد کو قتل کر دیا تھا۔ اس موقع پر مشرکین مکہ نے بنو بکر کی حمایت کر کے رسول اللہ ﷺ کے اتحادی قبیلہ بنو خزاعہ کو نقصان پہنچایا اور معاہدہ صلح توڑ دیا۔ بعد میں تجدید صلح کے لیے ابوسفیان مدینہ پہنچے اور ناکام واپس پلٹ آئے۔ اہل مکہ جنگ کے خطرات کے پیش نظر صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے مدینہ کی طرف ہر وقت نظریں جمائے رہتے، مدینہ کے راستے شام سے آنے والوں سے فوجی نقل و حرکت کی خبریں معلوم کرتے اور راتوں کو اٹھ اٹھ کر اور مکہ سے باہر نکل کر حالات کا جائزہ لیا کرتے۔

خلاصہ یہ کہ دشمن ہر لحاظ سے چوکس تھا۔ اسلحہ وافر اور افرادی قوت بکثرت موجود تھی لیکن رسول اللہ کی مکہ پر چڑھائی کے لیے مدینہ میں زبردست تیاریاں ہوتی رہیں۔ دس ہزار کے لشکر جرار کو بھی جمع ہونے میں وقت لگا، اس لشکر نے ساڑھے چار سو کلومیٹر کا سفر تقریباً چھ دن میں طے کیا مگر دشمن ہر طرح سے بے خبر رہا حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے شرکائے لشکر کو اپنی اپنی جگہ آگ جلا کر الاؤ روشن کرنے کا حکم دے کر اہل مکہ کو اپنی آمد کی اطلاع دی۔ الاؤ روشن ہونے کے بعد مشرکین مکہ پر یہ بات واضح ہو گئی کہ رسول اللہ ﷺ بہت بڑا لشکر لے کر پہنچ چکے ہیں۔ دشمن ہنگامی تیاری کرنا چاہتا تو کر سکتا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، بڑے بڑے لیڈر مکہ چھوڑ کر بھاگ نکلے۔

فتح مکہ میں کوئی بڑا خونریز معرکہ نہیں لڑنا پڑا، بعض جھڑپوں میں بارہ مشرکین مارے گئے جب کہ صرف دو مجاہد اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہوئے۔

فتنہ یہود کے خاتمہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد:

یہودی ملعون قوم ہے، حیلہ، مکر، دھوکا، فریب اور سازشیں ان کا پسندیدہ مشغلہ ہے، اسلام کے ازلی دشمن ہیں۔ اللہ کی آیات کی تحریف ان کا وطیرہ اور ناحق لوگوں کا مال کھانا ان کا پیشہ ہے۔ نہایت بزدل اور عہد شکن لوگ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو مدینہ میں سب سے مضبوط اور قریب ترین اسلام دشمن یہودی تھے۔ جو تین قبائل میں منقسم تھے۔

✽ بنو قینقاع: مدینہ شہر کے رہائشی اور سنار کا کام کرنے والے، جنگجو اور بڑے مالدار لوگ تھے۔

✽ بنو قریظہ: مدینہ کے جنوب مشرق میں آباد تھے۔

✽ بنو نضیر: جنوب مشرق کی جانب بنو قریظہ سے گزرنے کے بعد کچھ فاصلے پر آباد تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں سے دفاعی معاہدہ کر لیا تھا مگر یہودی قبیلہ بنو قینقاع کی بد بختی کا وقت آ گیا اور ان لوگوں نے معاہدہ صلح کی خلاف ورزی کر ڈالی۔ ان کا مختصر حال کچھ یوں ہے:

میدان بدر میں اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واپس ہوئے تو ہر سمت اس فتح کے چرچے، تذکرے اور قصیدے سنائی دینے لگے۔ مسلمانوں کی یہ شان و شوکت، عزت و وقار اور فتح و غلبہ یہودیوں کے لیے سخت ناگوار اور ایک طرح سے پیغام موت تھا۔ اس کامیابی پر وہ جل بھن گئے اور خباثت کرنے لگے۔ دلوں میں چھپا بغض و عناد، حسد اور کینہ زبانون سے ظاہر ہونے لگا اور وہ علی الاعلان بغاوت و سرکشی کرنے لگے۔ ان کی ایذا رسانیوں کی وجہ سے مسلمان پریشان تھے حتیٰ کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے یہودی قبیلہ بنو قینقاع کے بازار میں جا کر انھیں نصیحت فرمائی مگر یہ بد بخت کہنے لگے: اے محمد (ﷺ) تم نے مکہ کے اناری لوگوں پر فتح پائی ہے ہمارے ساتھ ٹکر لو گے تو پتا چل جائے گا۔

○ یہ لوگ سات سو جنگجوؤں کی نفری اور ہر طرح کے عسکری لوازمات سے مسلح تھے اور یہی بات ان کے غرور کا سبب تھی۔

○ ایک مرتبہ ایک مسلم خاتون کسی کام سے بنوقیقاع کے بازار میں گئی تو ان بدبختوں نے اسے بے پردہ اور ننگا کر دیا۔

مسلم عورت کی چیخ پکار سن کر ایک مسلمان نے اس یہودی کو قتل کر ڈالا جس نے مسلم خاتون کی بے حرمتی کی تھی۔ اس کے جواب میں یہودیوں نے اس مسلمان کو شہید کر ڈالا۔ شہید کے ورثانے دیگر مسلمانوں کو مدد کے لیے پکارا۔ یہودیوں نے بلوہ کی شکل اختیار کر کے ان پر بھی حملہ کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کو پتا چلا تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو جمع کیا اور پندرہ شوال ۲ھ کو بنوقیقاع کے محلہ کی جانب پیش قدمی شروع کر دی۔ یہودیوں نے اپنے قلعے میں چھپ کر جان بچائی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا جو پندرہ دن تک جاری رہا۔ مرعوب ہو کر یہودیوں نے ہتھیار ڈال دیے اور اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے سپرد کر دیا۔ آپ ﷺ نے ان تمام عہد شکنوں کو باندھنے کا حکم دیا چنانچہ یہ سات سو یہودی قید کر لیے گئے۔

عبد اللہ بن ابی ربیع المنافقین نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ ان کو معاف کر دیا جائے۔ منت سماجت کے بعد پھر اس نے سخت لب و لہجہ اور نہایت گستاخانہ انداز میں رسول اللہ ﷺ کا گریبان پکڑ کر گفتگو کی اور کہا کہ ان لوگوں پر احسان فرمائیں اور معاف کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے قتل کی بجائے جلا وطنی کا حکم فرمایا اور یہ لوگ مدینہ چھوڑ کر شام کی طرف نکل گئے۔

میدان احد میں اللہ تعالیٰ کی مدد:

۷ شوال ۳ھ جمعہ کے دن کی بات ہے کہ ایک طرف کلمۃ اللہ کی سر بلندی کے لیے فریضہ جہاد فی سبیل اللہ کی ادائیگی میں سات سو مجاہدین میدان احد میں اترے ہوئے تھے۔ دوسری جانب بتوں کے پجاری ایک ہزار مسلح لشکر لے کر میدان احد میں پہنچے، یہ لوگ غرور و تکبر اور جوش انتقام سے بھرے ہوئے تھے۔

معمر کہ شروع تھا، ایک طرف اللہ کے عبادت گزار، دوسری طرف ابلیسی پروگرام کے دفاع میں بتوں کے پجاری، تیر برس رہے تھے، تیز دھار تلواریں چل رہی تھیں۔ گھڑ سوار دستے میدان میں دوڑ دوڑ کر گرداڑا رہے تھے۔ نیزے اور برچھے چل رہے تھے۔ صفوں کی ترتیب ختم ہو چکی تھی اور دونوں فوجیں ایک دوسرے سے گتھ گئی تھیں۔ لاشیں تڑپ تڑپ کر ٹھنڈی ہو رہی تھیں۔ دشمن پر رعب طاری تھا اور اب وہ مزید جم کر لڑنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ اپنے ساتھ لائی گئی عورتوں کو چھوڑ کر دشمن میدان خالی کر چکا تھا اور پھر ان کی عورتیں بھی ان کے پیچھے پیچھے دوڑ پڑی تھیں۔ ان کی پازیبیں نظر آ رہی تھیں۔ اللہ کی مدد اتر چکی اور میدان مجاہدین کے ہاتھ میں ہے دشمن کا چھوڑا ہوا مال جمع کیا جا رہا ہے۔ اس منظر کو قرآن کریم میں یوں بیان کیا گیا ہے:

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کر دیا، جبکہ تم کافروں کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے خوب قتل کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ تم نے بزدلی دکھلائی اور (نبی ﷺ کے) حکم میں جھگڑنے لگے اور اپنی پسندیدہ چیز (مال غنیمت) نظر آ جانے کے بعد تم نے (اپنے نبی کے حکم کی) نافرمانی کی۔ تم میں سے کچھ دنیا کے طلب گار تھے اور کچھ آخرت کو چاہنے والے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کافروں کے مقابلہ میں تمہیں پسپا کر دیا تاکہ وہ تمہاری آزمائش کرے، بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارا قصور معاف کر دیا اس لیے کہ وہ مومنوں کے لیے بڑے فضل

والا ہے۔“ [آل عمران: ۱۵۳]

وقتی شکست اور اس کے اسباب:

- ✽ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”تم میں سے کچھ لوگ بزدلی کا شکار ہو گئے۔“
- ✽ آپس میں اختلاف کرتے ہوئے حکم رسول ﷺ کی تاویل میں کرنے لگے۔
- ✽ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی نافرمانی کر ڈالی۔



✽ ایک گروہ طلب دنیا میں مصروف ہو گیا۔

یہ چار ایسے کام ہیں کہ جن کی وجہ سے جیتی ہوئی جنگ شکست میں بدل گئی۔ ستر صحابہ شہید اور خود رسول اللہ ﷺ شدید زخمی ہو گئے۔ تاہم اللہ تعالیٰ کی مدد سے میدان پھر بھی اہل ایمان کے ہاتھ رہا اور مشرکین بتوں کے پجاریوں نے نعرہ لگایا:

«أَعْلَىٰ هَبْلٍ» «آج ہمارا معبود ہبل سر بلند ہوا»..... ابوسفیان کے اس نعرہ کا جواب دینے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم فرمایا تم کہو: «اللَّهُ أَعْلَىٰ وَ أَجَلٌ» «اللہ تعالیٰ ہی سب سے بلند و بالا اور صاحب عظمت و جلال ہے۔» ابوسفیان نے اپنے دوسرے معبود کی مدد پر فخر یہ نعرہ بلند کرتے ہوئے کہا: «لَنَا الْعُزَّىٰ وَلَا عُزَّىٰ لَكُمْ» «ہماری مدد کے لیے تو ہمارا معبود عڑی ہے جبکہ تمہارے لیے کوئی عڑی نہیں۔» رسول اللہ ﷺ کے حکم پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواباً کہا: «اللَّهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلَىٰ لَكُمْ»^① «ہمارا مددگار تو اللہ ہے جبکہ کافرو! تمہارا کوئی حقیقی مددگار نہیں۔»

④ جنگ حنین میں کثرت تعداد پر ناز کا نتیجہ:

فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ مکہ ہی میں قیام پذیر تھے۔ آپ یہاں کے اہم تنظیمی امور کے ساتھ ساتھ قرب و جوار میں موجود شرک کے اڈوں، بتوں کے ٹھکانوں اور پوجا پاٹ کے مقامات سے شرک کی پلیدی صاف کرنے کے لیے چھوٹے چھوٹے جہادی دستے روانہ فرما رہے تھے۔

جب قبائل ثقیف و ہوازن تک یہ خبر پہنچی تو وہ سخت مشتعل ہو گئے اور انہوں نے بگڑ کر رسول اللہ ﷺ سے مقابلہ کا فیصلہ کر لیا۔ یہ لوگ ضدی، متکبر اور اڑیل قسم کے سخت جنگجو تھے۔ ان لوگوں نے چار ہزار کا لشکر تیار کیا۔ بیوی بچوں، مال مویشی اور سونا چاندی ہمراہ

① بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة أحد: ۴۰۴۔

لیے میدان حنین کی طرف فیصلہ کن معرکہ لڑنے کے لیے نکل پڑے۔
غزوہ حنین کی تیاریاں اور جنگی اخراجات کے لیے قرض:

رسول اللہ ﷺ نے ضروری انتظامی معاملات طے کر لیے اور مکہ کے قرب و جوار کے علاقوں سے نصب شدہ بتوں اور شرک کے اڈوں کو تباہ و برباد اور مسمار کر دیا تو حنین کا ارادہ فرمایا۔ دس ہزار کا مدنی لشکر تو پہلے ہی سے آپ ﷺ کے ساتھ تھا، مکہ سے مزید دو ہزار جنگجو بھی ساتھ نکلنے کے لیے تیار ہو گئے۔ اب مجموعی طور پر لشکر کی تعداد بارہ ہزار ہو چکی تھی۔ مدینہ سے روانگی کے وقت صرف اہل مکہ سے ٹکرانا مقصود تھا مگر اب ایک اور بڑی جنگ کا سامنا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ضروریات جنگ کا جائزہ لیا، سامان حرب اور لشکر کے سفری اخراجات پر نظر ڈالی تو آپ ﷺ نے اسلحہ اور نقد رقم کی ضرورت محسوس فرمائی اس لیے کہ مدینہ سے نکلے ہوئے تقریباً چھیس دن ہو چکے تھے اور ان ایام میں دس ہزار کے لشکر جرار پر ہونے والے اخراجات مزید دو ہزار کی نفی کے شامل ہونے کی وجہ سے بڑھ چکے تھے۔ مکہ کے فتح ہونے سے مال غنیمت بھی حاصل نہیں ہوا تھا اور نئی جنگ کتنا طول پکڑ سکتی ہے؟ اس کا بھی کچھ اندازہ نہ تھا اس لیے رسول اللہ ﷺ نے جنگی اخراجات کے لیے اہل مکہ سے تعاون کی اپیل کی تو قریش مکہ کے سردار صفوان بن امیہ فوراً بولے:

اے محمد! کیا آپ یہ جنگی سامان ہم سے جبراً اور غاصبانہ طور پر لینا چاہتے ہیں؟
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں نہیں بلکہ ہم عاریتاً لینا چاہتے ہیں جس کی واپسی ہمارے ذمہ ہوگی۔“

واضح رہے کہ صفوان تا حال مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ فتح حنین کے تقریباً دو ماہ بعد انھوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی یقین دہانی پر صفوان نے چار سوزر ہیں پیش کیں۔^①
واضح رہے کہ صفوان بن امیہ حالت کفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک جہاد

① ابن خلدون: ۲/۴۴۷۔ أسد الغابة: ۲/۴۵۲ ت ۲۵۱۰۔

ہوئے اور حالت کفر میں انھیں مال غنیمت میں سے رسول ﷺ نے تین سو اونٹ عطا فرمائے۔ اس سے پتا چلا کہ جہاد میں کافر سے مدد لی جاسکتی ہے اور اسے مال غنیمت سے حصہ اور تالیف قلب کے لیے وافر مال بھی دیا جاسکتا ہے۔

❁ نوفل بن حارث نے تین ہزار نیزے پیش کیے۔ (معارف القرآن)

❁ عبداللہ بن ربیعہ نے تیس ہزار درہم بطور قرض رسول اللہ ﷺ کو دیے۔^①

۴ شوال ۸ھ کو اسلامی لشکر ہر طرح کے ضروری حربی ساز و سامان، سفری اخراجات اور سوار یوں کے بھرپور انتظام کے ساتھ سرکش قبائل کی سرکوبی کے لیے رسول اللہ ﷺ کی زیر کمان مکہ سے حنین کو نکل پڑا۔

دشمن کی تیاری اور جنگی چال:

دوسری طرف قبائل ہوازن اور ثقیف کے دولت مند اور بہادر جنگجوؤں میں ہلچل مچی ہوئی تھی، وہ سخت مشتعل اور غضبناک تھے۔ اسلام کا غلبہ اور مشرکین مکہ کی شکست ان کے لیے ناقابل برداشت تھی..... بیت اللہ سے تین سو ساٹھ بتوں کا نکالا جانا، سمار ہونا انھیں ناگوار تھا چنانچہ وہ اپنے معبودوں اور مشرکانہ عقائد و نظریات کے دفاع کے لیے کٹ مرنے کے لیے بے قرار تھے۔ یہ متکبر، ضدی، اڑیل اور جنگجو لوگ تھے اور اس نئی صورت حال سے سخت پریشان تھے۔ غم و غصے سے بے قابو ہو کر دانت پیسنے اور اپنے ہاتھ چبانے لگے تھے اور اسی مایوسی کی کیفیت میں انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے ٹکرانے کا فیصلہ کر لیا۔ اپنی عورتوں، بچوں اور مال مویشی ساتھ لے کر میدان حنین کی طرف نکل پڑے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان عظیم کا ذکر فرمایا ہے جو اس نے رسول اللہ ﷺ اور مجاہد صحابہ کرام پر فرمایا تھا:

﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاقِنَ بَنِي إِدْرِيسَ﴾ [التوبة: ۲۵]

① مسند احمد: ۳۶/۴، ح: ۱۶۵۲۴۔ ابن ماجہ: ۲۴۲۴۔ سنن النسائی: ۴۶۸۷۔

”یقیناً اللہ تعالیٰ نے بہت سے مقامات پر تمہاری مدد کی اور حنین کے دن بھی اللہ تعالیٰ نے بطور خاص تمہاری مدد ایسے حال میں کی کہ تم دشمن سے مقابلہ کی بجائے پیٹھ پھیر کر بھاگ رہے تھے۔ بھگدڑ میں تمہاری کیفیت ایسی تھی کہ زمین اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود تم پر تنگ ہونے لگی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان فرمایا اور تمہاری مدد کے لیے ایسے لشکر اتارے جنہیں تم دیکھ نہیں رہے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ تم پر اطمینان اور تسکین قلب کی کیفیت پیدا فرما کر تمہیں دوبارہ میدان حنین میں لا کھڑا کیا۔

حنین سے پہلے کبھی بھی مسلمان اتنی بڑی تعداد میں جنگ کے لیے جمع نہیں ہوئے تھے۔ اس موقع پر اسلامی لشکر کی تعداد دشمن کے مقابلہ میں تین گنا زیادہ تھی۔ چنانچہ بعض لوگوں کے دلوں میں یہ بات آگئی کہ آج تو ہم بہت زیادہ ہیں، اسلحہ بھی وافر موجود ہے، لہذا دشمن ہمارے مقابلہ میں ٹک نہ سکے گا۔ یہ خیالات بعض لوگوں کی زبان پر بھی آ گئے، کثرت تعداد پر غرور اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں آیا اور اس نے اپنی مدد روک لی۔

اسلامی لشکر بے خبری کے عالم میں آگے بڑھتا گیا، حتیٰ کہ دشمن کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ دشمن نے اچانک تیروں کی بوچھاڑ کر دی جس کے نتیجے میں مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ پیٹھ پھیر کر میدان سے بھاگنے لگے۔ اسی کیفیت اور منظر کو ان آیات میں بیان کیا جا رہا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

”کثرت تعداد نے تمہیں کوئی فائدہ نہ دیا بلکہ زمین اپنی پوری وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی اور تم جان بچانے کے لیے میدان جنگ سے پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگے۔“

رسول اللہ ﷺ نہ صرف یہ کہ میدان جنگ میں جھے ہوئے تھے بلکہ خچر کو ایڑ لگا کر دشمن کی طرف آگے بڑھ رہے تھے۔ اس خوفناک موقع پر سیدنا عباس اور سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہما آپ کے خچر کو روکنے کی کوشش کر رہے تھے۔ آپ ﷺ خچر سے اتر کر دشمن کی طرف بڑھتے ہوئے

صحابہ کرام کو میدان کی طرف واپس پلٹنے کا حکم دے رہے تھے۔ آپ ﷺ فرما رہے تھے:

”اللہ کے بندو! تم کہاں جا رہے ہو؟ میری طرف آؤ، میں اللہ کا سچا رسول ہوں۔ میں اللہ کا جھوٹا نہیں سچا نبی ہوں۔“^①

اس موقع پر جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ میدان میں جے رہے ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں: ”سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عباس، سیدنا علی، سیدنا فضل بن عباس، سیدنا ابوسفیان، سیدنا ایمن بن ام ایمن، سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم۔“

احد اور حنین کی جنگوں میں وقتی پسپائی کے اسباب:

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے رسول اللہ ﷺ کی کامیاب عسکری حکمت عملی کے نتیجے میں مسلمان ہمیشہ فاتح اور دشمن ہمیشہ شکست فاش سے دو چار ہوتا رہا، تاہم رسول اللہ ﷺ کی زیر قیادت لڑی جانے والی دو جنگوں میں بعض غلطیوں کی وجہ سے مسلمانوں کو خفت کا سامنا کرنا پڑا اور شدید نقصان سے دو چار ہونا پڑا۔

دوسری جنگ حنین ہے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ اندازہ کیجیے خود رسول اللہ ﷺ کمان کر رہے ہیں۔ عشرہ مبشرہ، بدری صحابہ اور فاتحین مکہ شریک جہاد ہیں مگر چند لوگوں کی غلطی کی وجہ سے اتنا بڑا نقصان اٹھانا پڑا۔ ان واقعات سے اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو یہ بات ذہن نشین کرا دی ہے کہ اگر میدان جہاد میں کامیابی چاہتے ہو تو:

- ✽ امیر کی اطاعت لازم پکڑو اور اس کے حکم میں تاویلیں نہ کرو ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔
- ✽ غلطی کرنے والے تھوڑے بھی ہوں تو تکلیف اور مصیبت سب کو اٹھانا پڑے گی۔
- ✽ میدان جہاد میں اپنے آپ کو حرص مال سے پاک رکھو اور مال و جان قربان کرنے والے اعمال پر ثابت قدم رہو۔

① بخاری، کتاب المغازی، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿وَيَوْمَ حُنَيْنٍ﴾..... الخ : ۴۳۱۵۔



✽ قلت وکثرت تعداد پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو۔
 ✽ تکلیف پہنچنے پر صبر کا دامن تھامے رکھو اور جرأت کا مظاہرہ کرو۔
 ﴿وَلَا يَهِنُوا فِي الْيَقِينِ الْقَوِيَّةُ﴾

”کفار و مشرکین کے تعاقب میں سست نہ پڑو۔“
 قرآن مجید کے چند مقامات مزید ملاحظہ کیجیے:
 ﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ يُبَيِّنُ لَكُمْ يَوْمَ حُنَيْنٍ﴾ [التوبة: ٢٥]
 ”یقیناً اللہ تعالیٰ نے بہت سے معرکوں میں تمہاری مدد کی تمہیں دشمن پر غلبہ دیا، فتح
 سے سرفراز فرمایا اور حنین کے دن بھی۔“

✽ ﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَنِي إِدْرِيسَ إِذْ لَقُوا﴾ [التوبة: ٢٥]
 ”جنگ بدر میں تم بے سروسامانی کے عالم میں سخت کمزور تھے اس وقت بھی اللہ
 تعالیٰ نے تمہاری مدد کی۔“

✽ ﴿وَإِذْ كَرَّوْا إِذْ أَتَاكُمْ قَبِيلٌ فَتَنَصَّعْتُمْ فِي الْأَرْضِ﴾
 ”اور اس وقت کو یاد کرو جب تم تعداد میں تھوڑے تھے، زمین میں کمزور بنا کر
 رکھے گئے تھے، ہر وقت ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں اچک نہ لیں، اللہ تعالیٰ نے
 تمہیں ٹھکانا عطا فرمایا اور اپنی مدد کے ذریعے تمہاری تائید و نصرت فرمائی اور
 تمہیں پاکیزہ چیزوں سے روزی دی تاکہ تم اللہ کا شکر ادا کرو۔“ [الأنفال: ٢٦]
 چونکہ مسلمان ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی مدد کا محتاج رہتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے مدد و نصرت
 کے حصول کا ذریعہ بھی قرآن میں بیان فرما دیا ہے:

✽ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ﴾
 ”اے ایمان والو! اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔“

[محمد: ٤٧/٧]

✽ ﴿وَلْيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنْصُرُهُ﴾ [الحج: ٢٢/٤٠]

”جو شخص اللہ تعالیٰ کی مدد کرے گا اللہ بھی ضرور اس کی مدد کرے گا۔“

﴿إِنْ يَنْصَرِكُمْ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ﴾ [آل عمران: ۱۶۰]

”اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔“

﴿ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَذَلِكَ جَزَاءُ الْفَاسِقِينَ﴾ [التوبة: ۲۶/۹]

”پھر اللہ نے اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر اپنی سکینت نازل فرمائی اور وہ لشکر اتارے جو تم نے نہیں دیکھے اور جو کافر تھے انہیں عذاب دیا اور یہی کافروں کی جزا ہے۔“

پھر جنگ حنین میں بھی اللہ تعالیٰ کی مدد آگئی اور دشمن میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا۔
﴿وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾

”اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کو خوب سزا دی۔“

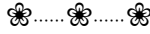
یہ عذاب کیا تھا؟ ذلت آمیز شکست، چھ ہزار قیدی مرد و عورتیں، چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریاں اور تقریباً چھ سو کلو چاندی وغیرہ۔ اس شکست کے بعد دعوت کے بھی دروازے کھلے اور بڑے بڑے قبائل نے اسلام قبول کر کے رسول اللہ ﷺ کی دشمنی سے توبہ کی۔

﴿ثُمَّ يَنْتَوِبُ إِلَيْهِ بَعْدَ ذَلِكَ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾

حنین کی فتح کے بعد طائف کا محاصرہ بھی ختم ہوا تو انہی قبائل کے کچھ سردار رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے انہوں نے اسلام قبول کر لیا، اپنے قیدیوں کی آزادی کی درخواست کی جنہیں آزاد کر دیا گیا اور پھر تقریباً یہ تمام قبائل مسلمان ہو گئے بعد ازاں انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر کافروں سے بڑی بڑی جنگوں میں حصہ لیا۔

یہ دلیل ہے کہ جہاد کے ذریعے دعوت کے راستے کی رکاوٹیں ختم اور دعوت کے دروازے کھلتے ہیں۔

قیامت تک اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لیے ان آیات میں نصیحت ہے، ہدایت ہے اور بہت بڑی راہنمائی ہے۔



﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْبَشَرُ نَجْسٌ فَلَا يَصِحُّوا السُّجُودَ إِلَّا عَلَى الْوُجُوهِ أَوْ عَلَى السِّجَامِ فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ [التوبة: ۲۸]

’اے لوگو، جو ایمان لائے ہو! بات یہی ہے کہ مشرک لوگ ناپاک ہیں، پس وہ اپنے اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں اور اگر تم کسی قسم کے فقر سے ڈرتے ہو تو وہ جلد ہی اپنے فضل سے تمہیں غنی کر دے گا، اگر اس نے چاہا۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔‘

بیت اللہ میں مشرک داخل نہیں ہو سکتا:

اس آیت میں اہل ایمان کو یہ بات سمجھائی جا رہی ہے کہ مشرک پلید اور اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں اس لیے ان کا مسجد الحرام میں داخلہ ممنوع ہے اور آئندہ سال یہ لوگ حدود حرم کے قریب بھی نہ آنے پائیں۔ شرکیہ عقائد کی وجہ سے یہ لوگ قابل نفرت ہیں، اسی لیے نجس لوگوں سے اللہ تعالیٰ جہاد کرنے کا حکم دیتا ہے اور جب تک دشمن کے خلاف نفرت نہ ہو اس وقت تک اس سے جنگ نہیں لڑی جاسکتی اور سخت دشمنی کے لیے شدید نفرت ضروری ہے مگر افسوس کہ آج کے مسلمان مشرکین سے مشابہت پسند کرتے ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں۔ مشرکین سے عداوت، دشمنی اور نفرت دلائل کی بنیاد پر ہے۔ مشرک لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی مخلوق کو شریک کرتے اور بتوں کی پوجا کرتے ہیں جن کے پاس مافوق الاسباب کسی قسم کے نفع و نقصان کا قطعاً کوئی اختیار نہیں۔ چونکہ مشرک نجس ہیں اس لیے ان کی ثقافت سے بھی مسلمانوں کو نفرت کرنی چاہیے۔

مشرکین مخلوط مجالس اور عریانی و فحاشی کو پسند کرتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ عورتوں کو پردے کا حکم دیتا ہے۔

اسی طرح کافروں کے گھروں کی تزئین و آرائش اور تصویری کلچر سے مسلمانوں کے لیے اجتناب ضروری ہے۔ کافروں کے تہوار ہوں، ان کے مخصوص لباس ہوں یا انداز سیاست مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان تمام چیزوں کی مخالفت کریں۔

کافر اور مشرک پلید ہیں، ان کے عقائد میں شرک اور آخرت کے متعلق عقیدے میں خرابی ہے اس لیے اہل ایمان کو ان کے نجس، سودی اور تجارتی انداز کو ٹھکرا کر اسلام کا پاکیزہ نظام معیشت اپنانا چاہیے۔

جہادی محاذوں پر کامیابی کے لیے دیگر باتوں کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ہندوؤں، صلیبیوں اور کافروں کے تمام طور طریقے، رسم و رواج خواہ وہ شادی بیاہ میں ہوں یا مرنے جینے کے، ان سے اجتناب کیا جائے، ان پڑھ مسلمانوں میں ہندو رسومات بہت زیادہ ہیں جب کہ پڑھے لکھے طبقے میں صلیبی، امریکی کلچر داخل ہو چکا ہے۔ ضروری ہے کہ مشرکین کے پلید اور نجس انداز زندگی سے اجتناب اور اسلامی طرز زندگی کو اپنایا اور فروغ دیا جائے۔ مسلمان مرد سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق داڑھی رکھیں۔ عورتیں حجاب اور پردے کا با حیا انداز اختیار کریں۔ فائدہ یہ ہوگا کہ اسلامی غیرت و حمیت پیدا ہوگی، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان پختہ ہوگا اور مسلمان کافروں سے جہاد کے لیے تیار اور مقابلے کے قابل ہو جائیں گے۔

پلید اور نجس مشرکین نے جہاد کو دہشت گردی اور شدت پسندی کا نام دے رکھا ہے اور مسلمانوں کا بزدل اور مرعوب طبقہ معذرت خواہانہ انداز میں یہ کہتا سنا دیتا ہے کہ ہم تو لبرل لوگ ہیں، اسلامی شدت پسندوں سے ہمارا کوئی تعلق نہیں اور اس دہشت گردی کے خاتمہ کے لیے ہم امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے ساتھ ہیں افسوس کہ ہم کافروں کو خوش

کرنے کی کوشش میں اپنے رب کو ناراض کر رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ»

”جس شخص نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے۔“^①

علمائے کرام اور دعوت الی اللہ کے پاکیزہ عمل سے وابستہ لوگوں کو چاہیے کہ وہ کفر و اسلام کے فرق کو نمایاں کرنے کے پہلے مرحلے میں مسلمانوں کے اندر سے شرک کی نجاست دور کریں۔ نجس اور پلید مشرکین و کفار کے ناپاک پروگرام اور عزائم کو تہس نہس کرنے کے لیے خالص اسلام مسلمانوں کے دلوں میں بھر دیں۔ اسلامی غیرت و حمیت کا درس دے کر ملت اسلامیہ کو جہاد کے راستے پر لاکھڑا کریں تاکہ اللہ تعالیٰ کا دین غالب ہو، مسلمانوں کو عزتیں ملیں، کفر مغلوب ہو اور مشرک ذلیل و خوار ہو کر جزیہ دینے پر مجبور ہوں۔

﴿بَعَثْنَا فِيهِمُ الرَّسُولَ﴾

”اس سال کے بعد کوئی مشرک بیت اللہ کے قریب نہ آنے پائے۔“

یہ ۹ھ کی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر فرمایا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ان کا معاون بنا کر حکم دیا کہ وہ منیٰ میں حج اکبر کے دن اعلان کریں کہ مشرکین سے کیے گئے تمام معاہدے منسوخ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول مشرکین سے اعلان براءت اور اظہار بیزاری کرتے ہیں، جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

اگر ہم رسول اللہ ﷺ کے دور نبوت کی زندگی پر نظر ڈالیں تو پتا چلتا ہے:

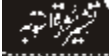
❁ ایک وہ وقت تھا کہ مکہ میں دین حق کی بات کرنا رسول اللہ ﷺ کے لیے مشکل تھا۔

❁ اہل ایمان پر ظلم و تشدد کی انتہا تھی، آل یاسر پر ظلم کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے۔

بلال رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام کو اذیت ناک سزائیں دی جا رہی تھیں۔

❁ اہل ایمان شعب ابی طالب میں محصور تھے اور کبھی طائف کے لیے سفر کی صعوبتیں

① مسند احمد: ۵۰/۲، ح: ۵۱۱۴۔ أبو داؤد، کتاب اللباس باب فی لبس الشهرة: ۴۰۳۱۔



برداشت کرتے ہوئے ہجرت پر مجبور تھے۔

✽ کبھی رسول اللہ ﷺ پر آوازے کسے جا رہے تھے اور کبھی حالت سجدہ میں آپ پر بدبودار اوجھڑی پھینک دی جاتی تھی۔

✽ حتیٰ کہ آپ کے لیے قید، ملک بدری اور قتل کے منصوبے بنائے گئے۔

✽ بالآخر آپ ﷺ اپنا آبائی شہر مکہ چھوڑ کر مدینہ ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے تو مشرکین تعاقب میں نکل آئے۔

پھر معرکہ بدر، احد، خندق برپا ہوئے اور جہاد کی برکت سے کفر کی قوت پاش پاش ہو گئی۔ جہادی برکات سے خیبر فتح ہوا، تبوک میں بھی اللہ تعالیٰ نے کامیابیاں عطا کیں۔ بڑے بڑے سرکش قبائل گر گئے، مسلمانوں کو قوت، عزت اور وقار حاصل ہوا۔

اس لیے اب دو ٹوک اعلان ہو رہا ہے کہ آئندہ سال کوئی مشرک حدود حرم کے قریب بھی نہ آنے پائے اور اگر کسی نے یہ جرأت کی تو اس کا سرتن سے جدا کر دیا جائے گا۔

﴿إِنْ جَعَلْتُمْ عَيْدَهُمْ قَسْوَةً يُؤَيِّنَكُمْ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ إِنْ شَاءَ﴾

[التوبة : ۲۸]

’’(مسلمانو!) اگر تمہیں تنگدستی کا خوف ہے تو اللہ تعالیٰ نے چاہا تو وہ بہت جلد تمہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔‘‘

تنگدستی کا خوف :

جب یہ اعلان ہوا کہ مشرک پلید مکہ سے نکل جائیں تو بعض کمزور ایمان لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ ان مشرکین کو مکے سے نہ نکالا جائے اس لیے کہ یہ ماہر تاجر ہیں۔ حج کے ایام میں ضرورت کے مطابق ہر علاقے سے سامان تجارت لے کر آتے ہیں۔ ان کے نکل جانے کے بعد یہ سہولتیں ختم ہو جائیں گی، بروقت مال نہ آنے سے مہنگائی بڑھ جائے گی۔ ان خدشات کا اظہار کمزور ایمان، دنیا کے مفادات اور اقتصادی فکر رکھنے والے لوگوں نے کیا تو

اللہ تعالیٰ نے اس بیماری کے علاج کے طور پر فرمایا: ڈرتے کیوں ہو؟ عنقریب اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے تمہیں غنی کر دے گا۔ گندے، بدکار اور مشرک تاجروں پر سے اپنا اعتماد ختم کرو اور کامل توکل اور بھروسہ اللہ تعالیٰ پر رکھو! عقیدے کی اس خرابی کو اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے دلوں سے کھرچ کھرچ کر دور کر رہا ہے۔ آج اقتصادیات کو ترقی کا ضامن سمجھنے والوں کو اللہ کا یہ حکم غور سے سمجھنا چاہیے:

﴿اِنَّهُ يَبْدُءُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ وَهُوَ غَنِيٌّ بِمَا يُنْفِقُ ۚ وَالَّذِيْنَ فِي الْاٰخِرَةِ لَا مَتَاعَ ۚ﴾ [الرعد: ۲۶]

”اللہ تعالیٰ روزی فراخ کر دیتا ہے جس کے لیے وہ چاہتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے روزی تنگ کر دیتا ہے۔ کافر اس دنیا کی زندگی سے بہت خوش ہیں جبکہ دنیا کی زندگی (کا فائدہ) آخرت (کے مقابلہ) میں بہت تھوڑا اور ناپائیدار ہے۔“
مسلمانو! تنگدستی سے خوف زدہ کیوں ہو؟ تم جہاد کرو اللہ تعالیٰ تمہیں مال مال کر دے گا:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ لِمَن مَّجَاهِدَ فِي سَبِيلِہٖ مَّا یَحْمِلُ وَاٰتٰہَا ۚ﴾ [الفتح: ۲۰]

”(اے ایمان والو! تم جہاد کے لیے نکلو!) اللہ تعالیٰ نے تو تم سے بہت زیادہ غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے، جنہیں تم حاصل کرو گے۔“
مزید فرمایا:

﴿فَعِدَّ اللّٰهُ لِمَن مَّجَاهِدَ لَیْسَ فیْہٖ کُفْرٌ ۚ﴾ [النساء: ۹۴]

”(مجاہدو! خوب یاد رکھو! تمہارے لیے) اللہ کے پاس بہت غنیمتیں ہیں۔“
✽ ایک وقت تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ کے گھر میں دو دو ماہ تک چولہا گرم نہیں ہوتا تھا۔
✽ خندق کی کھدائی کے وقت رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے تھے۔

✽ وہ بھی وقت تھا کہ سفر جہاد میں پتے کھا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے زندگیاں بچانے کی

کوشش کی۔

✽ اور ایک وقت وہ بھی تھا کہ صحابہ کرام نے ننگے پاؤں اور ننگے جسم جہادی سفر کیے، جس میں نو کیلے پتھروں کے باعث پاؤں زخمی ہو گئے۔

✽ ایک جہادی سفر ایسا بھی تھا کہ ننگے پاؤں سفر کرتے ہوئے صحابہ کرام کے پاؤں کے ناخن جھڑ گئے مگر انھوں نے نو کیلے پتھروں سے زخمی پاؤں پر پٹیاں باندھ کر بھی دشمن کی طرف پیش قدمی کی اور فاتحانہ لوٹے۔

✽ سفر تبوک ہی دیکھ لیں کہ جس کی بھوک پیاس کے تذکرے سورۃ التوبہ میں موجود ہیں اور جسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ”جیش العسرہ“ کے نام سے یاد فرمایا کرتے۔

جہادی برکات سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تو نگری:

✽ جہادی کارروائیوں کے نتیجے میں صحابہ کرام کے مالی حالات بدلنے لگے۔

✽ رمضان ۲ھ بدر میں مجاہدین ننگے پاؤں اور ننگے جسم دشمن سے مقابلے میں جبرے رہے تو اللہ تعالیٰ نے جب فاتحانہ مدینہ واپس لوٹایا تو وہ مال غنیمت سے دو دو اونٹوں کے مالک بن چکے تھے۔

✽ ربیع الاول ۴ھ میں دشمنان دین بنو نضیر کے گھر، زمین، باغات اور ہتھیاروں کا اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو وارث بنا دیا۔

✽ ذی قعدہ ۵ھ میں اللہ تعالیٰ نے بنو قریظہ یہود کے قلعوں، زمینوں، گھروں مارکیٹوں اور مال و دولت کا وارث مجاہدین کو بنا دیا۔

✽ محرم ۷ھ میں خیبر فتح ہوا اور یہود کے تمام قلعے اور ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو بنا دیا۔

✽ شوال ۸ھ کو حنین میں مجاہدین کو فتح عطا فرمائی اور ساتھ ہی مال غنیمت میں چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریوں اور تقریباً چھ سو لاکھ چاندی کا وارث بنا دیا۔

﴿وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهَوْنَ﴾

آیت کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ پھر اہل ایمان کو یاد دہانی کراتے ہوئے فرما رہا ہے کہ مشرکین کے مکہ سے نکل جانے سے اگر تمہیں غربت و تنگدستی کا خوف ہو تو گھبراؤ نہیں جس ذات نے پہلے تمہاری مدد کی ہے وہ آئندہ بھی مدد کر کے اپنے فضل سے تمہیں غنی کر دے گا۔

اور یہ وعدہ بھی اللہ تعالیٰ نے بہت جلد پورا فرما دیا۔ روم و ایران کی فتح سے مسجد نبوی مال و زر سے بھر گئی اور اسی وعدہ کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ایک دن سیدنا عدی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا:

«وَلَعِنْ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ لَتُفْتَحَنَّ كُنُوزُ كِسْرَى»^①

”((عدی!) اگر تم نے لمبی عمر پائی تو کسریٰ کے خزانے ضرور فتح کیے جائیں گے۔“

فتح ایران کے بعد سیدنا عدی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

«كُنْتُ فِيْمَنْ افْتَتَحَ كُنُوزَ كِسْرَى بِنِ هُرْمُز»^②

”میں ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے کسریٰ کے خزانے فتح کیے۔“

مسلمان اگر آج اپنی اقتصادی اور معاشی خوشحالی چاہتے ہیں تو انھیں اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین کر کے اللہ تعالیٰ کے حکم جہاد پر عمل کرنا ہوگا۔ جہادی محاذوں کی طرف پیش قدمی کرنا ہوگی، کافروں سے معرکے لڑنے ہوں گے، اللہ تعالیٰ آج کے مسلمانوں کو بھی اپنے فضل سے غنی اور دشمنوں پر فتح عطا کرنے پر قادر ہے۔

جہاد میں سب سے بڑی رکاوٹ مال دار طبقہ ہے:

موجودہ حالات میں اللہ تعالیٰ کے دین کے قیام اور جہاد کے عمل کو وسیع کرنے اور تیز کرنے میں سب سے بڑی رکاوٹ سیاستدان، حکمران اور صنعتکار ہیں اور مجموعی طور پر آج

①، ② بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الإسلام: ۳۵۹۵۔

کے مسلمان بھی روٹی کی بہت فکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر ہم نے خود جہاد کیا تو دہشت گرد شمار ہوں گے اور اگر مجاہدین کا ساتھ دیا تو دہشت گردوں کے مددگار ثابت ہو جائیں گے۔ ہمارا بایکٹ ہوگا۔ تجارتی ناکا بندی ہوگی۔ امریکہ پابندیاں لگا دے گا۔ ساری دنیا سے تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔ علاج کے لیے ادویات کہاں سے آئیں گی؟ زندہ کیسے رہیں گے؟ کارخانے، فیکٹریاں اور ملیں بند ہو جائیں گی، شدید خطرہ ہے، ہم مرجائیں گے۔ کہتے ہیں کہ اگر ہم نے مجاہدین کی حمایت کی تو دنیا میں تنہا رہ جائیں گے۔ افغانیوں کے ساتھ امریکیوں نے جو کچھ کیا ہے وہی ہمارے ساتھ ہوگا، ملک کو سخت اقتصادی نقصان ہوگا۔ آج کے مسلمانوں کی اس غلط سوچ کا جواب قرآن میں موجود ہے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تنبیہ فرمائی ہے جو صرف مشرک تاجروں کے لیے مکہ میں قیام کی اجازت چاہتے تھے۔ قرآنی الفاظ پر غور کریں:

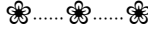
﴿وَاِنْ جَعَلْتُمْ عَيْدَكُمْ اَسْوَفَ يُغَيِّرُكُمْ اللهُ مِنْ فَضْلِهِ اِنْ شَاءَ﴾ [التوبة: ۲۸]

” (مشرک تاجروں کے مکہ سے نکل جانے سے) اگر تمہیں تنگدستی کا خوف ہو تو (فکر نہ کرو) عنقریب اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو وہ اپنے فضل سے تمہیں غنی کر دے گا۔“

مفسرین نے اس آیت میں ”من فضلہ“ کی وضاحت میں لکھا ہے کہ مسلمان جب بھی جہاد کریں گے تو ہر قسم کی تنگدستی و محتاجی دور ہو جائے گی۔ کافروں کے مال و دولت غنیمت کے طور پر مجاہدین کے قدموں میں ہوں گے اور بقیہ کافر و مشرک جزیہ اور ٹیکس دیں گے۔

اس آیت کے نازل ہونے میں کوئی زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ ہر طرف سے لوگ حج و عمرہ کے لیے بیت اللہ پہنچنے لگے۔ راستے پر امن ہونے کی وجہ سے بے پناہ تجارتی سامان آنے لگا۔ یمن اور دیگر زرخیز علاقوں سے ہر قسم کے پھل، گندم اور دیگر اجناس پہنچنے لگیں اور

یوں اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ جلد پورا کر دیا۔



﴿قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ﴾ [التوبة : ٢٩]

”لڑو ان لوگوں سے جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ یوم آخر پر اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کی ہیں اور نہ دین حق کو اختیار کرتے ہیں، ان لوگوں میں سے جنہیں کتاب دی گئی ہے، یہاں تک کہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اور وہ حقیر ہوں۔“

اہل کتاب سے قتال جاری رکھنے کا حکم:

قبل ازیں مشرکین کی اصلیت اور پلیدی بیان کر کے حدود حرم کی مقدس سرزمین کے قریب نہ آنے کا حکم دیا گیا تھا، اس آیت میں اہل کتاب یہودیوں اور عیسائیوں سے جہاد و قتال کا حکم دیا جا رہا ہے اور دلائل سے سمجھایا جا رہا ہے کہ ان میں چار خرابیاں ایسی ہیں کہ جن کی وجہ سے ان سے لڑنا فرض ہے، اس لیے اب ان سے کسی قسم کا کوئی معاہدہ نہیں بلکہ اہل اسلام کی ان سے کھلی جنگ ہے، خرابیاں یہ ہیں:

اولاً: اللہ رب العالمین پر ایمان نہیں لاتے۔ یہ بھی نجس مشرک ہیں اس لیے کہ یہود نے عزیر علیہ السلام اور صلیبیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دے دیا ہے۔

ثانیاً: آخرت کے دن پر ان کا ایمان نہیں ہے۔

ثالثاً: جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے اس کو حرام نہیں مانتے بلکہ ان کے علماء و صوفیا جس بات کو حلال کہیں وہ اس کو حلال اور جس چیز کو وہ حرام کہہ دیں اس کو حرام مان کر گویا انھوں نے ان کو رب بنایا ہوا ہے۔



رابعاً: دین حق کو بھی قبول نہیں کرتے بلکہ خود ساختہ دین پر عمل پیرا ہیں۔
یہ چار جرم ایسے ہیں کہ ان کے مرتکبین سے لڑنا فرض ہے۔ مسلمانو! ان سے لڑو، قتال کرو، ان کو اتنا مارو، اتنا زچ کرو کہ یہ از خود اپنے ہاتھ سے جزیہ اور ٹیکس دینے کی پیش کش کرنے لگیں، ہاتھ کھڑے کر دیں شکست مان کر نکلُو، چھوٹے اور ذلیل بن کر رہیں اور ان میں تمہارے سامنے آنکھ اٹھانے کی جرأت بھی باقی نہ رہے۔

اب بھی جہاد سے کافروں کا غرور خاک میں ملایا جا سکتا ہے:

مسلمانوں نے جہاد ترک کیا تو کافر اور مشرک پلید آگے بڑھتے گئے حتیٰ کہ اپنے ورلڈ آرڈر نافذ کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم ان سے جہاد کرو تو یہ ذلیل و رسوا ہو جائیں گے۔ ہمارے حکمران کہتے ہیں کہ صلیبیوں سے مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ بزدل اور ڈرپوک سچے ہیں یا اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے؟ زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کے ساتھ ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ ہی سچا ہے اور وہ تو اپنے بندوں پر ان کی استطاعت سے زیادہ بوجھ ڈالتا ہی نہیں، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

﴿لَا يَكُفُّ اللَّهُ نَفْثَ إِلَّا وَمِسْحَاتٍ﴾ [البقرة: ۲۸۶]

”اللہ تعالیٰ کسی جان پر اس کی بساط سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔“

اللہ فرماتا ہے میرے بندے تو اپنے حصے کا کام کر، باقی کام میں خود کروں گا۔
مسلمانو! دل و جان سے اللہ کا حکم مان کر جہاد کو تیز کر دو پھر دیکھو تمام پلید کافر شکست کھا کر اپنے ہاتھوں سے جزیہ دیں گے، اب یہ وقت قریب آرہا ہے، اللہ تعالیٰ ان کو ذلیل و رسوا کر کے اہل اسلام کو عزت و وقار اور دین حق کو غلبہ عطا کرنے والا ہے۔ ان شاء اللہ

کامیابی کے لیے شرط:

مشرکوں، صلیبیوں، یہودیوں اور دنیا بھر کے کافروں پر فتح، علاقوں پر قبضہ، ملکوں پر

تسلط اور دین اسلام کے غلبہ کے لیے بس ایک شرط اللہ تعالیٰ نے عائد کی ہے، وہ ہے :
﴿قَاتِلُوا النَّاسِ﴾ ”کافروں سے قتال کرو۔“

مسلمانو! تم صرف تجارت کے ذریعے مال کا تبادلہ چاہتے ہو مگر اللہ تعالیٰ یہ مال غنیمت کی شکل میں تمہارے قدموں میں ڈھیر کرنا پسند کرتا ہے، تم اپنے مہربان رب کی پسند کا کچھ تو خیال کرو پھر دیکھو اس کی طرف سے مدد کیسے اترتی ہے!
مگر افسوس! ہمارے حکمران اپنے دشمنوں اور اللہ تعالیٰ کے باغیوں سے مذاکرات کے ذریعے مسائل کا حل ڈھونڈنے میں وقت ضائع کر رہے ہیں۔ کاش وہ قرآنی پیغام کو سمجھتے اور اس کی دعوت پر لبیک کہتے۔



﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ عِزِّيْزُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى النَّبِيُّ ابْنُ اللَّهِ ذَٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ تَفَرَّدُوا مِن قَبْلُ فَتَسْمِعُهُمُ اللَّهُ أَنَّى يُؤْفِكُونَ﴾

[التوبة : ۳۰]

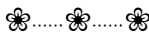
”اور یہودیوں نے کہا عزیز اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔
یہ ان کا اپنے مونہوں کا کہنا ہے، ان لوگوں کی بات کی ریس کر رہے ہیں جو ان سے پہلے کافر تھے۔ اللہ انہیں مارے، کدھر بہکائے جا رہے ہیں۔“

اہل کتاب کا پہلا باطل عقیدہ :

پچھلی آیات میں اہل کتاب یعنی یہودیوں اور عیسائیوں سے قتال کا حکم ہے۔ مسلسل قتال، اتنا کہ وہ خود اپنے ہاتھ سے جزیہ دینے کے لیے تیار ہو جائیں اور ان کی معاشی اور سیاسی قوت دنیا سے مٹ جائے۔ سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان کے خلاف اس قدر سخت لڑائی کے لیے کیوں تیار کر رہا ہے؟ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے غضب کے اس قدر کیوں مستحق ہیں؟ آئندہ آیات میں ان کی بغاوتوں، سرکشیوں اور دین حق کے خلاف سازشوں کا بیان ہے مگر پہلے یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ عقائد کی جو خرابیاں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں یہودیوں اور عیسائیوں نے کیں اور جس کی وجہ سے ان پر اللہ کی لعنت، ناراضگی

اور غیظ و غضب نازل ہوا، وہی غلطیاں اگر مسلمان کریں گے تو وہ بھی اسی سزا کے حقدار ٹھہریں گے، یہ بات خوب سمجھ لیں! یہودیوں نے تو عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہہ دیا اور عیسائیوں نے عیسیٰ ابن مریم کو اللہ کا بیٹا بنا لیا، یہ بہت بڑا ظلم اور بہت بڑا شرک ہے۔ انھوں نے اسی عقیدے کو اپنے مذہب کی بنیاد بنا کر اس کی دعوت دینا شروع کر دی۔ یہ اللہ کی بغاوت ہے اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو ان سے سخت غصہ ہے۔ ان سے پہلے مشرک اور اہل مکہ بھی اس قسم کے شرک اور ناپاک عقائد رکھتے تھے۔ کوئی کہتا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، کسی نے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کو اللہ کا بیٹا قرار دے دیا۔ یہ کتنے ظالم ہیں حالانکہ اہل کتاب کے پاس تو اللہ تعالیٰ نے شریعت بھیجی، کتابیں نازل کیں، انبیائے کرام نے ان کو بہت سمجھایا مگر یہ بد بخت تھے کہ سچی ہدایت، صراطِ مستقیم اور اللہ کی کتاب چھوڑ بیٹھے اس لیے اللہ تعالیٰ کے غضب اور غصے کے حق دار ٹھہرے اور اسی لیے اللہ تعالیٰ اپنے مسلمان بندوں کو ان سے لڑنے کے لیے تیار کر رہا ہے، مدد کے وعدے دے رہا ہے اور ان کی ذلت و رسوائی کی یقین دہانیاں کروا رہا ہے۔

اب اگر مسلمانوں کی حالت پر غور کریں تو ان میں سے بھی اکثر ایسے ہی فاسد و باطل اور بے بنیاد عقائد اپنائے ہوئے ہیں، کوئی کہتا ہے کہ محمد ﷺ ”نور من نور اللہ“، یعنی اللہ کے جز ہیں، اللہ کے نور کا حصہ ہیں، نور کی پیداوار ہیں۔ اسی عقیدے کی وجہ سے غیظ و غضب یہود و نصاریٰ پر نازل ہوا تو اللہ تعالیٰ کی یہی ناراضی اور غصہ ان نام نہاد مسلمانوں پر بھی ہوگا بلکہ ان سے بھی زیادہ! اس لیے کہ ان کے پاس تو اللہ تعالیٰ کا قرآن موجود ہے جو اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کر رہا ہے مگر یہ لوگ اولیاء اللہ کو بھی اللہ تعالیٰ کا شریک بنا بیٹھے ہیں۔ ایسے بد عقائد، باطل نظریات اور بے ہودہ خیالات رکھنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں جو الفاظ استعمال کیے ہیں ان پر غور کریں: ﴿فَتَلَبَسُوا بِآيَاتِنَا يَتَخَفَتُونَ﴾ ”اللہ تعالیٰ ان کو تباہ و برباد کرے کیسے بہکے پھرتے ہیں۔“



﴿ اٰتٰخَذُوا اَحْبَارَهُمْ وَرُهَبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَالْيَسِيْمَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَعَ
اُمُرُوْا اِلَّا لِيُعْبَدُوْا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾

[التوبة: ۳۱]

”انھوں نے اپنے عالموں اور اپنے درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا اور مسیح ابن مریم کو بھی! حالانکہ انھیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا تھا کہ ایک معبود کی عبادت کریں، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اس سے پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔“

حلال و حرام کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے:

اس آیت سے یہ بات واضح ہے کہ کسی چیز کو حلال یا کسی کو حرام قرار دینا یہ صرف اللہ کا اختیار ہے کسی نبی ولی کو اس کا اختیار نہیں۔ رسول اللہ ﷺ بھی اپنی طرف سے کسی چیز کو حلال یا حرام قرار نہیں دے سکتے بلکہ وہ تو صرف اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایسا کرتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَا يَنْصُرُكَ يَنْصُرُكَ اِلٰهِي ۚ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْدِي ۚ يُؤْتِيْكَ ﴾ [النجم: ۴، ۳]

” (محمد ﷺ) اپنی خواہش نفس سے کوئی بات نہیں کرتے بلکہ وہ تو صرف وہی کہتے ہیں جو ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کی جاتی ہے۔“

بعض لوگ یہاں ایک اشکال پیش کرتے ہیں کہ حلال و حرام قرآن میں بیان ہو گیا ہے، اس کے علاوہ کسی کو یہ حق نہیں اور وہ کہتے ہیں کہ قرآن میں گدھے کو حرام نہیں کیا گیا اس لیے اس کو حرام کہنا ٹھیک نہیں ہے۔

ان لوگوں کا یہ دعویٰ بے بنیاد ہے، حدیث میں ہے کہ گدھا حرام ہے اس لیے ہم اس کو حرام مانتے ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ اپنی طرف سے ایسا حکم نہیں دے رہے بلکہ اللہ کے حکم ہی سے آپ ﷺ حلال و حرام بیان فرماتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْقُرْآنَ وَ مِثْلَهُ مَعَهُ»^①

”اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے قرآن عطا ہوا ہے اور اس کی مثل اس کے ساتھ اور بھی۔“
ثابت ہوا قرآن مجید کے ساتھ جو کچھ اس کی مثل دوسری چیز عطا ہوئی ہے وہ حدیث رسول (ﷺ) ہے اس لیے مسلمانوں پر قرآن و حدیث کی اطاعت و فرمانبرداری واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ﴾ [النساء: ۵۹]

”اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔“
اور یہ بات یقینی ہے کہ رسول ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی بات نہیں کرتے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نبی ﷺ کوئی بات اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کریں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکڑ آ جائے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے:

﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۚ ثُمَّ لَقَعْنَا مِنْهُ الْوَبْئِينَ ۚ فَمَا يَنْكُرُهُمْ فِي أَحَدٍ عَنْهُمْ حُجْرِينَ﴾
[الحاقة: ۴۴ تا ۴۷]

”اور اگر وہ رسول خود کوئی بات گھڑ کر ہمارے ذمہ لگا دیتا تو ہم اس کا دایاں بازو پکڑ لیتے اور پھر اس کی رگ گردن کاٹ ڈالتے، تم میں سے کوئی بھی ہمیں اس کام سے روکنے والا نہ ہوتا۔“

تقلید کی غلطی:

عقیدے کی جو خرابیاں یہودیوں اور عیسائیوں میں تھیں وہی مسلمانوں میں پیدا ہو چکی ہیں۔ یہ لوگ قرآن و حدیث کے روشن دلائل کو چھوڑ کر اپنے خود ساختہ مذہبی پیشواؤں کو حلال و حرام کا اختیار دے کر ان کی تقلید کو از خود اپنے آپ پر واجب کیے بیٹھے ہیں اور یہی ہے اپنے علماء اور مذہبی پیشواؤں کو رب بنانا۔ یہی وجہ ہے کہ جتنی گمراہیاں یہود و نصاریٰ میں تھیں اور جتنے فرقے انھوں نے بنائے وہی گمراہیاں اور فرقے مسلمانوں میں پیدا ہو گئے

① مسند احمد: ۱۳۱/۴ ح: ۱۷۳۰۶۔ أبو داؤد، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ: ۴۶۰۴۔

ہیں اور اس کا بڑا سبب شخصیت پرستی اور مذہبی پیشواؤں کو حلال و حرام کا اختیار دینا ہے۔
حلال و حرام کا اختیار پارلیمنٹ کو ہرگز نہیں:

انسانوں کا کام اللہ کی عبادت اور اطاعت ہے۔ قانون سازیاں نہیں..... جس طرح یہود و نصاریٰ نے اپنے مذہبی پیشواؤں کو شریعت اور قانون سازی کے اختیارات دے رکھے تھے بالکل اسی طرح ہمارے ہاں بھی دورِ جدید کے فتنہ جمہوریت کے ذریعے لوگوں نے قانون ساز اسمبلیوں میں کثرتِ رائے کے غیر فطری اصول کے ذریعے پارلیمنٹ کو حلال و حرام کا اختیار دے دیا ہے۔

پارلیمنٹ کا معروف تصور مغرب سے آیا ہے اس کا پس منظر یہ ہے کہ عیسائیوں نے پہلے مذہب میں شدت اختیار کی، اپنے بادشاہوں کو خدائی اختیارات کا حامل قرار دیا اور Divine rights of kings کے نظریات گھڑے۔
 پھر بادشاہوں کے ظلم سے تنگ آ کر رد عمل کے طور پر عوامی ربوبیت یعنی جمہوریت کا نظریہ تراش لیا۔

✽ مذہب کو سیاست سے الگ کر کے پارلیمنٹ کو خدائی اختیارات کا حامل بنا دیا۔ جہاں کثرتِ رائے سے غیر فطری قوانین بنائے جانے لگے۔

✽ جبکہ اسلام میں پارلیمنٹ کا تصور ایک مجلس مشاورت کا ہے، جس کا کام صرف اللہ کا حکم قائم کرنے کے لیے مشاورت کے ساتھ تدابیر اختیار کرنا ہوتا ہے۔

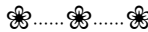
✽ حاکم اللہ رب العالمین ہے۔ اس کے اختیارات میں کوئی شریک نہیں، کسی ایک فرد کو بھی حق نہیں اور نہ عوام کو قانون وضع یا ترک کرنے کے اختیارات ہیں۔ اس لیے اسلام میں فرد واحد کو طاقت کا سرچشمہ قرار دینے کا کوئی تصور نہیں، بلکہ جس طرح عام آدمی اللہ تعالیٰ کے حکم کا پابند ہے اسی طرح حکمران ان کے نمائندے اور ان کے ادارے بھی اسلامی قوانین کے پابند ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے وہ اس کی ضرورتوں کو خوب جانتا ہے اس نے ہر ایک کے حقوق متعین کر دیے ہیں۔

بعض دینی جماعتوں کا موقف :

بعض لوگ یہ تو کہتے ہیں کہ جمہوریت کا نظام اسلامی نہیں مگر وہ الیکشن کی جمہوری سیاست میں حصہ بھی لیتے ہیں جب ان سے کہا جائے کہ بھائی آپ اس کو غیر اسلامی بھی کہتے ہیں اور اس کے ذریعے حصول اقتدار کی جنگ میں بھی شریک ہیں؟ تعجب ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم یہ میدان بے دین اور ملحد لوگوں کے لیے کھلا نہیں چھوڑ سکتے۔ ہم منتخب ہو کر اسمبلی میں پہنچیں گے اور اسلامی قوانین کے نفاذ کے لیے اس فورم کو استعمال کریں گے۔ اگر مقابلہ میں ہم نہیں ہوں گے تو دین سے ناواقف سیاستدان اور بے دین طبقہ اپنی مرضی سے قانون بنا کر ملک میں بے دینی عام کر دے گا۔

ان بھائیوں کا یہ استدلال درست نہیں اس لیے کہ اول تو مطلوبہ اکثریت کے ساتھ اسمبلی میں پہنچنا مشکل ہے۔ اگر بالفرض اسمبلی میں اسلامی نظام کے نفاذ کا بل لے بھی آئیں اور اسے پارلیمنٹ کی منظوری کا محتاج بھی بنا دیں تو یہ انداز بذات خود غیر اسلامی ہے۔ اس لیے کہ پارلیمنٹ کو قانون ساز ادارہ تسلیم کر کے پارلیمنٹ میں آیات الہی اور احادیث نبوی ﷺ کو اس لیے پیش کرنا کہ اگر پارلیمنٹ اجازت دے دے تو پھر یہ ”نافذ العمل“ ہیں ورنہ یہ مسلمانوں کا قانون اور دستور نہیں یہ بات سراسر غلط ہے۔

مسلمانوں کو یہ بات نہیں بھلونی چاہیے کہ جمہوریت کفر کا نظام ہے اور اس میں طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں۔ جمہوری سیاست کے ذریعے صلیبیوں اور یہودیوں نے مسلمانوں کو اس کھیل میں لگا کر پانچ پانچ اور دس دس سال کے لیے میدان میں اتار دیا ہے اور سیٹی اپنے منہ میں رکھی ہوئی ہے جو چاہتے ہیں کرنے کے لیے کہتے ہیں اور جب چاہتے ہیں سیٹی بجا کر کھیل ختم کر دیتے ہیں۔



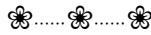
﴿يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ الْإِلَهِ بِأَقْوَابِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَهُ لَا تُمْسِكُ ثَوْرًا وَلَا مَكَّةَ

الْكَافَّةَ ۚ﴾ [التوبة : ۳۲]



”وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ اس کے سوا نہیں مانتا کہ اپنے نور کو پورا کرے، خواہ کافر لوگ برا جائیں۔“

یہود و نصاریٰ کی ایک گندی عادت یہ بھی ہے کہ وہ مسلمانوں کے خاتمے اور اسلام کے مٹانے میں سرتوڑ کوششیں کرتے رہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اسلام دنیا میں نہ پھیلے، اس سلسلہ میں ان کا تعصب حد سے بڑھا ہوا اور دشمنی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ وہ اس نور کو بجھا کر تاریکی اور اندھیرے پھیلانا چاہتے ہیں مگر ان کی تمام ناپاک خواہشات کے باوجود اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ دین حق اور نور ہدایت کو دنیا میں غالب و مکمل کر کے چھوڑے گا۔



﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظَاهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ لَا وَتَوْ
نِيَّةٍ الْبَشَرِ لَكُنْتُ﴾ [التوبة: ۳۳]

”وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اسے ہر دین پر غالب کر دے، خواہ مشرک لوگ برا جائیں۔“

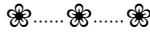
نبی ﷺ کو غلبہ دین حق کے لیے بھیجا گیا:

بیان ہو رہا ہے کہ محمد ﷺ کو بھیجا ہی اس لیے گیا ہے کہ وہ دین حق کو دنیا پر غالب کر دیں اور صرف اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ دین ہی یہ حق رکھتا ہے کہ وہ دنیا پر غالب ہو۔ یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے۔ آسمان، سورج، چاند، ستارے، دریا، ندی نالے اور سمندر یہ سب اللہ تعالیٰ کے ہیں، اس لیے اس کے ملک میں اس کا پسندیدہ دین ہی غالب ہونا چاہیے۔

غلبہ دین حق کے لیے جو طریقہ رسول اللہ ﷺ نے اختیار کیا، آج ہمیں بھی وہی اپنانا ہوگا۔ پورے دین میں داخل ہو کر اس پر دل و جان سے عمل کرنا ہوگا۔ غلبہ دین کے لیے سب سے بڑا عمل جہاد ہے اور اللہ تعالیٰ نے غلبہ دین حق کے لیے جہاد و قتال کا تاکید حکم دیا ہے۔

آج کے مشرک یہود و نصاریٰ بھی غلبہ اسلام کو روکنے کے لیے جمع ہو چکے ہیں۔ اتحادی فوجیں مسلمانوں پر حملے کر کے نور اسلام کو بجھانا چاہتی ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ دین حق کے

نور کو دنیا میں غالب کر کے رہے گا۔



﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن كُفِّرَا عَنْ آلِهَتِكُمْ وَأَلْهَبْتَ آمُونَ النَّاسِ
بِالسَّاطِلِ وَيَعْبُدُونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ - وَالَّذِينَ يَكْتُمُونَ الذَّهَبَ وَالْفِطْرَةَ وَلَا
يُفْقِدُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾ [التوبة: ٣٤]

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بے شک بہت سے عالم اور درویش لوگوں کا مال
باطل طریقے سے کھاتے اور اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونا اور
چاندی خزانہ بنا کر رکھتے ہیں اور اسے اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے،
انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دے۔“

یہود و نصاریٰ کی بری عادتوں میں سے ایک عادت بد یہ بھی تھی کہ وہ ناجائز اور باطل
طریقوں سے لوگوں کا مال کھاتے، جھوٹے مسئلے بتاتے، غلط فتوے جاری کرتے، مال بٹور
کر تجوریاں بھرتے اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے۔

آج مفاد پرست مسلمانوں کے اندر بھی بعض مذہبی پیشواؤں کا طریقہ واردات
یہود و نصاریٰ جیسا ہے، وہ لوگوں سے مال بٹورنے کے لیے کہتے ہیں کہ پیر صاحب کے
ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد نماز روزہ کی ضرورت نہیں، صرف پیر صاحب کی مٹھی اور جیب
گرم رکھنے کی ضرورت ہے۔ یہ مذہبی پیشوا گزشتہ دور کے یہودی، عیسائی ہوں یا موجودہ دور
کے، ان میں سے اکثر کی حالت یہی ہے جو قرآن کریم نے بیان کی ہے، یہ لوگ مال و دولت
کے حریص بن کر دین کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ بن جاتے ہیں، مذہب کے
ٹھیکیدار بنتے ہیں اور مذہب ہی کے نام سے سیاست کر کے لوگوں کے اموال ناحق اور
ناجائز طریقوں سے ہڑپ کرتے ہیں۔ رشوتیں لیتے اور سود کھاتے ہیں۔ جھوٹ بولتے اور
جھوٹے فتوے جاری کرتے ہیں۔ ان کی زندگی کا مقصد صرف اتنا رہ گیا ہے کہ مال بڑھاؤ
سونا چاندی جمع کرو اور بینک بیلنس میں اضافہ کرو۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَتَبْعَنَّ سَنَنْ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ شَبْرًا شَبْرًا وَ ذِرَاعًا ذِرَاعًا حَتَّىٰ لَوْ دَخَلُوا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوهُمْ قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ قَالَ: فَمَنْ؟»^①

’البتہ تم ضرور ان لوگوں کی پیروی کرو گے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں بالشت کے ساتھ بالشت اور ہاتھ کے ساتھ ہاتھ، یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے بل میں گھسے ہوں گے تو تم بھی گھس جاؤ گے۔‘ ہم نے کہا: ’اے اللہ کے رسول! اگلے لوگوں سے مراد کیا یہود و نصاریٰ ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’تو اور کون؟‘

﴿وَيَصْدُوقَنَّ عَنْ نَبِيِّنَا﴾ ”وہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں۔“

خود راہ راست سے بھٹکے ہوئے ہیں اور لوگوں کو بھی صراط مستقیم پر چلنے سے روکتے ہیں۔ ان کی بدبختی اس حد کو پہنچی ہوئی ہے کہ لوگوں کی آخرت برباد کرنے کے لیے منصوبہ بندیاں اور منظم سازشیں کرتے ہیں، ان کے اس ملعون عمل کی نشاندہی قرآن کریم میں ان الفاظ میں موجود ہے:

﴿وَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ يَأْتِيهِمْ أُنْزُلٌ عَلَىٰ الَّذِينَ آمَنُوا وَجَهَ اللَّهِ يُؤْتِيهِمُ الْخَيْرَ لَعَنَهُمْ رَبُّهُمْ يَصْغَبُونَ﴾ [آل عمران: ۷۲]

’اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے (سازش تیار کی اور) کہا جو کچھ اہل ایمان پر نازل ہوا ہے، دن کے پہلے پہر تو اس پر ایمان لے آؤ اور جب پچھلا پہر ہو تو اس وقت کفر کرو۔‘ (اس منصوبے پر عمل کرنے سے) ہو سکتا ہے کہ جو لوگ ایمان لا چکے ہیں وہ بھی (دین اسلام ترک کر کے) واپس پلٹ آئیں۔“

لوگوں کو راہ حق سے گمراہ کرنے اور دور رکھنے کے لیے وہ ایک دوسرے کو یہ تاکید بھی کرتے تھے کہ بس اپنے دین پر پکے رہو، دین اسلام پر توجہ نہ دو اور نہ اس کی پیروی کرو، مسلمانوں کی باتیں سننے کا موقع بن جائے تو بس سنی ان سنی کر دو، عمل صرف اپنے ہی

① بخاری، کتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب قول النبي صلی اللہ علیہ وسلم لتبعن سنن..... الخ: ۷۳۲۰۔

مذہب کے مطابق کرتے رہو۔

یہودیوں کی ایک خصلت یہ بھی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تحریف کرتے اور اللہ تعالیٰ کی آیات کو معمولی قیمت پر بیچ دیتے۔ موجودہ مذہبی پیشواؤں کا طریقہ واردات بھی انھی جیسا ہے۔ مال کی محبت، سونے چاندی اور بینک بیلنس بڑھانے کی حرص نے بہت سے مذہبی پیشواؤں، پیروں، گدی نشینوں کو یہود کے نقش قدم پر کھڑا کر دیا ہے اور یہ لوگ حلال و حرام کی پروا کیے بغیر لوگوں کے مال ناجائز طریقوں سے ہڑپ کر کے اپنی کوٹھیاں، بنگلے، زرعی زمینیں اور بینک بیلنس بڑھانے میں مصروف ہیں، فقہی موشگافیوں کے ذریعے حلال کو حرام اور حرام کو حلال ہونے کے فتوے جاری کر کے لوگوں سے مال بٹورتے اور رشوتیں کھاتے ہیں یہاں تک کہ میت کے ترکہ اور ورثہ میں سے بھی بیوہ اور یتیم بچوں کا حق مارنے سے نہیں شرماتے۔ حرام خوروں کا ایک مذہبی طبقہ ایسا بھی ہے کہ جو باقاعدہ بینک لوٹنا اور سرکاری املاک کو ڈاکہ زنی کے ذریعے حاصل کرنا جائز کہتا ہے یہ طبقہ اس کام کو حلال اور اس مال کو اپنے لیے پاکیزہ و طیب خیال کرتا ہے۔

انہی نام نہاد مذہبی پیشواؤں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو لوگوں کو جہاد میں شرکت سے روکنے کا مذموم عمل اور مکروہ کردار ادا کرنے میں مصروف ہیں۔ مجاہدین چونکہ انسان ہیں اور ہر انسان سے غلطی ہو جاتی ہے تو اگر انھیں مجاہدین کی کوئی غلطی نظر آ جائے یا ان میں باہمی اختلاف کی خبر سن لیں تو عام لوگوں کی نسبت یہی نام نہاد مذہبی پیشوا خوب پروپیگنڈہ کر کے غلطیاں اچھال کر لوگوں کو جہاد جیسے عظیم الشان عمل سے روکتے اور مال خرچ کرنے سے منع کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے کیا ہی خوب نقشہ کھینچا ہے:

﴿وَلْيَصْطَرِّتْ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾

”(یہی مذہبی پیشوا) لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں۔“

﴿وَلَا يَتَّقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ اور جو لوگ سونا چاندی جمع رکھتے ہیں اور اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے (اے نبی!) آپ انھیں دردناک عذاب کی خوش خبری دے دیجیے۔

﴿يَوْمَ يُخَيَّرُ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَيَتَنَلَوْنَ بِهَا شَاجِرَهُمْ وَجُنُوبَهُمْ وَظُهُورَهُمْ هَٰذَا مَا تَكْتُمُونَ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا تَكْتُمُونَ تَلِيذُونَ﴾ [التوبة: ٣٥]

”جس دن اسے جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس کے ساتھ ان کی پیشانیوں اور ان کے پہلوؤں اور ان کی پشتوں کو داغا جائے گا۔ یہ ہے جو تم نے اپنے لیے خزانہ بنایا تھا، سو چکھو جو تم خزانہ بنایا کرتے تھے۔“
شرعی اصطلاح میں ”کنز“ کا اطلاق اس مال پر ہوگا جس کی زکوٰۃ نہ دی گئی ہو۔
سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب فرضیت زکوٰۃ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا پھر جب زکوٰۃ کے فرض ہونے کا حکم آ گیا تو اللہ تعالیٰ نے اموال کو زکوٰۃ کی ادائیگی کی وجہ سے پاک صاف کر دیا۔“^①

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
”خزانہ جمع کرنے والوں کو ایسے داغ کی خبر دے دو جو ان کی پیٹھوں پر لگائے جائیں گے اور ان کی گدیوں اور پیشانیوں کو داغا جائے گا۔“^②
سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَالَّذِينَ يَكْتُمُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَتَّبِعُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾

”جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجیے۔“
”تو مسلمانوں پر یہ وعید بہت گراں گزری (اور وہ آپس میں اس کا تذکرہ کرنے لگے تو) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تمہاری اس مشکل کا حل (رسول اللہ ﷺ سے

① بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب ما أدى زكاته فليس بكنز: ١٤٠٤، ٤٦٦١۔

② مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب إثم مانع الزكاة: ٩٨٧۔



معلوم کرتا ہوں) چنانچہ وہ سب لوگ چل پڑے (اور نبی ﷺ کے پاس پہنچ کر عرض کی: اے اللہ کے نبی! (ﷺ) یہ آیت آپ کے صحابہ پر بہت بھاری اور گراں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو محض اس لیے فرض کیا ہے کہ وہ اس کی ادائیگی کے بعد بقیہ مال پاک صاف کر دے۔“^①

اگر ایک شخص کے پاس مال ہے اور وہ اس کی باقاعدہ زکوٰۃ ادا کر رہا ہے تو اس کا مال کنز کے زمرے میں نہیں آئے گا کیوں کہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے وہ اسے پاک کر رہا ہے۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت کی نعمت عطا فرمائی اور وہ اسے اپنے پاس جمع رکھتا ہے، گن گن کر خوش ہوتا ہے، زکوٰۃ ادا نہیں کرتا، یہ شخص اللہ تعالیٰ کے غیظ و غضب کا مستحق ہے اور یہ جہنم میں تکلیف دہ عذاب میں گرفتار ہوگا۔

مال گنجا سانپ بن کر ڈستار ہے گا:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا اور اس نے (بخل سے کام لیتے ہوئے) زکوٰۃ ادا نہ کی تو (قیامت کے دن) اس کا وہ مال گنجے سانپ کی شکل میں اس پر مسلط کر دیا جائے گا۔ وہ گنجا سانپ مالدار شخص کو مسلسل ڈستار ہے گا اور اس کے دونوں جبروں کو پکڑ کر کہے گا: «أَنَا مَالُكَ أَنَا كُنُزُكَ» میں تو تیرا وہی مال ہوں جسے دنیا میں تو جمع کیا کرتا تھا، میں تو تیرا وہی خزانہ ہوں جسے تو سنبھال سنبھال کر اپنے پاس رکھا کرتا تھا۔“ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَلَا يَحْصِيَنَّ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ بِمَا أَنعَمَ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۚ هُوَ عَزِيزٌ أَلِيمٌ ۚ هُنَّ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُنَّ فِيهَا مُنْقَلَبَاتٌ ۚ لَا يَحْصِيَنَّ مَا يَجْعَلُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ وَلِيَهُ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ يَبْغِضُ الْبَخِيلِينَ﴾

② [آل عمران: ۱۸۰]

① أبوداؤد، کتاب الزکوٰۃ، باب فی حقوق المال: ۱۶۶۴۔

② بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب إثم مانع الزکوٰۃ: ۱۴۰۳۔

اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کے مال سے پیار:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کون ایسا شخص ہے جو اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال محبوب رکھتا ہے؟“ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم میں سے ہر شخص کو اپنا مال زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اپنے وارث کے مال کے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”انسان کا اپنا مال تو وہ ہے جو اس نے آخرت کے لیے آگے بھیجا اور وہ مال اس کے وارث کا ہے جو اس نے مرنے کے بعد پیچھے چھوڑا۔“^①

انسان مال جمع کر کے سمجھتا ہے کہ یہ اس کا اپنا مال ہے، وہ خرچ کرنے میں بخل سے کام لیتا ہے، گن گن کے رکھتا ہے اور بڑا خوش ہوتا ہے مگر یہی مال وبال جان بن جائے گا اور اس کے جمع شدہ مال سے فائدہ اس کے وارث اٹھائیں گے۔

مال کی تین قسمیں:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بندہ کہتا ہے میرا مال، میرا مال جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کا مال صرف تین قسم کا ہے: ① وہ مال جو اس نے کھا کر ختم کر دیا۔ ② یا وہ لباس جو پہن کر اس نے بوسیدہ کر دیا۔ ③ جو اس نے (رب کی راہ) میں خرچ کیا اور (آخرت کے لیے) ذخیرہ کر لیا اس کے علاوہ جتنا مال اس کے پاس ہے یہ اسے لوگوں کے لیے چھوڑ کر جانے والا ہے۔“^②

فضول خرچ شیطان کے بھائی:

اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو مال و دولت عطا کیا ہے ان میں سے اکثر لوگ اسے فضول خرچی کا ذریعہ بنا لیتے ہیں، پہننے والے کپڑوں کے کئی کئی ٹرنک اور بریف کیس بھر کر رکھ

① بخاری، کتاب الرقاق، باب ما قدم من ماله فهو له: ۶۴۴۲۔

② مسلم، کتاب الزہد، باب: «الدنيا سجن للمؤمن»: ۲۹۵۹۔

لیتے ہیں اور یہ بیماری عورتوں میں بہت زیادہ ہے، اس بیماری سے بچنا چاہیے اس لیے کہ قرآن کریم میں فضول خرچ کو شیطان کا بھائی کہا گیا ہے:

﴿إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ ۖ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا﴾

[بنی اسرائیل: ۲۷]

”بے جا خرچ کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں اور شیطان تو اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔“

اللہ تعالیٰ کے راستہ میں مال خرچ کرتے رہنا چاہیے کیوں کہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

”رسول اللہ ﷺ منبر پر (خطبہ ارشاد فرما رہے تھے) آپ ﷺ نے صدقات (کی ترغیب) اور لوگوں سے سوال کرنے سے بچے رہنے کی تلقین کے ساتھ ساتھ فرمایا اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اوپر والا ہاتھ وہ ہے جو خرچ کرتا ہے اور نیچے والا ہاتھ وہ ہے جو (لوگوں سے) مانگتا اور سوال کرتا ہے۔“^①

سخی کے لیے فرشتوں کی دعا اور بخیل کے لیے بددعا:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جب لوگ صبح کرتے ہیں تو (آسمان سے) دو فرشتے اترتے ہیں، ان میں سے ایک فرشتہ یوں دعا کرتا ہے ”اے اللہ! خرچ کرنے والے کو (اچھا) بدلہ عطا فرما، دوسرا فرشتہ بددعا کرتے ہوئے کہتا ہے: ”یا اللہ! بخیل کے مال کو برباد کر دے۔“^②

احد پہاڑ جتنا سونا، تین دن میں تقسیم کرنے کی خواہش:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو یہ بات مجھے زیادہ پسند ہے کہ تین

① بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب لا صدقة إلا عن ظهر غنی: ۱۴۲۹۔

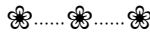
② بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى﴾..... الخ: ۱۴۴۲۔

راتیں نہ گزریں اور میرے پاس اس پہاڑ برابر سونے میں سے کچھ باقی نہ ہو
البتہ اس قدر مال کے باقی رہنے میں کچھ حرج نہیں کہ جس کو میں نے قرض کی
ادائیگی کے لیے بچا رکھا ہو۔“^①

اللہ تعالیٰ سے جنت کا سودا کرنے والے مجاہدو!

اللہ کے دیے مال کو حصول جنت کے لیے راہ جہاد میں خرچ کر ڈالو۔ اللہ تعالیٰ کے عطا
کردہ مال کو غریبوں، مسکینوں اور ضرورت مندوں میں تقسیم کرو۔ اللہ تعالیٰ کے دیے مال کو
بیواؤں اور یتیموں کی کفالت پر خرچ کرو۔ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مال کو مسافروں اور
ضرورت مند سوالیوں پر بکھیر دو، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
«الْصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ»^② ”صدقہ (ایمان کی) دلیل ہے۔“

البتہ یہ بات ضرور ذہن نشین رہے کہ مال کو بے دریغ خرچ کر کے اپنے اہل و عیال کو
تنگدست، محتاج اور لوگوں کے سہارے چھوڑ کر مرنا بھی ٹھیک نہیں ہے بلکہ خرچ کا آغاز
اپنے گھر اور بیوی بچوں سے کرنا زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے اور یہ بات بھی اللہ تعالیٰ کو
زیادہ پسند ہے کہ انسان اپنی اولاد کو صاحب جائیداد چھوڑ کر دنیا سے جائے۔



﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ
مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُومٌ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ فَلَا تَغْلِبُوا فِيهِمْ أَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ
كَأَفَّةٍ كَمَا يَفْعَلُوكُمْ كَأَفَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْمُتَّقِينَ ۝ إِنَّمَا النَّسِيءُ رِيَاءٌ فِي
الْكُفْرِ يَعْزِلُ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا لِحُلُولِهِ عَامًا وَخَيْرُ مَوَدَّةٍ عَامًا لِيُؤْخَذَ عَنْهُمْ عِدَّةٌ مَّا حَضَرُوا اللَّهَ
فَعِثُوا مَّا حَضَرُوا اللَّهَ ۚ إِنَّهُمْ سَوْءٌ أَعْمَالِهِمْ ۚ وَإِنَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ۝﴾

[التوبة: ۳۶-۳۷]

”بے شک مہینوں کی گنتی، اللہ کے نزدیک، اللہ کی کتاب میں بارہ مہینے ہیں،

① بخاری، کتاب الاستقراض، باب أدا الديون: ۲۳۸۹۔

② مسلم، کتاب الطہارۃ، باب فضل الوضوء: ۲۲۳۔

جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، ان میں سے چار حرمت والے ہیں۔ یہی سیدھا دین ہے۔ سوان میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے ہر حال میں لڑو، جیسے وہ ہر حال (میں) تم سے لڑتے ہیں اور جان لو کہ اللہ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ مہینے کو پیچھے کر دینا کفر میں زیادتی ہے، جس کے ساتھ وہ لوگ گمراہ کیے جاتے ہیں جو کافر ہیں ایک سال اسے حلال کر لیتے ہیں اور ایک سال اسے حرام کر لیتے ہیں تاکہ ان کی گنتی برابر کر لیں جو اللہ نے حرام کیے ہیں پھر جو اللہ نے حرام کیا ہے اسے حلال کر لیں۔ ان کے برے اعمال ان کے لیے خوشنما بنا دیے گئے ہیں اور اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

یہود اور مشرکین کی بری عادتیں تقریباً ایک جیسی ہیں۔ یہود کی بری خصلتوں کے بیان کے ساتھ ہی مشرکین کی ہیرا پھیری کا ذکر ان آیات میں آیا ہے۔ عرب مشرکین کے نزدیک چار مہینے بڑے ہی عزت و احترام والے تھے۔ ان مہینوں میں ہر قسم کی لڑائی جھگڑا، جنگ و جدال، قتل و خونریزی، لوٹ مار اور چوری ڈاکے کو وہ قطعی حرام سمجھتے تھے۔ ان مہینوں میں ان جرائم کے ارتکاب کو کبیرہ گناہ سمجھتے، یہ مہینے ① ذیقعد ② ذی الحج ③ محرم اور ④ رجب ہیں۔

پہلے دو ماہ حج کے مہینے ہیں اور اس دوران ہر طرف سے تجارتی قافلے اور حج بیت اللہ کی زیارت کے ارادے سے قافلے بے خطر چلتے رہتے، وہ مکہ کا سفر امن و اطمینان سے طے کرتے۔ چوتھا مہینا رجب کا تھا، اس میں بھی عمرہ اور ہر قسم کے قافلے مکہ آتے جاتے تھے۔ قدیم زمانہ سے طے شدہ ان حرام مہینوں میں مشرکین مکہ محض اپنے مفاد کے لیے رد و بدل کر کے سال میں چار مہینوں کی گنتی پوری کر لیتے تھے مثلاً ایک قبیلہ جب اپنے دشمن قبیلہ سے انتقام کی غرض سے جنگ چھیڑنا چاہتا تو اعلان کر دیتا کہ اس سال محرم کے بجائے صفر کا مہینا حرمت والا ہے۔ اس اچانک اعلان سے دوسرا قبیلہ جنگی تیاری کے بغیر مقابلہ کی

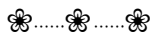
ہمت نہ رکھتے ہوئے شکست کھا کر شدید نقصان سے دو چار ہو جاتا۔ اس طرح طے شدہ اصول میں ہیرا پھیری اور رد و بدل کو اللہ تعالیٰ نے ناجائز اور حرام قرار دیا ہے۔ اسلامی یعنی قمری مہینے کبھی آتیس اور کبھی تیس دن کے ہوتے ہیں۔ روزے، حج، عمرہ اور عیدین کا تعلق قمری مہینوں سے ہے، اسی طرح ہجری سن کا تعلق بھی قمری نظام سے وابستہ ہے۔ عدت و رضاعت کے احکامات میں بھی قمری تقویم کو پیش نظر رکھا جائے گا۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 ”دیکھو! زمانہ گھوم پھر کر پھر اسی نقشہ پر آ گیا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان پیدا کیے تھے۔ سال بارہ ماہ کا ہوتا ہے، ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں، تین لگا تار ذیقعد، ذی الحج، محرم اور چوتھا رجب ہے۔^(۱)
 ﴿ذَٰلِكَ الْيَمِينُ الْقَيُّمَةُ﴾ ”اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہی ایک مستقل قانون و ضابطہ ہے لہذا ان مہینوں میں (ناحق لڑائی اور جنگ سے) اپنے آپ پر ظلم نہ کرو۔“
 اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان کو یہ حکم ہے کہ ان مہینوں میں تم جنگ کی ابتدا نہ کرو البتہ اگر تم پر جنگ مسلط کر دی جائے تو پھر دشمن سے لڑائی کی تمہیں اجازت ہے۔ ارشاد ہے:

﴿وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا قَاتَلْتُمُوهُمْ كَافَّةً ط﴾ [التوبة: ۶۳]

”باہمی اختلافات بھلا کر مشرکین کے خلاف مشترکہ فوج کشی کرو جیسے وہ سب اکٹھے مل کر تم سے لڑتے ہیں۔“

یہاں اہل ایمان کو یہ بات سمجھائی جا رہی ہے کہ مشرکین تو اپنے باہمی نزاع اور جھگڑوں کو بھلا کر اہل ایمان کے خلاف متحد ہو کر لڑنے کے لیے میدانوں میں اترتے ہیں مسلمانوں کے لیے تو بہت ضروری ہے کہ وہ کفار و مشرکین کے خلاف میدان جنگ میں اکٹھے اتریں۔



① بحاری، کتاب التفسیر، باب قوله: ﴿إِنْ عُدَّةَ الشُّهُورِ﴾ الآية: ۶۶۲۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَفَأَنْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ ۚ أَرْضِيكُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ ۚ هِيَ مَتَاعٌ الْخَيْرِ ۚ وَالْآخِرَةُ أَكْبَرُ ۖ إِلَّا تَذَكَّرُوا يَعَذِّبُكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۚ وَيَسْتَبِيلُ قَوْمًا عَلَيْهِمْ وَرَاءُ تَعَذُّرِهِمْ عَمَلٌ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ [التوبة : ۳۸، ۳۹]

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! تمہیں کیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے اللہ کے راستے میں نکلو تو تم زمین کی طرف نہایت بوجھل ہو جاتے ہو؟ کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی پر خوش ہو گئے ہو؟ تو دنیا کی زندگی کا سامان تو آخرت کے مقابلے میں بہت تھوڑے کے سوا کچھ نہیں۔ اگر تم نہ نکلو گے تو وہ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور بدل کر تمہارے علاوہ اور لوگ لے آئے گا اور تم اس کا کچھ نقصان نہ کرو گے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔“

آیت نمبر ۳۸ سے لے کر ۱۲۷ تک غزوہ تبوک اور اس کے متعلقات کا تفصیلی ذکر نوے سے زیادہ آیات میں پھیلا ہوا ہے۔ اس غزوہ کو ”جیش العسرہ“ بھی کہا جاتا ہے اس لیے کہ اس سفر میں لشکر کو سخت بھوک پیاس کی صعوبتیں، پریشانیاں اور بڑی بڑی تکلیفیں برداشت کرنا پڑی تھیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اہل ایمان سے بالکل انوکھے انداز میں مخاطب ہے کہ ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ آخر اس کی وجہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں جہاد میں نکلنے کا حکم دے رہا ہے اور تم ہو کہ زمین کی طرف بوجھل ہو کر بچھتے اور گرتے جا رہے ہو؟ اللہ کے رسول تمہیں جہاد کے میدان کی طرف نکلنے کا حکم دے رہے ہیں مگر تمہارے قدم بوجھل، سست اور زمین کے ساتھ جमे ہوئے ہیں۔ تمہیں جہاد کے لیے نکلنا اتنا سخت اور دشوار کیوں معلوم ہو رہا ہے؟ تم پر یہ شدید پریشانی اور بزدلی کی کیفیت کیوں طاری ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ تمہیں دنیا فانی سے پیار ہو گیا ہے؟ اور دشمن کے مقابلے میں اٹھنے والے قدموں میں اب سکت اور ہمت باقی نہیں رہی؟ یاد رکھو! آخرت کے ابدی گھر اور نعمتوں بھری جنت کے مقابلے میں یہ

سامان دنیا بہت قلیل اور بہت ہی بے حیثیت و حقیر ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 ”اللہ کی قسم! دنیا کی مثال آخرت کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے تم میں سے کوئی
 شخص سمندر میں اپنی انگلی ڈالے اور پھر نکال کر اسے دیکھے کہ وہ انگلی سمندر سے
 کتنا پانی لے کر واپس لوٹی ہے۔ (جتنا پانی انگلی کے ساتھ لگا ہے یہ دنیا ہے اور
 باقی پورا سمندر آخرت ہے)۔“^①

مسلمانو! عارضی، وقتی اور فنا ہونے والی دنیا کے مال و اسباب پر تم کیسے راضی ہو گئے ہو؟
 اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم مان کر اگر تم جہاد کے لیے نکل کھڑے ہوتے تو
 فائدہ تو تمہارا ہی تھا۔

اچھا اگر تم نہیں نکلو گے تو نہ سہی، اللہ تعالیٰ تمہارا ہرگز محتاج نہیں، اس کے لشکر بے شمار
 ہیں، میدان جہاد کے پر عظمت میدان کی رونق کے لیے تمہاری جگہ وہ کسی دوسری قوم کو لے
 آئے گا، پھر بتاؤ تم اس کا کیا بگاڑ سکو گے؟، ارشاد بانی ہے:

﴿وَبَيْنَمَا أَصْبَحُوا بِقَوْمٍ عَلَيْهِمْ لَبَسٌ لَّيَكُونُوا آيَةً لِلْعَالَمِينَ﴾ [محمد: ۳۸]

”اور اگر تم اس کی اطاعت سے منہ موڑو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ دوسرے
 لوگوں کو لے آئے گا جو ہرگز تمہاری طرح نہ ہوں گے۔“

غزوہ تبوک کا پس منظر:

اگلی آیات میں غزوہ تبوک کی تفصیلات آرہی ہیں اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں
 ہم غزوہ تبوک کی اہم جھلکیاں پیش کر دیں تاکہ آنے والی آیات کو با آسانی سمجھا جاسکے۔
 ✽ سیدنا حارث بن عمیر از دی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا دعوتی خط لے کر قیصر روم کے گورنر
 کے پاس بصری پہنچے تو شَرَحْبِيل بن عمرو غسانی نے انھیں قتل کرا دیا۔ رسول اللہ ﷺ
 کو اطلاع ملی تو صلیبیوں سے اپنے سفیر کا انتقام لینے کے لیے جمادی الاولیٰ ۸ھ کو تین
 ہزار مجاہدین پر مشتمل ایک لشکر سیدنا زید بن حارثہ کی کمان میں آپ ﷺ نے روانہ

① مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب فناء الدنيا و بيان..... الخ: ۲۸۵۸۔



فرماتے ہوئے وصیت فرمائی:

”اگر زید قتل کر دیے جائیں تو جعفر اور اگر جعفر قتل کر دیے جائیں تو عبد اللہ بن رواحہ امیر لشکر ہوں گے۔“^①

تین ہزار کے اس لشکر کا مقابلہ دو لاکھ صلیبیوں سے موتہ کے مقام پر ہوا..... اسلامی لشکر کے تینوں جرنیل یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے۔

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے لشکر کی کمان سنبھالی اور دشمن سے اس قدر خوفناک اور خونریز لڑائی لڑی کہ آپ کے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں۔^②

اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں اسلامی لشکر کو فتح عطا فرمائی اور یہ کامیاب و کامران واپس پلٹ آئے۔

✽ روم اس وقت دنیا کی مانی ہوئی طاقت تھی۔ اب اس کے مقابلہ میں اسلام کی ایک مضبوط قوت ابھر کر سامنے آچکی تھی اور قیصر روم بڑی گہری نظر سے یہ بھی دیکھ رہا تھا کہ اسلامی لشکر نے جس علاقے کی طرف بھی پیش قدمی کی ہے وہ فاتحانہ واپس لوٹا ہے، چنانچہ قیصر روم نے اسلامی قوت سے ٹکرانے کا عزم کیا اور فیصلہ کن جنگ کی تیاری شروع کر دی۔

✽ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیصر روم کی تیاریوں کی خبر ہوئی تو دشمن کو زیادہ مہلت دیے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے علاقہ میں جا کر جنگ لڑنے کا فیصلہ کرتے ہوئے ہنگامی بنیادوں پر جنگی تیاریوں کا اعلان فرما دیا۔

✽ اہل مکہ اور دیگر عرب قبائل کو حکم بھیجا کہ بلا تاخیر صلیبی رومیوں سے لڑنے کے لیے تیار ہو کر نکل پڑیں۔

✽ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے باوجود کچھ لوگ ایسے تھے کہ جن کو جہاد تبوک کے لیے نکلنا مشکل اور دشمن کے مقابلہ کے لیے سفر کرنا سخت دشوار تھا۔ ان میں سے کچھ لوگ تو دنیا

① بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة مؤتة من أرض الشام: ٤٢٦١۔

② بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة مؤتة..... الخ: ٤٢٦٥۔

کی زندگی سے پیار کرنے والے منافق اور کچھ کمزور ایمان والے لوگ بھی شامل تھے۔ اس حقیقت کو جاننے کے لیے اس آیت کے نزول سے تقریباً گزشتہ دس ماہ کے حالات و واقعات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

✽ شعبان ۸ ہجری کو قریش مکہ کی عہد شکنی کی وجہ سے معاہدہ صلح حدیبیہ ٹوٹ گیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بنو بکر اور قریش مکہ نے مل کر بنو خزاعہ پر حملہ کر کے ان کے ۲۳ لوگوں کو قتل کر دیا تھا۔

✽ اس عہد شکنی کی خبر کے ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ نے مکہ پر فوج کشی کا پروگرام بنالیا اور شعبان ۸ ہجری سے مسلمانوں کو بڑی جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا۔ جس کے نتیجے میں دس رمضان تک دس ہزار کا لشکر جوار تیار ہو کر مکہ کے لیے نکل پڑا تھا۔

✽ سترہ رمضان کو مکہ فتح ہو گیا اور یہاں رسول اللہ ﷺ نے انیس دن قیام فرمایا، ان ایام میں بیت اللہ کے علاوہ مکہ کے قرب و جوار میں نصب کیے گئے، بتوں، مجسموں، مورتیوں، تصویروں اور شرک کے اڈوں سے علاقہ کو پاک صاف کر دیا۔

✽ ۶ شوال ۸ھ کو غزوہ حنین کے لیے رسول اللہ ﷺ نے بارہ ہزار کے لشکر کی قیادت فرماتے ہوئے جہادی سفر کا آغاز فرمایا۔ فتح حنین کے فوراً بعد طائف کا محاصرہ بھی فرمایا۔

✽ ۲۴ ذیقعدہ ۸ھ کو مدینہ واپس تشریف لائے، اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ماہ شعبان ۸ھ سفر مکہ کی تیاری اور ۱۰ رمضان سے ۲۴ ذیقعدہ تک معرکہ آرائیوں کے نتیجے میں مکہ اور حنین کی فتوحات کے علاوہ رسول اللہ ﷺ بہت بڑی مقدار میں مال غنیمت کے ساتھ تقریباً اڑھائی ماہ بعد مدینہ واپس تشریف لائے۔

✽ ذی الحج ۸ھ سے جمادی الاول ۹ھ تک چھ ماہ کے اس عرصہ میں مجاہدین نے اپنی فصلوں اور کاروبار کی طرف توجہ کی، گزشتہ دس ماہ سے مدینہ کی منڈیاں بے رونق، فصلیں اجڑی ہوئیں اور باغات ویرانی کا منظر پیش کر رہے تھے۔

✽ جمادی الثانی ۹ھ کا مہینا شروع ہوا تو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اعلان ہو گیا کہ

مسلمانو! رومی سلطنت کے مقابلہ کی تیاری کر کے نکلو!

تبوک میں مشکلات کی جھلک:

✽ چھ سو کلومیٹر سے زیادہ طویل سفر، راستے اجنبی، پر پیچ اور دشوار گزار پہاڑ..... نیز راستے

میں ریت کے ٹیلے، بے آب و گیاہ وادیاں اور درندوں سے بھرے ہوئے جنگل تھے۔

✽ مقابلے میں دنیا کی مانی ہوئی صلیبی رومیوں کی سپر طاقت تھی جو اپنے مسلح اتحادی

جنگجوؤں کے ساتھ مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے لیے تیار تھی۔

✽ منافقین اور یہودیوں کی مکمل ہمدردیاں اور تعاون صلیبیوں کے ساتھ تھا۔ اسلامی لشکر کی

روانگی کے بعد مدینہ شدید خطرات کی زد میں تھا۔

✽ مجاہدین کے پاس سامان سفر اور سوار یوں کی شدید قلت تھی۔

✽ سخت گرمی اور جھلسا دینے والی تند و تیز لو کا موسم تھا۔ مزید امتحان یہ کہ قحط سالی کے

خاتمہ کی امیدیں قوی تھیں اور لوگوں کی نظریں فصلوں پر جمی ہوئی تھیں جو قریب قریب

پکنے ہی والی تھیں۔

✽ منافقین بر ملا لوگوں سے یہ کہتے ہوئے سنائی دے رہے تھے:

﴿لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ﴾ ”گرمی میں نہ نکلو۔“

انہی حالات میں رسول اللہ ﷺ نے اہل ایمان کو دشمن سے مقابلے کے لیے نکلنے کا

حکم دیا۔ ایسے مشکل وقت میں منافقین کا اس خوفناک جنگ سے پیچھے رہنا اور پرصوبت

طویل سفر سے جی چرانا فطری امر تھا مگر بعض کمزور مسلمان بھی رومیوں سے مقابلے کے

تصور سے پریشان ہو کر تذبذب کا شکار ہونے لگے تھے، ایسے میں یہ آیات نازل ہوئیں اور

اللہ تعالیٰ نے جہاد میں شرکت کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

”ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تمہیں کہا جائے کہ دشمن سے مقابلہ کے

لیے نکلو! تو تم زمین پر بوجھل ہو کر بچھ جاتے ہو؟

پر مشقت اور تکلیف دہ سفر سے بچ کر پکی ہوئی فصلوں کو کاٹ کر سال بھر کی خوراک جمع کرنے کی فکر میں..... نعمتوں بھری ابدی جنت کو بھول بیٹھے ہو؟ اگر تم نہ نکلے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دردناک عذاب تمہیں آپکڑے گا..... لہذا جہاد میں شریک ہو کر دنیا و آخرت کے تکلیف دہ عذاب سے اپنے آپ کو بچا لو اور جنت کے وارث بن جاؤ۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس وعید کے نزول کے فوراً بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رومی صلیبیوں سے معرکہ آرائی کا عزم پختہ کیا اور زبردست تیاریوں میں لگ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے جنگی ضروریات کے پیش نظر ”جہاد فند“ کی اپیل کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے جہاد میں مال خرچ کرنے کی بھرپور ترغیب کے لیے آیات نازل فرمائیں۔ ان ترغیبات کے نتیجہ میں امیر و غریب مردوں اور عورتوں نے بھرپور حصہ لیا۔

منافقین نے جھوٹے عذر بہانے گھڑ لیے اور نہ صرف یہ کہ خود مال پیش کرنے سے اپنی مٹھیاں بند کر لیں بلکہ جہاد کے لیے مال پیش کرنے والوں پر طنز بھی کرتے رہے۔

جن غریب مجاہدین کے پاس سامان جنگ اور سفر کے لیے سواریاں نہیں تھیں وہ سخت پریشان ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش ہو کر سواریاں مانگتے تھے۔ حالات کے مطابق کبھی تو آپ ﷺ ان غربا کو سواریاں عطا کر دیتے اور کبھی کہہ دیتے کہ میرے پاس تمہارے لیے کوئی سواری نہیں، یہ جواب سن کر مخلص مجاہد صحابہ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگتے۔

ایک مرتبہ جب سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کا مطالبہ لیے سواریاں مانگنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرما دیا: ”میرے پاس سواریاں نہیں ہیں۔“ بعد میں رسول اللہ ﷺ نے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے چھ اونٹ خریدے اور سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیے۔ ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ مال غنیمت کے مزید اونٹ بھی آگئے تو رسول اللہ ﷺ نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا اور مزید پندرہ اونٹ انھیں عطا کر دیے۔

تبوک روانگی اور سفر کے احوال:

✽ صلیبوں سے فیصلہ کن جنگ کے لیے تیس ہزار مجاہدین رسول اللہ ﷺ کے گرد جمع ہو گئے۔ ۵ رجب ۹ ہجری کو یہ جہادی لشکر روانہ ہوا۔ قلت سامان کا عالم یہ تھا کہ اٹھارہ اٹھارہ مجاہدین کے لیے صرف ایک ایک سواری تھی جس پر یہ مجاہد باری باری سوار ہوتے اور باقی پیدل چلتے۔

✽ قلت خوراک کا یہ عالم تھا کہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ آدھی آدھی کھجور ایک ایک مجاہد کے حصہ میں آتی، بعض اوقات درختوں کے پتے کھانے پڑتے جس کے نتیجے میں مجاہدین کے ہونٹوں پر درم آ گیا تھا۔

✽ پانی کی شدید قلت کی وجہ سے سواریوں کی قلت کے باوجود اونٹوں کو ذبح کر کے ان کی اوجھڑیوں اور آنتوں میں جمع شدہ پانی اور تری وغیرہ سے پیاس بجھانا پڑتی تھی اسی لیے اس غزوے کو ”جیش العسرہ“ بھی کہتے ہیں۔

✽ تبوک کی راہ میں مجاہدین کا گزر قوم شمود کی تباہ شدہ بستیوں سے ہوا جنہیں ”حجر“ کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ ان شمودیوں نے ”وادی القرئی“ کے اندر پہاڑی چٹانیں تراش تراش کر بڑے مضبوط گھر بنائے تھے۔ یہ مضبوط مکان تو آج بھی موجود ہیں مگر ان گھروں کے مکین ایک زوردار آواز سے ہلاک کر دیے گئے۔

✽ رسول اللہ ﷺ نے مجاہدین کو حکم دیا کہ ان ہلاک شدہ لوگوں کے کنویں کا پانی نہ پینا، اس پانی سے نماز کے لیے بھی وضو نہ کرنا، بے خبری میں جو لوگ پانی لے چکے ہیں اور اس سے آٹا گوندھ چکے ہیں تو یہ گوندھا ہوا آٹا جانوروں کو کھلا دیں۔ مزید فرمایا جن لوگوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا تھا ان کے گھروں میں داخل نہ ہونا اگر داخل ہونا چاہو تو روتے ہوئے جانا اور اگر رونا نہ آئے تو مت داخل ہونا۔ پانی اس کنویں سے حاصل کرو جہاں سے اونٹنی پانی پیتی تھی۔

✽ صحابہ کرام کو ہدایات دینے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے چادر سے اپنا سر مبارک

ڈھانک لیا اپنی سواری کو ایڑ لگائی اور بڑی تیزی سے اس وادی سے گزر گئے۔^①

✽ سفر تبوک پر اسی علاقہ یعنی ”وادی القری“ سے رسول اللہ ﷺ گزرے تو یہاں ایک عورت اپنے باغ میں موجود تھی، رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا: ”اس باغ کے پھلوں کا تخمینہ لگاؤ۔“ چنانچہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام نے دس دس پھل کا اندازہ لگایا۔ آپ ﷺ نے عورت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ”جب اس باغ کا پھل اتار لو تو اس کا وزن کر لینا اور اسے یاد بھی رکھنا، ان شاء اللہ ہم واپسی پر تمہارے پاس بھی آئیں گے۔“ اس عورت سے بات چیت کے بعد رسول اللہ ﷺ تبوک کی طرف چل پڑے۔ واپسی پر جب رسول اللہ ﷺ اس عورت کے پاس پہنچے تو اس سے پوچھا: ”تمہارے باغ کا پھل کتنا اترا؟“ اس نے بتایا کہ دس دس یعنی جو تخمینہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے مجاہد صحابہ نے لگایا تھا وہ بالکل صحیح نکلا۔^②

✽ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا: ”تم کل تبوک کے چشمہ پر پہنچ جاؤ گے، ان شاء اللہ، ہاں یاد رکھو! میرے پہنچنے سے پہلے اس چشمے کے پانی کو ہاتھ نہ لگانا۔“ اگلے دن رسول اللہ ﷺ چشمے پر پہنچے اور پہلے پہنچنے والے دو آدمیوں سے پوچھا: ”کیا تم نے چشمے کے پانی کو ہاتھ لگایا ہے؟“ انھوں نے کہا: جی ہاں، رسول اللہ ﷺ ان دونوں سے ناراض ہوئے، اس چشمے سے تھوڑا تھوڑا پانی بہہ رہا تھا اس میں سے تھوڑا سا پانی رسول اللہ کی خدمت میں پیش کیا گیا، اس سے آپ نے اپنے ہاتھ اور چہرہ انور دھویا اور پھر یہی پانی واپس چشمے میں ڈال دیا گیا، پھر وہی سوکھا چشمہ جوش مارنے لگا اور پانی خوب ابل ابل کر بہنے لگا۔ اس سے تیس ہزار کے لشکر نے پانی پیا اور اپنی سواروں کو بھی پلایا۔ یہ منظر دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ”اے معاذ! اگر تمہاری زندگی لمبی ہوئی تو تم دیکھو گے کہ اس

① مسلم، کتاب الزہد، باب النهی عن الدخول الخ : ۲۹۸۰، ۲۹۸۱۔

② مسلم، کتاب الفضائل، باب فی معجزات النبی ﷺ : ۱۱/۱۳۹۲ بعد ۲۲۸۱۔



چشمے کا پانی باغوں کو سیراب کرے گا۔“^①

✽ تبوک پہنچ کر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک خطرے سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا: ”آج رات سخت آندھی آئے گی اس لیے تم میں سے کوئی شخص کھڑا نہ ہو اور جس کے پاس اونٹ ہو اسے چاہیے کہ وہ اسے باندھ دے۔“ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تعمیل میں اپنے اپنے اونٹوں کو باندھ دیا۔ رات کو سخت آندھی آئی، ایک شخص کھڑا ہوا تو آندھی نے اسے اٹھایا اور دور وادی ”طی“ میں پٹخ دیا۔^②

ابوخیثمہ قافلے سے جا ملے:

قیام تبوک میں ایک دن رسول اللہ ﷺ نے سیدنا کعب بن مالک کو یاد فرمایا جو جہادی قافلے سے پیچھے رہ گئے تھے۔ (تفصیلی ذکر آیت ۱۱۸ میں آئے گا) ان شاء اللہ۔

رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے تذکرے کے بعد تھوڑی دیر گزری تھی کہ دور سے سفید کپڑے پہنے کوئی شخص جہادی لشکر کی طرف گرداڑاتا ہوا آتا دکھائی دیا۔ رسول اللہ ﷺ کی جب نظر پڑی تو دور ہی سے آپ ﷺ نے فرمایا: «كُنْ أَبَا خَيْثَمَةَ» ”یہ تو ابوخیثمہ ہی ہو سکتا ہے۔“

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ تیزی سے آنے والا وہ شخص آپہنچا، وہ واقعی ابوخیثمہ تھا۔ یہ وہی مجاہد ہے جس نے (اپنی مزدوری سے) ایک صاع کھجوریں جہاد فنڈ میں پیش کی تھیں اور منافقین نے ان پر طنز کیا تھا۔^③

کھانے میں برکت کا معجزہ:

قیام تبوک کے دوران راشن ختم ہو گیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شدت بھوک کی شکایت کی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی تجویز پر رسول اللہ ﷺ نے مجاہدین کو حکم دیا کہ تمام لوگ اپنا اپنا

② مسلم، کتاب الفضائل، باب فی معجزات النبی ﷺ: ۷۰۶ بعد ۲۲۸۱۔

① مسلم، کتاب الفضائل، باب فی معجزات النبی ﷺ: ۱۳۹۲ بعد ۲۲۸۱۔

② مسلم، کتاب التوبة، باب حدیث توبة کعب بن مالک وصاحبيه: ۲۷۶۹۔

بچا ہوا راشن لا کر ایک جگہ جمع کر دیں چنانچہ ایک دسترخوان پر لوگ تھوڑی تھوڑی کھجوریں، روٹی کے ٹکڑے، جو کچھ اور جتنا کچھ کسی کے پاس تھا، لا کر دسترخوان پر جمع کر دیا گیا پھر رسول اللہ ﷺ نے برکت کی دعا فرمائی اور لوگوں کو حکم دیا کہ اپنے اپنے برتن بھر لو چنانچہ تمام لوگوں نے اپنے اپنے برتن بھر لیے سب نے پیٹ بھر کر کھانا کھا لیا اور پھر بھی دسترخوان پر راشن باقی تھا۔^①

قیام تبوک:

رومی صلیبیوں سے دودھ ہاتھ کرنے کے لیے مجاہدین میں زبردست جوش و خروش تھا۔ تبوک میں بیس روزہ قیام کے دوران رسول اللہ ﷺ نے ایک دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خطاب فرمایا۔ یہ وعظ دل کی گہرائیوں میں اترنے والا تھا۔ اس خطبہ میں آپ ﷺ نے جوامع الکلم ارشاد فرمائے، دنیا و آخرت کی بھلائیوں کے حصول کی رغبت دلائی، اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا اور اطاعت گزاروں کو انعامات کی خوشخبری دی۔ یہ خطاب سن کر مجاہدین کے حوصلے بلند ہو گئے۔ خوراک کی قلت، عسکری سامان کی کمی اور دیگر ضروریات کی عدم دستیابی کا بوجھ ذہنوں سے اتر گیا، پریشانیاں ختم ہو گئیں۔ دوسری طرف رومی جنگجوؤں کا لشکر رسول اللہ ﷺ کی آمد کی خبر سنتے ہی دہشت زدہ ہو گیا، ان میں خوف کی لہر دوڑ گئی، مقابلے کی ہمت نہ رہی اور وہ میدان جنگ کی بجائے گھروں کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔ مجاہدین کے لیے اللہ کافی ہوا اور یوں اسلامی لشکر فاتحانہ شان سے کئی علاقوں کو فتح کرتا ہوا واپس آیا۔

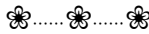
ایک کے حکمران نے اپنے قاصد کے ہاتھ ایک خط بھیجا اور ساتھ ہی تحفے کے طور پر سفید خچر کی سواری بھیجی، رسول اللہ ﷺ نے تحفہ قبول فرمایا اور خط کے جواب کے ساتھ ایک چادر تحفہ دی۔^②

① مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی أن مات علی التوحید دخل الجنة قطعاً: ۲۷۔

② مسلم، کتاب الفضائل، باب فی معجزات النبی ﷺ: ۱۳۹۲ بعد ۲۲۸۱۔

قیام تبوک کے دوران ہی رسول اللہ ﷺ نے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو چار سو سے زیادہ سوار مجاہدین کے دستے کا کمانڈر بنا کر ”دَوْمَةُ الْجَنْدَل“ کے علاقے پر کارروائی کے لیے روانہ فرمایا۔ مجاہدین نے اس علاقے کے حکمران کو شکار کھیلتے ہوئے گرفتار کر کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی جان بخشی فرمائی اور دو ہزار اونٹ، آٹھ سو غلام، چار سو زہریں اور چار سو نیزے دینے کی شرط پر مصالحت فرمائی۔^①

رسول اللہ ﷺ تبوک کے لیے رجب ۹ھ کو روانہ ہوئے تھے اور رمضان میں فاتحانہ واپس مدینہ تشریف لے آئے۔ پندرہ دن جاتے ہوئے اور پندرہ دن واپسی کے سفر میں لگے اور بیس دن تک آپ ﷺ نے تبوک میں قیام فرمایا مجموعی طور پر اس سفر میں پچاس دن صرف ہوئے۔



﴿لَا تَعْرُودُوا فَعَدَّ نَصْرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْعَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَمُوتُنَا إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا قَاتِلْ لِلَّهِ سَكِينَتُهُ عَلَيْهِ وَأَيُّهَا يَجُودُ لَمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّخْلَىٰ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَلِيمٌ﴾ [التوبة: ٤٠]

”اگر تم اس کی مدد نہ کرو تو اللہ نے تو اس کی مدد کی ہے، جب اسے ان لوگوں نے نکال دیا جو کافر تھے، جب کہ وہ دو میں دوسرا تھا۔ جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا: غم نہ کر، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے اپنی سکینت اس پر اتار دی اور اسے ان لشکروں کے ساتھ قوت دی جو تم نے نہیں دیکھے اور ان لوگوں کی بات نیچی کر دی جو کافر تھے اور اللہ کی بات ہی سب سے اونچی ہے اور اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“

① الرحیق المختوم، ص: ۵۸۷۔



سفر ہجرت اور سفر تبوک کا باہمی تعلق :

اس آیت سے پہلے اور بعد والی آیات میں سفر تبوک کا ذکر ہے مگر درمیان میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اس مدد کا ذکر کیا ہے جو نو سال پہلے اپنے رسول ﷺ کی ہجرت کے وقت کی تھی۔ سفر تبوک اور سفر ہجرت میں باہمی مماثلت درج ذیل امور سے نمایاں ہے :

❁ مسلمانو! اگر تم رسول اللہ ﷺ کی مدد نہیں کرو گے تو اس سے پہلے اللہ اپنے رسول کی مدد کر چکا ہے۔

❁ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے جنگ تبوک سے پہلے ہی اپنے رسول ﷺ کو حتمی اور یقینی مدد کا اشارہ دے دیا ہے جیسا کہ سفر ہجرت میں مدد آچکی تھی۔

❁ سفر ہجرت میں اللہ تعالیٰ کی مدد کچھ اس طرح آئی کہ دشمن سے آمنہ سامنا نہیں ہوا اور یہ بات مشترک ہے۔ سفر تبوک میں دونوں طرف سے زبردست جنگی تیاریوں کے باوجود دشمن سے ٹکراؤ کا موقع ہی نہیں آیا۔

❁ سفر ہجرت کے لیے جارحانہ کارروائی کا آغاز مشرکین مکہ کی طرف سے تھا اور سفر تبوک میں بھی پہلے صلیبیوں ہی نے کی تھی مگر دونوں مرتبہ مشرک اور کافر ہی ناکام و نامراد رہے۔

❁ ہجرت کے وقت مشرکین قریش کے تمام قبائل جمع ہو کر رسول اللہ ﷺ کا خاتمہ چاہتے تھے۔ تبوک میں صلیبی مشرکین کے اتحادی لشکر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کے خاتمہ کے ناپاک ارادوں سے جمع ہوئے تھے۔

❁ سفر ہجرت میں رسول اللہ ﷺ کی منزل مکہ کے شمال میں تھی۔ سفر تبوک میں بھی رسول اللہ ﷺ کا رخ شمال ہی کی جانب تھا۔

❁ سفر ہجرت میں رسول اللہ ﷺ کے کئی معجزات میں سے ایک یہ بھی تھا کہ ام معبد کی لاغر بکری جس کے تھن دودھ سے خالی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے بکری کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا، اللہ تعالیٰ کا نام لے کر دعا کی تو بکری نے پاؤں پھیلا دیے۔ خشک تھنوں میں دودھ بھر آیا، رسول اللہ ﷺ نے ام معبد سے ایک بڑا برتن لیا اور اتنا دودھ نکالا

کہ وہ برتن بھر گیا۔ رسول اللہ ﷺ آپ کے ساتھیوں اور ام مہد سمیت یہ دودھ سب نے سیر ہو کر پیا۔

✽ سفر تبوک میں مجاہدین کو پانی کی ضرورت پڑی، ایک چشمے پر پہنچے تو اس میں سے قطرہ قطرہ پانی نکل رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چلو مبارک سے تھوڑا تھوڑا پانی نکالا اور اس میں اپنا چہرہ اور ہاتھ دھوئے، پھر یہی پانی اسی چشمے میں انڈیل دیا۔ اس کے بعد اس چشمے سے خوب پانی نکلا حتیٰ کہ اونٹوں سمیت سارے لشکر نے سیر ہو کر پانی پیا۔^①

سفر ہجرت میں اللہ تعالیٰ کی مدد کے چند مزید پہلو:

✽ ویسے تو تیرہ سالہ مکی دور کا ہر لمحہ ہی اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کا شاہد ہے کہ اس طویل عرصہ میں مشرکین مکہ کی زبردست مخالفت کے باوجود رسول اللہ ﷺ دعوت دین کا فریضہ سرانجام دیتے رہے، اس سارے عرصے میں مشرکین کے دلوں میں آپ ﷺ کی عداوت اور دشمنی کے الاؤ بھڑکتے رہے اور وہ لاکھ کوشش کے باوجود بھی آپ ﷺ کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچا سکے۔ اس دوران سینکڑوں سلیم الفطرت اور صاحب بصیرت لوگوں نے اسلام قبول کر کے مشرکین کے غم و غصہ کو تیز کر دیا اور ان کا غیظ و غضب اس قدر بڑھ گیا کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے قتل کا فیصلہ کر لیا۔

✽ قریشی قبائل کے منتخب افراد نے رات کی تاریکی میں رسول اللہ ﷺ کے گھر کا محاصرہ کر لیا اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی، اپنے رسول کو سخت محاصرے کے باوجود گھر سے بخیر و عافیت نکالا اور جاں نثار صحابی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ غار ثور میں پہنچا دیا۔

انعامی اعلان: صبح ہوئی تو انھیں بتا چلا کہ رسول اللہ ﷺ تو بخیر و عافیت محاصرے سے نکلنے میں کامیاب ہو چکے ہیں تو بتوں کے پجاری مشرکین نے انعامی اعلان میں پیش کش

① مسلم، کتاب الفضائل، باب فی معجزات النبی ﷺ: ۷۰۶ بعد ۲۲۸۔

کی کہ جو شخص محمد (ﷺ) اور ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کو زندہ یا (نعوذ باللہ) مردہ حالت میں پیش کرے گا تو اسے ہر ایک کے بدلے ایک ایک سوانٹ بطور انعام دیا جائے گا، چنانچہ اس بڑے انعام کے لالچ میں تمام مشرکین اللہ کی مدد یافتہ دونوں صاحب عزت شخصیات کی تلاش میں سوار پیدل چھوٹے بڑے سب نکل پڑے دور و نزدیک کی وادیاں، پہاڑی چوٹیاں، تنگ درے، کھیتیاں، باغات اور جنگلات کا چپہ چپہ چھان مارا، مشرکین کا ایک گروہ اپنے ہوشیار سراغ رساں یعنی کھوجی کی مدد سے غار ثور کے منہ تک جا پہنچا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی مدد فرمائی اور غار کا ظاہری نقشہ ہی کچھ ایسا بنا دیا کہ لوگ اپنے ہی ”کھوجی“ کو جھوٹا کہتے ہوئے غار سے واپس پلٹ گئے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لشکروں میں سے ایک کمزور مخلوق کمزری کو حکم دیا تو اس نے غار کے منہ پر جالا بن دیا، جب مشرکین نے اس جالے کو دیکھا تو کہنے لگے کہ یہاں تو مدتوں سے کوئی آیا ہی نہیں، بعض مفسرین یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ملائکہ نے مشرکین کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈالا کہ وہ چند فٹ کے فاصلے پر موجود مطلوب شخصیات کو دیکھ ہی نہ سکے۔

بہر حال شکل کوئی بھی ہو اللہ تعالیٰ کی مدد آئی اور دشمن ناکام و نامراد واپس پلٹ گیا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ واقعہ غار کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”میں نبی ﷺ کے ساتھ غار (ثور) میں تھا، سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ غار کے منہ پر لوگ پہنچ گئے ہیں اور مجھے ان کے پاؤں نظر آرہے ہیں۔ میں نے سرگوشی کے عالم میں کہا: اے اللہ کے نبی! (ﷺ) اگر ان میں سے کوئی شخص صرف اپنی نگاہ کو نیچے کر لے تو وہ ہمیں دیکھ لے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَا ظَنُّكَ يَا أَبَا بَكْرٍ بَاتْنَيْنِ اللَّهُ تَالِثُهُمَا »^①

① بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله: ﴿ثَانِي اثْنَيْنِ إِذْهُمَا فِي الْغَارِ﴾..... الخ: ٤٦٣۔

”لے ابو بکر! ایسے دو آدمیوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ ہے۔“

ہجرت موسیٰ (علیہ السلام) اور ان کی قوم :

اللہ تعالیٰ کے حکم پر موسیٰ (علیہ السلام) اپنی قوم بنی اسرائیل کو لے کر رات کی تاریکی میں مصر سے نکل پڑے۔ فرعون کو جب خبر ہوئی تو اس نے ایک بڑے مسلح لشکر کے ساتھ ان کا تعاقب کیا۔ قرآن کریم اس منظر کو یوں پیش کرتا ہے :

﴿فَلَمَّا تَرَاهُ جَمْعًا قَالَ أَتَعْصَبُ عَلَيْهِمْ إِنَّمَا هِيَ قَوْمٌ لَّيِّئُونَ ۖ قَالَ إِنَّمَا فَتَتْهُ رَبِّي﴾

﴿الشعراء: ۶۱، ۶۲﴾

”پھر جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا تو موسیٰ (علیہ السلام) کے ساتھی پکارا اٹھے کہ اب تو ہم پکڑے گئے۔“

اس جملہ میں بنی اسرائیل کی دلی کیفیت نمایاں ہے اس لیے کہ پیچھے سے مسلح فرعونی لشکر چمکتی دکتی تنگی تلواروں کے ساتھ تعاقب میں تھا تو سامنے ٹھٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا جس کی وجہ سے موسیٰ (علیہ السلام) کے ساتھی چلا اٹھے: ”یقیناً اب تو ہم پکڑے گئے۔“

ان کی اس گھبراہٹ کو دیکھ کر سیدنا موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا تھا: ﴿إِنَّ مَعَ رَبِّكَ بَلَدًا كَافًا﴾

”یقیناً میرا رب میرے ساتھ ہے وہ عنقریب میری راہنمائی کرے گا۔“

موسیٰ (علیہ السلام) نے یہاں اپنے ساتھیوں کو شریک نہیں کیا بلکہ یہ کہا کہ میرا رب میرے ساتھ ہے۔ سفر ہجرت میں غارتو رہا جب دشمن پہنچ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا تَحْزَنُوا إِنَّا اللَّهُ مَعَ الْغَافِلِينَ﴾ ”(ابو بکر)! غم نہ کرو اللہ ہم دونوں کے ساتھ ہے۔“

یہ جملہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحب ایمان ہونے اور نبی ﷺ کے مخلص و وفادار ساتھی ہونے کے اعزاز کا مظہر اور ان کی زبردست عظمت کی دلیل ہے۔ بعض لوگ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلاف یا وہ گوئی کرتے ہیں جو بے سند، بے حقیقت اور بے دلیل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”تمام لوگوں سے زیادہ مجھ پر ابو بکر کا احسان ہے، مال کا بھی اور صحبت کا بھی، اور اگر میں (اللہ کے علاوہ) کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا۔“ فرمایا: ”مسجد کی طرف کسی شخص کی کھڑکی نہ رہے صرف ابو بکر صدیق کی کھڑکی کو باقی رہنے دیا جائے۔“^①

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”(ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کی معیت میں احد پہاڑ پر چڑھے تو پہاڑ لرزنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر اپنا پاؤں مبارک مارتے ہوئے فرمایا: ”ٹھہر جا! کہ تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔“^②

نزول سکینت کے چند مقام:

﴿قَالَ نَزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُودِهِ أَنْ تَبْهَتَ بِهَا﴾ [التوبة: ٤٠]

”پھر (غار ثور میں) اللہ تعالیٰ نے اس (رسول ﷺ) پر اپنی طرف سے سکون قلب نازل فرمایا اور ایسے لشکروں سے اس کی مدد کی جو تمہیں نظر نہیں آتے تھے۔“

حنین کے دن رسول اللہ اور اہل ایمان پر سکینت کا نزول:

﴿ثُمَّ نَزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ﴾ [التوبة: ٢٦]

”پھر اللہ تعالیٰ نے (جنگ حنین میں) اپنے رسول ﷺ اور مومنوں پر تسکین قلب نازل فرمائی۔“

﴿لَقَدْ رَاحَىٰ لَهِجَةِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ قَالَتْ نَزَلَ إِلَيْنَا الْبَيْتُ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْغُيُوبِ﴾ [الفتح: ١٨]

① مسلم، کتاب الفضائل الصحابة، باب من فضائل أبي بكر الصديق: ٢٣٨٣۔

② بخاری، کتاب الفضائل، باب أصحاب النبي ﷺ: ٣٦٧٥۔

” (بے شک اللہ تعالیٰ مومنوں سے) راضی ہو گیا جس وقت وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے، ان کے دلوں کا حال اسے معلوم ہو گیا اس لیے اس نے ان کے دلوں پر تسکین نازل فرمائی اور انھیں جلد ہی فتح عطا فرمادی۔“

﴿لَمْ يَأْخُذْ عَلَيْهِمْ مِنْ بَعْدِ الْغَزَا أَمْنَةً مُخَاسًا﴾ [آل عمران: ۱۵۴]

” (جنگ احد میں شدید نقصان اٹھانے کی وجہ سے) غم کے بعد اللہ تعالیٰ نے تم میں سے کچھ لوگوں پر امن و اطمینان والی اونگھ طاری کر دی۔“

○ صلح حدیبیہ کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے سورہ فتح میں تین مختلف مقامات پر اہل ایمان پر تسکین قلب نازل کرنے کا ذکر فرمایا۔

○ سفر ہجرت میں پہلی مدد تو اس وقت آئی جب رسول اللہ ﷺ مشرکین کے محاصرے سے بخیر و عافیت نکل آئے۔

○ سفر ہجرت میں دوسری غیبی مدد اس وقت آئی جب دشمن آپ ﷺ کی تلاش میں غار کے منہ تک جا پہنچے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو اندھا کر دیا اور وہ بالکل قریب پہنچنے کے باوجود آپ ﷺ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نہ دیکھ سکے۔^①

③ سفر ہجرت میں تیسری غیبی مدد اس وقت آئی جب انعام کے لالچ میں سراقہ بن مالک آپ ﷺ کے بالکل قریب پہنچ گئے اور ان کا گھوڑا گھٹنوں تک زمین میں جھنس گیا۔^②

④ سفر ہجرت میں چوتھی غیبی مدد اس وقت آئی جب آپ ﷺ کا چار رکنی قافلہ ام معبد خزاعی کے خیمہ تک جا پہنچا۔ اس خاتون کے متعلق یہ بات مشہور تھی کہ وہ بڑی مہمان نواز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: ”کھانے کے لیے کوئی چیز گھر میں ہے؟“ وہ کہنے لگیں: اللہ کی قسم! ہمارے پاس کچھ ہوتا تو مجھے آپ لوگوں کی میزبانی سے بہت خوشی ہوتی، یہ قط کا زمانہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے خیمہ کے کونے میں ایک

① بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبي ﷺ وأصحابه إلى المدينة: ۳۹۲۲۔

② بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبي ﷺ وأصحابه إلى المدينة: ۳۹۰۶۔

بکری دیکھی تو فرمایا: ”ام معبد! یہ بکری کیسی ہے؟“ وہ کہنے لگیں: کمزوری نے اسے ریوڑ سے پیچھے رہنے پر مجبور کر رکھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اجازت ہو تو اسے دوہ لوں؟“ وہ بے ساختہ بولیں: ہاں! ہاں! میرے ماں باپ آپ پر قربان، اگر آپ کو اس میں دودھ نظر آتا ہے تو ضرور دوہ لیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بکری کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا، دعا کی اللہ کا نام لیا تو بکری کے تھن دودھ سے بھر آئے آپ ﷺ نے ام معبد سے بڑا سا برتن منگوا لیا اور بکری کو دوہا تو برتن دودھ سے بھر گیا۔ آپ ﷺ نے دودھ ام معبد کو پلایا، پھر اپنے ساتھیوں کو اور آخر میں خود پیا، سب نے خوب سیر ہو کر پی لیا تو رسول اللہ ﷺ نے بکری کو دوبارہ دوہا تو پھر برتن دودھ سے بھر گیا جسے آپ ﷺ نے ام معبد کے گھر والوں کے لیے چھوڑ دیا اور خود سفر پر روانہ ہو گئے۔^①

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی آزمائش ضرور کرتا ہے:

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا امتحان ضرور لیتا ہے اور لیتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام انبیاء کو آزمایا، رسول اللہ ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرام کا بھی بہت سخت امتحان لیا اور اللہ تعالیٰ آئندہ آنے والے تمام نیک بندوں کا امتحان لیتا رہے گا۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَلَوْ يَتَذَكَّرُ إِنَّهُ لَا يَتَصَرَّفُ مِنْهُمْ وَلَكِنْ لِّيَبْلُوَ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ﴾ [محمد: ۴]

”مسلمانو یاد رکھو! اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان (کافروں) سے خود انتقام لے سکتا تھا مگر (اس نے تمہیں کافروں کی گردنیں اڑانے کا حکم اس لیے دیا ہے) تاکہ تمہیں ایک دوسرے سے جنگ کے ذریعے آزمائے۔“
فرمایا:

﴿مَنْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخِلُوا الْجَنَّةَ وَلَكِنْ يَتَعَلَّمُ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمُ

① شرح السنة: ۱۳/۲۶۱، ح: ۳۷۰۴۔

﴿التَّائِبِينَ﴾ [آل عمران : ۱۴۲]

”مسلمانو! کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ بس تم ایسے ہی جنت میں پہنچ جاؤ گے حالانکہ ابھی تک اللہ تعالیٰ نے یہ دیکھا ہی نہیں کہ تم میں جہاد کرنے والے کون ہیں اور صبر کرنے والے کون ہیں؟“
فرمایا:

﴿أَفَرِحْتُمْ أَنْ تَتَوَلَّوْا لَنَا بِعَلَمِ اللَّهِ الَّذِينَ جَاهِدُوا مِنْكُمْ﴾

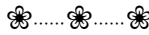
[التوبة : ۱۶]

”مسلمانو! کیا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ تمہیں بس یونہی چھوڑ دیا جائے گا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی تک یہ دیکھا ہی نہیں کہ تم میں کن لوگوں نے جہاد کیا۔“
غلبہ دین حق کے لیے جب بھی کوئی شخص، جماعت، قبیلہ یا ملک میدان عمل میں قدم رکھے گا تو پیش کیے گئے اس اصول کے مطابق اس کا امتحان شروع ہو جائے گا۔ شیطان کے ایجنٹ رکاوٹیں کھڑی کریں گے، بے دین تنظیمیں اور ادارے بدنام کرنے کے لیے پروپیگنڈہ کریں گے۔ منافقین نقصان پہنچانے کے لیے سرگرم ہو جائیں گے۔ کفار و مشرکین کے اتحادی لشکر مقابلے کے لیے میدان میں نکل آئیں گے۔ اللہ کے بندوں کا محاصرہ ہوگا۔ جاسوس ایجنسیاں تعاقب میں ہوں گی، گرفتاریاں، ہتھکڑیاں اور جیلیں ان کا مسکن بنیں گی اور کبھی کیوبا جیسے عقوبت خانوں کے پنجروں میں بند رہنا پڑے گا۔ پر امن علاقوں، مسجدوں، شفا خانوں، سکولوں، تعلیمی اداروں اور قبرستانوں تک کو کفار نشانہ بنا کر وحشیانہ بمباری کریں گے۔ اللہ کے دین کے غلبہ کے لیے کام کرنے والوں کے لیے کفار زمین تنگ کر دیں گے۔

ان پر خطر اور خوفناک مصائب اور مشکلات سے نکلنے کی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی ہو گی۔ ہر طرف سے دروازے بند دکھائی دیں گے۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش

میں آتی ہے اور وہ اپنے ثابت قدم رہنے والے بندوں کو امتحان کی بھٹی میں پاس دیکھ کر غیبی لشکروں کو مدد کے لیے بھیج دیتا ہے۔ مکڑیوں سے کام لے لیتا ہے، کبھی فرشتوں، ہواؤں، سمندروں، چڑھیوں اور مچھروں کے ذریعے، بڑے بڑے ابو جہل، فرعون اور قارون صفت متکبرین کا غرور خاک میں ملا دیتا ہے۔

مسلمانو! اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کرو گے تو مشکل حالات میں اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔ مسلمانو! اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر پختہ یقین کر لو اور غلبہ دین حق کے لیے بلا تاخیر میدان جہاد میں کود جاؤ۔ آگے بڑھتے جاؤ یہاں تک کہ موت کا وقت آجائے یا دشمن سے لڑتے لڑتے غلبہ دین حق کے لیے اپنا سر کٹا کے منصب شہادت حاصل کر لو۔



﴿إِنِّي لَنُفِئُكُمْ بِهَا نَفْسًا وَنُفِئُكُمْ بِهَا نَفْسًا وَنُفِئُكُمْ بِهَا نَفْسًا﴾ [التوبة : ٤١]

”نکلو ہلکے اور بوجھل، اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کرو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔“

جنگ تبوک کے لیے اتنی تاکید کیوں؟

اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رومی صلیبیوں سے جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اس حکم کے لیے اللہ تعالیٰ نے دو متضاد الفاظ استعمال کیے ہیں، جن میں سے پہلا لفظ ہے: حَقًّا ہر حال میں نکلو، ہلکے پھلکے ہو تو بھی نکلو۔ عالم شباب اور جوانی کی طاقت موجود ہو، صحت و تندرستی سے مالا مال ہو، فضل ربی سے مال و دولت کی فراوانی ہو، طویل سفر کے لیے سواری کی سہولت میسر ہو، برضا و رغبت جہاد میں نکلنے کے لیے طبیعت آمادہ ہو تو خوشی خوشی نکلو۔

يَعَالَى ”بڑھاپے کے ایام ہیں، بیماری کی کیفیت ہے، غربت و تنگدستی ہے، کاروباری مصروفیات نے گھیر رکھا ہے، سواری نہ ہونے کی وجہ سے طبیعت بوجھل ہے۔ سفری ضروریات کی عدم دستیابی کا سامنا ہے یا کثیر عیال داری کی وجہ سے بھاری بھر کم بوجھ تلے دبے ہوئے ہو تو بھی نکلو، صلیبیوں کی کمر توڑنے کے لیے نکلو، صلیبیوں سے جہاد کے لیے نکلو، قتال کے لیے نکلو۔

اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا کہ رومی صلیبی اہل ایمان سے ڈر کر ان کے پہنچنے سے پہلے ہی بھاگ کھڑے ہوں گے۔ عملاً جنگ نہیں ہوگی مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے سورہ توبہ کی نوے آیات میں غزوہ تبوک کے متعلقات کو پھیلا کر زبردست اہمیت عطا کر دی۔ آخر ایسا کیوں؟ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو صلیبی مشرکین کے خلاف جہاد کے لیے تیار کرنا چاہتا ہے۔ اس وقت کے صلیبی ہوں یا آج کے عیسائی، یہ سب اپنے آپ کو سپر طاقت سمجھنے کی احمقانہ سوچ لیے بڑے غرور و تکبر سے اہل ایمان کے ساتھ اسلام دشمنی کی بنیاد پر خونریز معرکہ آرائی کے لیے بے قرار ہیں۔ ان کے اتحادی لشکروں کی سرکوبی کے لیے اللہ تعالیٰ جہادی محاذوں کو گرم رکھنا اور سجانا چاہتا ہے۔ اہل ایمان کے دلوں میں ان صلیبی رومیوں کے خلاف شدید نفرت، بغض و عداوت اور سخت دشمنی کی آگ بھڑکا کر ان سے قتال کی بھرپور ترغیب دیتے ہوئے، میدانوں میں اپنی مدد کے وعدے اور نصرت نبی کی یقین دہانیاں کراتا ہے۔ صلیبی مشرکین کے اتحادی لشکروں اور بڑی بڑی قوتوں سے ٹکرانے میں ہچکچاہٹ اور تذبذب کا شکار مسلم حکمرانوں اور مجاہدین کو حوصلہ دیتے ہوئے اپنی حیرت انگیز نبی مدد و نصرت کے سچے واقعات پر غور و فکر کی تلقین کرتے ہوئے دعوت جہاد دیتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا تبوک کے لیے تیاری کا حکم:

تبوک روانگی کے لیے رسول اللہ ﷺ نے اعلان عام کرا دیا اور صحابہ کرام کو حکم دیا کہ رومیوں سے مقابلہ کے لیے سفر کی تیاری کرو۔ صحابہ کرام نے جو نبی رسول اللہ ﷺ کا ارشاد سنا تو ہر ایک نے اپنی اپنی حالت ایمانی کے مطابق پروگرام ترتیب دے لیا، اس موقع پر لوگ پانچ حصوں میں تقسیم ہو گئے۔

صف اول کے فدائی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اعلان سنتے ہی بلا تردد اور بلا تاخیر سفری ضروریات کے حصول کے لیے زبردست تیاریاں شروع کر دیں۔ ایک سواری خرید رہا ہے تو دوسرا مجاہد سامان خوراک کے لیے منڈی پہنچا ہوا ہے۔ ایک طرف اسلحہ جمع کرنے والے ہیں، کہیں تلواریں تیز اور دھاریں درست کی جا رہی ہیں۔ تیر، برچھے، نیزے اور کمانیں درست ہو رہی ہیں غرض مدینہ میں ایک عجیب قسم کی چہل پہل ہے۔

دور و نزدیک سے لوگ آ رہے ہیں، خریداری ہو رہی ہے حتیٰ کہ لوگ تیار ہو ہو کر قافلوں کی شکل میں تبوک روانگی کے لیے مدینہ آنا شروع ہو گئے ہیں۔ بعض تنگدست لوگ اپنے دوست احباب سے قرض مانگ رہے ہیں تاکہ وہ بھی سامان سفر تیار کر کے جہادی لشکر کے ساتھ نکلیں مگر قرض نہیں مل رہا۔ اپنے گھر میں بھی کوئی چیز ایسی موجود نہیں کہ جسے بیچ کر وہ قافلہ جہاد میں شریک ہونے کے قابل ہو سکیں۔ اس پریشانی میں وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ کر درخواست گزار ہیں کہ آپ انھیں کوئی سواری مہیا کر دیں تاکہ وہ صلیبی مشرکین سے جنگ میں شریک ہو سکیں، رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ان کی اس درخواست کے جواب کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کیا:

﴿قُلْتُ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُهُ عَلَيْهِمْ تَوَلَّوْا وَأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُونَ﴾ [التوبة: ۹۲]

”آپ نے فرمایا: میں تمہیں سوار کرنے کے لیے کچھ نہیں پاتا تو وہ لوگ اس حالت

میں واپس ہوئے کہ (شدت غم سے) ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔“
لوگوں کی دوسری قسم رسول اللہ ﷺ کی طرف سے تبوک روانگی کی منادی اور اعلان سنتے ہی ان لوگوں کے سامنے چھ سو کلومیٹر سے بھی زیادہ لمبے سفر کے ساتھ ساتھ گرمی کی شدت اور تجربہ کار جنگجو دشمن سے مقابلے کا تصور آنے لگا تو کچھ لوگ ابتداً تردد کا شکار ہو گئے لیکن بہت جلد انھوں نے اس شیطانی وسوسہ سے نجات حاصل کر کے تیاری شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”وہ لوگ بھی قابل تعریف ہیں کہ جنھوں نے سخت تنگی کے وقت رسول اللہ ﷺ کی اتباع کی، اس کے بعد کہ ان میں سے ایک فریق کے دل وسوسہ کا شکار ہونے لگے تھے۔“

تیسری قسم ان لوگوں کی تھی جو واقعاً ضعیف اور مریض تھے (آیت ۹۰ میں تفصیل آرہی ہے) چوتھی قسم میں وہ لوگ آتے ہیں جو اگرچہ تھے تو مخلص مگر سستی ان پر غالب آگئی اور وہ لشکر سے پیچھے رہ گئے۔ ان کا ذکر آیات: ۱۰۲، ۱۰۶، ۱۱۸ میں موجود ہے۔
پانچویں قسم کے لوگ وہ منافقین ہیں جن کے اسلام دشمن عزائم کو بیان کرنے کے لیے سورہ توبہ میں تقریباً پچپن آیات موجود ہیں۔

حکم جہاد کا صحابہ کرام پر اثر:

﴿إِنِّي إِذًا يَحْفَاقًا وَيَهْلًا﴾ ”جہاد کے لیے نکلو ہلکے ہو یا بوجھل۔“

میں سچے مومن کے لیے جہاد میں نکلنے کے لیے اتنی زبردست تاکید اور ترغیب ہے کہ صحابہ کرام کو یہ آیت گھر میں بیٹھنے ہی نہیں دیتی تھی اس آیت پر عمل کرتے ہوئے نوجوان، بوڑھے اور معذور صحابہ کرام بھی بڑے جوش و جذبے سے خوشی میدان قتال میں نظر آتے ہیں۔
چند ایک مثالیں درج ذیل ہیں:



سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”ایک مرتبہ سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ قرآن کریم کی تلاوت فرما رہے تھے، جب سورہ توبہ کی اس آیت پر پہنچے: ﴿انْفِرُوا خِفَافًا﴾ تو بے ساختہ کہنے لگے کہ ہمارا رب تو ہمیں جوانی اور بڑھاپے میں جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دیتا ہے۔ میرے بیٹو! میرا سامان سفر تیار کرو اور مجھے جہاد کے لیے رخصت کرو۔ تمام بیٹے باپ کے پاس جمع ہو کر نہایت ادب سے کہنے لگے: ابا جی! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، آپ نے زندگی بھر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کیا، حتیٰ کہ آپ ﷺ وفات پا گئے پھر آپ نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی جہاد کیا، اس کے بعد آپ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ فریضہ جہاد ادا کیا اب آپ کی عمر کافی زیادہ ہے، بڑھاپے کا غلبہ اور صحت کمزور ہے، آپ گھر میں رہیں اور ہم آپ کی طرف سے جہاد میں شریک ہوں گے۔

سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بڑھاپے کے باوجود کہنے لگے: نہیں نہیں! ایسا نہیں ہو سکتا، بس تم لوگ میرا سامان تیار کرو اور تاخیر نہ کرو، تیاری کے بعد وہ جہادی قافلے کے ساتھ نکل پڑے۔ بحری جہاز پر سفر جاری تھا کہ جہاز ہی میں فوت ہو گئے۔“^①

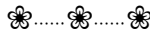
ٹوٹی ہڈی کے ساتھ شریک جہاد:

سیدنا ابو راشد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ”میں نے سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کو میدانِ حمص میں دیکھا کہ ان کی ہڈی ٹوٹی ہوئی ہے پھر بھی وہ سوار ہو کر جہادی سفر جاری رکھے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا مقداد! شریعت آپ کو معذور سمجھتی ہے، آپ یہ تکلیف کیوں اٹھا رہے ہیں؟ سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سنو! سورہ توبہ ہمارے سامنے اتری ہے جس میں حکم الہی ہے: ﴿انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا﴾ ”ہلکے ہو یا بوجھل ہر حال میں جہاد کے لیے نکلو۔“

① کتاب الجہاد لابن مبارک ص: ۱۰۴، ۱۱۶۔ مستدرک حاکم: ۱۰۴/۲۔

اس لیے میں حکم الہی کی تعمیل کے لیے اس حال میں بھی جہاد کے لیے نکلا ہوا ہوں۔“^①
 حبان بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

”ہم صفوان بن عمرو والی حمص کے ساتھ جراحہ کی طرف جہاد کے لیے نکلے۔ جب ہم دمشق پہنچے تو وہاں میں نے ایک عمر رسیدہ بزرگ کو دیکھا کہ وہ بھی اپنے اونٹ پر سوار جہادی سفر میں شریک تھے۔ بڑھاپہ کی وجہ سے بھنویں ان کی آنکھوں پر پڑ رہی تھیں۔ میں ان کے قریب ہوا اور کہا: ”چچا جان! آپ تو بڑھاپے کی وجہ سے عند اللہ معذور ہیں۔ میری یہ بات سن کر عمر رسیدہ بزرگ نے ہاتھ کی مدد سے آنکھوں پر سے بھنویں ہٹاتے ہوئے مجھے بغور دیکھا اور پھر فرمایا: بیٹا! سنو! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اُخِيذُوا عِقَابًا وَتَبْلَاً﴾“^② بلکہ ہوں یا بوجھل دونوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں جہاد میں نکلنے کا حکم دیا ہے۔“



﴿لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْنًا وَسَفَرًا قَائِمًا لَأْتَيْنَكَ وَلَكِنْ مَخِرْتُ عَنْكَ الْفَصْلَ
 وَصَيِّفُونَ بَأْسَهُمْ لَوْ اسْتَطَعْنَا خُرُوجًا مَعَكُمْ يُهْلِكُونَ أَنْفُسَهُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ
 لَكَاذِبُونَ﴾ [التوبة: ٤٢]

”اگر جلدی حاصل ہونے والا سامان اور درمیانہ سفر ہوتا تو وہ ضرور تیرے پیچھے جاتے لیکن ان پر فاصلہ دور پڑ گیا اور اب وہ اللہ کی قسم کھائیں گے کہ اگر ہم طاقت رکھتے تو تمہارے ساتھ ضرور نکلتے۔ وہ اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یقیناً وہ جھوٹے ہیں۔“

منافقین کے عذر بہانے:

سفر تبوک سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ ہوتا تھا کہ جب کسی غزوے کے

① تفسیر الطبری: ۶/۳۷۸ ح: ۱۶۷۷۱۔ مستدرک حاکم: ۲/۱۱۸۔

② تفسیر الطبری: ۱۰/۹۸ و فی النسخة الجديدة: ۶/۳۷۷ ح: ۱۶۷۶۰۔

لیے نکلنے کا پروگرام بناتے تو مخالف سمت کا رخ فرماتے تاکہ آخر وقت تک دشمن بے خبر رہے مگر صلیبی رومیوں سے مقابلے کا وقت آیا تو صاف صاف اعلان فرما دیا کہ رومیوں سے جنگ کا ارادہ ہے تاکہ مسلمان خوب تیاری کر لیں۔ صحابہ کرام نے جونہی یہ اعلان سنا کہ رسول اللہ ﷺ رومیوں سے جنگ کی دعوت دے رہے ہیں تو بلاتا خیر سفر کی تیاری شروع کر دی، مگر منافقین حیلے کرتے اور جھوٹے عذر تراشنے لگے، اللہ تعالیٰ نے ان کی دلی کیفیت کا پردہ چاک کرتے ہوئے فرمایا کہ عنقریب یہ منافق قسمیں کھا کھا کر آپ ﷺ کو یقین دہانیاں کرا کے اپنی مجبوریاں بیان کرتے ہوئے کہیں گے کہ اگر ہم اتنے لمبے سفر کی طاقت رکھتے تو ضرور آپ ﷺ کے ساتھ شریک جنگ ہوتے۔

اس آیت سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اگر مال غنیمت کے حصول کی امید نظر آرہی ہوتی اور سفر مختصر ہوتا تو پھر دنیاوی مفاد کے حصول کے لیے منافق بھی شریک جہاد ہو جاتے، ایسے منافق آئندہ بھی مفادات کے حصول کے لیے نکلتے رہیں گے۔

چونکہ منافق آخرت پر ایمان نہیں رکھتا بلکہ وہ ہمیشہ دنیا کا حریص، لالچی اور طلب گار ہوتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ وہ ہمیشہ تن آسانی اور آرام طلبی کا خواہشمند رہتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں منافقین کی اسی بیماری کا ذکر فرمایا کہ اگر تھوڑی سی محنت اور معمولی سے سفر کے بعد مال غنیمت حاصل ہونے کی امید ہوتی تو پھر یہ دنیا کے حریص نکل پڑتے مگر اب تو صورتحال ان کی خواہشات کے برعکس اور توقعات سے بالکل مختلف ہے۔ پر مشقت اور تھکا دینے والا طویل سفر ہے۔ سوار یوں کی شدید قلت اور موسم سخت گرمی کا ہے، مال غنیمت کی امید تو دور کی بات ہے یہاں تو جان جانے کے آثار دکھائی دے رہے ہیں کہ دشمن کی فوج بڑی تجربہ کار، ماہر جنگجو اور ہر قسم کے اسلحہ سے لیس ہے۔ یہ صورت حال کسی منافق کے لیے قطعاً سازگار نہیں اس لیے پر مشقت اور لمبے سفر کے لیے یہ تیار نہیں ہو سکتے دوسری بات یہ کہ مال غنیمت کے حاصل ہونے کے امکانات بھی انھیں دکھائی نہیں دے

رہے اس لیے یہ منافق آپ ﷺ کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ راہ جہاد کے سفر کی بھوک، پیاس اور تھکاوٹ کے ساتھ ساتھ مقابلے میں آنے والے دشمن کا غیظ و غضب اور میدان جہاد میں مارے جانے کا خوف ان کے دل و دماغ پر سوار ہے۔

منافقین کی جھوٹی قسمیں:

﴿لَوْ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۖ﴾ [التوبة: ۴۲]

”ہم میں نکلنے کی طاقت ہوتی تو ہم تمہارے ساتھ ضرور نکل پڑتے۔“

چونکہ منافق اچھی طرح جانتا ہے کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے اور اسے اپنی بات پر خود بھی اعتماد نہیں ہوتا اس لیے اسے قسمیں کھا کر اپنی بات سچی ثابت کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اپنی بزدلی چھپانے کے لیے جھوٹی قسموں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ ان جھوٹی قسموں کا انہیں کچھ فائدہ نہیں بلکہ نقصان ہی نقصان ہے: ﴿يُحْيِيُونَ أَنْفُسَهُمْ﴾ ”ان جھوٹی قسموں اور بے بنیاد حیلے بہانے پیش کرنے کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں اس لیے کہ ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكَ كَاِبِرُونَ﴾ ”اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔“ رسول اللہ ﷺ نے منافق کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بیان فرمائی:

﴿اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ﴾ ”منافق جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔“^①

اللہ تعالیٰ نے ان کی جھوٹی قسموں اور بناوٹی عذر بہانوں کا پردہ چاک کر کے مسلمانوں کے سامنے ان کو ذلیل کر دیا ہے اور آخرت کا عذاب اس کے علاوہ ہے اس لیے یہ لوگ خود ہی اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہیں۔ کتنے احمق ہیں یہ بدنصیب!!



﴿عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۖ لِمَ اِذْنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَّبِعِنَا لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ اَنَّكَ بَرٌّ﴾

[التوبة: ۴۳]

① بخاری، کتاب الوصایا، باب قول اللہ عز و جل ﴿من بعد وصیة﴾..... الخ: ۲۷۴۔

”اللہ نے تجھے معاف کر دیا، تو نے انھیں کیوں اجازت دی، یہاں تک کہ تیرے لیے وہ لوگ صاف ظاہر ہو جاتے جنہوں نے سچ کہا اور تو جھوٹوں کو بھی جان لیتا۔“

مومنین اور منافقین میں فرق جہاد سے ہوتا ہے :

صحابہ کرام رومی صلیبیوں سے جنگ تنوک کی تیاریوں میں مصروف تھے دوسری جانب منافقین گھروں میں پیچھے رہنے کے لیے حیلے بہانے اور جھوٹے عذر بنا بنا کر رسول اللہ ﷺ سے اجازت مانگنے کے لیے پہنچ رہے تھے۔ قسمیں کھا کھا کر اپنی مجبوریاں بیان کر کے چھٹی مانگ رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے نرم رویہ کی وجہ سے منافقین کو اجازت دیتے جا رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے فرمایا :

﴿لَا أَذِنْتُ لِهَذَا﴾ ”آپ نے ان ظالم منافقین کو چھٹی کیوں دی؟“

یہاں تربیتی انداز بھی بہت اچھا ہے۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا۔ اے نبی! آپ پریشان نہ ہوں لیکن آئندہ کے لیے راہنمائی یہ ہے کہ پھر ایسا کام نہیں کرنا۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کا محاسبہ کرتا ہے، تربیت کرتا ہے، حالات سے آگاہ کرتا ہے اور ڈانٹ بھی دیتا ہے، یہ اللہ کا حق ہے، ایسے خاص موقع پر اللہ تعالیٰ نے جہاد سے پیچھے رہنے کے لیے چھٹی دینے کا اختیار نبی ﷺ کو بھی نہیں دیا اور اگر نبی ﷺ نے اپنی نرم طبیعت کی وجہ سے چھٹی دے دی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے بھی جواب طلب کر لیا ہے۔ ایسے خاص مواقع پر امیر کو بھی اختیار نہیں بلکہ چھٹی کے خواہشمند کے حالات کی تحقیق اور جلد بازی سے اجتناب ضروری ہے۔

﴿حَقُّيْ يٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ لَكَ الْآيَاتُ مَدَقُّوْا وَلَعَلَّكُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾

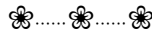
جھوٹے عذر پیش کرنے والے منافقین کو رخصت دینے میں رسول اللہ ﷺ کچھ تاخیر کرتے تو جہاد میں شرکت کرنے والے سچے اہل ایمان کا آپ ﷺ کو پتا چل جاتا اور جھوٹے عذر پیش کرنے والے منافقین بھی بے نقاب ہو جاتے۔“

عصمتِ انبیاء:

﴿لَمْ آذِنْتُمْ لَهُمْ﴾

یہ الفاظ بہت سخت ہیں۔ اے نبی! (ﷺ) آپ نے ان منافقین کو چھٹی کیوں دی؟ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیائے کرام سے بھی سخت انداز میں خطاب کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کا حق ہے، تاہم عصمتِ انبیاء انتہائی اہم موضوع ہے اور اس پر ایک سچے مومن کو بڑی احتیاط سے گفتگو کرنی چاہیے اس لیے کہ منصب نبوت و رسالت بہت اعلیٰ و ارفع مقام ہے۔ جو بات یا عمل کسی رسول اور نبی سے متعلق ہو وہ اسلامی قانون اور ضابطہ کی حیثیت رکھتا ہے اور جماعتِ انبیاء میں سے اگر کسی رسول سے کوئی ادنیٰ اور معمولی سا کام بھی ایسا ہو جائے جو اللہ تعالیٰ کو محبوب نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فوراً اصلاح کا حکم آ جاتا ہے تاکہ لوگوں تک صرف وہی دین پہنچے جسے اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت اور رضا حاصل ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے وہ جو چاہے اور جس سے چاہے جواب طلبی کرے اور یہ بات خوب سمجھ لینی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی غلطی، کوتاہی، لغزش خطا اور نسیان سے پاک ہے۔ ”سبحان“ اس کی صفت ہے اور ہم اپنے اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہوئے ”سبحان اللہ“ کہتے ہیں جبکہ انبیائے کرام علیہم السلام سے بعض اوقات خلاف اولیٰ یعنی اعلیٰ ترین کام کی جگہ کم تر درجہ کا عمل سرزد ہو جاتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ محاسبہ اور مواخذہ کرتا ہے۔ سخت الفاظ میں تنبیہ کے ساتھ ساتھ بعض اوقات توبیخ کا انداز بھی اختیار کرتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے وہ جو چاہے اور جس سے چاہے جواب طلبی کرے۔ انبیاء کے معصوم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کو غلطی کرنے سے محفوظ رکھتا ہے اور اگر کہیں لغزش ہو جائے تو اللہ فوراً اصلاح کر دیتا ہے اور انبیاء کی نسبت صحیح بات امت میں باقی رکھتا ہے، انبیاء کے علاوہ امت میں کوئی شخص معصوم نہیں ہوتا کہ جس کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہو۔ یہ صرف انبیاء کا اعزاز ہے۔ اس لیے صرف نبی ﷺ کی اطاعت ہی اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہوتی ہے۔

﴿عَفَا اللَّهُ عَنْكَ﴾ زیر تفسیر آیت میں بھی یہی بات مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف فرما دیا کہ آپ نے منافقین کو جہاد سے پیچھے رہ جانے کی اجازت کیوں دی؟ اگر آپ رخصت عطا کرنے میں کچھ تاخیر کرتے تو مومنین صادقین کا سچا جذبہ اور جہاد میں شریک ہونے کے لیے بیقراری کا معاملہ کھل کر سامنے آ جاتا اور منافقین کے دلوں کی گھٹن اور عذر بہانے بھی از خود جھوٹے ثابت ہو جاتے۔



﴿لَا يَسْتَأْذِنُ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَلَيْهِمُ السَّلَاطَةُ﴾ [التوبة : ٤٤]

”تجھ سے وہ لوگ اجازت نہیں مانگتے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، اس سے کہ اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کریں اور اللہ متقی لوگوں کو خوب جاننے والا ہے۔“

جہاد سے پیچھے رہنے کی اجازت؟

اللہ تعالیٰ نے یہاں ایک اصول بیان کر دیا ہے کہ جن لوگوں کا اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان ہے وہ تو کبھی بھی جہاد سے پیچھے رہنے کی اجازت نہیں مانگتے بلکہ سچے مومن تو جہاد میں بھاگ بھاگ کر جاتے ہیں۔ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہوتا ہے اور انہیں اللہ کی رضا مقصود ہوتی ہے۔ ان کی دلی خواہش یہ ہوتی ہے کہ ان کا مال جہاد میں لگ جائے اور ان کی اپنی جان اللہ کے دین کی سر بلندی کے کام آجائے۔ ان لوگوں کے دلوں کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور یہ لوگ جہاد میں شریک ہونے کے لیے ہر وقت قافلہ کی روانگی کے انتظار میں رہتے ہیں کہ کب دشمن سے مقابلہ کا موقع آئے اور ہم اپنا مال اور جان اللہ تعالیٰ کے لیے پیش کر کے اس کو راضی کر سکیں۔ پیچھے رہنے کی اجازت طلب کرنا تو بہت دور کی بات ہے اگر انہیں کسی ضروری امر کی وجہ سے جہاد سے پیچھے رہ جانے کا حکم خود رسول اللہ ﷺ کی

طرف سے بھی ہو تو ان کے لیے پیچھے رہنا بہت دشوار اور سخت گراں ہوتا ہے جیسا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو جنگ تبوک سے پیچھے رہنے کا حکم ہوا تو وہ سخت پریشان ہوئے۔

”رسول اللہ ﷺ تبوک کے لیے روانہ ہوئے تو مدینہ میں آپ نے اپنا جانشین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے کہ اے اللہ کے رسول! آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”علی تو اس بات سے خوش نہیں کہ میرے نزدیک تیرا وہی درجہ و مقام ہو جو موسیٰ علیہ السلام کے ہاں ہارون علیہ السلام کا تھا فرق صرف اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔“^①

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لوگوں میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے اللہ تعالیٰ کی راہ میں (جہادی محاذوں کی تلاش میں رہتا ہے) جب بھی وہ کسی طرف سے (دشمن کے) شور و غل اور گھبراہٹ کی آواز سنتا ہے، اپنے گھوڑے کی کمر پر بیٹھ جاتا ہے اور اسے ایڑ لگاتا ہوا میدان جہاد میں جا پہنچتا ہے، وہ قتل اور موت کو موت کی گھاٹیوں سے تلاش کرتا ہے۔“^②

جہاد میں والدین کی اجازت :

موجودہ حالات میں عملی جہاد میں شرکت اور اگلے محاذوں تک پہنچنے کے لیے ایک خاص معیار کو سامنے رکھا جاتا ہے۔ ایک اہل شخص کو جب کسی خاص مصلحت کے تحت ذمہ داران روکتے ہیں اور اس کی صلاحیت کے مطابق کوئی دوسری ذمہ داری لگاتے ہیں تو وہ پریشان ہو کر سفارشیں کراتا ہے۔ پریشانی کا ذکر کرتے ہوئے جہادی محاذ کے لیے لانچ ہونے کی درخواست کرتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ نے مجھے دفتر میں بٹھا دیا، دعوتی کاموں میں مصروف

① بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة تبوک وھی غزوة العسرة: ٤٤١٦۔

② مسلم، کتاب الإیمارہ، باب فضل الجہاد والرباط: ١٨٨٩۔

کر دیا، پیچھے رہنے کی وجہ سے میں سخت پریشان ہوں۔ ایسے مجاہدین کو آنسو بہاتے اور پریشانی کے عالم میں روتے ہوئے بھی ہم نے دیکھا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جہاد میں شرکت کے لیے والدین کی اجازت ضروری ہے۔ ذخیرہ احادیث اور آیات قرآنی سے جو بات جس حد تک ملتی ہے، مسئلے سے اس کا جس حد تک تعلق ہے، ہم من و عن اس کو بیان ہی نہیں کرتے بلکہ عمل بھی کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس سلسلہ میں پہلی بات یہ کہ سورہ توبہ کی آیت ۲۴ کو ایک مرتبہ پھر دیکھیں جس میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کی آٹھ محبوب چیزوں کے مقابلہ میں دنیا و آخرت کی تین محبوب ترین چیزوں کا موازنہ کیا ہے۔ ان میں سے پہلی آٹھ یہ ہیں: آباء اجداد، اولاد، بہن بھائی، بیوی، خاندان برادری، مال مویشی، تجارتی کاروبار، رہائش، مکانات کوٹھیاں اور بنگلے۔ ان کے مقابلے میں تین چیزیں یہ ہیں: ① اللہ تعالیٰ ② اس کا رسول ③ اور جہاد فی سبیل اللہ..... جن لوگوں کو پہلی آٹھ چیزیں ان تینوں کی نسبت زیادہ محبوب ہیں تو پھر ان کو عذاب الہی کا انتظار کرنا چاہیے، اب متعلقہ مسئلہ کو سمجھنے کے لیے ہم تین صحیح احادیث پیش کرتے ہیں۔

① ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہو کر جہاد میں شرکت کی اجازت طلب کرنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: ”کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟“ اس نے عرض کیا کہ جی زندہ ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ» ”تو ان کی خوب خدمت کر۔“ ①

② اسی مفہوم کی ایک اور حدیث میں ہے کہ جب اس شخص نے جواباً کہا کہ ماں باپ دونوں زندہ ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اپنے والدین کے پاس واپس جا اور اچھی طرح ان کے ساتھ رہ۔“ ②

① بخاری، کتاب الجہاد والسير، باب الجہاد بإذن الأبوين: ۳۰۰۴۔

② مسلم، کتاب البر والصلة والأدب، باب بر الوالدین، وأيهما أحق به: ۲۵۴۹۔

③ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر افضل ترین عمل کے متعلق سوال کرنے لگا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”وہ نماز ہے۔“ اس نے کہا: نماز کے بعد کون سا عمل افضل ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جہاد فی سبیل اللہ۔“ اس نے عرض کیا کہ میرے والدین بھی موجود ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں تجھے والدین سے بھلائی کا حکم دیتا ہوں۔“ اس نے کہا: اللہ کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے میں تو ہر حال میں جہاد کروں گا اور والدین کو جہاد کی خاطر چھوڑ دوں گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”پھر تو ہی (حالات کو) زیادہ بہتر جانتا ہے۔“^① پیش کی گئی ان تینوں احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے از خود تحقیق کی اور حالات کے پیش نظر ان لوگوں کو والدین کی خدمت کا حکم صادر فرمایا ہے، تیسری حدیث کے مطابق اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے اس حکم کو مشورہ تصور کیا اور کہا:

”اللہ کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے میں تو ہر حال میں

جہاد کروں گا اور والدین کو (جہاد کی خاطر) چھوڑ دوں گا۔“

رسول اللہ ﷺ نے اس کا جہادی جذبہ اور شوق دیکھ کر فرمایا:

» فَأَنْتَ أَعْلَمُ « (پھر تو ہی بہتر سمجھتا ہے۔“

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے الفاظ پر غور کریں:

» أَمْرُكَ بِوَالِدَيْكَ خَيْرٌ «

”میں تجھے والدین کے ساتھ بھلائی کا حکم دیتا ہوں۔“

اس حکم کے باوجود صحابی نے جب یہ کہا کہ میں تو ہر حال میں جہاد ہی کروں گا اور

والدین کو چھوڑ دوں گا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی خواہش کے مطابق فرمایا:

”پھر تو ہی (حالات کو) بہتر سمجھتا ہے۔“

① صحیح ابن حبان: ۱۷۲۲۔ مسند احمد: ۱۷۲/۲، ح: ۶۶۰۲۔

اجازت دینا امیر کا کام ہے :

شرکائے جہاد کے حالات کی تحقیق کرنا امیر کی ذمہ داری ہے۔
اگر ایک مجاہد اپنے گھریلو حالات کے پیش نظر سمجھتا ہے کہ والدین کی خدمت کے لیے دیگر بھائی موجود ہیں اور وہ جہادی محاذ کو ترجیح دیتا ہے تو وہ قابل مواخذہ نہیں اور امیر اس کی نیک خواہش پر عمل میں رکاوٹ نہ بنے بلکہ اس کو محاذ جنگ پر جانے دے۔ تیسری اور اہم بات یہ ہے کہ جہاد سے پیچھے رہنے کا یہ فیصلہ گھر میں رہ کر نہیں بلکہ گھر سے نکل کر امیر پر چھوڑا جائے۔ اب امیر کے ذمہ یہ بات ہے کہ جہادی ضرورتوں اور ہنگامی قسم کے حالات کے پیش نظر متعلقہ مجاہد کو محاذ جنگ پر بھیجے یا والدین کے حالات کے پیش نظر ان کی خدمت کے لیے اسے واپس کر دے۔

معقول اور نامعقول عذر میں امتیاز کرنا امیر کی ذمہ داری ہے، وہ دیکھے کہ عذر پیش کرنے والا واقعی جہاد کے لیے تیار تھا؟ یا شروع ہی سے بد نیتی کی بنا پر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہا اور آخر میں جھوٹے عذر پیش کر کے اجازت طلب کرنے لگا۔

موجودہ حالات میں جہاد :

الحمد للہ جہادی عمل جاری ہے، والدین اپنے بچوں کو جہاد کے لیے خود بھیجتے ہیں حتیٰ کہ مجاہد کی والدہ اور اس کی بیوی سینکڑوں کلومیٹر سفر کر کے اپنے بیٹے اور خاوند کو الوداع کرنے آتی ہیں، تاہم بعض والدین روکنے والے بھی ہوتے ہیں اور وہ بیٹے کو واپس لے آتے ہیں۔ والدین کے دل میں بیٹے کی موت کا خوف ہوتا ہے کہ جہاد میں گیا تو مارا جائے گا، کچھ عرصہ بعد خود آ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے بیٹے کو جہاد کرنا چاہیے کیوں کہ ہمیں علم ہی نہیں تھا، مجاہد بیٹے نے قرآن کریم کھول کر آیات پیش کیں تو بات سمجھ میں آ گئی کہ جہاد سے روکنا تو منافقین کا کام ہے، جیسا کہ قرآن میں ہے :

﴿قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِي يُودُكُمْ بُرِّزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَى مَضَىٰ جَعَلْتُمْ﴾

[آل عمران : ۱۵۴]

”(اے نبی! آپ ان منافقین سے) کہہ دیں کہ اگر تم لوگ اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن لوگوں کی موت کا مقررہ وقت آچکا ہوتا تو وہ یقیناً اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل کھڑے ہوتے۔“

﴿الَّذِينَ قَالُوا لِأَخْوَانِهِمْ يَقْتُلُوا غَدَاً مَا فَتِنَا قُلْ قَادِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ﴾

[آل عمران : ۱۶۸]

”(منافق تو) وہ لوگ ہیں جو خود تو (جہاد سے) پیچھے بیٹھے رہے اور اپنے بھائی بندوں سے کہنے لگے کہ اگر تم ہماری بات مان لیتے تو (میدان احد میں) مارے نہ جاتے۔ (اے نبی! ان سے) کہیے کہ اگر تم اپنی اس بات میں سچے ہو تو اپنے آپ سے ہی موت کو ٹال کر دکھلا دو۔“

جہاد میں شریک ہونے کے لیے بے قرار مجاہد اپنے والدین کو ایسی ہی قرآنی آیات اور احادیث رسول پیش کر کے کہتا ہے :

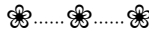
❁ ابو! اگر میری موت کا وقت آ گیا ہے تو بتائیے اسے کوئی ٹال سکتا ہے؟

❁ امی جان! اگر میری موت قتل سے لکھی گئی ہے تو فرمائیے کوئی مجھے بچا سکتا ہے؟

❁ میری بہن! بہت سے مجاہد ایسے ہیں جو کئی کئی سال دشمن سے لڑ کر واپس آ گئے ہیں اور انھیں خراش تک نہیں آئی حالانکہ انھوں نے کئی خونریز معرکے لڑ کر بہت سے دشمنوں کو واصل جہنم کیا ہے مگر وہ غازی بن کر واپس آ چکے ہیں۔

مجھے جانے دیں، جہاد میں شریک ہونے دیں، میرا راستہ نہ روکیں، زندگی رہی تو واپس آ جاؤں گا، اللہ تعالیٰ نے شہادت عطا کر دی تو جنت کے دروازے پر آپ کے استقبال کے لیے کھڑا رہوں گا، وہاں ہمیشہ اکٹھے رہیں گے، یہاں سے بہر حال ہم نے جدا ہونا ہے۔ یہ دلائل سن کر والدین کے کمزور ایمان میں قوت و طاقت آ جاتی ہے اور وہ خود بچوں کو جہاد

میں شرکت کے لیے چھوڑنے نمازوں تک پہنچ جاتے ہیں۔



﴿إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ مِنِّي وَلَا ذُنُوبَ﴾ [التوبة: ٤٥]

”تجھ سے اجازت صرف وہ لوگ مانگتے ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ سو وہ اپنے شک میں حیران پھرتے ہیں۔“

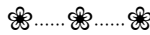
جہاد سے پیچھے رہنے والوں کا اللہ پر ایمان نہیں:

منافقین کے دل ایمان سے خالی اور شکوک و شبہات سے بھرے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ مجاہدین کو کامیاب اور اسلام کو غالب دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں جہاد میں شریک نہ ہوئے تو عزت مجروح ہوگی لوگ ہمیں اچھی نظروں سے نہیں دیکھیں گے۔ ایسی باتیں سوچ سوچ کر وہ جہاد میں شرکت کے لیے ایک قدم آگے بڑھاتے ہیں پھر جہادی مشکلات پر نظر ڈالتے ہیں تو فوراً واپس پلٹ جاتے ہیں۔ اس کا سبب یہی ہے کہ ان کے دلوں میں ایمان نہیں اسی لیے وہ رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہنے کے لیے اجازت طلب کرتے تھے۔

آج بھی کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم جہاد کے مخالف نہیں مگر تم یہ بتاؤ کہ اتنے عرصہ سے تم کشمیر میں لڑ رہے ہو اب تک تم نے کیا حاصل کیا؟ اتنے بندے مروا دیے ہیں بتاؤ تمہیں کیا ملا ہے؟ افغانستان میں کچھ مل گیا تھا اب تو وہ بھی ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ طالبان سے حکومت چھین گئی ہے امریکی بمباری سے مسجدیں، ہسپتال، سکول، بیٹھار شہری آبادیاں اور لاقاعدہ سب سے مسلمان صفحہ ہستی سے مٹ گئے ہیں۔ امریکہ نے مزید آگے بڑھ کر عراق کی اینٹ سے اینٹ بجا دی ہے۔ اب چند مسلمان ملک باقی ہیں تم اپنے اس جہادی جذبے سے ان کو بھی برباد کراؤ گے؟

ہمارے ہاں جہاد کو بس حکومت کے حصول کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے، اگر حکومت نہ ملے یا

مل کر چھن جائے تو اسے جہاد کی ناکامی تصور کرتے ہیں۔ ہمارے خیال میں یہ منہج کی غلطی ہے۔ جہاد کے کئی مقاصد ہوتے ہیں ایک نتیجہ اسلامی حکومت کا قیام بھی ہو سکتا ہے، ہم صرف اسی نتیجے کو اصل سمجھتے ہیں جبکہ نتیجہ اللہ تعالیٰ دیتا ہے، کبھی وہ جلد نتیجہ دیتا ہے اور کبھی اپنے بندوں کی لمبی آزمائشیں کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ صبر و استقامت اختیار کرنے والے کون کون ہیں؟ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ دنیا میں اللہ کچھ بھی نہ دے اور آخرت میں دے دے۔ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اللہ کا حکم کیا ہے؟ اگر صرف دنیاوی نتائج کو سامنے رکھ کر جہاد کریں گے تو کبھی نہیں کر سکیں گے، غالباً موجودہ دور میں جہاد سے پیچھے رہنے کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے، سوچو! اگر عالم اسلام کے بہت سے خطے محفوظ ہیں تو اس کا باعث عراق و افغانستان اور کشمیر و فلسطین میں ہونے والا جہاد ہی تو ہے۔



﴿رَبُّوْا رَادُوْا اُخْرُوْجْ لَا عُدُوْا لَهٗ عُدَّةٌ وَلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ اُنْجَاهَهُمْ فَتَقَتَّلُهُمْ وَقَبِلْهُمُ الْقَبْلَ وَلَآ تَحْجُوْا فِيْكُمْ مَّا رَاَدُوْكُمْ اِلَّا عِبَالًا وَّلَا اَوْصَعُوْا خِلَالَكُمْ يَبْغُوْا لَكُمْ الْفِتْنَةَ وَيَكُوْنُوْنَ سَفُوْحًا لَّهُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ﴾ [التوبة : ٤٦-٤٧]

”اور اگر وہ نکلنے کا ارادہ رکھتے تو اس کے لیے کچھ سامان ضرور تیار کرتے لیکن اللہ نے ان کا اٹھنا نا پسند کیا تو انھیں روک دیا اور کہہ دیا گیا کہ بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو، اگر وہ تم میں نکلتے تو خرابی کے سوا تم میں کسی چیز کا اضافہ نہ کرتے اور تم میں فتنہ چاہتے ہوئے ضرور تمھارے درمیان دوڑتے پھرتے اور تم میں ان کی باتیں کان لگا کر سننے والے بھی ہیں اور اللہ ان ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔“

مسلمانو! ان منافقین کا نہ نکلنا عین تدبیر الہی کے مطابق تمہارے لیے بہت ہی بہتر تھا بالفرض اگر یہ لوگ سفر تبوک میں تمہارے ساتھ نکل پڑتے تو تمہاری قوت و طاقت میں ہرگز ہرگز اضافہ نہ کرتے بلکہ تمہیں پریشان کرتے، مایوس کن خبریں پھیلاتے، بڑی خرابیاں پیدا کرتے، افواہیں پھیلا پھیلا کر اضطرابی کیفیت پیدا کرتے، لوگوں کے ذہن خراب کرتے، اہل ایمان کی صفوں میں انتشار و فساد برپا کرنے کی سازشیں کرتے۔ ادھر کی بات ادھر اور

ادھر کی ادھر، معمولی بات کو بڑھا چڑھا کر آپس میں دشمنیاں اور عداوتیں پیدا کرتے، اختلاف و انتشار پیدا کرنے کے لیے بھاگے پھرتے اور اپنی شرارتوں کے ذریعے فساد کی آگ بھڑکا دیتے۔

مسلمانو! تمہارے اندر بعض سادہ لوح مسلمان ایسے بھی ہیں جو منافقین کی باتوں کو توجہ سے سنتے ہیں اور اپنی سادگی اور بھولے پن کی وجہ سے منافقین کی شرانگیزیوں کو نہیں سمجھتے اس لیے اگر بڑے بڑے منافق شریک سفر ہوتے اور وہ حسب معمول اپنی چرب زبانی کے ذریعے افواہیں اور بزدلی پھیلاتے، مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کی سازشیں کرتے تو یہ سادہ لوح مسلمان ان کی باتوں میں آسکتے تھے۔ مسلمانو! ان کا نہ ٹکنا ہی تمہارے لیے باعث خیر اور باعث غنیمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا جہاد کے لیے اٹھنا پسند ہی نہیں کیا اور تم ان کی شرانگیزیوں اور شرارتوں سے محفوظ ہو گئے۔

جہاد سے جی چرانے کے موجودہ بہانے:

اس وقت دنیا کے مختلف محاذوں پر جہاد جاری ہے اور پوری دنیا کے مسلمان نظریاتی طور پر کئی حصوں میں تقسیم ہیں۔ آج مسلمانوں کی ایک قابل ذکر تعداد جہادی راستہ اختیار کرنے اور مجاہدین سے اپنا تعلق جوڑنے سے خوف زدہ ہے، اصل میں دنیا سے محبت رکھنے والے انہی لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ”ان لوگوں کا جہاد کے لیے ٹکنا اللہ تعالیٰ نے پسند ہی نہیں کیا اور انہیں کہہ دیا گیا کہ اپنا حج و معذور لوگوں کے ساتھ اور گھروں میں بیٹھنے والی عورتوں اور بچوں کے ساتھ تم بھی بیٹھے رہو۔“

خدمت جہاد کی سعادت ہر شخص کے حصہ میں نہیں ہے، اس اعزاز کے مستحق تو اسلام کے پروانے، جہاد کے شیدائی، دین کے فدائی اور اللہ اور اس کے رسول سے دلی محبت و پیار کرنے والے سچے مجاہد ہیں جو صرف آخرت کی کامیابی کے لیے دنیا کی ہر تکلیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کر لیتے ہیں۔

جہادی خدمت کا جب بھی کوئی موقع ہاتھ لگے یا آپ کو امیر کی طرف سے تربیتی دورہ جات کے لیے بلاوا آئے تو بلا تاخیر لبیک کہتے ہوئے اڑ کر پہنچیں، یہ مت کہیں کہ یہ دورہ تو میں نے پہلے سے کیا ہوا ہے یا مجھے اس دورے کی ضرورت نہیں اور یہ خیال بھی دل میں نہیں آنا چاہیے کہ میرا علم و مرتبہ اس دورے، پروگرام اور سفر سے بالا ہے۔ یاد رکھیں! یہ اور ایسے تمام خیالات شیطان کی طرف سے ہیں جو نبی ایسی سوچ اور خیال آئے ((أَعُوذُ بِاللّٰهِ.....لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ)) پڑھیں اور استغفار کو کثرت سے لازم پکڑیں۔

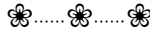
خبردار! کہیں ایسا نہ ہو کہ سستی، غفلت اور مداہنت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے، جہاد جیسے عظیم الشان عمل کی توفیق چھین لے، اٹھا کے ردی کی ٹوکری میں پھینک دے تو پھر ہم کیا کر سکتے ہیں؟ اس لیے دعا کرتے رہا کریں کہ یا اللہ! جتنا عمل کیا ہے اسے قبول فرما۔ یا اللہ! آخر دم تک جہاد اور مجاہدین فی سبیل اللہ سے وابستہ رکھ، یا اللہ! ہماری لغزشوں، کوتاہیوں اور جہاد کے راستہ میں اور زندگی بھر میں جو خطائیں ہم سے سرزد ہوئیں وہ سب معاف فرما، یا اللہ! جہاد میں ثابت قدم رکھ، کافروں پر فتح و غلبہ اور شہادت کی موت نصیب فرما!

ایک مشاہدہ:

میں اپنا ذاتی مشاہدہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں کہ بہت سے لوگ جہاد میں شریک ہوئے، تربیت حاصل کی، پھر انھیں شکوک و شبہات نے آگھیرا، پہلے پہل تو اصلاح کے نام پر گفتگو کی، پھر پروپیگنڈہ، جہاد کے خلاف باتیں، مجلسیں اور آہستہ آہستہ نماز باجماعت سے پیچھے رہنے لگے، پھر نماز میں سستی اور بالآخر دین سے پیچھے ہٹ کر دنیا کے فضول، بے ہودہ اور بے مقصد کاموں میں زندگیاں برباد ہونے لگیں۔ ایسے لوگوں کی مجالس سے اجتناب ضروری ہے ان کی غیبتوں اور بہتان تراشیوں سے سادہ مسلمان متاثر ہو سکتے ہیں۔

ہمارے بہت سے بھائی جہاد چھوڑ کر دنیا داری کی طرف پلٹنے والوں سے سخت پریشان ہوتے ہیں اور ہونا بھی چاہیے مگر ان کے پلٹ جانے میں جو مصلحت اللہ جانتا ہے ہم نہیں

جانتے، البتہ ہم نے یہ ضرور دیکھا ہے کہ جن لوگوں میں خیر ہوتی ہے وہ جہادی محاذوں کی طرف بالآخر پلٹ آتے ہیں اور جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے ان کو جہاد سے بہت دور پھینک دیتا ہے اور وہ دنیا کی دلدل میں دھنس جاتے ہیں۔



﴿لَقَدْ ابْتَغُوا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَبْنَا لَكَ الْأُمُورَ حَتَّىٰ جَاءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ كَرِهُونَ﴾ [التوبة: ٤٨]

”بے شک انھوں نے اس سے پہلے بھی فتنہ ڈالنا چاہا اور تیرے لیے کئی معاملات الٹ پلٹ کیے، یہاں تک کہ حق آپہنچا اور اللہ کا حکم غالب ہو گیا، حالانکہ وہ ناپسند کرنے والے تھے۔“

منافقین ہمیشہ فتنہ و فساد پھیلانے کی سازشیں کرتے رہے :

منافقین کی فتنہ انگیزیوں کا پردہ چاک کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ یاد دہانی کرا رہا ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر منافقین کی خباثت کوئی پہلا موقع تو نہیں ہے۔ یہ بد بخت تو اس سے پہلے بیسیوں مرتبہ اپنی ناپاک سازشوں کے ذریعے آپ ﷺ کے معاملات کو درہم برہم کرنے کی تدبیریں اور سازشیں کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ حق کا بول بالا کیا اور آپ ﷺ کو عزت و فتح عطا فرمائی ہے۔ جوں جوں دین کو غلبہ نصیب ہوتا گیا ان کا نفاق، اسلام سے بغض و عناد اور حسد بڑھتا گیا ہے، چند مثالیں یہ ہیں :

❁ ”رسول اللہ ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو قریش مکہ اور عبد اللہ بن ابی ریس المنافقین کے درمیان خط کتابت اور باہمی رابطے قائم ہو گئے۔ مشرکین مکہ کے اکسانے پر عبد اللہ بن ابی نے اپنے ساتھی جمع کیے اور ہجرت کے پہلے سال نبی ﷺ سے جنگ کے لیے تیار ہو گیا..... رسول اللہ ﷺ کو پتا چلا تو آپ ﷺ ان لوگوں کے پاس تشریف لے گئے اور انھیں نصیحت فرمائی جس میں ایک بات یہ بھی تھی

کہ تم اپنی اولاد اور بھائیوں سے لڑنا چاہتے ہو؟ اس نصیحت کا بہت اچھا اثر ہوا اور لوگ بکھر گئے۔^①

رمضان ۲ ہجری بدر میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو فتح عطا فرمائی تو عبداللہ بن ابی منافق جل بھن گیا اور اپنے حسد و کینہ کو مزید چھپانہ سکا، وہ بے اختیار بول اٹھا:
اب یہ لوگ ہمارے بس میں نہیں رہے۔ ہمارے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ہم ظاہراً مسلمان ہو جائیں اور جو دل میں ہے اسے چھپائے رکھیں وقت آنے پر دیکھا جائے گا اور ان کو دکھا دیا جائے گا۔^②

۲ھ جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو فتح مبین عطا فرمائی، اس اہم موقع پر منافقین اور یہودیوں نے مل کر مدینہ شہر میں پروپیگنڈہ کے ذریعے پلچل مچا دی اور یہ خبر بھی اڑا دی کہ رسول اللہ ﷺ شہید کر دیے گئے۔ درحقیقت یہ ان کی دلی خواہش تھی جو لبوں تک آگئی۔

شوال ۳ھ جنگ احد کے انتہائی نازک موقع پر غداری کرتے ہوئے عبداللہ بن ابی اپنے تین سوساھیوں کو اسلامی لشکر سے نکال لایا تاکہ باقی ماندہ لشکر کے حوصلے پست ہوں اور اہل ایمان شکست کھا کر نیست و نابود ہو جائیں۔

شوال ۵ھ جنگ خندق کے موقع پر منافقین نے مسلمانوں میں فتنہ و فساد برپا کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ہمیں دھوکا دیا۔ اب تو مارے گئے۔ یوں بھی واویلا کر رہے تھے کہ اے اہل یثرب! میدان جہاد سے واپس پلٹ آؤ محاذوں پر رہنے کے لیے یہ وقت مناسب نہیں ہے۔ جھوٹے عذر بہانے گھڑ گھڑ کر کہہ رہے تھے کہ اے اللہ کے نبی! ہمارے گھروں کو خطرہ ہے اس لیے کہ وہ

① سنن أبو داؤد، کتاب الخراج والفی والإمارۃ، باب خبر النصیر: ۳۰۰۴۔

② تفسیر ابن کثیر: ۵۶۸/۲۔

خالی ہیں سو ہمیں اجازت دیجیے یہ انداز بھی اہل ایمان کے حوصلے پست کرنے کے لیے تھا۔ غزوہ بنی المصطلق ۵ ہجری میں ہوا، جس میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منافقین کی ایک جماعت بھی تھی جو اس سے پہلے کبھی کسی جہاد میں شریک نہیں ہوئی، اس پورے سفر میں منافقین نے اپنی خباثتیں جاری رکھیں، مسلمانوں میں انتشار و افتراق پیدا کرنے کی مذموم کوششیں کرتے رہے جن میں سے چند ایک پیش کی جا رہی ہیں :

✽ عبد اللہ بن ابی نے کہا: جب ہم مدینہ واپس ہوئے تو عزت والا ذلت والے کو مدینہ سے نکال باہر کرے گا۔

✽ اسی غزوہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر اس بد بخت نے بہتان باندھ کر رسول اللہ ﷺ اور اہل ایمان کو مسلسل ایک ماہ تک سخت اذیت سے دو چار کیے رکھا۔

✽ ۷ ہجری میں یہودیوں کے خلاف جو نبی رسول اللہ ﷺ نے خیبر روانگی کی تیاریاں مکمل کیں، عبد اللہ بن ابی ملعون نے یہود خیبر کو اطلاع بھیج دی اور یہ مخری بھی کر دی کہ محمد ﷺ بڑی قلیل تعداد اور معمولی عسکری ساز و سامان سے مسلح ہیں جبکہ حربی تیاری، تعداد اور اسلحہ تمہارے پاس زیادہ ہے، دیکھو! ڈرنا نہیں، چوکس ہو جاؤ، تیاری کر لو اور ان کو خوب سبق سکھا کر واپس بھیجو۔

ربیع الاول ۴ ہجری کو غزوہ بنی نضیر پیش آیا۔ رسول اللہ ﷺ قبیلہ بنو نضیر کے یہودیوں کے پاس ایک مقتول کی دیت کی ادائیگی میں تعاون کے لیے تشریف لے گئے۔ یہودیوں سے مالی اعانت حاصل کرنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ سیدنا عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے غلطی سے دو آدمی قتل کر دیے، رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ان دونوں کے پاس ضمانت کا عہد تھا، مقتولین کی دیت میں حصہ دینے کے لیے معاہدے کی رو سے یہودی بھی پابند تھے، اس دیت کے لیے رسول اللہ ﷺ ان کی بستی میں صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ہمراہ تشریف لے گئے۔

یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ کے قتل کی سازش تیار کی اور کوٹھے کی چھت سے رسول اللہ ﷺ پر چکی کا پاٹ گرانے کا منصوبہ بنایا، اللہ تعالیٰ نے وحی سے مطلع فرمایا تو نبی ﷺ وہاں سے فوراً نکل آئے اور مدینہ پہنچ کر یہودیوں کو دس دن کے اندر اندر علاقہ خالی کرنے کا حکم بھیجا، یہودیوں نے علاقہ چھوڑنے کے لیے تیاریاں شروع کر دیں۔ عبد اللہ بن ابی ملعون نے یہودیوں کو پیغام بھیجا کہ گھر بار نہ چھوڑو میں تمہاری حفاظت اور مدد کے لیے دو ہزار کے مسلح لشکر کے ساتھ حاضر ہوں، بنو قریظہ اور بنو غطفان بھی تمہاری مدد کے لیے پہنچ جائیں گے اور خود تم بڑے بہادر، جنگجو، دلیر اور جنگی چالوں کے استاد ہو، پھر ڈرتے کیوں ہو؟ یہاں بھی اللہ تعالیٰ کی مدد رسول اللہ ﷺ کے شامل حال رہی اور منافقین ذلیل و خوار ہوئے، اس کامیابی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان الفاظ میں بیان فرمایا:

﴿مَا ظَنَنْتُمْ أَن يَخْرُجُوا وَظَنُّوْا أَنَّهُمْ قَائِمَةٌ خُصُومُهُمْ ذِينَ انْفَقَتْهُمْ أَمْ لِي غَلْظَتِ السَّيَاطِرُ عَلَىٰ الَّذِينَ آمَنُوا وَأَنَّهُمْ لَآتِيْنَ ۖ وَقَدْ خَلَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبُ يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُم بِأَيْدِيهِمُ وَالْأَيْدِي الْغُلَامِيْنَ ۚ فَيَعْبُدُونَ إِلَٰهًا لَّا بِغَضَابٍ﴾ [الحشر: ٢]

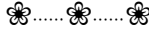
”مسلمانو! تمہیں تو ان یہودیوں کے نکلنے کا گمان بھی نہ تھا اور وہ خود بھی یہ سمجھتے تھے کہ ان کے مضبوط قلعے ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچالیں گے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسی جگہ سے عذاب بھیجا کہ جہاں سے ان کو وہم و گمان بھی نہ تھا اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ ان کا حال یہ تھا کہ اپنے گھروں کو اپنے ہی ہاتھوں سے اجاڑ رہے تھے۔ تو اے آنکھوں والو، عبرت پکڑو۔“

✽ منافقین نے غزوہ تبوک کے ایام میں مسجد ضار تعمیر کر کے سازشوں کے لیے خفیہ اڈا تعمیر کر لیا، جسے تبوک واپسی پر نبی ﷺ نے مسمار کرا دیا، یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی مدد فرمائی۔



﴿حَتَّىٰ جَاءَ الْحَقُّ بِظَهْرِهِ الْأَخْفَىٰ ۖ وَلَهُ اللَّهُ عَذَابُ أَلِيمٍ﴾ [التوبة: ٤٨]

”(منافقین کی سازشیں جاری رہیں) یہاں تک کہ حق آگیا اور اللہ تعالیٰ کا حکم غالب آگیا جبکہ منافقین غلبہ حق کو ناپسند کرتے رہے۔“



﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَقُولُ إِنَّا لَا نَفْقَهُ شَيْئًا إِلَّا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْخَافِرِينَ﴾ [التوبة: ٤٩]

”اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو کہتا ہے مجھے اجازت دے دیں اور مجھے فتنے میں نہ ڈالیں۔ سن لو! وہ فتنے ہی میں تو پڑے ہوئے ہیں اور بے شک جہنم کافروں کو ضرور گھیرنے والی ہے۔“

تارک جہاد فتنے میں جبکہ مجاہد محفوظ ہے:

غزوہ تبوک سے پیچھے رہنے کے لیے منافقین کے عذر بہانے اور حیلوں کا ذکر جاری ہے، منافقین میں سے ایک سردار جس کا نام جد بن قیس تھا، یہ بد بخت دیگر تمام منافقین سے بالکل مختلف بہانا گھڑ لایا اور کہنے لگا:

”اے اللہ کے رسول! میرے متعلق سب جانتے ہیں کہ میں عورتوں سے بہت زیادہ رغبت رکھتا ہوں اور اگر آپ کے ساتھ تبوک کے لیے گیا تو رومی عورتوں کو دیکھ کر فتنہ کا شکار ہو جاؤں گا لہذا آپ مجھے ساتھ لے جا کر فتنہ میں نہ ڈالیں۔“^①

اس مکار منافق کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: خبردار! یہ ظالم تو فتنے میں پڑ چکے ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک بہت بڑا نکتہ بیان کیا ہے قرآنی الفاظ پر غور کریں ﴿إِنَّا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا﴾ ”خبردار! جہاد سے پیچھے رہنے کے بہانے بنا کر آنے والے یہ لوگ فتنے میں گر چکے ہیں، جبکہ مجاہدین فتنوں سے محفوظ رہتے ہیں، جیسا کہ حدیث میں ہے:

① تفسیر الدرالمشور: ۲/۴۷، ۲/۴۸۔

«أَظَلَّتْكُمْ فِتْنٌ، كَقَطْعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ أَنْجَى النَّاسِ مِنْهَا، صَاحِبُ شَاهِقَةٍ
يَأْكُلُ مِنْ رِسْلِ غَنَمِهِ أَوْ رَجُلٌ مِّنْ وَرَاءِ الدَّرُوبِ آخِذٌ بِعِنَانٍ فَرَسِهِ يَأْكُلُ
مِنْ فَيْئِ سَيْفِهِ»^①

”تمہیں اندھیری رات کی طرح فتنے گھیر لیں گے، ان میں سب سے زیادہ
نجات پانے والا وہ ہوگا جو کسی پہاڑی درے پر رہتا ہوگا اور اپنی بکریوں سے
کھاتا ہوگا یا وہ مجاہد جو اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے جہادی راستوں پر
گامزن ہوگا اور اپنی تلوار کی کمانی (مال غنیمت) سے کھاتا ہوگا۔“

جد بن قیس اور دیگر منافق لوگ خود فریبی اور اپنی بیماری کی وجہ سے یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ
جھوٹے بہانے پیش کر کے رسول اللہ ﷺ کو دھوکا دینے میں کامیاب ہو گئے ہیں، ہرگز
نہیں بلکہ ان کی دلی کیفیت یہ ہے اور تبوک کے تھکا دینے والے طویل سفر اور گرمی کی
شدت کے خیال ہی سے ان کے دل بیٹھنے لگتے ہیں۔ پیدل سفر، نا کافی سواریاں، راستے
کی بھوک پیاس کے تصور ہی سے مرنے لگتے ہیں، دنیا کی مانی ہوئی ماہر ترین لڑاکا فوج کے
ساتھ خونریز جنگ کے تصور ہی سے یہ بزدل اور ڈرپوک منافق کانپ کانپ جاتے ہیں۔

زمانہ جنگ میں خوبصورت رومی عورتوں کی طرف نظر اٹھانا تو بہت دور کی بات ہے یہ
مکار، فریب کار، بزدل اور منافق تو مدینے میں بیٹھے ہی مسلح رومی لشکر کو اپنے خیالوں میں
یوں صف بستہ دیکھ رہے ہیں کہ بس ابھی تیر، تلواریں، نیزے اور برچھے چلنے ہی والے ہیں
اور دل ہی دل میں یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ شکر ہے ہم پیچھے رہ گئے جو مسلمان تبوک گئے ہیں
ان میں سے کوئی ایک بھی زندہ سلامت باقی نہیں بچے گا۔ یہ بد بخت اہل ایمان کے مکمل
خاتمے اور یقینی تباہی کے انتظار میں بیٹھے رومی صلیبوں کی طرف دیکھ رہے ہیں۔

منافقو! تم رومی لشکر کے ہاتھوں اہل ایمان کی تباہی و ہلاکت کے خیالوں کو چھوڑو اپنی
فکر کرو، تمہارے یہ جھوٹے عذر بہانے اور گفتگو بہت تکلیف دہ ہے، تم سرکشی میں بہت دور

① مستدرک حاکم: ۲/۹۳ ح: ۲۴۶۰ و صحیحہ الحاکم ووافقہ الذہبی۔

نکل گئے ہو جہاں جہنم تمہارے انتظار میں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

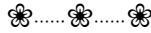
﴿وَلَنْ جَهَنَّمَ لَئِيْطَةً اَلْتَكْفُرِيْنَ﴾ [التوبة: ۴۹]

”اور بے شک جہنم نے کافروں کو گھیر رکھا ہے۔“

ارشاد ہے:

﴿اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًاۙ لِلّٰصَّٰغِيْنَ مَابَيْنَاۙ﴾ [النبا: ۲۱-۲۲]

”بے شک جہنم کافروں کی گھات میں ہے، سرکش اور شریروں کا وہی ٹھکانا ہے۔“
منافقو! مسلمانوں کے متعلق برے خیالات کی بجائے اپنا جائزہ لو! تمہیں تو جہنم نے گھیر لیا ہے، تمہارے بھاگنے اور بچنے کے تمام راستے بند ہیں اور تم شدید محاصرے میں ہو، بتاؤ! بچ کر کہاں جاؤ گے؟



﴿اِنَّ لِّصَّٰغِيْنَ فَتٰنًاۙ وَّاِنَّ لِّجَهَنَّمَ مَصِيْبًاۙ لَّيُؤْخَذُوْاۙ بِهَاۚ اَلَمْ نَكُذِّبْكَ اَمْرًاۙ اَمَّا مَنۡ قَبْلُۙ وَاٰتٰوْاۙ وَهَمَّۙ فَزَعُوْاۙۚ فَمَنْ لَّنۡ يُّصِيْبَنَاۙ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَاۚ هُوَ مَوْلَانَاۙ وَنَحْنُ اَللّٰهُۙ فَيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَۙ﴾ [التوبة: ۵۰، ۵۱]

”اگر تجھے کوئی بھلائی پہنچے تو انھیں بری لگتی ہے اور اگر تجھے کوئی مصیبت پہنچے تو کہتے ہیں ہم نے تو پہلے ہی اپنا بچاؤ کر لیا تھا اور اس حال میں ہٹتے ہیں کہ بہت خوش ہوتے ہیں۔ کہہ دے ہمیں اس کے سوا ہرگز کوئی نقصان نہ پہنچے گا جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا، وہی ہمارا مالک ہے اور ایمان والوں کو تو لازم ہے کہ اللہ ہی پر بھروسہ کریں۔“

اللہ تعالیٰ منافقین کی خصلتوں کو بیان کرتا ہے کہ اہل ایمان کو اگر کامیابی مل جائے، وہ علاقہ فتح کر لیں یا مال غنیمت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو منافقین کو یہ کامیابی بری لگتی ہے۔ بہت تکلیف اور جلن ہوتی ہے، اہل ایمان کی کامیابی کی خبریں سنتے ہی ان کے منہ لٹک جاتے ہیں، وہ جل بھن جاتے ہیں ایسے مواقع پر منافقین کے دلوں میں اہل ایمان

کے خلاف چھپی عداوت بغض و حسد اور دشمنی نمایاں ہو جاتی تھی۔
 دوسری بات منافقین کی تکلیف کا باعث یہ بھی تھی کہ جہاد پر روانگی کے وقت تو انھوں
 نے جھوٹے عذر بہانے پیش کر کے موت سے بچنے کے لیے پیچھے رہنا پسند کیا مگر اللہ تعالیٰ
 اہل ایمان کو کامیابی، فتح، مال غنیمت اور محاذ جنگ سے صحیح سالم واپس لے آیا تو منافقین
 مال غنیمت سے محروم ہونے کی وجہ سے بھی دانت پیستے رہ گئے۔

﴿وَإِنَّ لَكُمْ لَعِيبَةً﴾ ”اور اگر اہل ایمان کو میدان جہاد میں تکلیف پہنچے اور ان کو
 اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال کرنا پڑے اور شہدا کی تعداد میں اضافہ ہو تو منافقین بغلیں بجاتے
 ہوئے خوشی سے پھولے نہیں سماتے، تبصرے کرتے ہوئے کہتے ہیں: ہم تو پہلے ہی جانتے
 تھے کہ محمد (ﷺ) ان بیوقوفوں کو ہلاکت کے گڑھے میں ڈال رہے ہیں۔ منافقین اہل ایمان
 کو بیوقوف کہا کرتے تھے جیسا کہ سورہ بقرہ میں ہے:

﴿قَالُوا اتَّخَذَ الْمُشْرِكُونَ الْبَقَرَةَ﴾ [البقرة: ۱۷۳]

”وہ کہتے کیا ہم بھی بیوقوفوں کی طرح ایمان لے آئیں؟“

چنانچہ وہ اپنے حیلوں بہانوں کو عقلمندی اور دور اندیشی سے تعبیر کرتے اور اپنی عیاری،
 ہوشیاری اور چالاک گردانتے ہوئے کہتے ہیں دیکھو! ہم نے تو پہلے ہی سے اپنا معاملہ درست
 کر لیا تھا بلکہ ہم تو ان لوگوں کو بھی سمجھاتے رہے کہ جہاد میں نہ جاؤ محمد (ﷺ) تمہیں مروا
 دیں گے، مگر ان لوگوں نے ہماری ایک نہیں سنی، چلو مزہ چکھ لیا، مجالس میں گفتگو اور دن بھر
 اپنی کامیابیوں کے تذکرے کر کے کہتے کہ ہم نے تو جنگِ احد کے دن بھی بڑا سمجھایا تھا،
 فلاں موقع پر بھی انھیں منع کیا تھا مگر ان لوگوں نے ہماری بات پر توجہ ہی نہیں دی، پھر جب
 گھروں کو پلٹتے ہیں تو کیفیت کچھ یوں ہوتی ہے:

﴿وَيَتَوَلَّوْا وَهُمْ قَرِيبُونَ﴾ ”واپس پلٹتے ہوئے بڑے خوش ہوتے ہیں۔“

﴿قُلْ لَنْ يُغْنِيَكُمْ﴾

اے نبی! اعلان کر دیں کہ ہمیں کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکتی ﴿إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا﴾ مگر وہ مصیبت جو پہلے ہی سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے لکھ دی تھی۔ یہ ہمارا عقیدہ ہے اور اسی پر ہمارا ایمان ہے، اللہ تعالیٰ ہی ہمارا مولیٰ و مددگار ہے اور مومنوں کو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ و توکل کرنا چاہیے۔

شکوہ و شبہات میں گرفتار لوگوں کی مجالس :

موجودہ جہادی صورت حال پر بعض سادہ لوح اور کم علم مسلمان تذبذب اور تردد کا شکار ہیں، کبھی مجاہدین کے حق میں باتیں کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ لوگ بہت اچھا کام کر رہے ہیں اور کافروں کے مظالم کا جواب جرأت و استقامت سے دیتے ہوئے بے مثال قربانیاں پیش کر رہے ہیں، یہ لوگ جہاد اور مجاہدین کے لیے کچھ کرنے کی سوچ میں ہوتے ہیں کہ اچانک آزمائش کی خبریں آنا شروع ہو جاتی ہیں، کبھی قافلے کا قافلہ ہی شہید ہو گیا یا حکومت کی طرف سے سختی کی خبریں مجاہدین کی گرفتاریوں اور جیلوں میں بند ہونے کی خبریں سو یہ لوگ پھر پیچھے پلٹ جاتے ہیں۔

آج کے منافقین اور بعض بے بصیرت مبصرین اپنی نجی مجالس میں تبصرے کرتے ہیں کہ یہ مجاہد نہیں طاغوتی حکمرانوں کے ایجنٹ ہیں، کشمیر میں بندے مروا رہے ہیں، کچھ کہتے ہیں کہ کافروں سے نہیں ان لوگوں کو مسلم حکمرانوں کے خلاف جہاد کرنا چاہیے، کچھ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان لوگوں کے دن گنے جا چکے ہیں، کچھ اس انتظار میں ہیں کہ اب تو امریکہ آ گیا ہے جہادیوں کے لیے موت کے پھندے تیار ہیں، ان کے لیے گرفتاریوں کے آرڈر آ چکے ہیں، جیل کی کال کوٹھڑیاں ان کا انتظار کر رہی ہیں، افغانستان میں طالبان کا بڑا نام تھا، امریکہ نے صفایا کر دیا، امریکہ نے تو عراق پر بھی قبضہ کر لیا ہے، اب فلاں کی باری ہے، کہتے ہیں کہ ان لوگوں کو عقل ہی نہیں، اب بھی جہاد جہاد کی رٹ لگاتے پھرتے ہیں چلو مزہ چکھ لیں گے ہم نے تو اپنا معاملہ درست کر رکھا ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے حوصلے بڑھانے اور جذبہ صبر و استقامت کو مزید پختہ کرنے کے لیے فرمایا کہ اے نبی! آپ اعلان کر دیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو خیر اور مصیبت لکھ دی ہے وہی پہنچے گی، اس کے علاوہ دشمن ہزار چاہے، لاکھ کوشش کرے ہر گز تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور اگر ہمارے مالک نے ہمارے لیے کوئی حادثہ، مصیبت، کوئی زخم، شہادت یا کوئی شکست لکھ دی ہے تو وہ مالک ہے جو چاہے کر سکتا ہے ہم تو ہر حال میں اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں اس لیے کہ وہی اکیلا ہمارا مددگار ہے۔

تقدیر اور تدبیر:

”آپ کہہ دیں ہر گز نہیں پہنچتی ہمیں (کوئی بھلائی یا برائی) مگر وہی جو ہمارے اللہ تعالیٰ نے لکھ دی ہے۔“

آیت کی تفسیر رسول اللہ ﷺ نے اپنے عمل سے اس طرح فرمائی:

رومی صلیبیوں کی تیاریوں اور حملے کی خبر ملتے ہی رسول اللہ ﷺ نے دشمن کے مقابلہ کے لیے زبردست تیاری شروع کر دی۔ اس تیاری میں دشمن کو جارحانہ کارروائی اور سر پر چڑھ آنے کا موقع نہیں دیا بلکہ شدید ترین مشکل حالات اور تنگی و عسرت کے باوجود استطاعت کے مطابق آپ ﷺ نے تیاری کی اور تیس ہزار کانیم مسلح لشکر لے کر چھ سو کلومیٹر سے زیادہ فاصلے پر صلیبیوں کی کمر توڑنے کے لیے نکل پڑے۔ اپنے عمل سے گویا یہ سبق دیا کہ ہمارا کام اتنا تھا جتنا ہم کر سکے اب ہمارا کام ختم، ہمارا بھروسہ اللہ پر ہے جو نتیجہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہے ہم اس پر راضی، خوش اور مطمئن ہیں۔

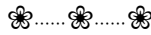
بعض نادان اور بے عقل لوگ توکل کا معنی یہ سمجھتے ہیں کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہو نہ تیاری کرو اور نہ کسی قسم کی محنت، جو قسمت میں لکھا ہے وہ مل جائے گا۔ یہ سوچ صریحاً غلط اور بے عقلی کی دلیل ہے، تقدیر پر ایمان اور اللہ تعالیٰ پر توکل کا معنی: کم ہمتی، بے بسی اور بے تدبیری ہر گز نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو کام ذمے لگایا ہے ہم وہ کریں اور نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں، یہ توکل ہے۔

مجاہدین کی تکالیف پر منافقین کا خوش ہونا یہ بھی جہالت اور تقدیر پر کمزور ایمان کی نشانی ہے۔ سفر جہاد میں مجاہد کے اٹھنے والے ایک ایک قدم پر اللہ تعالیٰ اجر عطا فرماتا ہے۔ یہ پر عزم مجاہدین سفر جہاد میں سوار ہوں یا پیدل، چلتے چلتے پاؤں میں چھالے پڑ جائیں، بھوک پیاس کی شدت، میدان جہاد کے زخم..... بازو کٹنا یا ہاتھ کا شل ہونا، ٹانگ سے محروم ہو کر لنگڑا ہو جانا حتیٰ کہ گردن کٹوا کے مقام شہادت حاصل کرنا، ان سب کو منافقو! تم ہمارے لیے برائی تصور کرتے ہو؟ نہیں یہ ہمارے لیے اعزاز ہے، واللہ العظیم! بہت بڑی کامیابی ہے اور اس میں ہمارے لیے جنت کی عظیم الشان خوشخبری ہے۔ دوسری بات جس کا تمہیں انتظار کے ساتھ ساتھ حزن و ملال بھی ہے وہ ہے تبوک کی فتح، ملکوں پر تسلط، دشمن پر غلبہ اور مال غنیمت کے ڈھیر! یہ بھی ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کا انعام ہے، ہمارے لیے خوبی اور خوشخبری ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ﴾

”جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے کٹ مرے یا دشمن پر غالب آجائے تو یقیناً ہم اسے اجر عظیم عطا کریں گے۔“
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ﴾ [محمد: ۴]

”اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کر دیے گئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے اعمال ہرگز ضائع نہ کرے گا۔“



﴿قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلَّا إِحْدَى الْحُسْنَيْنِ ۖ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ أَنْ يُصِيبَكُمْ اللَّهُ بِعَذَابٍ مِنْ عِنْدِنَا ۚ أَوْ لَا يُدْرِي مَا أَفْعَلُ لَكُمْ مَعَكُمْ ۚ فَمَنْ تَرَبَّصُوا﴾ [التوبة: ۵۲]

”کہہ دے تم ہمارے بارے میں دو بہترین چیزوں میں سے کسی ایک چیز کا انتظار کرتے ہو اور ہم تمہارے بارے میں انتظار کر رہے ہیں کہ اللہ تمہیں اپنے پاس سے کوئی عذاب پہنچائے یا ہمارے ہاتھوں سے، سو انتظار کرو بے شک ہم

بھی تمھارے ساتھ منتظر ہیں۔“

خوشی پر شکر اور مصیبت پر صبر:

سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا:

”ایمان دار شخص کی حالت پر تعجب ہے کہ اگر اسے خوشی حاصل ہوتی ہے اور وہ شکر ادا کرتا ہے تو اس کے لیے بہتر ہے اور اگر اسے کوئی دکھ تکلیف پہنچتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور یہ بھی اس کے لیے بہتر ہے۔“^①

منافقو! جان لو اگر ہم میدان جہاد میں کٹ مریں تو دنیا کی سختیوں سے نجات اور جنت کی ابدی راحت کے حقدار ہیں اور اگر زندہ پلٹ آئیں تو غلبہ اسلام کی خوشی میسر آئے گی۔
منافقو! تم بھی دو باتوں کا انتظار کرو:

پہلی بات یہ کہ جہاد سے پیچھے رہنے کے حیلے بہانے اور جھوٹے عذر پیش کرنے کے جرم میں اللہ تعالیٰ فوری طور پر دنیا میں یا تاخیر سے آخرت کے عذاب میں تمہیں پکڑ لے اور یہ بات بہر حال تمھارے لیے باعث ذلت و رسوائی اور سخت تکلیف کا باعث ہے یا اللہ! مسلمانوں کی مدد کر کے ان کے ہاتھوں سے تمہیں ہلاک کروا دے سو کسی ایک یا دونوں قسم کے انجام کا انتظار کرو، یہ دونوں باتیں تمھاری ذلت و رسوائی کا باعث ہیں جبکہ مجاہدین کے لیے ہر حالت کامیابی کی ضامن ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے اس بات کی ضمانت دی ہے کہ جو شخص میری راہ میں جہاد کے لیے نکلے، اس کا مجھ پر ایمان ہو اور اسے میرے رسولوں کی تصدیق کے علاوہ کسی اور چیز نے جہاد کے لیے نہ نکالا ہو تو میں اسے اجر و ثواب اور غنیمت کے ساتھ واپس لے آؤں گا یا (شہید ہونے کی صورت میں) جنت میں داخل کروں گا۔“^②

① مسلم، کتاب الزہد، باب المؤمن أمره کله خیر: ۲۹۹۹۔

② بخاری، کتاب الإیمان، باب الجہاد من الإیمان: ۳۶۔

﴿قُلْ أَطِيعُوا طَاعَةً أَوْ كَرِهًا لَّيْ يَسْتَبِينَ بِكُمْ: إِنَّمَا كُنْتُمْ قَوْمًا فَاسِقِينَ ۚ وَمَا مَنَعَهُمْ أَن تَقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَتُهُمْ إِلَّا أَنَّهُمْ نَكَرُوا بِأَيْدِيهِمْ وَيُسْأَلُونَ وَالصَّلَوةَ رَأَوْهُمْ كَسَالَى وَلَا يَتَّقُونَ﴾ [التوبة: ٥٤، ٥٣]

”کہہ دے خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے، تم سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔ بے شک تم نافرمان لوگ رہے ہو اور انھیں کوئی چیز اس سے مانع نہیں ہوئی کہ ان کی خرچ کی ہوئی چیزیں قبول کی جائیں مگر یہ بات کہ انھوں نے اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور وہ نماز کو نہیں آتے مگر اس طرح کہ سست ہوتے ہیں اور خرچ نہیں کرتے مگر اس حال میں کہ ناخوش ہوتے ہیں۔“

منافقین کا جہاد فی اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا:

منافقین کی ناپسندیدہ عادتوں اور شرارتوں کا ذکر جاری ہے اور انھیں خبردار کیا جا رہا ہے کہ تم جھوٹے عذر اور بہانے بنا کر جہاد سے پیچھے رہنا پسند کرتے ہو تو پھر یاد رکھو! راہ جہاد میں تمہارا مال بھی قبول نہیں۔

❁ دوسری بات یہ ہے کہ نماز کے لیے دلی رغبت کے ساتھ نہیں بلکہ سستی، کاہلی اور بددلی کے ساتھ آتے ہیں۔

❁ تیسری بات یہ ہے کہ دل کی گھٹن اور کراہت کے ساتھ جہاد کے لیے مال پیش کرتے ہیں۔

❁ چونکہ منافق کا آخرت پر یقین نہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں..... اسی لیے وہ دنیا ہی کو سب کچھ جانتا اور مانتا ہے۔ مال خرچ کرتے وقت اس کے سامنے دنیاوی اغراض و مقاصد ہوتے ہیں مثلاً وہ لوگوں کے سامنے اپنی حیثیت، اہمیت اور سخاوت ظاہر کرنے کے لیے مال خرچ کرتا ہے۔

❁ خرچ کیے ہوئے مال کے بدلے بہتر سہولت، معاوضہ اور مفاد پیش نظر رکھتا ہے اور اس

خیال سے مال دیتا ہے کہ اگر ان کو کامیابی مل گئی تو کہہ سکیں گے کہ ہم نے بھی مال خرچ کیا تھا ہم تو تمہارے ساتھ ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے کفر جہاد اور اسلام دشمنی بھری ہوئی ہے اور یہ فاسق لوگ ہیں۔

نماز اور منافق:

منافقین کی نماز کا نقشہ قرآن کریم میں ان الفاظ میں بھی ہے:

﴿وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كَسَالَىٰ يُؤْخَذُونَ النَّاسُ بِالْعَمَىٰ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا﴾

[النساء: ۱۴۲]

”منافقین) جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو نہایت سست اور لوگوں کو دکھانے کے لیے نماز پڑھتے ہیں اور نہیں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے مگر بہت کم۔“ منافقین کی مجبوری یہ تھی کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ نماز ادا کریں چونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کو جانتے تھے کہ مومن اور کافر کے درمیان فرق کرنے والی چیز نماز ہے۔ اس لیے جو شخص نماز میں نہ آتا تو اہل ایمان کو اس کے متعلق شبہ ہوتا کہ یہ منافق ہے، مسلمان تو بڑے ذوق و شوق اور محبت کے ساتھ اذان سنتے ہی مسجد کا رخ کرتے مگر منافقین کے لیے اس وقت قدم بھاری، دل بوجھل ہو جاتے اور چہروں پر مردنی چھا جاتی۔ وہ مجبوراً آ جاتے مگر کاہل، سست اور مرل مرل سے، محض حاضری لگوانے اور لوگوں کو دکھانے کے لیے نماز میں شامل ہوتے۔ منافقین کی ایک اور خصلت کو بیان کرتے ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”منافق بیٹھا سورج کو دیکھتا رہتا ہے یہاں تک کہ جب سورج شیطان کے دو

سینگوں کے درمیان آ جاتا ہے (غروب ہونے لگتا ہے) تو کھڑا ہو کر جلدی

جلدی چار ٹھونگیں مارتا ہے اور اس نماز میں وہ اللہ کو بہت ہی کم یاد کرتا ہے۔“^①

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”منافق پر فجر اور عشاء کی نمازوں سے زیادہ بھاری

① بخاری، کتاب الأذان، باب فضل صلوٰۃ العشاء فی الجماعة: ۶۵۷۔

کوئی اور نماز نہیں۔“

یہ ہے منافق کی نماز کہ کوئی دیکھ رہا ہو تو بڑے سکون سے اور اگر کوئی نہیں دیکھ رہا تو پھر نہ صحیح رکوع اور نہ اطمینان سے سجدہ، بس جلدی جلدی نماز سے جان چھڑا کر بھاگنے کی فکر اور مال خرچ کرتے وقت بھی کیفیت :

﴿لَا يَتَّقُونَ إِلَّا وَهْمَ كَيْفُونَ﴾ [التوبة : ۵۴]

”اور نہیں خرچ کرتے مگر کراہت اور دل کی گھٹن کے ساتھ۔“

ایسے مال کو بھلا اللہ تعالیٰ کیسے قبول کرتا؟ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا﴾^①

”اللہ تعالیٰ خود بھی پاک ہے اور پاک چیز ہی قبول فرماتا ہے۔“

منافق کے مال خرچ کرنے کا مقصد لوگوں کو دکھانا ہوتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا کوئی تعلق نہیں ہوتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿كَأَنزِلِي بَعَثْتُ مَالَهُ رِبَاءًا لِلنَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَهَلَكَ كَيْفًا﴾

صَحَابِ عَلَيْهِ تَرْبُ قَاهَايَةِ وَإِلَ قَتَرَكُهُ صَلَدًا﴾ [البقرة : ۲۶۴]

”جو شخص لوگوں کے دکھانے کے لیے مال خرچ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے

دن پر ایمان نہیں رکھتا تو ایسے شخص کی مثال ایسے ہے کہ جیسے ایک چکنا اور صاف

پتھر جس پر مٹی جمی ہو پھر اس پر زور کا مینہ برسا تو مٹی بہہ گئی اور پتھر باقی رہ گیا۔“

اسی طرح ریاکار منافق کو بھی ایسے خرچ کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے

اسے قبول ہی نہیں کیا خواہ یہ لوگ خوشی خوشی مال پیش کریں یا بادل نخواستہ، ان کا دیا ہوا مال

ہر حال میں عند اللہ مردود اور نامقبول ہے۔

① مسلم، کتاب الزکاة، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب و تربيتها : ۱۰۱۵۔

کے منافق کافر ہی ہیں مگر ان سے قتال نہیں:

اس آیت کے علاوہ بھی قرآن کریم میں کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ نے منافقین کو کافر قرار دیا ہے، یہاں پہلے ان کے کفر یہ انداز کو ہم بیان کریں گے اور بعد میں ان سے قتال کا حقیقی مفہوم پیش کریں گے۔ (ان شاء اللہ)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَللّٰهُمَّ تَقَرُّوْا بِاَللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ﴾ [التوبة : ۵۴]

”بے شک یہ منافق اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرتے ہیں۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتَزَهَّقِ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُوْنَ﴾ [التوبة : ۵۵]

”اور وہ (منافق) حالت کفر ہی میں مرجائیں گے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ تَقَرَّرْتُمْ بِعَدَاۤئِنَاۤ اِنَّكُمْ﴾ [التوبة : ۶۶]

”عذر بہانے نہ بناؤ یقیناً تم اپنے ایمان کے بعد کفر کے مرتکب ہو چکے ہو۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَجْعَلُوْنَ اِيْمَانَهُمْ عَمًا قَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَتَقَرَّرُوْا بِعَدَاۤئِىْهِمْ﴾

[التوبة : ۷۴]

”یہ منافق قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ انھوں نے وہ بات نہیں کہی اسلام لانے کے

بعد یقیناً کلمہ کفران کی زبان سے نکل چکا ہے۔“

﴿وَتَقَرَّرُوْا بِعَدَاۤئِىْهِمْ وَهٰنَاۤ اِيْمَانُكُمْ لَوْ اَنَّ﴾ [التوبة : ۷۴]

”اور وہ کفر کے مرتکب ہو گئے اپنے اسلام لانے کے بعد اور ایسے کام کا انھوں

نے ارادہ کیا جسے پورا نہیں کر سکے۔“

﴿اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا﴾ [التوبة : ۸۰]

”اے نبی! اگر آپ ستر دفعہ بھی ان منافقین کے لیے بخشش کی دعا کریں تو اللہ تعالیٰ ہرگز انھیں معاف نہیں کرے گا، یہ اس لیے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے کفر کیا ہے۔“

﴿وَلَا تَحْزَنْ عَلَىٰ أَحَدٍ مِنْهُمْ فَمَا تَأْبَدُ إِلَّا عَنْكَ عَلَىٰ قَبْرِهِمْ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَآ تَوْأَمَّهُمْ هُمُوتٌ﴾ [التوبة : ۸۴]

”ان کا جنازہ نہ پڑھیں اور قبر پر بھی نہ کھڑے ہوں، یہ اس لیے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) سے کفر کیا ہے اور یہ فاسق لوگ ہیں۔“

﴿يَجْزِيكَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ نَارُ آبِلِيمَ﴾ [التوبة : ۹۰]

”ان کافروں کو عنقریب دکھ دینے والی مار پڑ کر رہے گی۔“

﴿فَإِذْ تَنْهَضُ جَسَدًا إِلَىٰ رِجْسِهِمْ وَمَاتُوا وَهُمْ يَفْقَهُونَ﴾ [التوبة : ۱۲۵]

”ان کی نجاست اور گندگی میں اضافہ ہو چکا ہے اور وہ حالت کفر ہی میں مریں گے۔“

﴿ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا فَخُبِرَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ﴾ [المنافقون : ۳]

”یہ لوگ ایمان لا کر پھر کافر ہو گئے ہیں، ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے اس لیے اب تو یہ حق کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔“

منافق کی بیالیس علامات :

- اہل ایمان کی فتح و کامیابی پر ان کے منہ لٹک جاتے ہیں۔
- اہل ایمان پر آنے والی تکلیف پر خوشیاں مناتے ہیں۔ [التوبة : ۵۰]
- اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اہل ایمان کو دھوکا دیتے ہیں۔ [التوبة : ۲]
- جہاد سے پیچھے رہنے کے لیے جھوٹے عذر بہانے بناتے ہیں۔ [التوبة : ۴۹]
- دوسرے لوگوں کو بھی جہاد سے روکتے ہیں۔ [الأحزاب : ۱۸/۳۳]

- ⇐ میدان جہاد میں شہید ہونے والوں پر تبصرے کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہماری بات مان لیتے تو اس طرح نہ کٹ مرتے۔ [آل عمران: ۱۶۸/۳]
- ⇐ راہ جہاد میں مال خرچ کرنے سے ہاتھوں کو روکے رکھتے ہیں۔ [التوبة: ۶۷/۹]
- ⇐ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔ [المنافقون: ۲]
- ⇐ میدان جہاد میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے وعدوں کو دھوکا قرار دیتے ہیں۔ [الأحزاب: ۱۲]
- ⇐ خود تو جہاد سے باز رہتے ہی ہیں مجاہدین کو بھی پلٹنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ [الأحزاب: ۱۸]
- ⇐ ان کے دلوں میں کفر کی بیماری ہے۔ [البقرة: ۱۰/۲]
- ⇐ برائی کا حکم دیتے اور نیکی سے روکتے ہیں۔ [التوبة: ۶۷/۹]
- ⇐ منافق لوگ اللہ تعالیٰ کو بھولے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بھلا دیا۔ [التوبة: ۶۷/۹]
- ⇐ مجاہدین کی حوصلہ شکنی کے لیے پریشان کن افواہیں پھیلاتے ہیں۔ [الأحزاب: ۶۰]
- ⇐ سخت بزدل اور ڈرپوک ہیں۔ [التوبة: ۵۶]
- ⇐ کہتے ہیں کہ اگر ہم لڑائی جانتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے۔ [ال عمران: ۱۶۷/۴]
- ⇐ جھوٹے عذر بہانے بنا کر رسول اللہ ﷺ سے کہتے ہیں ہمارے گھروں کو خطرہ ہے اس لیے واپس جانے کی اجازت دیں۔ [الأحزاب: ۱۳/۳۳]
- ⇐ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور آیات الہی کا مذاق اڑاتے ہیں۔ [التوبة: ۶۵/۹]
- ⇐ جہاد فنڈ میں حصہ لینے والوں پر طنز کرتے ہیں۔ [التوبة: ۷۹/۹]
- ⇐ دل کی ناگواری اور جو جھل طبیعت سے مال خرچ کرتے ہیں۔
- ⇐ اسلام کے خلاف ان کی زبانیں قینچی کی طرح چلتی ہیں، بڑے چرب زبان اور باتونی ہیں۔ [الأحزاب: ۱۹]
- ⇐ دنیاوی مال میں سے کچھ مل جائے تو خوش اور نہ ملے تو منہ لٹکا لیتے ہیں۔ [التوبة: ۵۹/۹]
- ⇐ بالکل بودے، دیوار کے ساتھ نصب لکڑی کے تراشے ہوئے بت ہیں۔ [المنافقون: ۴]

﴿ بے شعور، خطرے کے وقت آنکھیں ایسے پھیرتے ہیں جیسے موت کی بے ہوشی طاری ہو۔ [الأحزاب: ۱۹/۳۳]

﴿ بے عقل اور بڑے فسادی۔ [البقرة: ۲/۲]

﴿ بھلائی کے کاموں پر بخل کرنے والے۔ [الأحزاب: ۱۹/۳۳]

﴿ سخت جھگڑالو۔ [البقرة: ۲/۲۰۴]

﴿ گونگے، بہرے اور اندھے۔ [البقرة: ۱۸/۲]

﴿ سخت جھوٹے۔ [المنافقون: ۱]

﴿ جہاد میں جو لوگ مال دیتے ہیں ان کو منع کرتے ہوئے کہتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں پر مال خرچ نہ کرو۔ [المنافقون: ۷/۶۳]

﴿ نماز باجماعت سے پیچھے رہتے ہیں۔^①

﴿ راتوں کو چھپ کر اسلام کے خلاف مشورے کرتے ہیں۔ [النساء: ۱۰۸/۴]

﴿ شیطان ان پر مسلط ہے جس نے ان کے دلوں سے اللہ کی یاد کو بھلا دیا۔ [المجادله:

[۱۹/۵۸]

﴿ جہاد میں شریک ہونے والوں کو فتنہ میں مبتلا قرار دیتے ہیں۔ [التوبة: ۴۹]

﴿ اپنے فسادی عمل کو اصلاح کا نام دیتے ہیں۔ [البقرة: ۱۱]

﴿ نماز کے لیے سست آتے ہیں۔ [النساء: ۱۴۲]

﴿ لوگوں کو دکھانے کے لیے نماز پڑھتے ہیں۔ [النساء: ۱۴۲]

﴿ نماز میں ٹھونگیں مار کر جلدی بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں۔^②

﴿ ریاکاری کے لیے مال خرچ کرتے ہیں۔ [النساء: ۱۴۲]

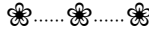
﴿ نمازوں میں اللہ تعالیٰ کو بہت ہی کم یاد کرتے ہیں۔ [النساء: ۱۴۲]

① مسلم، کتاب المساجد، باب صلاة الجماعة من سنن الهدی ۶۵۴۔

② مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب التبکیر بالعصر ۶۲۲۔

⇐ وعدہ کر کے پورا نہیں کرتے۔

⇐ جھگڑے میں گالیاں بکتے ہیں۔^①



﴿فَلَا تُجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ﴾ [التوبة : ۵۵]

”سو تجھے نہ ان کے اموال بھلے معلوم ہوں اور نہ ان کی اولاد، اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ انھیں ان کے ذریعے دنیا کی زندگی میں عذاب دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہوں۔“

مال و اولاد کے ذریعے دنیا میں عذاب :

منافقین کے بیہودہ عذر بہانے اور شرمناک رویے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انتہائی غیظ و غضب اور شدید غصے کا اظہار ہے۔ مال و دولت اور اولاد دونوں نعمت ہیں ان کی ضرورت انبیائے کرام سے لے کر ہر انسان کو رہتی ہے اور ان کے حصول کے لیے دعائیں کرنا بھی ثابت ہیں مگر منافقین کے لیے یہ دونوں نعمتیں دنیا میں عذاب بنی تھیں اور اب بھی منافقین کے لیے یہ دونوں نعمتیں اسی دنیا میں باعث عذاب ہیں۔

مال باعث عذاب کیسے؟

کافر اور منافق دنیا ہی کو سب کچھ سمجھتا ہے اس لیے مال حاصل کرنا، جمع کرنا، جوڑ جوڑ کر اور گن گن کر رکھنا اس کی زندگی کا مدعا اور مقصد ہوتا ہے، وہ یہ احتمال نہ سوچ بھی رکھتا ہے کہ اس کا جمع شدہ مال ہمیشہ اس کے پاس ہی رہے گا اور ہمیشہ اسے زندہ رکھے گا اس لیے مال حاصل کرنے میں دن رات لگا رہتا ہے۔ حلال و حرام کی پروا کیے بغیر مال بڑھانے کی فکر میں غرق رہتا ہے۔ جہاد میں مال کی ضرورت ہو تو مٹھیاں بند کر لیتا ہے۔

① مسلم، کتاب الإیمان، باب خصال المنافق : ۵۸۔

منافقین بھلائی کے کاموں میں مال خرچ کرنے کے تصور ہی سے پریشان ہو جاتے ہیں، دل کو کچھ ہونے لگتا ہے، گھبراہٹ اور مال کم ہونے کے تصور ہی سے ہارٹ اٹیک کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے، یہ ایک عذاب ہے جو منافقین پر مسلط رہا اور مال و دولت اور یہ خزانہ ان کی راحت کا ذریعہ نہ بن سکا بلکہ ہر وقت اسے بڑھانا..... انھیں یہی فکر لاحق رہی اور وہ اسی حالت حرص و بخل ہی میں مرتے رہے۔

اولاد باعث عذاب کیسے؟

منافقین کے لیے ان کی اولادوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے باعث عذاب بنا دیا اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے غزوہ بنو مصطلق کی مثال دیکھ لیں۔

”غزوہ بنو المصطلق“ سے واپسی پر اسلامی لشکر نے پڑاؤ کیا۔ یہاں ایک چشمہ سے پانی لیتے ہوئے دو مسلمانوں کا معمولی جھگڑا ہو گیا۔ ان میں سے ایک نے مہاجرین کو جبکہ دوسرے نے انصار کو مدد کے لیے پکارا۔ رسول اللہ ﷺ کو خبر ملی تو آپ ﷺ فوراً موقع پر تشریف لے گئے اور فرمایا: ”میں تمہارے اندر موجود ہوں پھر بھی جاہلیت کی آوازیں بلند کی جا رہی ہیں؟ ایسی آوازوں کو چھوڑو یہ تو بدبودار ہیں۔“ بات آئی گئی ہو گئی، لوگ منتشر ہو کر اپنے اپنے کام میں لگ گئے۔ جب یہ خبر عبداللہ بن ابی منافقین کے سردار تک پہنچی تو اس نے لوگوں کو خوب اشتعال دے کر اکسایا اور علاقائی تعصب کی آگ بھڑکاتے ہوئے کہنے لگا کہ یہ لوگ ہمارے علاقے میں آ کر بہت دلیر ہو گئے ہیں۔ وہ اب تو ہمارے مقابلہ کے لیے بھی کھڑے ہو گئے ہیں حاضرین سے کہنے لگا یہ مصیبت تم نے خود اپنے سر لی ہوئی ہے تم نے ان لوگوں کو اپنے شہر (مدینہ) میں جگہ دی، مال دیے، اب یہ تمہارے ہی مقابلے میں آ گئے ہیں۔ خبردار! اب بھی موقع ہے اپنے ہاتھوں کو روک لو! ان پر خرچ بند کر دو پھر دیکھو یہ لوگ چند دنوں میں مارے بھوک کے تمہارا شہر چھوڑ کر بھاگ نکلیں گے۔ اس نے مزید کہا: اچھا! اب ایک مرتبہ ہمیں مدینہ واپس پہنچنے دو پھر دیکھو! ہم میں سے معزز آدمی

ذیل شخص کو مدینہ سے نکال باہر کرے گا۔“^①

اللہ تعالیٰ نے اس منافق کی باتوں کو قرآن میں بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُفْقِرُوا عَلَيَّ مِنْ رِثَةٍ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّى يَتَفَتَّحُوا وَيُخْرِجُوا مِنَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالَّذِينَ الْمُنَافِقِينَ لَا يَقْعُوبُونَ﴾ [المنافقون: ۸]

”یہ منافق ہی ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے گرد جمع ہیں ان پر مال خرچ نہ کرو یہاں تک کہ وہ چلتے نہیں اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ واپس ہوئے تو اس سے عزت والا ذلت والے کو نکال باہر کرے گا۔“

اس ملعون کی یہ باتیں ایک کم عمر صحابی سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے سن لیں اور اپنے چچا کو بتائیں، یوں رسول اللہ ﷺ کو یہ ساری بات پہنچی، اس منافق کو پتا چلا کہ راز فاش ہو گیا ہے تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر جھوٹی قسمیں کھاتے ہوئے وہ اپنی کہی ہوئی بات سے انکار کرنے لگا اللہ تعالیٰ نے یہ آیات: ﴿هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ﴾ نازل فرما کر اس کے جھوٹ کا پول کھول دیا۔

عبداللہ بن ابی کے بیٹے کا نام بھی عبداللہ تھا، یہ سچے مسلمان اور نبی ﷺ سے محبت کرنے والے تھے، جب انھیں اس ساری صورت حال کا پتا چلا تو قافلے سے آگے نکل گئے اور مدینہ شہر کے دروازے پر کھڑے ہو کر قافلے کی آمد کا انتظار کرنے لگے، قافلہ پہنچ گیا، لوگ مدینہ شہر میں داخل ہوتے گئے، جب ان کا باپ منافقین کا سردار عبداللہ بن ابی شہر میں داخل ہونے لگا تو وہ میان سے تلوار نکال کر باپ کے آگے کھڑے ہو کر کہنے لگے اللہ کی قسم! تم مدینہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔ اب بیٹے نے باپ کو روک رکھا ہے، لوگ شہر میں داخل ہو رہے ہیں مگر یہ منافق اندر داخل نہیں ہو سکتا، رسول اللہ ﷺ قافلے کے پیچھے پیچھے تشریف لا رہے تھے جب آپ وہاں پہنچے تو منظر بڑا ہی عجیب تھا۔ بیٹے کے ہاتھ ننگی

① تفسیر ابن کثیر: ۵/۴۲۲۔

تلوار ہے اور اس نے اپنے باپ کو روکا ہوا ہے بیٹا کہہ رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ صاحب عزت ہیں اور تم ذلیل ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے منافق پر ترس کھایا اور مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت دے دی۔ تب بیٹے نے منافق باپ کا راستہ چھوڑا۔

ایک اور موقع پر سیدنا عبداللہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا:
 ’اے اللہ کے رسول! میرے باپ عبداللہ بن ابی کو اگر آپ ﷺ قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو مجھے حکم فرمائیں، اللہ کی قسم! اس منافق کا سر میں خود آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا۔‘^①

منافقین پر مال اور اولاد کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا یہ عذاب تھا اور وہ عذاب میں مبتلا رہ کر اسی حالت کفر و نفاق میں مر گئے۔

آج بھی اکثر مسلمان مال کی محبت میں گرفتار ہیں۔ مال حاصل کرنے کی فکر میں حلال و حرام کی تمیز ختم، مال بڑھانے کے لیے سودی کاروبار..... رشوتیں لے کر بینک بیلنس بڑھانا، زیورات جمع کر کے خوش ہونا، پلاٹ، جائداد، مکانات، کوٹھیاں، دوکانیں اور فیکٹریاں بنانے کی فکر میں آج کا مسلمان کولہو کے بیل کی طرح جتا ہوا ہے۔

لاکھوں کروڑوں روپے کا مالک ہے مگر دودھ نہیں پی سکتا، گوشت کھانے سے ڈاکٹر نے منع کر دیا ہے، چینی اس کی بند ہے، دیسی گھی کے قریب نہیں جاسکتا، فلاں سبزی سے پرہیز ہے، جائزہ لیں تو اکثر بڑے بڑے صنعتکار، تاجر حضرات بیماریوں میں گرفتار ہیں بالعموم یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے مال خرچ کرنے سے گھبراتے ہیں، دین کے لیے کسی بڑی رقم کے خرچ سے ہارٹ اٹیک کا خطرہ رہتا ہے..... الا ماشاء اللہ۔

کیا ہمارے لیے بھی اولاد باعث عذاب ہے؟

بالعموم ہمارے مسلمان اولاد کی صحیح تربیت نہیں کرتے اور یہ نعمت ان کے لیے باعث

① الرحیق المختوم، ص: ۴۵۱۔ ابن ہشام..... ۲۹۰، ۲۹۱۔

عذاب ثابت ہوتی ہے مثلاً بیٹے کی پیدائش ہی سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی شروع ہو جاتی ہے۔ خوشی کے اس موقع پر لوگ کیا کیا نہیں کرتے؟ بچہ یا بچی پڑھنے کے لائق ہو جائے تو نظریں ایسے سکولوں کی طرف اٹھتی ہیں کہ جن میں بچہ مسلمان کے بجائے انگریز نظر آئے۔ صبح اٹھتے ہی ماں اپنے پیارے بچے کو تیار کرے گی، اس کی ٹیڑھی مانگ نکالے گی۔ پینٹ شرٹ اور اس کے گلے میں ٹائی باندھ کر انگریز بنا دے گی، باپ بچے کو گاڑی میں کسی مشنری سکول چھوڑ آئے گا، مصروفیات زیادہ ہوں تو نوکر چھوڑ آئے اور لے آئے گا۔ ایسے والدین کی دلی تمنا ہوتی ہے کہ یہ بچہ اتنا پڑھ لکھ جائے، ڈگریاں اتنی زیادہ ہوں اور اس کا چال چلن انگریزوں جیسا ہو کہ امریکہ اسے نوکر رکھ لے۔ اس کا لے انگریز پر والدین بہت خرچ کرتے ہیں، ٹیوشن فیسیں دیتے ہیں۔ بچہ خوب انگریزی بولتا ہے، انگریزی لباس میں رہتا ہے، یہ دیکھ کر والدین بڑے خوش ہوتے ہیں اب بیٹا کسی بڑے عہدے پر افسر لگ جائے گا۔ رشوت لے کر خوب پیسہ کمائے گا، ہمیں بھی کھلائے گا اور خود بھی عیش کرے گا۔

اس کا باپ بچے کی شادی ہم پلہ تعلیم یافتہ کے لیے کسی انگریزی چال ڈھال رکھنے والی لڑکی کو تلاش کرے گا۔ شادی پر لاکھوں خرچ کرے گا۔ فخر یہ دعوتیں کرے گا اور اسی طرح بیٹی کو لاکھوں کا جہیز دے گا، نتیجہ یہ نکلے گا کہ یہی اولاد نافرمان ہو جائے گی۔ پھر یہ اولاد والدین کی بے عزتی اور ہتک کرنے کے ساتھ ساتھ کیا کیا کرتی ہے؟ ہر صاحب بصیرت خوب جانتا ہے، ایسی اولاد اور مال دنیا میں باعث عذاب بن جاتا ہے۔ والدین کی آرزوؤں پر پانی پھر جاتا ہے تمناؤں پر اوس پڑ جاتی ہے اور پھر ہاتھ ملتے ہوئے کہتے ہیں کاش! اولاد کو دین کی تعلیم دلواتے، اولاد کی اخلاقی تربیت کرتے مگر اب تو وقت گزر گیا، یہ بات بھی ثابت ہے کہ ایسے بچے والدین کے جنازے پر گونگے، بہرے چپ کھڑے ہوتے ہیں۔ ان کو نماز آتی ہے اور نہ جنازے کی دعائیں، ایسی ہی اولاد اور مال سے خبردار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

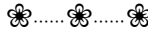
”خبردار! اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جو لوگ ایسا کریں وہی خسارے والے ہیں اور ہم نے جو کچھ تمہیں رزق دیا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر لو اس وقت کے آنے سے پہلے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آ پکڑے اور وہ کہنے لگے: ”اے میرے رب تو نے مجھے مزید تھوڑی مدت کے لیے مہلت کیوں نہ دی (اگر مہلت مل جاتی تو پھر) میں صدقہ و خیرات کر لیتا اور نیک لوگوں میں شامل ہو جاتا، حالانکہ جب کسی کی موت کا وقت آ جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کسی کو ہرگز مہلت نہیں دیتا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو اس کی پوری خبر ہے۔“ [المنافقون: ۹-۱۱]

چندے کے بجائے عقائد و اعمال کی اصلاح پر توجہ:

اکثر مسلمان بے علمی، غفلت اور سستی کی وجہ سے دین سے دور ہیں۔ انہیں آخرت کی فکر نہیں، جہنم کے عذاب کا ڈر نہیں اور جنت کے حصول کی تڑپ نہیں۔ اس جرم میں ہمارے اکثر مسئولین اور علماء برابر کے شریک ہیں، یہ رابطوں پر نکلے ہیں، بڑے بڑے مالداروں کی فیکٹریوں میں جاتے ہیں، بڑے دوکانداروں سے ملتے ہیں، بلکہ بار بار ایسے ہی لوگوں سے ملتے ہیں، ان ملاقاتوں کا مقصد صرف چندہ حاصل کرنا ہوتا ہے۔ صنعتکاروں، تاجروں، مالداروں سے ملاقاتوں کا انداز بڑا نامناسب ہوتا ہے، خوشامد کا پہلو نمایاں، خان صاحب، چوہدری صاحب، ملک صاحب، شیخ صاحب، فلاں صاحب اور فلاں صاحب کرتے دکھائی دیتے ہیں، دین کی صحیح دعوت پیش کرنے سے اس لیے ڈرتے ہیں کہ یہ ناراض ہو کر چندہ بند کر دے گا، اگر کسی مسئول، عالم اور داعی کے ذہن میں یہ بات موجود ہے تو اس کے عقیدے میں بہت بڑی خرابی، ایمان میں بگاڑ اور عمل برباد ہے۔

مسئولین، علمائے کرام اور داعیان دین کے لیے ضروری ہے کہ امیر اور غریب کی تفریق سے بالاتر ہو کر بلا امتیاز ہر ایک کو دعوت پیش کریں اور لوگوں کے عقائد کی اصلاح

کریں ان کے اعمال درست کریں، لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کریں، بھلائی اور نیکی کے امور کی طرف بھرپور رغبت دلائیں، منکرات اور نافرمانی کے کاموں سے ان کو بچائیں، ان کی آخرت کی فکر کریں، انہیں جنت کے راستے یعنی صراطِ مستقیم پر لانے کے لیے زبردست محنت کریں۔ آپ کا جس شخص سے رابطہ ہو گیا ہے اس کو خوب دعوت دیں تاکہ اللہ تعالیٰ اس کا دین بچالے، ایمان محفوظ کر دے، اللہ تعالیٰ راضی ہو کر اسے جنت میں داخل کر دے، اب ایسے شخص سے آپ چندہ لیں اور بے شک یہ بہت تھوڑا ہی کیوں نہ ہو، اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈالے گا اور اس کا دیا مال قبول کرے گا، یہ حقیقی کامیابی ہے۔



﴿وَيَخْلُقُونَ يَانِيهِ اَنَّهُمْ لَيَسْلَمْنَ وَمَا لَهُمْ لِيَنْتَهُم وَلِيَتَنَهُمْ قَوْمٌ يَعْلَمُونَ ۝ لَوْ يَسِفُونَ مَسِيحًا

اَوْ مَعْرِيَةً اَوْ مَدَنًا حَلًا لِّيَتَوَارَا لَيْسَ وَهُمْ يَنْجَحُونَ﴾ [التوبة : ۵۶، ۵۷]

”اور اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ یقیناً وہ تم میں سے ہیں، حالانکہ وہ تم میں سے نہیں اور لیکن وہ ایسے لوگ ہیں جو ڈرتے ہیں۔ اگر وہ کوئی پناہ کی جگہ پالیں یا کوئی غاریں یا گھنے کی کوئی جگہ تو رسیاں تڑاتے ہوئے اس کی طرف لوٹ جائیں۔“

منافقین کی بزدلی :

منافقین کی بزدلی کا نقشہ پیش کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ان کی ایک بڑی نشانی یہ بیان کی ہے کہ وہ ہر وقت سہمے سہمے اور دہشت زدہ رہتے ہیں۔ ہنگامی حالات اور زمانہ جنگ میں ایک طرف تو مجاہدین دشمن سے مقابلہ کی تیاریوں میں اسلحہ کی دیکھ بھال، مرمت و خریداری میں مصروف ہوتے ہیں۔ منڈیوں اور بازاروں میں جہادی گہما گہمی ہوتی ہے۔ سوار یوں کی خرید و فروخت کا سماں ہوتا ہے۔ مجاہدین کا جہادی جذبہ، زور دار تیاریاں اور زبردست چہل پہل سے منافقین کے دل بجھے بجھے، چہرے غمگین، قدم بوجھل اور یہ فکر دامن گیر کہ پتا نہیں ہمارا کیا بنے گا؟ ہمیں ساتھ چلنے کا حکم آ گیا تو کیا کریں گے؟

منافقین یہ پریشانی لے کر ایک دوسرے سے ملتے اور مشورہ کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کو پیچھے رہ جانے کے پروگرام پر قائم رہنے کی تلقین کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کوئی بہانہ بنا لو عذر گھڑ لو۔ اپنے من گھڑت عذر کو سچا ثابت کرنے کے لیے جھوٹ کا سہارا لیتے ہوئے قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ مسلمانو! یقین کرو! اگر فلاں مجبوری نہ ہوتی تو ہم میدان جہاد میں ضرور تمہارے کندھوں سے کندھے ملائے کھڑے ہوتے۔

حالت امن میں منافقین کی پریشانیاں:

منافق حالت امن میں بھی سکون سے محروم اور اطمینان قلب سے کوسوں دور ہوتا ہے۔ اس کی طبیعت میں ٹھہراؤ نہیں ہوتا۔ ہر وقت خوف زدہ، حالات کی معمولی تبدیلی پر سخت پریشان، خطرے کی ذرا سی بات پر چہروں کا رنگ فق، دلوں کی دھڑکن تیز، پتا نہیں اب کیا ہوگا؟ معلوم نہیں یہ مسلمان کیا کرنا چاہتے ہیں؟ کیوں جمع ہیں؟ اہل ایمان کی وسیع مجلس ہو یا دو بھائیوں کا مل بیٹھنا، یہ لوگ اس کو اپنے لیے خطرہ تصور کرتے اور سمجھتے ہیں کہ ضرور ہمارے خلاف ہی کوئی بات ہو رہی ہے۔ مجالس کے راز اچک لینے کی نیت سے کان لگا کر باتیں سننے اور مجالس میں جاسوس بھیجنے کی کوشش، کن اکھیوں سے حالات اور مجلس کا جائزہ لینے کے لیے آنکھوں کو گھمائیں گے، بس کھٹکا یہی کہ کہیں میرے جھوٹ کا پول ہی نہ کھل جائے۔ کہیں سازش بے نقاب ہی نہ ہو جائے، منافقت کا پردہ چاک ہی نہ ہو جائے، معمولی آہٹ پر گھبرا جانا اور ذرا سے کھٹکے پر چونک جانا، یہ ہر آواز کو ایک دھماکا اور اپنے لیے پیغام موت سمجھتے ہوئے بلبلاتا اٹھتے ہیں۔ ان کی اس کیفیت کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

﴿يَتَسَوَّوْنَ كُلُّهُمْ عَلَيْهِمْ﴾ [المنافقون: ٤]

”ہر (چھوٹی) بڑی آواز کو اپنے لیے یوں خیال کرتے ہیں کہ بس کوئی آفت اور

مصیبت آئی کہ آئی۔“

﴿فَإِذَا جَاءَ الْخَوْفُ رَأَيْتَهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ تَدُورُ أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي يُغْشَىٰ عَلَيْهِ
مِيتَ الْمَوْتِ﴾ [الأحزاب : ١٩]

”جب کبھی خوف اور ڈر کا وقت آجائے تو (اے نبی!) تو دیکھتا ہے کہ تجھے اس
طرح دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھیں چاروں طرف گھوم رہی ہیں جیسے اس شخص کی
آنکھیں گھومتی ہیں جسے موت کی غشی نے آ پکڑا ہو۔“
فرمایا:

﴿وَمَا لَهُمْ حِيَتُهُمْ وَلِيْلَتُهُمْ قَوْمٌ يَعْتَبُونَ﴾ [التوبة : ٥٦]

یعنی قسمیں کھا کھا کر ان کا یقین دہانیاں کرانا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں، صریح جھوٹ
ہے، یہ منافق ہیں، ہرگز ہرگز تمہارے ساتھ نہیں، حقیقت یہ ہے کہ یہ زبردست ڈر پوک اور
بزدل لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کی دلی کیفیت ہم بیان کر دیتے ہیں خوب توجہ سے
سنو اور یاد رکھو:

﴿لَوْ تَحِبَّؤُنَّ مِثْلًا لَّآؤُكُمْ لَوْ لَآؤُوا لَنُبَيِّنَنَّ لَهُمْ سُبُوْحَتَهُمْ﴾

[التوبة : ٥٧]

”یہ منافق اگر کہیں اپنے لیے کوئی بچاؤ اور پناہ کی جگہ دیکھ لیں یا چھپنے کے لیے
انہیں کوئی غار مل جائے یا گھس بیٹھنے کی کوئی محفوظ جگہ میسر ہو تو سرکش جانور کی
طرح رسی تڑا کر بھاگ جائیں اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھیں۔“

سبب کیا ہے؟

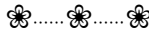
انہیں اسلام سے دشمنی ہے۔ اہل ایمان سے بغض و عداوت ہے۔ ان کی کامیابیوں اور
ترقی پر یہ جلتے ہیں۔ حسرت کی وجہ سے اہل ایمان کی کامیابیوں اور عزت و وقار میں اضافہ کو
یہ لوگ برداشت ہی نہیں کر سکتے۔

دوسری وجہ یہ کہ یہ اہل ایمان سے ڈرتے بھی ہیں چونکہ مشرکین کا حشر دیکھ چکے ہیں اور یہودیوں کے انجام سے بھی خوب آگاہ ہیں اس لیے خوفزدہ رہتے ہیں کہ اب کہیں ہماری باری نہ آجائے۔ اس خطرے کو ٹالنے اور مصیبت سے بچنے کے لیے جھوٹی قسموں کا سہارا لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لَا تَتَّخِذُوا آيَاتِنَا تَهْمًا جَعَلَتْ﴾ [المجادلة: ۱۶]

”ان لوگوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے۔“

ان کا مقصد و مدعا صرف: ﴿قَصَصْنَا عَنْ سَيِّبِ اللَّهِ﴾ اللہ تعالیٰ کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرنا اور لوگوں کو جہاد سے روکنا ہے، اب یہ لوگ اپنے مذموم مقاصد میں ناکام ہو کر بھاگنا چاہتے ہیں۔ کسی وسیع ملک میں پناہ کے طالب ہیں مگر صورت حال اب تو یہ ہے کہ اسلام غالب ہوتا جا رہا ہے، اہل ایمان ملکوں پر ملک فتح کرتے جا رہے ہیں۔ اب روم فتح کرنے کی بھی زبردست تیاریاں ہیں۔ اب یہ منافقین بھاگیں تو کہاں؟ چھپیں تو کس جگہ؟ اللہ تعالیٰ نے بڑی ہی زبردست منظر کشی اور ان کی دلی کیفیت کی خوبصورت عکاسی کی ہے کہ یہ لوگ ہر طرف سے مایوس ہیں اور اب تو کیفیت یہ ہے اور ان کی سوچوں کا دائرہ سکڑ کر یہاں آ پہنچا ہے کہ کہیں کوئی چھوٹی بڑی جائے پناہ مل جائے حتیٰ کہ کسی غار میں چھپنے کے ساتھ امن مل سکے تو یہ وہاں بھاگ جائیں۔ ان کو مزید مسلمانوں کے اندر رہنا گوارا نہیں۔ ان کے اندر نفرت، دوری اور سرکشی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کی باتوں اور قسموں پر یقین نہ کرنا اور ہرگز یہ نہ سمجھ بیٹھنا کہ یہ ٹھیک ہی کہہ رہے ہیں اور واقعی تمہارے ساتھ ہیں ایسا ہرگز نہیں بلکہ: ﴿هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرُوهُمْ﴾ [المنافقون: ۴]

”وہ تو دشمن ہیں ان سے بچ کر رہو۔“



﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ ۖ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِنْ لَمْ يُعْطَوْا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَلْعَنُونَ ۚ وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آلَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ

سَيُؤْتِيَنَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَسُؤْلُهُ: [يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا] (التوبة: ۵۸-۵۹)

”اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو تجھ پر صدقات کے بارے میں طعن کرتے ہیں پھر اگر انھیں ان میں سے دے دیا جائے تو خوش ہو جاتے ہیں اور اگر انھیں ان میں سے نہ دیا جائے تو اسی وقت وہ ناراض ہو جاتے ہیں اور کاش کہ واقعی وہ اس پر راضی ہو جاتے جو انھیں اللہ اور اس کے رسول نے دیا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے، جلد ہی اللہ ہمیں اپنے فضل سے دے گا اور اس کا رسول بھی۔ بے شک ہم اللہ کی طرف ہی رغبت رکھنے والے ہیں۔“

منافق! مال کا حریص اور دولت کا بھوکا:

تبوک روانگی اور تیاری کے مرحلہ پر منافقین کے عذر بہانے دیکھ کر مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ یاد دہانی کر رہا ہے کہ یہ منافق صرف مال کے پجاری اور دولت کے حریص ہیں۔ روپے پیسے اور سونے چاندی کے غلام ہیں۔ لالچی اور خود غرض، جہاد سے پیچھے مگر مال غنیمت کی تقسیم کے وقت مال حاصل کرنے کے لیے آگے آگے، جہاد میں مال خرچ کرنے میں سخت ناگواری، مال غنیمت اور صدقات کے ڈھیروں کو دیکھ کر کچھ پالینے کی آرزو۔ اس مال سے منافقین کو حسب منشا کچھ مل جائے تو بڑے خوش اور اگر نہ ملے تو منہ سو جائے، ناک کے نتھنے پھیلائے الزام تراشی، عیب جوئی اور پروپیگنڈہ پر اتر آتے ہیں۔ ایسے بد خصلت منافقین کی شقاوت اور بد بختی کا ذکر رسول اللہ ﷺ نے ان الفاظ میں فرمایا:

«تَعَسَّ عَبْدُ الدِّينَارِ وَ عَبْدُ الدِّرْهَمِ وَ عَبْدُ الْخَمِصَةِ إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ وَ إِنْ لَمْ يُعْطَ سَخِطَ تَعَسَّ وَ انْتَكَسَ وَ إِذَا شَيْئٌ فَلَا انْتَقَشَ»^①

”تباہ و برباد ہو روپے پیسے کا بندہ، ہلاکت و بربادی ہو مال و دولت کے غلام کے لیے جو محض من پسند کپڑوں کا خواہاں ہے، اگر اسے کچھ دے دیا جائے تو شاداں و

① بخاری، کتاب الجہاد والسير، باب الحراسة فی الغزو فی سبیل اللہ: ۲۸۸۷۔

فرحان ہوتا ہے اور اگر نہ دیا جائے تو ناراض اور ناخوش یہ شخص بد بخت اور بد نصیب ہو اور ٹھوکر کھائے اور اگر اس بد نصیب کو کاٹا چھب جائے تو نہ نکالا جائے۔“

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے درہم و دینار اور روپے پیسے کے حریص اور متلاشی کو درہم و دینار کا غلام، روپے پیسے کا نوکر اور بندہ قرار دیا ہے اس لیے کہ اس کی آخری منزل انہی چیزوں کا حصول ہوتا ہے۔

اس آیت میں بالکل یہی بات بیان ہو رہی ہے: ﴿فَإِنْ أَعْطُوا مِنْهَا رِضًا﴾
 ”اگر اس مال میں سے انھیں کچھ دے دیا جائے تو خوش ہوں۔“
 ﴿وَإِنْ لَّمْ يُعْطُوا مِنْهَا آدًا هُمْ يَكْذِبُونَ﴾

”اور اگر اس مال میں سے انھیں کچھ نہ ملے تو ناراض ہو جاتے ہیں۔“

مسلمانو! ان اوصاف کے لوگ تمہارے ساتھ رومی صلیبوں کے مقابلے کے لیے اگر نکل بھی جائیں تو بھلا کب ان سے خیر کی توقع ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ منافقین کی اصلاح کے لیے بڑے خوبصورت انداز میں اہل ایمان کی راہنمائی فرما رہا ہے کہ ان لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ دے دیا تھا وہ اسی پر قناعت کرتے، صبر و شکر کا مظاہرہ کرتے اور ہر معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہوئے: ﴿حَسْبُكَ اللَّهُ﴾ کہتے کہ مال کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ ہمارے لیے تو اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے اور سوچتے کہ اب کی بار اگر مال نہیں ملا یا توقع سے کم ملا ہے تو کوئی بات نہیں، اللہ تعالیٰ بہت جلد اپنے فضل خاص سے اپنے رسول کے ذریعے ہمیں دوبارہ مال عطا کر دے گا اور کہتے: ﴿إِنَّا إِلَى اللَّهِ نَبْغِيوْنَ﴾

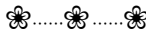
”ہم تو یقیناً حصول مال و زر کی تمام تر رغبتیں، امیدیں اور توقعات اللہ تعالیٰ کی ذات ہی سے وابستہ کیے ہوئے ہیں۔“

مال کی تقسیم میں رسول اللہ ﷺ کا طریقہ:

سیدنا عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

”مال کی تقسیم کے وقت میں بعض لوگوں کو دیتا ہوں اور کچھ لوگوں کو نہیں دیتا، میں جن لوگوں کو مال دیتا ہوں وہ اس لیے نہیں کہ وہ مجھے زیادہ محبوب ہیں بلکہ میں ان میں بے چینی اور بے قراری دیکھتا ہوں اور جن لوگوں کو مال نہیں دیتا تو ان کے دلوں میں غنا، مال و زر سے بے رغبتی اور ان کے اندر خیر و بھلائی پر اعتماد کرتا ہوں (یہ ایسی نعمت ہے) جو اللہ تعالیٰ نے انھیں عطا کر رکھی ہے، ایسے ہی لوگوں میں سے ایک عمرو بن تغلب بھی ہے۔“ عمرو بن تغلب کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے اپنے متعلق یہ توصیفی الفاظ سن کر مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ اگر مجھے سرخ اونٹ بھی مل جاتے تو بھی اتنی فرحت و لذت اور خوشی حاصل نہ ہوتی۔“^①

اب رہے منافق، عیب جو اور طعنہ زن تو ان لوگوں کے اعتراض و الزام کی اس لیے بھی کوئی حیثیت نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خود اپنی ذات، اولاد اور قریبی رشتہ داروں پر مال زکوٰۃ اور صدقات حرام تھے۔ آپ ﷺ ان تمام اموال میں سے کھجور کا ایک دانہ بھی اپنے استعمال میں نہیں لاتے تھے، اس لیے اس قسم کے بیہودہ اعتراضات کی کوئی حقیقت نہیں۔ اعتراض کرنے والے دنیا کے لالچی، پیسے کے نوکر، روپے کے پجاری اور سونے چاندی کے غلام ہیں۔ ان لوگوں کو مل جائے تو خوش نہ ملے تو ناراض، یہ بے وزن لوگ ہیں، اے نبی! ان کی باتوں کی پروا نہ کریں۔



① بخاری، کتاب الجمعة، باب من قال فی الخطبة بعد الشاء، أما بعد : ۹۲۳۔

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَلِينِ عَلَيْهَا وَالْمَوْلُفَةُ قُلُوبُهُمْ وَفِي
الْيَقَابِ وَالْغَرِيمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأَمِنَ السَّبِيلِ ط فَرِيضَةٌ مِّنَ اللَّهِ ط وَاللَّهُ عَلِيمٌ
حَكِيمٌ﴾ [التوبة: ٦٠]

”صدقات تو صرف فقیروں اور مسکینوں کے لیے اور ان پر مقرر عاملوں کے لیے
ہیں اور ان کے لیے جن کے دلوں میں الفت ڈالنی مقصود ہے اور گردنیں
چھڑانے میں اور تاوان بھرنے والوں میں اور اللہ کے راستے میں اور مسافر میں
خرچ کرنے کے لیے ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے ایک فریضہ ہے اور اللہ سب کچھ
جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔“
مصارف زکوٰۃ: زکوٰۃ کے حقدار آٹھ قسم کے لوگ ہیں اور ان کو خود اللہ تعالیٰ نے مقرر کر
دیا ہے ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

① فقر:

صدقات کا حقدار فقیر ہے اور فقیر وہ ہے جو محتاج اور ضرورت مند ہو، جس کے پاس
درہم و دینار، روپیہ پیسہ گھربار، مال و زر نہ ہو اور نہ اس کا کوئی کاروبار ہو، فلاں اور خستہ حال
ہو، جیسا کہ درج ذیل حدیث سے واضح ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ ہم مہاجرین
فقیروں میں شامل ہیں؟ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: تیری بیوی ہے جس کے
ساتھ تو قیام پذیر ہے؟ اس شخص نے جواباً کہا: جی میری بیوی ہے۔ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے
پھر سوال کیا کیا تیرا گھر ہے جس میں تو رہتا ہے، اس آدمی نے بتایا: جی ہاں! میرا گھر بھی
ہے۔ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر تو امیر اور غنی لوگوں میں سے ہے اس شخص نے مزید بتایا:
میرے پاس ایک خادم بھی ہے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا پھر تو تو بادشاہوں میں سے ہے۔

ابو عبد الرحمن (سفر جہاد کا) ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

کے پاس تین آدمی آئے اتفاق سے میں بھی موجود تھا، وہ کہنے لگے:
اے ابو محمد! اللہ کی قسم! ہمارے پاس کوئی چیز نہیں، گھر کا خرچہ میسر نہیں، نہ کوئی
مال مویشی ہے اور نہ ہم کوئی مال و متاع رکھتے ہیں۔
عبداللہ ﷺ نے کہا تم جس طرح چاہو میں تعاون کے لیے تیار ہوں، اگر تم چاہو
تو ہمارے پاس پہنچ جاؤ ہم تمہیں اتنا دیں گے، جتنا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے
مقرر کر رکھا ہے اور اگر تم پسند کرو تو ہم تمہارا ذکر سلطان سے کریں گے (اور وہ
تمہاری اعانت کرے گا) اور اگر چاہو تو اسی (فقر پر) صبر کرو اس لیے کہ میں
نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”بے شک فقر اور مہاجرین
مالداروں سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے۔“ (یہ حدیث سن کر وہ
تینوں بیک زبان) بولے کہ ہم تو اسی حالت فقر پر ہی صبر کریں گے اور آپ سے
کسی چیز کا سوال نہیں کریں گے۔“^①

رسول اللہ ﷺ نے فقر سے پناہ مانگی:

تاہم فقر کوئی پسندیدہ اور قابل رشک چیز نہیں کیونکہ فقر سے رسول اللہ ﷺ نے پناہ مانگی ہے۔
سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان الفاظ کے ساتھ دعا کرتے تھے:
«اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ، وَالْمَأْتَمِ وَالْمَغْرَمِ، وَمِنْ فِتْنَةِ
الْقَبْرِ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ النَّارِ وَعَذَابِ النَّارِ، وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْغِنَى،
وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْفَقْرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ، اللَّهُمَّ اغْسِلْ
عَنْيَ خَطَايَايَ بِمَاءِ الثَّلَجِ وَالْبَرْدِ، وَنَقِّ قَلْبِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ
الثُّوبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ، وَبَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ
بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ»^②

① مسلم، کتاب الزہد، باب الدنيا سجن للمؤمن و جنة للكافر: ۲۹۷۹۔

② بخاری، کتاب الدعوات، باب التعوذ من المأثم والمغرم: ۶۳۶۸۔

”اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں سستی سے، انتہائی بڑھاپے سے۔ میں قرض اور گناہ (کے کاموں) سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں، اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں دوزخ کے عذاب اور جہنم کے فتنہ سے۔ قبر کے فتنہ اور عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں، فتنہ مال اور دولت و غنی کے شر اور فتنہ فقر اور اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور فتنہ مسیح الدجال کے شر سے بھی تیری پناہ میں آتا ہوں..... اے اللہ! میرے گناہوں کو برف اور اولوں کے پانی سے دھو ڈال اور میرے دل کو اس طرح صاف کر دے جیسا کہ سفید کپڑا میل کچیل سے صاف ہوتا ہے میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اس طرح دوری فرما دے جس طرح تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان دوری ڈالی ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا ان الفاظ سے بیان کرتے ہیں:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْفَقْرِ، وَ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْقِلَّةِ وَ الذَّلَّةِ، وَ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اُظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ))^①

”اے اللہ! میں فقر سے تیری پناہ چاہتا ہوں، مال کی کمی اور ذلت سے بھی پناہ طلب کرتا ہوں اور میں تیرے ساتھ اس بات سے بھی پناہ کا خواہاں ہوں کہ کسی پر میں ظلم کروں یا کوئی مجھ پر ظلم کرے۔“

مسلم بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے والد فرض نمازوں کے بعد یہ دعا کیا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَ الْفَقْرِ وَ عَذَابِ الْقَبْرِ))^②

”اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں، کفر سے، فقر و تنگدستی سے اور عذاب قبر سے۔“

یہ کلمات یاد کر کے میں نے بھی پڑھنا شروع کر دیے۔ ایک دن میرے والد نے

① نسائی، کتاب الاستعاذہ، باب الاستعاذۃ من الذلۃ : ۵۴۶۲۔

② نسائی، کتاب السہو، باب التعوذ فی دبر الصلاۃ : ۱۳۴۸۔

مجھ سے پوچھا: میرے بیٹے! یہ کلمات تم نے کہاں سے لیے ہیں؟ میں نے عرض کیا: اباجی! آپ سے، پھر میرے والد نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد یہ دعا کیا کرتے تھے۔“

تاہم صابر و شا کر قسم کے فقراء کی فضیلت میں بھی احادیث موجود ہیں، جن میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فقراء مالداروں سے پچاس سال پہلے جنت میں جائیں گے۔
② مسکین:

زکوٰۃ و صدقات کا دوسرا مستحق شخص وہ ہے جو مسکین ہو، مسکین اس شخص کو کہتے ہیں کہ جس کے پاس ضروریات زندگی کے لیے ناکافی مال ہو اور بیشک ایسے شخص کا گھربار اور کاروبار بھی ہو مگر وہ بھی باوقار گزر بسر کے لیے ناکافی ہو، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور خضر علیہ السلام کے واقعہ کے بیان میں فرمایا:

﴿أَتَاهُمُ التَّيَمُّنَةُ فَكَانَتْ لِمَسْكِينٍ يَعْتَلُونَ فِي الْبَحْرِ﴾ [الكهف: ۷۹]

”کشتی کا معاملہ تو یہ تھا کہ وہ چند مسکینوں کی ملکیت تھی جو دریا پر محنت مزدوری کرتے تھے۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسکینوں کے پاس کشتی تھی اور وہ کاروبار بھی کرتے تھے۔ مساکین کی فضیلت رسول اللہ ﷺ کی اس دعا سے واضح ہے:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان الفاظ کے ساتھ دعا کیا کرتے تھے:

((اللَّهُمَّ احْنِنِيْ مُسْكِيْنًا وَاَمْتِنِيْ مُسْكِيْنًا وَاَحْشِرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ))^①
 ”اے اللہ! مجھے مسکین زندہ رکھ اور مجھے مسکین فوت کر اور (قیامت کے دن) مجھے مسکینوں کی جماعت میں اٹھا۔“

”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ کس لیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ اس لیے کہ مسکین مالداروں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل

① ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب مجالسة الفقراء: ۴۱۲۶۔

ہوں گے، اے عائشہ! تو مسکین کو خالی نہ لوٹا اگرچہ کھجور کا ایک حصہ ہی دے دے۔“ عائشہ! تو مسکینوں سے محبت کر اور انھیں اپنے قریب کر، بے شک قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تجھے اپنے قریب کرے گا۔“^①

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَيْسَ الْمِسْكِينُ الَّذِي يَطُوفُ عَلَى النَّاسِ، تَرُدُّهُ اللَّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ، وَالتَّمْرُ وَالتَّمْرَتَانِ، وَلَكِنَّ الْمِسْكِينَ الَّذِي لَا يَجِدُ غَنًى يُغْنِيهِ وَلَا يَفْطِنُ بِهِ فَيَتَصَدَّقُ عَلَيْهِ، وَلَا يَقُومُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ»^②

”مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں کے ارد گرد گھومتا پھرتا ہے اور کوئی اسے ایک لقمہ دیتا ہے تو کوئی دو لقمے دے دیتا ہے، کوئی ایک کھجور اور کوئی دو کھجوریں دے دیتا ہے۔ مسکین تو وہ ہے جو غنی نہیں ہے اور نہ اس کے بارے میں (عام لوگوں کو) علم ہوتا ہے کہ اسے صدقہ دیا جائے اور نہ وہ خود کھڑے ہو کر لوگوں سے سوال کرتا ہے۔“

مسکین وہ نہیں جو ایک کھجور یا دو کھجور، ایک لقمہ یا دو لقمے لے کر چل دیتا ہو بلکہ مسکین وہ شخص ہے جو سوال سے بچتا ہو:

﴿لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ عِنَافًا﴾ [البقرة: ۲/۲۷۳]

”اور وہ لوگوں سے چٹ کر سوال نہیں کرتے۔“

مساکین سے بعض مخیر حضرات کا ناروا سلوک:

ہمارے مشاہدے میں یہ بات بھی آئی ہے کہ بعض مخیر حضرات کا یہ معمول ہے کہ جب کوئی مسکین ان کے پاس جا کر اپنی مجبوری بیان کرتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ تزکیہ لاؤ..... وہ بے چارہ تزکیہ حاصل کرنے کے لیے ذمہ داروں کے سامنے مجبوراً اپنے حالات پیش کرتا

① بیہقی شعب الایمان ۷/۳۴۰، ح: ۱۰۵۰۷۔ الأحادیث الصحيحة: ۱/۲۱۸۔

② بخاری، کتاب الزکوۃ، باب قول اللہ: ﴿لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ﴾..... الخ: ۱۴۷۹۔

ہے، اسے کہا جاتا ہے کہ فلاں سے بھی تصدیق کرا کے لاؤ، یہ مسکین کرایہ خرچ کر کے وقت لگا کر اور بہت پاڑ بیل کر جب پیش ہوتا ہے تو مخیر احباب برائے نام تعاون کر کے کہہ دیتے ہیں کہ مزید تعاون کے لیے کسی دوسرے سے رابطہ کریں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ جب تزکیہ آگیا، تحقیق کے بعد پتا چل گیا کہ مسکین حقیقی ہے تو پھر اس سے یہ ہتک آمیز اور رسوا کن سلوک کیوں؟

کچھ مخیر احباب کا معمول یہ ہے کہ ضرورت مند مسکین سے کہیں گے کہ آپ رمضان المبارک میں آئیں۔ جب وہ مجبور شخص دور کا سفر اور کرایہ خرچ کر کے صاحب کے پاس پہنچا تو مسکرا کر کہہ دیا کہ بھائی! معقول تعاون حاصل کرنے کے لیے آپ رمضان المبارک کے بعد آئیں، آجکل تو مانگنے والوں کا رش ہے۔ اس طرح کئی چکر لگوا کر معمولی تعاون کرنا یا بعض دفعہ معاف کرو بابا! کہہ دینا۔ ایسے ہی لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے درج ذیل فرمان سے نصیحت حاصل کرنی چاہیے۔ فرمایا:

«لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْحَرَ وَالْحَرِيرَ وَالْحَمَرَ وَالْمَعَارِفَ، وَلَيَنْزِلَنَّ أَقْوَامٌ إِلَى جَنْبِ عِلَمٍ يُرْوَحُ عَلَيْهِمْ بِسَارِحَةٍ لَهُمْ يَأْتِيهِمْ لِحَاجَةٍ فَيَقُولُونَ: اِرْجِعْ إِلَيْنَا غَدًا، فَيَسْتَتِهُمُ اللَّهُ، وَيَضَعُ الْعِلَمَ، وَيَمَسُخُ آخِرِينَ قَرَدَةً وَحَنَا زِيرٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ»^①

”میری امت میں سے ایسے لوگ ہوں گے جو زنا، خالص ریشمی کپڑے، شراب اور گانے بجانے کے آلات کو جائز سمجھیں گے اور کچھ لوگ ایک پہاڑ کے پہلو میں اتریں گے، ان کے مویشی شام ڈھلے پیٹ بھرے ہوئے واپس آیا کریں گے (لیکن جب) ان کے پاس کوئی ضرورت مند شخص (تعاون کے لیے) آئے گا تو وہ اسے کہیں گے تم کل ہمارے پاس آنا لیکن اللہ تعالیٰ ان کو

① بخاری، کتاب الأشربة، باب ما جاء فيمن يستحل الحمر يسميه بغير اسمه: ۵۵۹۰۔

راتوں رات ہلاک کر دے گا اور ان (میں سے بعض) پر پہاڑ گرا دے گا اور کچھ کی شکلیں مسخ کر کے قیامت تک کے لیے انھیں بندر اور خنزیر بنا دے گا۔“

③ عالمین :

صدقات کا تیسرا مصرف ”عالمین“ کے لیے مقرر کیا گیا ہے اور عامل سے مراد وہ لوگ ہیں جو زکوٰۃ کی وصولی اور اس کے حساب کتاب کے ذمہ دار ہیں، یہ کارکنان امیر ہوں یا غریب بلا تردد اور بلا تامل زکوٰۃ میں سے امیر جتنا دے اسے لے سکتے ہیں، جیسا کہ درج ذیل احادیث سے واضح ہے :

”ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ سے ایک شخص نے آ کر صدقہ کا سوال کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”صدقات کی تقسیم میں اللہ تعالیٰ کسی نبی یا کسی اور کی تقسیم پر راضی نہیں بلکہ اس نے خود فیصلہ کیا اور آٹھ قسم کے لوگوں کو صدقات کا مستحق اور حقدار ٹھہرایا، اگر تو بھی ان میں آتا ہے تو میں تمہیں (صدقہ میں سے) دے دیتا ہوں۔“^①

مالدار عالمین کو بھی صدقہ قبول کر لینا چاہیے :

سیدنا عبداللہ بن سعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو انھوں نے کہا: مجھے پتا چلا ہے کہ تم لوگوں کے کام میں لگے رہتے ہو اور جب تمہیں اس کی اجرت دی جائے تو اسے ناپسند کرتے ہو، میں نے جواب دیا کہ میرے پاس مال ہے، گھوڑے اور غلام ہیں، میں چاہتا ہوں کہ اپنی اجرت مسلمانوں پر صدقہ کر دوں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسا نہ کرو، کیوں کہ میں نے بھی یہی ارادہ کیا تھا جو تم نے کیا ہے، رسول اللہ ﷺ جب مجھے کچھ دینے لگتے تو میں کہتا کہ آپ یہ مال اس شخص کو دیں جو مجھ سے زیادہ ضرورت

① نسائی، کتاب الزکوٰۃ، باب مسئلۃ القوی المکتسب : ۲۵۹۹۔

مند اور محتاج ہے تو رسول اللہ ﷺ فرماتے: ”یہ لے لو اور اس سے مالدار بنو پھر صدقہ کرو، اگر تمہارے پاس مال اس طرح آئے کہ تم اس کے حریص تھے اور نہ اس کا سوال کرنے والے تھے تو اس مال کو لے لیا کرو اور اگر نہ ملے تو اس کی فکر نہ کیا کرو۔“^①

④ تالیف قلوب :

صدقات کا چوتھا مصرف تالیف قلوب ہے اور یہ ایک ایسی مد ہے کہ اس میں سے بڑے بڑے اسلام دشمن کافروں کو بھی مال دے کر قریب کیا جاسکتا ہے۔ جس کافر سے یہ توقع ہو کہ مال لے کر وہ اپنی روش بدل لے گا، دشمنی ترک کر دے گا، اسلام اور اہل ایمان کے دفاع میں تعاون کرے گا تو ایسے شخص کو صدقات میں سے بے دھڑک مال دے دیا جائے اور نو مسلم کو بھی اسلام پر پختہ کرنے کے لیے دیا جائے۔

⑤ گردن آزاد کرانا :

﴿وَبِیْ اَیِّ قَآئِلٍ﴾ یہ پانچواں مصرف صدقات ان لوگوں کی آزادی کے لیے ہے جو غلام یا دشمن کی قید میں ہیں۔

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا، مجھے ایسا عمل بتائیے کہ جس کے کرنے سے میں جنت میں داخل ہو سکوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”غلام آزاد کر اور گردن چھڑا۔“ وہ کہنے لگا کیا یہ دونوں ایک نہیں ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”غلام کا آزاد کرنا تو یہ ہے کہ تو خود غلام خرید کر آزاد کرے اور گردن چھڑانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی قیمت میں مدد کرے۔“^②

رسول اللہ ﷺ نے قیدیوں کی رہائی کے حوالہ سے فرمایا:

﴿فَكُفُّوا عَنِ الْعَانِ أَتَى الْأَسِيرَ﴾^③ ”قیدیوں کو رہائی دلاؤ۔“

① بخاری، کتاب الحکام، رزق الحاکم والعاملین علیہا: ۷۱۶۳۔

② مسند احمد: ۴/ ۲۹۹، ح: ۱۸۸۵۔ صحیح ابن حبان، ح: ۳۷۴۔

③ بخاری، کتاب الجہاد، باب فکاک الأسیر: ۳۰۴۶۔

دور قدیم میں وسیع پیمانہ پر انسانوں کی خرید و فروخت کا سلسلہ چلتا تھا اور خرید کردہ شخص ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ذلت آمیز غلامانہ زندگی گزارنے پر مجبور تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان مظلوم اور بے بس لوگوں کی رہائی کے لیے باقاعدہ صدقات کی مد میں سے حصہ مقرر فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہر اہم موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایسے لوگوں کی آزادی کی بھرپور ترغیب دی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں غلامی کا ظالمانہ سلسلہ ختم ہو گیا اب موجودہ حالات میں اس قسم کے غلام کہیں نہیں پائے جاتے۔

البتہ مجاہدین کی بڑی تعداد کافروں کی قید میں اذیت ناک زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ ان مجاہدین کی رہائی اور آزادی کے لیے اس مد میں سے سرمایہ خرچ کیا جانا چاہیے اور جیلوں میں بند و قیدی بھی زکوٰۃ کی اس مد میں شامل ہیں جو ناکردہ گناہ کی سزا بھگتتے پر مجبور ہیں۔

⑥ ادائے قرض :

صدقات کا چھٹا مصرف مقروض لوگوں کو اس بوجھ سے نجات دلانا ہے، مقروض غریب ہو، فقیر ہو، برسر روزگار ہو یا بے روزگار صدقات کی اس مد میں سے اس کا قرض ادا کیا جاسکتا ہے۔ عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”مالدار شخص کے لیے صدقہ حلال نہیں ہے۔ البتہ پانچ قسم کے لوگوں کے لیے جائز ہے۔ صدقات کی وصولی پر مقرر شخص کے لیے، مقروض کے لیے اور اس شخص کے لیے جس نے زکوٰۃ کا مال خرید لیا اور اس شخص کے لیے جس کا پڑوسی مسکین ہے اور مسکین کو صدقہ دیا گیا اور اس نے غنی کو ہدیہ دے دیا۔“^①

④ فی سبیل اللہ:

صدقات و زکوٰۃ کا ساتواں مصرف جہاد فی سبیل اللہ ہے، جس سے جہاد کی جملہ ضرورتوں کو پورا کیا جاسکتا ہے، اسلحہ خریدا جاسکتا ہے، زیر تربیت عسکری مجاہدین

① أبو داؤد، کتاب الزکوٰۃ، باب من یجوز له أخذ الصدقہ وهو غنی : ۱۶۳۵۔

کی خوراک، لباس، علاج معالجہ، سفر خرچ، گاڑیوں کی خریداری، دیکھ بھال اور مرمت وغیرہ پر زکوٰۃ کو خرچ کیا جاسکتا ہے۔ یاد رکھیں! زکوٰۃ و صدقات کی یہ مد اللہ تعالیٰ نے اپنے ان خاص مجاہد بندوں کے لیے مقرر کی ہے جو اللہ کے دشمن یعنی کفار سے مصروف جہاد و قتال ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے مالدار مجاہدین پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جاسکتی ہے، جیسا کہ بخاری شریف کے درج ذیل صحابی کے عمل سے معلوم ہوتا ہے:

مجاہد رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں جہاد میں شرکت کے لیے جانا چاہتا ہوں، ابن عمر رضی اللہ عنہما خوش ہو کر کہنے لگے کہ پھر میں کچھ رقم سے تیری مدد کرنا چاہتا ہوں۔ مجاہد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں تو خود مالدار ہوں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: بھائی! اگر مالدار ہے تو اپنے لیے ہے، میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ جہاد میں میرا مال خرچ ہو جائے۔^①

فی سبیل اللہ کے مفہوم میں تجاوز:

بعض لوگ ”فی سبیل اللہ“ کے مفہوم میں تجاوز کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس سے نیکی کا ہر کام مراد ہے اور اس مد میں سے ہر اس کام کے لیے اخراجات جائز ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیے جائیں مگر یہ استدلال یہاں درست نہیں، صاحب معارف القرآن لکھتے ہیں:

”جو لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر و بیان اور ائمہ تفسیر کے ارشادات سے قطع نظر لفظی ترجمہ کے ذریعے قرآن سمجھنا چاہتے ہیں یہاں ان کو یہ مغالطہ لگا ہے کہ لفظ ”فی سبیل اللہ“ دیکھ کر زکوٰۃ کے مصارف میں ان تمام کاموں کو داخل کر دیا جو کسی حیثیت سے نیکی یا عبادت ہیں۔ مساجد، مدارس، شفا خانے، مسافر خانے وغیرہ

① بخاری، تعلیقاً، کتاب الجہاد والسیر، باب الجعائل و الحملان فی سبیل اللہ، قبل الحدیث: ۲۹۷۰۔

کی تعمیر کنویں، پل، سڑکیں بنانا اور ان رفاہی اداروں کے ملازمین کی تنخواہیں اور تمام دفتری ضروریات ان سب کو انھوں نے فی سبیل اللہ میں داخل کر کے مصرف زکوٰۃ قرار دیا ہے جو سراسر غلط اور اجماع امت کے خلاف ہے.....“
آگے چل کر مزید لکھتے ہیں:

”ائمہ اربعہ اور فقہائے امت میں سے یہ کسی نے نہیں کہا کہ رفاہ عامہ کے اداروں اور مساجد و مدارس کی تعمیر اور ان کی جملہ ضروریات مصارف زکوٰۃ میں داخل ہیں بلکہ اس کے خلاف اس کی تصریحات فرمائی ہیں کہ مال زکوٰۃ ان چیزوں میں صرف کرنا جائز نہیں۔ اگر زکوٰۃ کے مسئلہ میں اتنا عموم ہوتا کہ تمام طاعات و عبادات اور ہر قسم کی نیکی پر خرچ کرنا اس میں داخل ہو تو پھر قرآن میں ان آٹھ مصرفوں کا بیان کیونکر ہوتا اور نبی ﷺ کا یہ ارشاد کہ ”اللہ تعالیٰ نے مصارف صدقات متعین کرنے کا کام نبی ﷺ کے بھی سپرد نہیں کیا بلکہ خود ہی اس کے آٹھ مصرف متعین فرمادیے۔“

معلوم ہوا کہ فی سبیل اللہ کے لغوی ترجمہ سے ناواقف کو جو عموم سمجھ میں آتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مراد نہیں ہے بلکہ مراد وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کے بیان اور صحابہ کرام اور تابعین کی تصریحات سے ثابت ہے۔^①

قرآن میں فی سبیل اللہ سے کیا مراد ہے؟

قرآن کریم کے مختلف مقامات پر ”فی سبیل اللہ“ کے الفاظ استعمال استعمال ہوئے ہیں، ان میں سے چند مقامات پر غور کرنے سے پتا چلتا ہے کہ فی سبیل اللہ سے مراد جہاد اور اسلام ہے:

﴿وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِذِي مِثْرَاتِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ لَا يَسْتَوِي يَسْتَأْذِنُ مَنِ اتَّقَىٰ ۚ قَبْلَ الْفَتْحِ وَقَتْلٍ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ اتَّقَوْا

① معارف القرآن جلد ۴ تفسیر سورۃ توبہ آیت: ۶۰۔

مِنْ بَعْدِ وَفَعَلُوا مَا وَعَدَ اللَّهُ الْحَقْنَىٰ ۖ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿١٠﴾

[الحديد: ۱۰]

”مسلمانو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم جہاد فی سبیل اللہ میں مال خرچ نہیں کرتے؟ حالانکہ آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے، جن لوگوں نے فتح (مکہ) کے بعد (جہاد میں مال) خرچ کیا اور (خود عملاً) جہاد کیا وہ ان لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے جنہوں نے فتح سے پہلے (جہاد میں مال) خرچ کیا اور جہاد کیا، یہی لوگ درجہ میں زیادہ (بلند) ہیں۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ مَثَلُ حَبَّةٍ أَتَتْ سَنَابِلَ فِيهَا كُلُّ سُبُلَةٍ بِأَثَرٍ ۖ وَاللَّهُ يُضْعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ ۖ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾ [البقرة: ۲۶۱]

”جو لوگ اپنا مال فی سبیل اللہ خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے جیسی ہے جس میں سے سات بالیں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے بڑھا چڑھا کر (اجر) عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ وسعت والا اور علم والا ہے۔“

تفسیر ابن کثیر میں اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں یعنی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں جہاد کے گھوڑے پالنے، ہتھیار خریدنے اور حج کرنے کرانے میں خرچ کرتے ہیں۔

ایک جگہ فرمایا:

﴿وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ ۚ وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ

الْبُحْسِينَ﴾ [البقرة: ۱۹۵]

”اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور احسان کا رویہ اپناؤ، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔“

یہ آیت جہاد ہی میں مال خرچ کرنے کی دلیل ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے،

سیدنا ابوالیوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”یہ آیت ہم انصار کے بارے میں نازل ہوئی جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت عطا کر دی اور اس کے مددگار بہت ہو گئے تو ہم نے رسول اللہ ﷺ سے الگ ہو کر مشورہ کیا کہ بلاشبہ ہمارے اموال (جہاد میں) خرچ ہو گئے اور اب تو اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت دے دی ہے اور اس کے مددگار زیادہ پیدا کر دیے ہیں تو اب ہم اپنے اموال سنبھالیں اور جو کچھ خرچ ہو چکا اس کی تلافی شروع کر دیں، ہمارے مشورے کے فوراً بعد ہی اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور جو کچھ ہم نے آپس میں کہا تھا اس کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: فی سبیل اللہ مال خرچ کرتے رہو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ یہاں ہلاکت سے مراد جہاد چھوڑ کر مال کی نگرانی اور اس کے حصول کی کوشش کرنا ہے۔“^①

سورہ انفال میں فرمایا:

﴿وَمَا تَنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَمُوتَ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَغْلِبُونَ﴾

[الأنفال: ۶۰]

”اور تم فی سبیل اللہ جو کچھ بھی خرچ کرو گے تمہیں اس کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا تمہارے ساتھ کچھ بے انصافی نہ ہوگی۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جہاد میں بے دھڑک مال خرچ کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے وعدہ فرمایا ہے کہ تم جتنا مال راہ جہاد میں لگاؤ گے اس کا پورا پورا بدلہ پاؤ گے، ایک کے بدلے ایک سو سے لے کر سات سو گنا تک اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس سے بھی کئی گنا بڑھا کر تمہیں دنیا ہی میں تمہارا مال واپس دے دے اور آخرت میں اس کا بدلہ جنت کی صورت میں عطا فرمائے۔ ﴿فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ سے مراد اسلام ہے جیسا کہ قرآن میں ہے:

① سنن الترمذی، کتاب التفسیر (باب) و من سورة البقرة: ۲۹۷۲ و صححه۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن كَثِيرًا مِّنَ الْأَمْوَالِ الَّتِي كُنتُمْ كَسَبْتُمْ لَكُمْ حُلَالًا وَكَافَرًا ۚ وَالَّذِينَ يُكْتَرُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَتَّقُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ فَبِئْسَ مَا يَكْسِبُونَ﴾ [التوبة: ٣٤]

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بے شک بہت سے عالم اور درویش لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھاتے اور اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونا اور چاندی خزانہ بنا کر رکھتے ہیں اور اسے اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے، انھیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دے۔“

① مسافر:

زکوٰۃ کا آٹھواں مصرف ”ابن السبیل“ ہے۔ عربی محاورہ کی رو سے اس کا اطلاق مسافر پر ہوتا ہے اور زکوٰۃ کی رقم کا حقدار صرف غریب مسافر ہی نہیں بلکہ غنی اور دولت مند شخص بھی اگر دوران سفر زاد راہ اور دیگر سفری ضروریات کا محتاج ہو تو اس پر بھی زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جانی چاہیے تاکہ وہ باوقار طور پر اپنی منزل تک پہنچ سکے۔

زکوٰۃ کی رقم سے حج:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ آدمی اپنے مال کی زکوٰۃ سے گردن آزاد کرا سکتا ہے اور حج بھی کرا سکتا ہے۔

امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص اپنے باپ کو زکوٰۃ کی رقم سے آزاد کرائے تو یہ جائز ہے نیز زکوٰۃ کا مال مجاہدین اور اس شخص کو بھی دے سکتا ہے جس نے حج نہ کیا ہو پھر انھوں نے یہ آیت تلاوت کی ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ﴾^①

① بخاری، تعلیقاً، کتاب الزکوٰۃ باب قول اللہ تعالیٰ وفي الرقاب والغارمین وفي سبیل اللہ فوق الحدیث: ۱۴۶۸۔

جہاد میں آٹھوں مصارف موجود ہیں:

اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کے آٹھ مصارف مقرر کیے ہیں اور ہمارے مشاہدے کے مطابق موجودہ حالات میں یہ سب کے سب جہاد میں موجود ہیں، چونکہ جہاد میں بڑی وسعت ہے، اس لیے ان آٹھوں مصارف کے مستحق اور صحیح حقدار مجاہدین فی سبیل اللہ بھی ہیں۔

① فقراء: مجاہدین کی صفوں میں بڑی تعداد میں غریب و تنگدست فقراء موجود ہیں۔

② مساکین: کفار سے لڑنے والے مال دار مجاہدین کے شانہ بشانہ راہ حق میں قربانیاں پیش کرنے والے مساکین بھی بڑی تعداد میں شریک جہاد ہیں۔

③ عالمین: صدقات و زکوٰۃ کو جمع کرنے والے مجاہدین کی حقیقی ضرورتوں کو پورا کرنے اور کلمۃ اللہ کی سر بلندی کے لیے کچھ لوگ دن رات ایک کیے ہوئے ہیں اور جب امیر کی طرف سے اجازت مل جائے تو ان میں سے بہت سے غازی عملی جہاد کے لیے محاذوں کی طرف نکل جاتے ہیں۔

④ تالیف قلوب: زکوٰۃ کی اس مد سے کفار کے دل جیتے جاتے ہیں۔ مناسب اعانت کے بعد دشمن فوج کی جاسوسی اور دیگر کئی اہم مقاصد کے لیے انہی کافروں سے کام لیا جاتا ہے۔ محاذوں پر مجاہدین کو اسلحہ کی قلت کا سامنا ہو، خوراک کی فراہمی جنگلوں تک مطلوب ہو تو روپے پیسے سے ان کافروں کے دلوں کو نرم کر کے تمام عسکری اور دیگر ضروریات کو پورا کیا جاتا ہے۔ زکوٰۃ کی اسی مد سے کافر فوجوں کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے اور حالات سے آگاہ رہنے کے لیے انہی کافروں سے کام لیا جاتا ہے۔

⑤ گردنوں کی آزادی: مجاہد قیدیوں کی رہائی اور کفار کی غلامی سے نجات کا مرحلہ ہو تو بھی اس مد کو استعمال کیا جاتا ہے..... مجاہدین کی بڑی تعداد کفار کی مختلف جیلوں میں بند اذیت ناک زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔

جیلوں میں بند ان مجاہدین تک پیغام رسانی، خط کتابت کے تبادلے..... تازہ ترین

معلومات بہم پہنچانے اور اس قسم کی بہت سی دیگر ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے انہی کافروں سے کام لیا جاتا ہے۔ بدنام زمانہ امریکی عقوبت خانوں، گوانتانامو بے، ابو غریب اور پل چرخی کے قید خانوں کے علاوہ دلی اور سری نگر کی بند کوٹھڑیوں کے اندر ہونے والے لرزہ خیز مظالم کی داستانیں دنیا تک پہنچانے کے لیے اکثر و بیشتر ایسے ہی کافر ہیں جن کی جیب میں مؤلفۃ القلوب کی مد کام کر رہی ہوتی ہے۔ اس مد کے مجاہدین کیوں مستحق ہیں، تفصیلات جاننے کے لیے ہندوستانی جیلوں میں بارہ سالہ طویل اذیتیں برداشت کرنے والے غازی افتخار حیدر نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کو پڑھنے کی ضرورت ہے گوانتا نامو بے سے رہائی حاصل کرنے والوں کی زبانی اذیت ناک حالات کا مطالعہ کرنا آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہے۔ ان مجاہدین کی رہائی اور گردنوں کی آزادی کے لیے ﴿وَيْثَ الْيَقَابِ﴾ کی مد کے مستحق بھی مجاہدین ہی ہیں۔

⑥ مقروض: مجاہدین کی بڑی تعداد عسکری تربیت مکمل کرنے کے بعد محاذوں تک پہنچنے میں اس لیے ناکام رہتی ہے کہ ان کے ذمہ قرض ہے اور نبی ﷺ نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ قرض کے علاوہ شہید کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔“

ایک اور حدیث میں ہے:

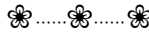
”اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قتل ہونا قرض کے علاوہ ہر چیز کا کفارہ بن جاتا ہے۔“ ①

ایسے مقروض مجاہد اپنے قرض سے نجات حاصل کرنے کے لیے کاروبار میں لگ جاتے ہیں اور بعض اوقات ایسے پھنستے ہیں کہ پھر..... جہاد کے لیے نکلنا ان کے لیے مشکل ہو جاتا ہے اس لیے زکوٰۃ کی رقم سے ان مقروض غازیوں کے قرض اتارے جائیں تاکہ وہ کلمۃ اللہ کے لیے یکسو ہو کر کافروں سے مصروف جہاد ہو سکیں۔

⑥ فی سبیل اللہ: صدقات و زکوٰۃ کی یہ مد تو ہے ہی جہاد کے لیے۔

① مسلم، کتاب الإمارة، باب من قتل فی سبیل اللہ کفرت خطایاہ إلا الدین : ۱۸۸۶۔

① مسافر: مجاہد تو ہوتا ہی مسافر ہے، وہ دنیا کے حصول کے لیے نہیں بلکہ غلبہ دین کے لیے گھر چھوڑتا ہے۔ بیوی کی محبت قربان کرتا ہے..... اولاد کے پیار کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی جان کی قربانی پیش کرنے کے لیے قتل کی طرف بڑھتا ہے..... بکھرے بالوں، گرد آلود جسم اور خاک آلود قدموں والے اس مسافر کو اللہ تعالیٰ صدقات کا حق دار قرار دیتا ہے خواہ وہ مالدار اور دولت مند ہی کیوں نہ ہو۔



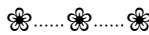
﴿وَمِنْهُمْ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّاسَ وَيُقُولُونَ هُوَ أَذًى فَلَا تُؤْذُوا وَلَا تَأْتُوا بِلَاغٍ بَيْنَ يَدَيْهِمْ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ﴾
[التوبة: ۶۱]

”اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو نبی کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں وہ تو ایک کان ہے۔ کہہ دے تمہارے لیے بھلائی کا کان ہے، اللہ پر یقین رکھتا ہے اور مومنوں کی بات کا یقین کرتا ہے اور ان کے لیے ایک رحمت ہے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور جو لوگ اللہ کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

نبی ﷺ کو ایذا دینے والے منافقین:

بد بخت منافقین اپنی شرارتوں میں بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچ گئے کہ اپنی نجی مجالس میں رسول اللہ ﷺ پر طنز کرتے، الزام تراشی اور طعن و تشنیع کے ذریعے آپ کو ایذا پہنچانے والی باتیں کرتے، جن میں سے ایک بات یہ بھی کہا کرتے کہ یہ تو کانوں کا بڑا ہی کچا ہے، کوئی مسلمان ہماری کی ہوئی باتیں جب ان تک پہنچاتا ہے تو اس کو توجہ سے سنتے اور سچ مان لیتے ہیں اور جب ہم قسمیں کھا کر اس کی تردید کرتے ہوئے اپنی صفائی بیان کرتے ہیں تو خاموشی اختیار کر لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ان منافقین سے کھل کر یہ بات کہہ دیں کہ یہ تو محض تمھاری بہتری اور بھلائی کے لیے ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ایمان اللہ پر ہے اور وہ صرف اہل ایمان کی باتوں کو صحیح اور سچا جانتے ہیں۔ باقی رہا تمھاری بات کو سن لینا، تمھاری جھوٹی قسموں، ایمان کے جھوٹے دعووں، جہاد سے پیچھے رہنے کے من گھڑت عذر بہانوں اور ایذا دینے والی باتوں پر خاموش رہنا یہ تو محض اس لیے ہے تاکہ تمھارا پردہ رہ جائے۔ لوگوں کے سامنے تمھاری رسوائی نہ ہو اور اگر وہ فوری تحقیق شروع کر دیں تو پھر تمھارا انجام بڑا ہی عبرت ناک ہو..... حقیقت یہ ہے کہ وہ تو ہر حال میں تمھاری خیر خواہی اور تمھاری اصلاح چاہتے ہیں۔ تمھاری سازشوں، شرارتوں اور ایذا رسانیوں سے چشم پوشی کرتے اور درگزر سے کام لیتے ہیں اور جو لوگ تم میں صحیح ایمان لے آئیں انہیں سابقہ غلطیوں پر شرمندہ نہیں کرتے بلکہ ان کے لیے تو شفقت و محبت کے جذبات لیے استقبال کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ اس حسن سلوک اور شفقت و محبت کے باوجود جو لوگ محض دھوکا دینے کے لیے اسلام سے وابستگی کا اظہار کرتے ہیں، وہ دھوکا دینے سے باز نہیں آتے اور رسول اللہ ﷺ کو دکھ دینے کی احمقانہ روش پر جمے ہوئے ہیں..... تو ایسے بدنصیب منافقین کے لیے بڑا ہی دردناک عذاب تیار ہے۔



﴿يَخْلُقُونَ بَالِئًا لَكُمْ يُرْضَوْنَكُمْ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرْضَوْا إِنَّ كَانُوا مُؤْمِنِينَ﴾ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُ مَنْ يُحَادِدِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ذَٰلِكَ أَخْذُنَا الْعَظِيمُ ﴿[التوبة: ٦٢، ٦٣]

”تمھارے لیے اللہ کی قسم کھاتے ہیں تاکہ تمھیں خوش کریں، حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق دار ہے کہ وہ اسے خوش کریں، اگر وہ مؤمن ہیں۔ کیا انھوں نے نہیں جانا کہ حقیقت یہ ہے کہ جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرے تو



بے شک اس کے لیے جہنم کی آگ ہے، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والا ہوگا، یہی بہت بڑی رسوائی ہے۔“

جھوٹی قسموں کے ذریعے لوگوں کو راضی کرنے کی کوشش:

اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے نفاق چھوڑ دیتے تو ان کے اس عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جاتا اور اس کا رسول بھی ان کے صحیح الایمان ہونے پر خوش ہو جاتا، ایمان والو! یہ منافق جھوٹی قسمیں کھا کر کہیں گے کہ جو بات ان کی طرف منسوب کی جا رہی ہے وہ بات انہوں نے نہیں کی۔ جھوٹی قسموں کے ذریعے وہ تمہیں خوش رکھنا چاہتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ ان کی باتوں ہی کو نہیں بلکہ وہ تو دلوں کے مخفی اور پوشیدہ ارادوں سے بھی خوب واقف ہے۔ وہ تمہیں اس بات کی خبر دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں اور اپنی نجی مجالس میں رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے تکلیف دہ باتیں کرتے ہیں۔

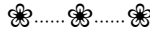
جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ کو سراپا کاں کہہ کر اذیت دینے سے باز نہیں آئے گا تو ایسے بدکرداروں کی سزا کے لیے جہنم کی آگ تیار ہے، ایسے موزیوں کو اس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہنا ہوگا۔ ان کو بہت بڑی ذلت و رسوائی سے دوچار ہونا پڑے گا۔

قیامت کے دن بھی منافق جھوٹ کا سہارا لینے کی کوشش کرے گا:

منافق اپنی اسلام دشمنی، دغا بازی، مکر و فریب اور نفاق کو چھپانے اور اہل ایمان کو خوش کرنے کے لیے جھوٹی قسمیں کھاتا ہے، اپنی شرارتوں، سازشوں اور فتنہ انگیزیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے جھوٹی محبت اور نبی ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کا ہر وقت یقین دلانے کے لیے جھوٹی قسموں کا سہارا لیتا ہے۔ قیامت کے دن بھی جھوٹی قسموں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینے کی کوشش کرے گا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”میدان حشر میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا باری باری حساب لے گا..... پہلا بندہ..... پھر دوسرا..... پھر تیسرا منافق آئے گا..... اللہ تعالیٰ اس سے اپنے کئی انعامات کے بارے میں پوچھے گا، مثلاً یہ کہ..... میرے بندے بھلا میں نے دنیا میں تجھے عزت نہیں دی تھی؟ تجھے اونچا مقام نہیں دیا تھا؟ تجھے بیوی عطا نہیں کی تھی؟ اونٹ اور گھوڑوں کو تیرے تابع نہیں کیا تھا؟..... (منافق) کہے گا، اے میرے رب! میں تجھ پر ایمان لایا..... تیری کتابوں اور تیرے رسول پر بھی ایمان لایا..... میں نے نماز پڑھی..... روزہ رکھا..... صدقہ خیرات کرتا رہا (اس منافق سے) جتنا ہو سکے گا اپنی تعریف کرے گا۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ”تیرا جھوٹ کھل جائے گا اور ہم تجھ پر ابھی گواہ پیش کرتے ہیں (منافق) سوچے گا کہ میرے خلاف کون گواہی دے گا؟ پھر اللہ تعالیٰ اس کے منہ پر مہر لگا دے گا اور اس کی ران کو حکم کرے گا کہ بول! تو اس کی ران، اس کا گوشت اور اس کی ہڈیاں اس کے اعمال کی گواہی میں بول پڑیں گی اور اس کے اعضا کی گواہی اس لیے ہوگی کہ اس کا کوئی عذر باقی نہ رہے۔ یہ منافق شخص ہوگا اور (اس دن ایسے لوگوں پر) اللہ تعالیٰ سخت غضبناک ہوگا۔“^①



﴿يَذَرُ الْمُنَافِقُونَ أَنْ يُكَلِّمَهُ عَلَيْهِمْ سُورَةُ تُبَيِّنُهُمْ بِمَا فِي قُلُوبِهِمْ قُلْ اسْتَغْفِرُوا ۖ إِنَّ اللَّهَ مُخْرِجٌ مَّا تَخْتَرُونَ ۖ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبَايَ وَالْآلِ وَرُسُلَهُ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ۚ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كُنْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ إِنْ نَعُفْ عَنَّا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ يُخِيبُ طَائِفَةٌ بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ﴾ [التوبة: ٦٤ تا ٦٦]

① مسلم کتاب الزہد، باب الدنيا سجن المؤمن..... الخ: ۲۹۶۸۔

”منافق اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ان پر کوئی ایسی سورت اتاری جائے جو انہیں وہ باتیں بتادے جو ان کے دلوں میں ہیں۔ کہہ دے تم مذاق اڑاؤ، بے شک اللہ ان باتوں کو نکالنے والا ہے جن سے تم ڈرتے ہو اور اگر تو ان سے پوچھے تو یقیناً کہیں گے ہم تو صرف شغل اور دل لگی کر رہے تھے۔ کہہ دے کیا تم اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کر رہے تھے۔ بہانے مت بناؤ، بے شک تم اپنے ایمان کے بعد کافر ہو چکے۔ اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف کر دیں تو ایک گروہ کو عذاب دیں گے، اس لیے کہ وہ مجرم تھے۔“

منافق ہر وقت خوف زدہ رہتے ہیں :

منافق کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ ہر وقت خوف زدہ اور ڈرا ڈرا رہتا ہے۔ اس آیت میں جس خوف کا ذکر ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کا کھوٹ ظاہر ہی نہ کر دے، اندرونی سازشوں کا انکشاف نہ ہو جائے، اللہ تعالیٰ کوئی سورہ نازل کر کے ان کی مجالس کے راز فاش ہی نہ کر دے، دلوں میں چھپے ہوئے بھید ظاہر نہ ہو جائیں اور نفاق کا پردہ کہیں چاک ہی نہ ہو جائے۔ اس خوف کے باوجود بھی وہ اپنی خباثتوں، شرارتوں اور سازشوں سے باز نہیں آتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نبی! آپ ان منافقین سے کہہ دیں کہ تم دین اسلام کا جتنا مذاق اڑا سکتے ہو اڑا لو، اب وقت آ گیا ہے کہ تمہاری ایک ایک چالاکی، جہاد کے خلاف ہر ہر سازش، جہاد سے پیچھے رہنے کے لیے جھوٹے حیلے، عذر، بہانے، جھوٹی قسمیں اور اہل ایمان کو دھوکا دینے کے پروگرام..... ان سب کو اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے سامنے کھولنے والا ہے۔ جس بات کے انکشاف سے تم خوف زدہ ہو، جس نفاق کے ظاہر ہونے سے تم ڈرتے ہو، ان تمام پوشیدہ رازوں اور خفیہ سازشوں کو عنقریب اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا ہے۔ ان تمام کا پردہ چاک کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ قرآن میں آیات اتارنے والا ہے جس سے تم اہل ایمان



کی نظروں میں ذلیل و خوار اور رسوا ہو کر رہ جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور رسول ﷺ سے منافقین کا مذاق :

﴿وَلَمَّا سَأَلْتَهُمْ.....﴾ [التوبة : ۶۵]

”اے نبی! (ﷺ) اگر آپ ان سے پوچھیں کہ تم اپنی مجلس میں کیا باتیں کر رہے تھے؟ تو گھبرا کر فوراً کہہ دیں گے کہ ہم تو ہنسی مذاق میں بس گپ شپ کر رہے تھے۔“

منافقین کی مجالس کا موضوع سخن کیا ہوتا تھا؟ مفسرین نے ان کی مختلف مجالس کی ناپسندیدہ باتوں کا ذکر کیا ہے جن میں سے چند یہاں پیش کی جا رہی ہیں۔ منافقین نے اہل ایمان کا جوش و جذبہ اور صلیبی رومیوں سے مقابلے کے لیے بے تابی دیکھی تو کہنے لگے..... یہ شخص یعنی رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھی بڑے پر امید ہیں کہ شام کے سرخ محلات اور شاہی قلعوں کو فتح کر لیں گے..... شہروں کے گیٹ اور محلات کے دروازے ان کے لیے بڑی آسانی کے ساتھ کھول دیے جائیں گے۔

ایک منافق نے کہا: تمہارا کیا خیال ہے کہ رومی عیسائی بھی اسی طرح جنگ لڑتے ہیں جیسے عرب دوسرے عربوں سے لڑتے ہیں؟ ایک اور بولا انتظار کرو..... انہیں ذرا تھوک تک پہنچنے دو پھر دیکھو ان کا کیا بنتا ہے؟ ایک نے کہا: ”جو نہی آ منسا منا ہوا، وہ تو تجربہ کار رومی فوجی ہیں فوراً ان مسلمانوں کو رسیوں سے باندھ کر جکڑ لیں گے۔“

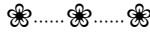
ایک اور بولا کہ جب رسیوں سے جکڑے جائیں تو اوپر سے سوسو کوڑے بھی مارے جائیں۔ ایک کہنے لگا: میرے خیال میں جو لوگ ہم سے زیادہ قرآن پڑھتے ہیں وہ بڑے پیڑ اور کھانے پینے کے بڑے لالچی ہیں، باتوں میں جھوٹ ہم بھی بولتے ہیں مگر یہ ہم سے بھی زیادہ جھوٹے ہیں، دیکھ لینا یہ لوگ جنگ میں کتنے بزدل ثابت ہوتے ہیں، کل تو رومیوں کے مقابلہ میں یہ لوگ ایک لمحہ کے لیے بھی نہیں ٹک سکیں گے۔ یہ منافق باتیں

کرتے ہوئے ایک دوسرے سے بازی لے جانے لگے پھر اچانک انہیں خیال آیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری ان باتوں کا علم رسول اللہ ﷺ کو ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کوئی سورہ ہی نہ نازل کر دے یہ سوچ کر ایک نے کہا..... محمد قرآن کو لوگوں کی ہدایت کے لیے کافی بتلاتے ہیں مگر ہمیں تو قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہی معلوم نہیں ہوتا..... یہ منافق خفیہ طور پر کبھی تو رسول اللہ ﷺ کی بدگویی کرتے، توہین آمیز باتیں کرتے اور آپ ﷺ کو جھٹلاتے کبھی قرآن کریم کی شان میں گستاخی کرتے اور کبھی اہل ایمان کے جذبہ جہاد، شوق شہادت اور فی سبیل اللہ اپنا سب کچھ قربان کرنے کے عزائم دیکھ کر جل بھن جاتے اور ان پر طنز کرتے..... منافقین کی دلی چاہت یہ تھی کہ وہ اہل ایمان میں جذبہ جہاد کو کمزور کر دیں، اسلامی لشکر میں پھوٹ، اختلاف اور انتشار پھیلانیں۔ ایسا پروپیگنڈہ کریں کہ رومی صلیبیوں سے مقابلے کے لیے کم سے کم لوگ نکلیں اور جو لوگ جہاد کے لیے نکل پڑیں ان کے دلوں میں صلیبیوں کا رعب ان کی فوج کی دہشت اتنی ہو کہ مقابلہ کر ہی نہ سکیں۔ ان میں سے بہت سے لوگ تو رومیوں کے ہاتھوں مارے جائیں اور جو تھوڑے بہت بچ جائیں ان کو بھی رومی باندھ لیں، بس ان میں سے کوئی ایک بھی واپس نہ آئے۔

منافقین کی یہ تمام باتیں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو بتا دیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عمار بن یاسر کو حکم فرمایا کہ ان لوگوں کی مدد کو پہنچو۔ یہ تو جہنم رسید ہو رہے ہیں اور ان سے پوچھو کہ وہ آپس میں کیا باتیں کر رہے تھے؟ اگر وہ انکار کریں تو پھر ان کو بتا دو کہ تم نے یہ باتیں کی ہیں..... عمار رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچے اور پوری بات بیان کر دی۔ یہ لوگ فوراً نبی ﷺ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے کہ ہم تو بس یونہی باتیں کر رہے تھے دل لگی اور ہنسی مذاق کر رہے تھے۔

﴿لَا تَعْتَذِرُوا﴾ اب معذرت کا وقت گزر چکا تم نے جو کرنا تھا اپنی جانوں پر وہ ظلم کر چکے ہو۔ اب تمہاری حالت یہ ہے کہ تمہارے دلوں سے ایمان نکل گیا اور تم دولت ایمان

سے محروم ہو کر کفر کے اندھیروں میں گھر چکے ہو..... اس لیے تمہارا انجام بڑا ہی خوفناک ہو گا، ہاں! صرف وہ لوگ جو اپنے کیے پر نادم ہو کر تہہ دل سے ایمان لے آئیں، توبہ کر لیں تو وہ دردناک عذاب سے بچ جائیں گے اور جو لوگ اپنی شرارتوں، ایذا رسانیوں اور نفاق پر اڑے رہے تو ایسے مجرموں کے لیے اللہ تعالیٰ نے عذاب لکھ دیا ہے۔



﴿الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْبُكَاءِ وَيُهَايُونَ عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ سَوْأَ اللَّهِ قَسِيحُهُمْ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ هُمُ الْفَاسِقُونَ وَعَدَّ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُتَفَلِّتِينَ وَالْمُتَفَلِّتَاتِ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا هِيَ حَسْبُهُمْ وَلَعْنَةُ اللَّهِ لَآئِمَّةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾ [التوبة : ٦٧-٦٨]

”منافق مرد اور منافق عورتیں، ان کے بعض بعض کی جنس سے ہیں، برائی کا حکم دیتے اور نیکی سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھ بند رکھتے ہیں۔ وہ اللہ کو بھول گئے تو اس نے انھیں بھلا دیا۔ یقیناً منافق لوگ ہی نافرمان ہیں۔ اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کیا ہے، اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، وہی ان کو کافی ہے اور اللہ نے ان پر لعنت کی اور ان کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے۔“

سورہ توبہ کا دوسرا بڑا موضوع :

منافقین کی بری خصلتیں، عادات و اطوار اور جہاد کے خلاف شکوک و شبہات اور اس قسم کی دیگر کئی ایمان سوز بیماریوں کو کھول کھول کر بیان کرنا ہے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ نے اس لیے بھی کھول کر اہل ایمان پر واضح کی ہے کہ وہ ان منافقین سے ہوشیار رہیں کیوں کہ میدان جہاد میں دشمن کافرانہ نقصان نہیں پہنچاتے جتنا نقصان یہ منافق پہنچاتے ہیں۔ اور یہ بات بھی یاد رکھیں کہ جب اور جہاں بھی جہاد ہوگا منافقین ضرور اس میں داخل

ہوں گے، وہ مجاہدین کی صفوں میں گھس کر موقع کی تلاش میں ہوں گے اور وہ ہمیشہ نقصان پہنچانے کی کوشش میں رہیں گے۔

جہاد سے روکنا سب سے بڑا منکر عمل ہے :

منافق مرد اور منافق عورتیں دونوں کا باہمی تعلق بڑا گہرا اور مضبوط ہوتا ہے۔ ان کا پسندیدہ کام لوگوں کو جہاد سے روکنا، بھلائی کے ہر کام سے منع کرنا مگر ترجیحی طور پر یہ جہاد کے دشمن ہیں۔ ان کی سازشوں کا محور و مرکز لوگوں کے اندر شکوک و شبہات پیدا کرنا ہے، بزدلی کا روگ بڑھانے کے لیے جھوٹی افواہیں پھیلانا ان کا من پسند شغل ہے۔

جہاد میں مال خرچ کرنے سے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں :

﴿يَقِصُّونَ آيَاتِي﴾ ”اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مال کو راہ جہاد میں خرچ کرنے سے اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں، بہت گھبراتے اور پریشان ہو جاتے ہیں۔ دوسروں کو بھی راہ جہاد میں مال خرچ کرنے سے منع کرتے ہیں۔“

❀ یہ منافق ہی ہیں جو کہتے ہیں کہ رسول (ﷺ) کے ساتھیوں پر خرچ نہ کرو حتیٰ کہ (مارے بھوک کے) وہ خود بکھر جائیں گے حالانکہ آسمانوں اور زمین کے سارے خزانے تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں مگر یہ منافق سمجھتے ہی نہیں۔ [المنافقون: ۶۳/۷]

یہ ہیں منافق! جو برائی کا حکم دیتے اور بھلائی کے کاموں سے روکنے والے ہیں وجہ یہ کہ ان منافقین کے دل اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن کے منکر ہیں مگر زبان سے محض اس لیے اقراری ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور اہل ایمان کو دھوکا دے سکیں۔

❀ اہل ایمان سے ملتے وقت کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے مگر جب اپنے کافر دوستوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو بس ان سے مذاق کر رہے تھے۔

✽ اسلام سے نفرت اور اہل اسلام سے حسد کی بیماری میں مبتلا ہیں، درپردہ کافروں سے دوستیاں، ہمدردیاں اور وفا داریاں رکھتے ہیں۔

✽ ان کے دل اندھے اور نور بصیرت سے خالی ہیں، نور اسلام کا جگمگ، جگمگ کرتا سورج دیکھنے کے لائق اس لیے نہیں کہ یہ کفر و شرک اور نفاق کے اندھیروں اور تاریکیوں میں بھٹک رہے ہیں۔

✽ دل و دماغ حق و باطل کی تمیز سے عاری ہیں۔

✽ تذبذب کا شکار اور شکوک و شبہات کی وجہ سے کبھی ادھر اور کبھی ادھر نکریں مارتے ہیں۔

✽ برے کام کیا ہیں؟ اس کی تفصیل لمبی ہے تاہم کفر و شرک اور مرض نفاق کے ساتھ چوری، ڈاکا، لوگوں کا مال ناجائز طریقے سے کھانا، بدعات کا ارتکاب، فحاشی و بے حیائی کے امور وغیرہ سب منکرات میں شامل ہیں..... منافقین ان برے کاموں کا حکم بھی دیتے تھے لیکن جہاد کو روکنے کا حکم دینا ان کی اولین ترجیح تھی۔

﴿يٰۤاَيُّهَا اللّٰهُ فَصِّحْهُمْ﴾ منافق اللہ تعالیٰ کو بھلا بیٹھے تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو بھلا دیا اور یہ لوگ اب دین کی طرف نہیں آئیں گے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو توفیق سے محروم کر کے ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا ہے: ﴿وَلَيَكُنَّ لِيَۤا اللّٰهُ لِيَعَذَّبَهُمْ﴾

اللہ تعالیٰ نے ان کا جہاد کے لیے نکلنا پسند ہی نہیں کیا بلکہ ان کو جہاد کے لیے نکلنے کی توفیق سے محروم کر دیا اور انہیں کہہ دیا گیا کہ تم بھی گھروں میں بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔ یہ بد بخت اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت اور توفیق سے محروم اس لیے کیے گئے ہیں کہ یہ بڑے فاسق اور نافرمان ہیں۔

یہ نفاق کوئی معمولی بیماری نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانیوں کا دروازہ نفاق ہی سے کھلتا ہے اور اسی لیے منافق بات بات پر جھوٹ بولتا ہے، وعدہ کی خلاف ورزی کرتا ہے، امانت میں خیانت کرتا اور جھگڑے کے وقت گالی گلوچ کرتا ہے۔

مجاہدو! اگر غلطی سے آپ کبھی جھوٹ بول بیٹھیں تو فوراً استغفار کریں اور اپنی اصلاح کریں، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ الْكُذْبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ»^①
 ”بے شک جھوٹ فسق و فجور اور نافرمانی تک پہنچا دیتا ہے۔“

﴿وَعَدَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتُ النَّارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ذَٰلِكَ جَزَاءُ بَنِي حَسْبُهُمْ
 وَنَعَمَ اللَّهُ لِلْمُتَّقِينَ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ﴾

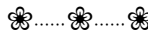
منافقین سے جہنم کی آگ کا وعدہ ہے:

منافقین خواہ مرد ہوں یا عورتیں ان کے اوصاف اخلاق اور اعمال سخت ناپسندیدہ ہیں۔ یہ خائن، جھوٹے اور عہد شکن ہیں۔ جہاد کے دشمن، اللہ کے نافرمان اور رسول اللہ ﷺ کے گستاخ ہیں۔ اہل ایمان سے حسد و بغض رکھنے والے، منکرات کے داعی اور بھلائی کے کاموں میں رکاوٹیں کھڑی کرنے والے ہیں۔ ان سنگین جرائم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں، منافق عورتوں اور کفار سے جہنم کی آگ کا وعدہ کر رکھا ہے اور جہنم کی آگ ہی ان کے لیے کافی ہے جس میں یہ ہمیشہ جلتے رہیں گے۔ بلکہ بلک کر مدد کے لیے پکارتے رہیں گے۔ مگر ان کی وہاں کوئی بات نہیں سنی جائے گی بلکہ یہ لوگ جہنم کی آگ میں ڈال کر بھلا دیے جائیں گے۔

﴿وَأَعَدَّ اللَّهُ﴾ ”ان منافقین پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔“

لعنت کا معنی ہے: «الْبُعْدُ مِنَ الرَّحْمَةِ»

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری اور بُعد، اور جس کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دور کر دے تو اس کا مطلب ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی، غصہ اور غضب ہے سوان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور پھٹکا رہے۔ رحمت سے دوری ہے۔



① مسلم، کتاب البر والصلة، باب قبح الکذب، و حسن الصدق، و فضله: ۲۶۰۷۔

﴿كَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوا أَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَأَكْثَرَ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا فَاسْتَمْتَعُوا بِغُلَامِهِمْ
فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِغُلَامِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعْتُمُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ فَلَا يَغْنَصُكُمْ كَالَّذِينَ خَالَفُوا
وَأُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ أَلَمْ يَأْتِهِمْ نَبَأُ الَّذِينَ
مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَثَمُودٌ وَقَوْمُ الْفِيلِ وَأَصْحَابُ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكَاتِ أَتَتْهُمْ
رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُظِلِّهِمْ وَلَكِنْ كَانُوا لِنَفْسِهِمْ يُظِلُّونَ﴾

[التوبة: ۶۹، ۷۰]

”ان لوگوں کی طرح جو تم سے پہلے تھے، وہ قوت میں تم سے بڑھ کر اور اموال اور اولاد میں زیادہ تھے تو وہ اپنے حصے سے فائدہ اٹھا چکے پھر تم نے اپنے حصے سے فائدہ اٹھایا جس طرح ان لوگوں نے اپنے حصے سے فائدہ اٹھایا جو تم سے پہلے تھے اور تم نے بھی فضول باتیں کیں، جس طرح انھوں نے کیں۔ یہ لوگ! ان کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور یہی خسارہ اٹھانے والے ہیں۔ کیا انھیں ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو ان سے پہلے تھے؟ نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ابراہیم کی قوم اور مدین والے اور الٹی ہوئی بستیوں والے، ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آئے تو اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔“

نافرمان قوموں کے انجام سے نصیحت حاصل کرو:

منافقو! اللہ، اس کے رسول اور آیات الہی سے تمہارا مذاق یہ کوئی نئی چیز نہیں۔ تم سے پہلے بہت سی طاقت ور اور مال و اولاد کی نعمتوں سے مالا مال قوموں نے بھی تمہاری طرح مذاق اڑایا تھا۔ ان کے پاس جسمانی قوت و طاقت تم سے زیادہ تھی اور وہ تمہاری طرح سرکشی و نافرمانی کے مرتکب ٹھہرے تھے۔ درازی عمر کے باوجود انھوں نے آیات الہی پر غور و فکر نہیں کیا اور تم بھی انہی کی طرح احمق اور بے عقل ہو، اللہ تعالیٰ نے انہیں کثرت مال

سے نواز رکھا تھا اور اولاد کی نعمت بھی عطا کی ہوئی تھی مگر انھوں نے ان نعمتوں سے صرف دنیا میں چند دن کا فائدہ اٹھایا اور آخرت کے لیے کچھ آگے نہیں بھیجا، تمہارا حال بھی انہی کی طرح ہے کہ تم بھی اپنے مال کو راہ جہاد میں خرچ کرنے سے مٹھی بند کر لیتے ہو، پہلی سرکش قوموں کی طرح تم بھی ان نعمتوں سے چند دن تک فائدہ اٹھاؤ، ان لوگوں کو ہم نے پکڑ کر عبرت ناک سزا دی تھی اور اگر تم بھی نہ سنبھلے تو تمہارا حشر بھی انہی لوگوں کی طرح بڑا تباہ کن اور خوفناک ہوگا۔

منافقو! تمہارے پاس ان لوگوں کی تباہی و بربادی کے حالات نہیں پہنچے؟ تو آؤ ہم تمہیں چھ بڑی سرکش قوموں کی ہلاکت کا قصہ سنائے دیتے ہیں۔

① قوم نوح کو اللہ تعالیٰ نے غرق کر دیا:

منافقو! قوم نوح کا قصہ سنو! یہ قوم بڑی سرکش اور اللہ تعالیٰ کی نافرمان تھی۔ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان لوگوں نے پانچ معبود بنا رکھے تھے اور ان کی عبادت کو اپنے آپ پر لازم کر رکھا تھا ان کے پانچ معبودوں کے نام یہ تھے: ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر۔ قوم نوح ان پانچوں کی عبادت میں لگی ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو ان کے پاس بھیجا تاکہ وہ انہیں سمجھائیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں لہذا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ اور ان بناوٹی معبودوں کو چھوڑ دو ورنہ مجھے شدید ڈر ہے کہ کہیں تم پر اللہ کا عذاب ہی نہ آجائے۔

قوم کے بڑے بڑے لوگوں نے نوح علیہ السلام کی بات سن کر یہ جواب دیا: ہم تو دیکھتے ہیں کہ تو ہمارے ہی جیسا ایک آدمی ہے۔ ہم تو یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ تیری بات ماننے والے کم عقل اور بڑے ہی نیچے قسم کے لوگ ہیں۔ ہم یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ تمہارے اندر ہم سے زیادہ فضیلت والی بات بھی کوئی نہیں۔ ہم تجھے جھوٹا سمجھتے ہیں اور ہم تمہاری دعوت کا انکار کرتے ہیں۔



نوح علیہ السلام اپنی قوم کو ساڑھے نو سو سال تک اللہ کا تعارف کراتے، اس کا پیغام پہنچاتے اور اس کے عذاب سے ڈراتے رہے۔ نوح علیہ السلام نے کہا: ”اے میری قوم! میں تمہیں صاف بات کہتا ہوں کہ صرف اللہ کی عبادت کرو اور میری بات مان لو مگر قوم نے دعوت قبول کرنے سے انکار کیا اور ان کی بات سننے سے راہ فرار اختیار کی۔

نوح علیہ السلام قوم کو اللہ کی بخشش اور جنت کی طرف ساڑھے نو سو سال بلاتے رہے۔ مگر قوم ہر موقع پر نئے سے نیا طریقہ اختیار کر کے دعوت سننے سے انکار کرتی رہی، کبھی تو کانوں میں انگلیاں ڈال کر بات سننے سے انکار ہوتا۔ جب کبھی آمنے سامنے بات ہوتی تو تکبر، غرور اور سرکشی کا مظاہرہ کیا جاتا۔ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو با آواز بلند دعوت دی، اعلانیہ اور غیر اعلانیہ ہر طرح اللہ کا پیغام پہنچایا لیکن دعوت قبول کرنے والوں کی تعداد صرف چالیس تھی اور یہ ساڑھے نو سو سال کی محنت کا حاصل تھا۔

منافقو! تمہاری طرح نوح علیہ السلام سے ان کی قوم مذاق کرتی رہی..... اہل ایمان کو بیوقوف، ارزل، گھٹیا اور بچے ہونے کا طعنہ دیتی رہی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے پانی کا سیلاب بھیجا اور پھر اس سرکش قوم میں سے کوئی ایک بھی غرق ہونے سے نہ بچ سکا۔

منافقو! تمہیں بھی عرصہ نو سال سے مہلت ملی ہوئی ہے، اللہ پر ایمان لے آؤ، دل و جان سے رسول ﷺ کی اطاعت کرو، اہل ایمان کو بیوقوف کہہ کر ان کی دل آزاری ترک کر دو، جہاد دشمنی سے باز آ جاؤ، ورنہ تمہارا حشر بھی قوم نوح جیسا ہوگا اور تمہیں بھی اللہ تعالیٰ اپنے کسی عذاب سے غرق کر دے گا۔

﴿2﴾ قوم عادت کتنی طاقتور تھی؟

عادیوں کی طاقت و قوت، قد و قامت، کاریگری اور ہنرمندی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے:

کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ تیرے رب نے عاد کے ساتھ کیا سلوک کیا، اِرم والے

عادی جو ستونوں کی طرح بلند قامت تھے؟ جن کی مانند دنیا بھر میں کوئی دوسری قوم پیدا ہی نہیں کی گئی۔ یہ لوگ قد و قامت کے لحاظ سے اونچے اور لمبے تڑنگے تھے۔ اپنے قد کے مطابق مکانات بھی بہت اونچے اونچے بناتے۔ دوران سفر خیموں کو نصب کرنے کے لیے بھی لمبی لمبی لکڑیاں استعمال کرتے اور ایسا معلوم ہوتا کہ جیسے اونچے اونچے ستون نصب ہیں۔ اتنی بلند قامت، مضبوط اور زور آور قوم اللہ تعالیٰ کی زمین پر آباد شہروں میں کہیں بھی موجود نہ تھی۔

نبی اور قوم کے مابین مکالمہ:

قوم عاد بت پرست تھی، ان لوگوں نے بھی اللہ تعالیٰ کے علاوہ معبود بنا رکھے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہود علیہ السلام کو ان لوگوں کے پاس بھیجا تاکہ وہ انھیں سمجھائیں کہ جھوٹے معبود نفع و نقصان کے مالک نہیں اور نہ وہ عبادت کے لائق ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر ہود علیہ السلام قوم عاد کے پاس گئے اور انھیں سمجھاتے ہوئے کہا:

اے میری قوم! صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو کیوں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اے میری قوم! تم نے بتوں کو معبود تسلیم کر کے اپنے آپ پر بڑا ظلم کیا سوائے حقیقی رب کے سامنے توبہ و استغفار کرو اور معافیاں مانگو۔

قوم کے لوگوں نے کہا: اے ہود! تو ہمارے پاس کوئی بین دلیل تو لایا نہیں، ہم صرف تیرے کہنے پر اپنے معبودوں کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں؟ ہم تجھ پر ایمان نہیں لاسکتے اس لیے کہ ہمارے خیال کے مطابق ہمارے معبود تم سے سخت ناراض ہیں اور سزا کے طور پر تجھے بیماری لگا دی ہے اس لیے تو ایسی باتیں کرتا ہے کہ معبود صرف ایک ہے۔ یہ بات ہم کیسے مان لیں؟ ہود علیہ السلام نے کہا: ”میری قوم! میرے ذمہ صرف اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا تھا سو وہ میں نے پہنچا دیا، اگر تم میری بات مان لو گے تو فائدہ تمھارا ہے اور نہیں مانو گے تو اللہ تعالیٰ تمھیں عذاب میں گرفتار کرے گا۔“ قوم نے کہا: تو ہمیشہ عذاب کی دھمکی دیتا ہے اگر لاسکتا ہے تو وہ

عذاب لے آہم اسے روکنے کی پوری قوت اور مقابلے کی بھرپور طاقت رکھتے ہیں۔
 ﴿قَوْمَ عَادَ﴾ قوم عاد نے اللہ تعالیٰ کی زمین میں سرکشی اور تکبر کیا اور کہنے لگے کہ ہم سے زیادہ زور
 آور کون ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”کیا انھیں یہ نظر نہ آیا کہ جس نے انھیں پیدا کیا ہے (قوت و طاقت دی ہے)
 وہ ان لوگوں سے بہت ہی زیادہ قوت و طاقت والا ہے، یہ بدنصیب قوم آخر تک
 ہماری آیات کا انکار کرتی رہی۔“ [حکم السجدہ: ۱۵/۴۱]

تندو تیز آندھی کا عذاب:

پھر قوم عاد پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا، قرآن مجید میں ہے:
 ”وہ تندو تیز آندھی سے ہلاک کر دیے گئے، جو مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن
 برابر چلتی رہی۔ یہ لوگ اس طرح گرے پڑے تھے جیسے کھجور کے کھوکھلے تنے۔“

[الحاقة: ۷/۶۹]

نیز فرمایا: ”ہو ایسی زبردست تیز تھی کہ لوگوں کو زمین سے اٹھا اٹھا کر پھر زمین پر پٹختی
 گویا وہ جڑ سے اکھاڑے ہوئے کھجور کے تنے ہوں۔ سو بتاؤ، میرا ڈرانا اور میری سزا کیسی رہی؟
 منافقو! تم ان لوگوں سے زیادہ قوت والے نہیں ہو اس لیے تم بھی پکڑ لیے گئے تو پھر
 انجام بڑا ہی تباہ کن اور خوفناک ہوگا لہذا جہاد کی مخالفت اور دشمنی چھوڑ دو۔

اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور رسول اللہ ﷺ سے مذاق و استہزاء کا مکروہ عمل ترک کر دو
 اس سے فائدہ تمھارا ہی ہے ورنہ عادیوں کا حشر دیکھ لو! اللہ تعالیٰ نے تندو تیز ہوا کو حکم دیا
 کہ وہ ان کو ہلاک کر دے تو حکم الہی کی تعمیل میں یہ ہوا لوگوں کو بند گھروں اور مضبوط قلعوں
 سے بھی اٹھا کر بلندی تک لے جا کر پھر زمین پر پٹختی جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ہر سرکش
 ظالم کا سرتن سے جدا ہو کر دھڑا لگ اور سر الگ ہو کر دور جا گرتے۔ منہ اور گردن کے

راستے ہو داخل ہوتی اور دبر کے راستے سے نکل جاتی اور یہ لاشیں درخت کے کھوکھلے تنے یا پائپ کی طرح خالی پڑی نظر آتیں۔

③ قوم شمود:

ہم نے قوم شمود کے پاس ان ہی کے بھائی صالح علیہ السلام کو بھیجا۔ اے میری قوم! بت پرستی چھوڑ کر ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو کیوں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں..... تمہارے پاس پروردگار کی طرف سے واضح اور روشن دلیل آ چکی ہے، یہ نشانی کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی اوٹنی! اسے زمین میں کھلا چھوڑ دو اور یہ جہاں چاہے چرتی پھرے، اسے کوئی نقصان اور تکلیف نہ پہنچاؤ ورنہ تمہیں دردناک عذاب آ گھیرے گا اور یاد رکھو! اللہ تعالیٰ نے عاد کے بعد تمہیں ان کا جانشین بنایا ہے اور اس علاقہ میں تمہیں آباد کیا ہے، ہنرمندی اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ طاقت کا عالم تو یہ ہے کہ تم میدانی علاقوں میں بڑے بڑے محل تعمیر کرتے ہو اور پہاڑوں کو تراش تراش کر بھی بڑے مضبوط گھر بناتے ہو تو اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو یاد رکھو! اور زمین میں فساد نہ مچاتے پھرو۔

صالح علیہ السلام کی پرورد نصیحت سن کر قوم نے بت پرستی چھوڑنے کے بجائے اپنے مشرکانہ عمل پر قائم رہنے اور ڈٹ جانے کے ساتھ ساتھ سرکشی کا مظاہر کیا۔

انہوں نے معاشرے کے کمزور لوگوں سے جو اہل ایمان تھے یہ کہا: کیا تمہیں یقین ہے کہ صالح علیہ السلام واقعی اللہ کے رسول ہیں؟“ انہوں نے کہا: ہم تو ان کے لائے ہوئے دین پر اور ان کے رسول ہونے پر پختہ ایمان رکھتے ہیں۔ متکبرین نے کہا کہ جس چیز پر تم ایمان لائے ہو ہم تو کھلے اور واضح طور پر اس کا انکار کرتے ہیں۔ پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اوٹنی کو زخمی کر کے اپنے رب کی اعلانیہ بغاوت و سرکشی کی اور کہنے لگے:

”اے صالح! اگر تو واقعی سچا رسول ہے تو وہ عذاب لے آ جس سے تو ہمیشہ ہمیں ڈراتا

رہتا ہے۔ بالآخر ایک زبردست زلزلہ آیا اور وہ اپنے گھروں ہی میں ڈھیر ہو گئے۔“



ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿فَإِنَّ ثَمُودَ هَلَكُوا بِالطَّاغُوتِ﴾ [الحاقة: ۶۹/۵]

”قوم ثمود بے حد اونچی اور خوفناک آواز سے ہلاک کر دی گئی۔“

نیز فرمایا :

﴿إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رَحْمَةً مِنْ أَهْلِ الْيَوْمِ الْآخِرِ فَمَنْ يَتَذَكَّرْ لَهُ نَسِيَ الْإِنذَارَ فَأَخْلَاهُ﴾

[القمر: ۲۰، ۱۹]

”ہم نے ان پر ایک خوفناک اور گرج دار آواز بھیجی، وہ ایسے ہو گئے جیسے اوندھی

پڑی ہوئی کانٹوں کی باڑ ہو۔“

قوم ثمود کو اللہ تعالیٰ نے زبردست زلزلے کے ساتھ ساتھ ایک زبردست گرج اور

خوفناک چیخ کے ذریعے ہلاک کر دیا۔

منافقو! عبرت حاصل کرو، جہاد دشمنی ترک کر کے قربانیوں کے لیے نبی ﷺ کے

ساتھ نکل پڑو! ورنہ خوفناک زلزلے، خطرناک آوازیں اور تند و تیز آندھیاں تمہیں بھی

آ پکڑیں گی۔

③ ابراہیم علیہ السلام کی قوم:

(اے نبی!) ان کو ابراہیم علیہ السلام کا قصہ سنا دیجیے! جب انھوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم

سے پوچھا کہ: ”جن چیزوں کی تم عبادت کرتے ہو ان کی حیثیت کیا ہے؟“ تو انھوں نے

جواباً کہا: ”ہم ان بتوں کی پوجا کرتے ہیں اور ان کو خوش کرنے کے لیے ان کے پاس

اعتکاف بھی بیٹھتے ہیں۔“

ابراہیم علیہ السلام نے پھر پوچھا: ”جب تم ان بتوں کو پکارتے ہو تو کیا یہ تمہاری پکار سنتے

ہیں؟ تمہیں کسی قسم کا کوئی نفع یا نقصان دینے کا اختیار رکھتے ہیں؟“ وہ کہنے لگے: ”ایسی

بات تو نہیں بس ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔“ ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

”جن کو تم پوجتے ہو اور تمہارے باپ دادا پوجتے تھے یہ سب میرے دشمن ہیں، سوائے ایک ذات، رب العالمین کے۔ جس نے مجھے پیدا کیا اور وہی مجھے سیدھا راستہ بھی دکھاتا ہے۔ وہی مجھے بھوک میں کھلاتا اور پیاس کے وقت وہی مجھے پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو مجھے تندرستی اور شفا عطا فرماتا ہے۔ وہی مجھے موت دے گا اور پھر زندہ کرے گا اور اسی ذات سے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے گناہ بھی معاف کرے گا۔“ [الشعراء: ۶۹/۲۶ تا ۸۲]

اپنے معبودوں کی مدد کرو اور ابراہیم کو جلا دو:

جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے پوچھا: ”یہ مورتیاں، بت اور جسے ان کی کیا حقیقت ہے کہ تم ان کے سامنے عاجزی اور انکساری کے ساتھ حالت اعتکاف میں بیٹھے رہتے ہو؟ تو وہ کہنے لگے: ”ہم نے اپنے باپ دادا کو ان مجسموں، مورتیوں اور بتوں کی پوجا کرتے دیکھا ہے۔“ ابراہیم علیہ السلام نے کہا: ”پھر تو تم بھی اور تمہارے باپ دادا بھی کھلی اور واضح گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔“

وہ کہنے لگے: ”اے ابراہیم! کیا واقعی تو سنجیدگی کے ساتھ یہ بات کہہ رہا ہے یا ہمارے ساتھ محض دل لگی اور مذاق کر رہا ہے؟“ ابراہیم علیہ السلام نے کہا: ”بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب صرف وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے جس نے انہیں پیدا کیا اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں ہاں ایک اور بات بھی تمہیں بتا دوں کہ اللہ کی قسم! تمہارے چلے جانے کے بعد میں تمہارے ان بتوں اور بے حقیقت معبودوں سے ضرور ایک خاص قسم کی چال چلوں گا۔“ چنانچہ ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے ہتھوڑا پکڑا اور بت خانے میں داخل ہو گئے۔ تمام بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا سوائے ایک بت کے جو سب سے بڑا تھا اور یہ اس لیے چھوڑا تا کہ وہ لوگ اس بڑے بت سے آکر پوچھیں۔ جب وہ

لوگ آئے اور بت خانے کا یہ منظر دیکھا تو بے ساختہ پکار اٹھے: ہائے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ سلوک کس نے کیا ہے؟ جس نے یہ کام کیا ہے یقیناً! وہ بہت بڑا ظالم ہے..... کچھ دیر سوچنے کے بعد..... پھر خود ہی کہنے لگے: ہم نے ایک نوجوان کو بتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا تھا، اس کا نام ابراہیم ہے۔ فیصلہ ہوا کہ اس کو پکڑ کر مجمع کے سامنے لایا جائے تاکہ سب لوگ دیکھ لیں چنانچہ ابراہیم علیہ السلام لائے گئے..... ان لوگوں نے پوچھا: اے ابراہیم! ہمارے بتوں کے ساتھ یہ سلوک تم نے کیا ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے جواباً کہا: ”یہ اس بڑے بت کی کارروائی ہو سکتی ہے اگر یہ کچھ بتا سکتا ہے تو اسی سے صحیح صورت حال کے متعلق پوچھو۔ یہ بات سن کر شرمندگی سے سب کے سر جھک گئے..... کچھ دیر سوچنے کے بعد ایک دوسرے سے کہنے لگے: ان مورتیوں اور بتوں کی پوجا کر کے حقیقتاً تو ظالم تم خود ہی ہو..... مارے ندامت کے پھر کہنے لگے: ”ابراہیم (علیہ السلام)! تجھے اچھی طرح علم ہے کہ یہ مجسے کچھ بھی نہیں بولتے۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا: ”تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان بے جان بتوں کی پوجا کرتے ہو جو تمہیں کچھ نفع دے سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان..... تم پر افسوس..... جن کی تم پوجا کرتے ہو ان پر بھی تف ہے..... کیا تمہیں کچھ بھی عقل نہیں؟ تم ذرا بھی نہیں سوچتے ہو؟“

ابراہیم علیہ السلام کی یہ باتیں سن کر وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے: اگر تم نے کچھ کرنا ہی ہے تو پھر ابراہیم کو جلا ڈالو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر کچھ کر سکو تو یہی ایک بہتر کام ہے۔ چنانچہ انہوں نے آگ جلائی اور ابراہیم علیہ السلام کو اس میں پھینک دیا، اللہ تعالیٰ نے آگ کے لیے حکم بھیجا:

”اے آگ! تو ابراہیم کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا۔“

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انہوں نے تو ابراہیم علیہ السلام کے خلاف بہت بڑا منصوبہ تیار کیا تھا مگر ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو بچا کر..... ان تمام مشرکوں کو مکمل طور پر ناکام و نامراد کر ڈالا۔

ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے وقت کے حکمران کو دعوت توحید:

وقت کے حکمران نمرود سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا آمننا سامنا ہوا، جو اپنے آپ کو رب کہلواتا تھا۔ چار سو سال تک حکومت کرنے کی وجہ سے دماغ میں رعونت، مزاج میں انانیت اور کبر و غرور، طبیعت میں سرکشی و خود پسندی کی بیماریاں گھر چکی تھیں، سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کا تعارف کراتے ہوئے اسے سمجھایا کہ میرا رب خالق ہے ہر ایک کو زندگی عطا کرتا ہے، پھر طے شدہ مدت اور دی گئی مہلت کے بعد موت بھیج کر ہر ایک کو مار دیتا ہے۔ نمرود نے کہا زندگی موت کا مالک تو میں ہوں ابھی تمہارے سامنے اس دعویٰ کو سچا ثابت کر دیتا ہوں پھر نمرود نے دو قیدی منگوائے، ان میں سے ایک کو رہا کر کے دوسرے کو قتل کر دیا اور کہا دیکھو! زندگی موت میرے ہاتھ میں ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اچھا پھر سنو! میرا رب تو وہ ہے جو ہمیشہ سے سورج کو مشرق سے نکالتا ہے اب تم سورج کو مغرب سے نکال کے دکھا دو۔ یہ بات سن کر وہ حیران رہ گیا۔

قوم ابراہیم کی ہلاکت:

اے منافقین کی جماعت! تمہارے پاس ان قوموں کے حالات کی خبریں اس سے پہلے اگر نہیں پہنچیں تو اب ہم نے تمہیں سب کچھ بتا دیا، قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود اور قوم ابراہیم کے حالات کے بعد اب تم مدین والوں کے قصہ پر بھی غور کر کے چاہو تو اپنی روش بدل لو، جہاد دشمنی چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور اس کے رسول سے مذاق ترک کر کے ان پر تہ دل سے ایمان لے آؤ تو بچ جاؤ گے ورنہ اللہ کی پکڑ بڑی سخت ہے۔

قوم شعیب:

قوم شعیب یعنی اصحاب مدین مشرکانہ عقائد بت پرستی کے ساتھ ساتھ ناپ تول میں کمی کی بیماری میں مبتلا تھے۔ اس قوم پر اللہ تعالیٰ نے بیک وقت تین طرح کا عذاب بھیجا:

﴿فَاتَّخَذَ لَهُمْ عَذَابٌ يَوْمَ الظُّلُمَاتِ﴾ [الشعراء: ۱۸۹/۲۶]

”انھیں سائبان والے دن عذاب الہی نے آ پکڑا۔“

﴿فَاتَّخَذَ لَهُمُ الرَّجْفَةُ﴾ [الأعراف: ۷۸/۷]

”پھر ان کو زلزلے کے عذاب نے آ گھیرا۔“

﴿وَاتَّخَذَ يَوْمَ ذَلِكَ الظِّلْمُ الْقَيْظَةَ﴾

”ظالموں کو ایک زبردست چیخ نے آ پکڑا۔“

اس خوشحال قوم کی سرکشی اور بت پرستی کے روگ کے ساتھ ساتھ ناپ تول میں کمی، مال و دولت کی حرص، طمع اور لالچ کے جرائم کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے پہلے تو ان پر سائبان جیسا ایک بادل بھیجا، جس سے آگ کے شعلے اور چھوٹی بڑی چنگاریاں نکلنے لگیں۔ پھر ایک ہولناک، خوفناک اور دل پھاڑنے والی تند و تیز آواز پیدا ہوئی، لوگ جان بچانے کے لیے ادھر ادھر بھاگے تو پھر تیسرا عذاب خوفناک زلزلے کی شکل میں آ پہنچا، کچھ دیر پہلے تک زندگی کی رونقیں تھیں، بازاروں میں چہل پہل اور دوستوں کی خوش گپیاں تھیں۔ لوگ زندگی کی تمام سہولتوں سے محفوظ اور لطف اندوز ہو رہے تھے کہ اچانک تین مختلف قسم کے عذابوں نے پوری قوم کو آ پکڑا پھر منظر کیا تھا؟ قرآنی الفاظ پر غور کریں۔

عذاب کے بعد کا منظر:

”جن لوگوں نے شعیب (علیہ السلام) کو جھٹلایا تھا ان کی حالت یہ ہوگئی کہ وہ اوندھے

منہ پڑے رہ گئے گویا وہ کبھی یہاں آباد ہی نہ تھے۔“ [الأعراف: ۹۲/۷]

ان ظالموں کو ایک زبردست چٹکھانے آ پکڑا اور وہ اپنے ہی گھروں میں اوندھے منہ پڑے کے پڑے رہ گئے، یوں محسوس ہوتا تھا کہ وہ کبھی وہاں رہے ہی نہ تھے ﴿لَا بَعْدَ لَهُمْ﴾ ”خبردار! مدین والے دور ہو گئے، دفع ہو گئے ﴿لَا بَعْدَ لَهُمْ﴾ جس طرح ثمودیوں کو اللہ تعالیٰ نے عذاب بھیج کر دنیا سے دفع اور دور کر دیا تھا۔“ [ہود: ۱۱: ۹۵، ۹۴]

تباہ ہونے والی قوم کے لیے شعیب علیہ السلام کی نصیحت :

شعیب علیہ السلام نے کہا: ”اے میری قوم! ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس لیے کہ اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں۔ ناپ تول میں کمی نہ کرو۔ انصاف کے ساتھ ماپ تول پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے نہ دیا کرو۔ زمین میں فساد نہ مچاتے پھرو۔ اگر تم ایمان والے ہو تو تجارت میں حلال کردہ نفع ہی تمہارے لیے بہتر ہے۔ تم خوشحال ہو، نصیحت قبول کر لو کیوں کہ دنیا کے حریص مالدار نصیحت کم ہی قبول کرتے ہیں اس لیے مجھے شدید خطرہ ہے کہ تمہیں اللہ کا عذاب ہی نہ آن پہنچے۔ [ہود : ۸۴/۱۱] راستوں پر بیٹھ کر اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والے لوگوں کو مت ڈراؤ۔ اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے مت روکو۔ صراط مستقیم میں کجی اور ایچ پیچ مت تلاش کرو۔

قوم کے خوشحال متکبرین کا جواب اور دھمکی :

متکبر سردار کہنے لگے: اے شعیب! ہم تجھے اور تجھ پر ایمان لانے والوں کو بستی سے نکال دیں گے۔ بستی میں رہنے کی صرف ایک صورت ہے کہ تم ہمارے دین کی طرف واپس پلٹ آؤ۔ پھر کہنے لگے: اے شعیب! کیا تیری نماز تجھے ان باتوں کی تلقین کرتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے معبودوں کو چھوڑ دیں؟ ہم اپنے مالوں میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف نہ کریں؟ اے شعیب! تیری باتیں ہماری تو سمجھ میں ہی نہیں آتیں۔ ویسے بھی ہم اپنے مقابلے میں تجھے بہت کمزور خیال کرتے ہیں۔ اگر تیری برادری کا ڈر نہ ہوتا تو ہم پتھر مار مار کر تجھے ختم کر دیتے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا، بادل سے آگ کے شعلے برسے، تند و تیز اور خوفناک چیخیں آنے لگیں اور پھر زلزلے نے باقی کام پورا کر کے اس قوم کو ایسے بنا دیا جیسے وہ کبھی یہاں آباد ہی نہ تھے۔

منافقو! تم بھی ہوش کرو! اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی مہلت، عطا کردہ مال و دولت اور خوشحالی کے باعث اکڑنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے سامنے جھک جاؤ اور اللہ پر ایمان لے آؤ۔

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو۔ جہاد سے وابستہ ہو کر مال و جان کو اللہ تعالیٰ کی رضا میں قربان کر دو۔ بچنے کی واحد صورت یہی ہے ورنہ عذاب الہی آنے ہی والا ہے۔

⑥ الثانی گئی بستیاں:

الثانی ہوئی بستیوں سے مراد سیدنا لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیاں ہیں۔ قوم لوط پر اللہ تعالیٰ نے عذاب بھیجا۔ جبرائیل علیہ السلام نے اس پورے علاقے کو اپنے پر کے اوپر اٹھالیا اور آسمان کے قریب لے جا کر الٹا کر زمین پر دے مارا۔ اللہ تعالیٰ کا غضب مزید بھڑکا اور پھر ان بستیوں پر پتھروں کی بارش برسائی گئی اور یوں یہ قوم صفحہ ہستی سے مٹا کر رکھ دی گئی۔ منافقو! تم بھی انہی لوگوں کی طرح ہو جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ منافقو! وہ لوگ تم سے زیادہ طاقت ور تھے۔ مال و زر اور اولاد کے لحاظ سے تم سے کہیں بڑھ کر تھے۔ انھوں نے اپنے حصے کے مزے لوٹے..... تم بھی اپنے نصیب کے مزے لوٹ لو۔ تم انہی باتوں میں لگے ہوئے ہو جن میں وہ پڑے ہوئے تھے۔ ایسے لوگوں کے اعمال دنیا و آخرت میں برباد ہو گئے اور وہ خسارے میں رہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَبَاكَاتِ اللَّهُ بِظُلُمِهِمْ وَلَئِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ﴾

”ظلم تو اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف ہے۔ یہ عذاب اس لیے اللہ تعالیٰ نے بھیجے

کہ وہ لوگ خود اپنے آپ پر ظلم کر رہے تھے۔“

منافقو! تم بھی اپنے آپ پر ظلم کر رہے ہو، یہ ظالمانہ روش احقرانہ کارروائیاں ترک کر کے جہاد، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے تعلق قائم کر کے عذاب الہی سے بچ جاؤ..... ورنہ اللہ کی گرفت بڑی سخت اور وقت گرفت بڑا قریب ہے..... خوب سمجھ لو!!



﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

وَيَقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ أَمْرًا وَرَسُولًا أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ
عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿التوبة: ٧١﴾

”اور مومن مرد اور مومن عورتیں، ان کے بعض بعض کے مددگار ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ عنقریب رحم کرے گا، بے شک اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“

مومن کون ہے؟ ان آیات میں اہل ایمان کے اوصاف حمیدہ کا ذکر ہو رہا ہے۔ پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ مومن ہے کون؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ»^①

”ایمان کی ساٹھ سے زیادہ شاخیں ہیں اور حیا بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے۔“

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ»^②

”مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ»^③

”کوئی شخص صاحب ایمان نہیں ہو سکتا، یہاں تک کہ وہ اپنے (مسلمان) بھائی کے لیے وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔“

اہل ایمان ایک جسم اور عمارت کی طرح ہیں:

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

① بخاری، کتاب الإيمان، باب أمور الإيمان: ۹۔

② بخاری، کتاب الإيمان، باب أمور الإيمان: ۱۰۔

③ بخاری، کتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه ما يحب لنفسه: ۱۳۔

﴿مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى﴾^①

”تم ایمان داروں کو آپس میں رحم کرنے، محبت اور شفقت کرنے کے لحاظ سے ایک جسم کی مانند پاؤ گے کہ جب جسم کا کوئی عضو بیمار ہوتا ہے تو بیماری اور جاگنے کی وجہ سے سارا جسم تکلیف اور بخار میں مبتلا ہوتا ہے۔“

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا تَمَّ شَبْكُ بَيْنَ أَصَابِعِهِ﴾^②

”ایماندار دوسرے مومن بھائی کے لیے ایک عمارت کی طرح ہے جیسا کہ عمارت کا ایک حصہ دوسرے حصے کو سہارا دیے اور مضبوط کیے رکھتا ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کیا۔“

باہمی محبت کے بغیر کوئی شخص ایمان دار نہیں بن سکتا:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا، وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا، أَوَّلَا أَدْلُكُمْ عَلَى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ؟ أَفَشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ﴾^③

”تم جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتے جب تک تم ایمان نہیں لاتے اور تمہارا ایمان اس وقت تک کامل نہیں جب تک تم آپس میں محبت نہیں کرتے کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ جب تم وہ کرنے لگو تو ایک دوسرے سے محبت پیدا ہو جائے؟ وہ یہ کہ تم آپس میں سلام کو عام کرو۔“

① مسلم، کتاب البر والصلة، باب تراحم المؤمنین وتعاطفہم وتعاضدہم: ۲۵۸۶۔

② بخاری، کتاب الأدب، باب تعاون المؤمنین بعضهم بعضاً: ۶۰۲۶۔

③ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان أنه لا یدخل الجنة إلا المؤمنون..... الخ: ۵۴۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ أَحَبَّ لِلَّهِ وَأَبْغَضَ لِلَّهِ وَأَعْطَى لِلَّهِ وَمَنَعَ لِلَّهِ فَقَدْ اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ»^①
 ”جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کی اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے دشمنی کی اور اگر
 کسی کو کچھ دیا تو وہ بھی اللہ کے لیے اور اگر کسی سے روکا تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے
 لیے تو اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔“

﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ﴾ [التوبة : ۷۱]

① اس آیت میں اہل ایمان کی پہلی صفت یہ بیان ہوئی ہے کہ ”وہ ایک دوسرے کے
 دوست، ہمدرد اور خیر خواہ ہوتے ہیں۔“

✽ وہ ایک دوسرے کے ہمدرد، خیر خواہ، مددگار، بھی خواہ اور دلی دوست ہوتے ہیں۔
 ✽ مومن جو اپنے لیے پسند کرتا ہے وہی دوسرے مسلمان بھائی کے لیے پسند کرتا ہے۔
 ✽ ایک مسلم کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان مامون و محفوظ ہوتے ہیں۔
 ✽ مومن اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں سے دلی محبت رکھتے ہیں، ہمدردی کے جذبات
 کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کے لیے امن و سلامتی کے خواہش مند ہوتے ہیں۔
 ✽ اہل ایمان کا باہمی معاملہ ایک جسم کی طرح ہے کہ جس طرح تکلیف پاؤں میں ہو تو
 آنکھیں آنسو بہائیں گی، تکلیف مشرق میں رہنے والوں کو ہو تو درد کی شدت مغرب
 والے بھی محسوس کرتے ہیں۔

✽ اہل ایمان کے باہمی تعلق کی مثال دیوار میں لگی ہوئی اینٹوں کی طرح ہے جو باہم جڑی
 ہوئی اور ایک دوسرے کو سہارا دیے ہوئے ہوتی ہیں۔
 ✽ اہل ایمان ایک دوسرے پر مہربان ہوتے ہیں۔
 ✽ دوسرے مسلمان بھائیوں کے ساتھ عاجزی، انکساری اور نرمی سے پیش آتے ہیں۔

① أبو داؤد، کتاب السنۃ، باب الدلیل علی زیادۃ الإیمان و نقصانہ : ۴۶۸۱۔

- ✽ اپنے مسلم بھائی کے عیب چھپاتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے عیب چھپا دے۔
- ✽ اہل ایمان کو نصیحت کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
- قطع رحمی نہ کرو، آپس میں دشمنی نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، حسد سے بچو اور اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔^①
- ✽ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾ [الحجرات: ۱۰/۴۹] ”مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔“

دوسری نشانی:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا جَنَّتَهُ﴾

اہل ایمان کی دلی دوستی کا تقاضا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو بھلائی کے لیے تیار کریں، اچھائی کی ترغیب دیں اور نیکی کے کاموں کا حکم کریں، کوئی بھائی نماز میں سست ہے تو اسے محبت سے سمجھائیں، خیر خواہی اور ہمدردی سے ترک نماز کے نقصانات بیان کریں اور باجماعت نماز کے فوائد و ثمرات سے آگاہ کریں۔ جب خود مسجد کا رخ کریں تو اس بھائی کو بھی اپنے ہمراہ مسجد میں لے جائیں، کوئی بھائی جہاد سے پیچھے ہے تو خوب محنت کر کے جہادی محاذوں کو سجانے کے لیے تیار کریں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ ۖ﴾ [الأنفال: ۶۵/۸]

”اے نبی! اہل ایمان کو جہاد کے لیے ابھاریے۔“

نیکی کے ہر کام اور بھلائی کے ہر عمل کے لیے اہل ایمان ایک دوسرے کو تیار کرتے، ترغیب دیتے اور حکم کرتے دکھائی دیتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے بھائیوں کو برائی سے منع کرتے ہیں۔ کوئی بھائی لہو و لعب، کھیل تماشے اور ٹی وی ڈرامے دیکھنے میں مگن ہے، انٹرنیٹ پر گندے پروگرام دیکھتا سنتا ہے تو اس کو بڑی حکمت کے ساتھ روکتے اور ناپسندیدہ کاموں سے منع کرتے ہیں..... مومن شخص پر خیر خواہی اور ہمدردی کا یہ اثر نظر

① مسلم، کتاب البر والصلة، باب التحريم الظن والتجسس الخ: ۲۵۶۳/۳۱۔

آنا چاہیے، اسی طرح ہر قسم کے برے اور گندے کاموں سے معاشرے اور ماحول کو پاک صاف کرنے میں ایک مومن ہر وقت بے قرار اور بے تاب رہتا ہے۔ بھائیوں کو روکنے میں بے باک ہوتا ہے یہ مومن کی صفت ہے ہر ایک کو اسی جذبہ ہمدردی اور خیرخواہی سے سرشار ہونا چاہیے۔

سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«بَايَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ»^①

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کی خیرخواہی کرنے کی بیعت کی۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جس بندے کو اللہ تعالیٰ نے حاکم بنایا پھر اس نے اپنی رعیت کی خیرخواہی کے ساتھ نگہبانی نہ کی تو وہ جنت کی خوشبو تک نہ سونگھ پائے گا۔“^②

③ اہل ایمان کی تیسری نشانی:

«يَتَّقُونَ الصَّلَاةَ» ”وہ نماز قائم کرتے ہیں۔“

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اور حقوق اللہ کے لحاظ سے اہم ترین عبادت اور اسلام کا دوسرا بنیادی رکن نماز ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ : شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ»^③

① بخاری، کتاب الإیمان، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم «الدين النصيحة»..... الخ: ۵۷۔

② بخاری، کتاب الأحکام، باب من استرعى رعية فلم ينصح: ۷۱۵۰۔

③ بخاری، کتاب الإیمان، باب: دُعَاؤُكُمْ إِيْمَانَكُمْ..... الخ: ۸۔

”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے پہلی چیز اس بات کی گواہی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الہ نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ دوسری بات نماز قائم کرنا، تیسرا عمل زکوٰۃ ادا کرنا۔ چوتھا کام حج کرنا اور پانچواں فریضہ رمضان کے روزے رکھنا۔“

اہمیت نماز:

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 ”(مسلم) آدمی اور کفر و شرک کے درمیان (فرق پیدا کرنے والی چیز) نماز ہے۔“^①

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 ”تمھارا کیا خیال ہے کہ اگر تم میں سے کسی شخص کے دروازے پر نہر بہتی ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرے تو کیا تم کہہ سکتے ہو کہ اس کے جسم پر کوئی میل باقی رہ جائے گا؟“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: نہیں! کسی قسم کا میل کچیل اس کے جسم پر باقی نہیں رہ سکتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہی پانچ نمازوں کی مثال ہے..... اللہ تعالیٰ ان نمازوں کے ذریعے (نمازی شخص کے) گناہ مٹا دیتا ہے۔“^②

بے نماز کا انجام:

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن نماز کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”جس شخص نے نماز کی حفاظت کی اس کے لیے قیامت کے دن نور و برہان اور نجات کا ذریعہ ہوگی اور جس شخص نے نماز کی حفاظت نہ کی اس کے لیے نہ نور ہوگا نہ برہان اور نہ

① مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان إطلاق اسم الکفر..... الخ: ۸۱۔

② بخاری، کتاب مواقیات الصلوٰۃ، باب، الصلوات الخمس کفارة: ۵۲۸۔

نجات (کا کوئی راستہ ہوگا) بے نماز شخص کا انجام قیامت کے دن قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف (جیسے بڑے بڑے کافروں) کے ساتھ ہوگا۔^①

منافق پر بھاری نمازیں:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’منافقین پر فجر اور عشاء کی نماز سے زیادہ بھاری کوئی نماز نہیں، اگر ان لوگوں کو پتا چل جائے کہ دونوں نمازوں کا ثواب کتنا ہے تو وہ ان میں ضرور پہنچیں خواہ گھٹنوں کے بل ہی کیوں نہ آنا پڑے۔ میں نے ارادہ کیا کہ مؤذن کو حکم دوں کہ وہ اقامت کہے پھر ایک آدمی کو حکم کروں کہ وہ لوگوں کی امامت کرائے اور میں بذات خود آگ کا شعلہ لے کر ان لوگوں کو جلا دوں جو (اذان سن کر) نماز کے لیے نہیں نکلے۔‘^②

④ اہل ایمان کی چوتھی نشانی:

اہل ایمان اپنے مال میں سے زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، زکوٰۃ کا تعلق حقوق العباد سے ہے جس سے ایک مالدار، دولت مند، آسودہ حال اور غنی مومن اپنے غریب اور کمزور مقروض و تنگ دست اور خستہ حال بھائی کی مالی مدد کر کے اسے معاشرے میں باوقار زندگی گزارنے کے قابل بناتا ہے۔ زکوٰۃ کے حق دار آٹھ قسم کے لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے خود مستحق ٹھہرایا ہے..... جس کی تفصیل سورہ توبہ کی آیت (۶۰) ساٹھ میں بیان ہو چکی ہے۔

⑤ پانچویں نشانی..... اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت:

اس آیت میں اہل ایمان کی پانچویں محبوب عادت یہ بیان ہوئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں۔

① ابن حبان: ح: ۱۴۶۷۔ مسند احمد: ۱۶۹/۲، ح: ۶۵۷۶۔ سنن الدارمی: ۳۰۱/۲۔

② بخاری، کتاب الأذان، باب فضل صلاة العشاء فی الجماعة: ۶۵۷۔

اطاعتِ رسول سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنا محبوب بنا لیتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ إِنْ تَحِبُّوا حَيَاةَ الدُّنْيَا فَاَتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ﴾

[ال عمران: ۳۱/۳]

”اے نبی! کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ تعالیٰ بخشے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ ان سے کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، پھر اگر وہ لوگ یہ دعوت قبول نہ کریں تو اللہ تعالیٰ ایسے کافروں کو پسند نہیں کرتا۔“

﴿وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ [ال عمران: ۱۳۲/۳]

”اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔“
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ [النور: ۲۴/۵۶]

”نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔“
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ [النساء: ۱۳]

”جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ایسی جنت میں داخل کرے گا کہ جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ ہمیشہ انھی بانگوں میں رہے گا اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔“

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ قَوْلًا سَدِيدًا ۖ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ

﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾

[الأحزاب: ۷۰، ۷۱]

”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سیدھی بات کیا کرو تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے کام سنوار دے اور تمہارے گناہ معاف کر دے اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کرے گا تو اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی۔“

﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَّقِ اللَّهَ وَيُتَّقِ الْغَائِبَاتِ﴾

[النور: ۲۴/۵۲]

”اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور اس سے بچے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔“

﴿مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ تَوَلَّىٰ فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِظًا﴾

[النساء: ۴/۸۰]

”جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کی گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے رسول ﷺ کی اطاعت سے منہ پھیرا تو ہم نے آپ (ﷺ) کو ان کا داروغہ بنا کر نہیں بھیجا۔“

وہ (منافق) کہتے ہیں کہ ہم اطاعت کریں گے لیکن جب آپ ﷺ کے پاس سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں تو ان میں سے کچھ لوگ راتوں کو جمع ہو کر آپ کی باتوں کے برعکس مشورے کرتے ہیں اور جو وہ خفیہ مشورے کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں لکھتا جاتا ہے۔“

رسول اللہ ﷺ کا نافرمان جہنم کی آگ میں ہوگا:

﴿وَمَنْ يُغْضِ اللَّهُ وَرَسُولَهُ يُعْزِزْ جُودًا يُدْخِلُهُ نَارَ آخِرَةٍ فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ﴾

[النساء: ۴/۸۱]

”اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اللہ تعالیٰ کی حدود سے آگے نکل جائے تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی آگ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اسے ذلیل و رسوا کرنے والا عذاب ہوگا۔“
 ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَقَدْ ضَلَّ سَبِيلَهُ﴾ [الأحزاب : ۳۶]

”جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے گا تو وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔“

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُعَادُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ فِي الْأَعْلَى﴾ [المجادلة : ۲۰ / ۵۸]

”بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیل ترین لوگوں میں شامل ہوں گے۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى))^①
 ”جس شخص نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے جنت میں جانے سے انکار کر دیا۔“

دین اسلام میں اطاعت و اتباع ہے، تقلید نہیں :

”تقلید“ کی اصطلاح نہ تو قرآن میں ہے اور نہ احادیث رسول اللہ میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ صحابہ کرام بھی تقلید کی بیماری سے بری، لا تعلق اور بے خبر تھے، خود ائمہ اربعہ غیر مقلد تھے۔ دین اسلام کے مکمل ہو جانے کے عرصہ دراز بعد تقلید کی اصطلاح گھڑی گئی اور لوگوں کے لیے اسے لازمی قرار دیا گیا جس کا دین اسلام سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔ اسی طرح تقلید نہ تو ایمان ہے اور نہ ایمان و اسلام کی کوئی شاخ ہے۔

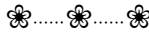
اس ضمن میں قرآن و حدیث میں صرف دو قسم کی اصطلاحات ہیں۔ ① اطاعت ② اتباع

① بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الاقتداء..... الخ : ۷۲۸۰۔

غیر مشروط اطاعت یعنی خوشی خوشی اور دلی رغبت و رضا کے ساتھ کسی کی بات ماننا اور اس پر عمل کرنا یہ صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا حق ہے۔

○ اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ نے اولی الامر کی مشروط اطاعت کا حکم دیا ہے یعنی صاحب امر جب تک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے مطابق حکم دے تو اس کی بات خوش دلی سے ماننا اور اس کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے۔ صاحب امر اگر قرآن و سنت کے خلاف حکم دے تو اس سے اہل ایمان کو انکار کا حکم دیا گیا ہے۔ اس اختلاف کو ختم کرنے کے لیے فریقین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے فیصلہ کرانے کے پابند ہیں۔

اتباع کا معنی ہے نقش قدم پر چلنا اور اتباع صرف رسول اللہ ﷺ کا حق ہے کسی صحابی، تابعی، تبع تابعی، امام، مجتہد، عالم دین یا امیر کی اتباع ہرگز نہیں ہو سکتی۔



﴿وَعَدَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَمَسْكِنٍ
طَيِّبَةٍ فِي جَنَّاتٍ عَدْنٍ ۖ وَيُصَوِّتُ لَهُنَّ الْمَلَائِكَةُ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾

[التوبة : ٧٢]

”اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے ایسے باغوں کا وعدہ کیا ہے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور ستھری رہنے کی جگہوں کا جو ہمیشگی کے باغوں میں ہوں گی اور اللہ کی طرف سے تھوڑی سی خوشنودی سب سے بڑی ہے، یہی تو بہت بڑی کامیابی ہے۔“

جنت میں اہل ایمان کے مسکن، رہائش گاہیں، کٹھیاں، بنگلے، محلات اور باغات کیسے ہوں گے؟ ایک مختصر جھلک یہ ہے:

جنت کے خیمے اور محلات:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! مخلوق کو کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”پانی سے۔“ پھر ہم نے سوال کیا

جنت کس چیز سے بنائی گئی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس کی ایک اینٹ سونے کی اور ایک چاندی کی ہے، اس کا گارا (یا سیمنٹ) خوشبو دار کستوری کا ہے۔ اس کی کنکریاں اور سنگریزے لوء لوء یا قوت اور بہت قیمتی موتی ہیں، جنت کی مٹی زعفران کی ہے جو شخص اس میں داخل ہوگا وہ کبھی تکلیف نہیں دیکھے گا ہمیشہ زندہ رہے گا، اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ جنتیوں کے کپڑے بھی پرانے نہیں ہوں گے اور جوانی کبھی ختم نہیں ہوگی۔“^①

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”بے شک جنت میں ایمان داروں کے لیے موتی تراش کر خیمہ دیا جائے گا، اس کی لمبائی ساٹھ میل یعنی نوے کلومیٹر ہوگی اس کے ہر کنارے میں اس کے اہل خانہ ہوں گے، جو دوسرے کونے والوں کو نہیں دیکھ سکیں گے۔ یہ مومن شخص ان تمام گھر والوں کے پاس آتا جاتا رہے گا۔“^②

﴿حُبِّدْ مَقْصُورَاتِ فِي الْحَيَاةِ﴾ [الرحمن: ۷۲/۵۵]

”اہل جنت کے لیے ان خیموں میں حوریں ہوں گی۔“

جنت میں سونے چاندی انار اور کھجور کے باغات:

سیدنا عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

”جنتیوں کے لیے) دو باغ چاندی کے اور دو باغ سونے کے ہوں گے چاندی کے باغوں میں برتنوں سمیت ہر چیز چاندی کی اور سونے کے باغات میں برتنوں سمیت ہر چیز سونے کی ہوگی لوگوں کے لیے جنت عدن میں اپنے رب کو دیکھنے میں سوائے اللہ تعالیٰ کی کبریائی کی چادر کے جو اس کے چہرہ مقدس پر ہوگی اور کوئی چیز اس میں رکاوٹ نہ بنے گی۔“^③

① ترمذی، أبواب صفة الجنة، باب ماجاء فی صفة الجنة و نعيمها: ۲۵۲۶۔

② بخاری، کتاب بدأ الخلق، باب ما جاء فی الخ: ۴۳، ۳۲، ۴۸۷۹۔

③ مسلم، کتاب الإیمان، باب إثبات رؤية المؤمنين فی الآخرة الخ: ۱۸۰۔

﴿فِيهَا مَاءٌ لَذِيذٌ وَنَخْلٌ وَرَمَاحٌ﴾ [الرحمن: ٦٨]

”دونوں باغوں میں پھل ہیں، کھجور اور انار کے پھل۔“

﴿فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ وَنَخْلٍ مُنْقُذٍ وَزَيْتُونٍ مَّنْجُودٍ وَنَافِلَةٍ مَّسْكُودٍ يُوفَّى فِيهَا لَذِيذٌ كُلِّهِمْ﴾

[الواقعة: ٢٨ تا ٣٢]

”کانٹوں کے بغیر بیریاں، تہہ بہ تہہ کیلے، لمبے لمبے سائے، بہتا ہوا شفاف پانی اور بکثرت پھل۔“

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جنت میں ایک درخت کے سائے میں سوار سو سال تک سواری کو دوڑاتا چلا جائے تو بھی سایہ ختم نہ ہوگا۔“^①

﴿إِنَّ الْمُسْلِمِينَ فِي ظِلِّهِ وَنَعِيمٌ مُّبِينٌ وَكُلُوا مِنْ ثَمَرِهِمْ يَسْتَمْتُونَ﴾

[المرسلات: ٧٧ / ٤١، ٤٢]

”متقی لوگ جنت کے سایوں اور چشموں میں ہوں گے اور وہ جو پھل پسند کریں گے ان کے لیے حاضر کر دیے جائیں گے۔“

جنت میں چھینا چھٹی:

﴿وَأَمَّا ذُو الْقُعُودِ بِهَا فَيَسْمِعُ مِمَّا يَشْتَهُونَ... يَتَنَزَّلُونَ فِيهَا كَأَنَّهُمْ لَا لَعُوفِيهَا وَلَا تَرْجِمُهُ...﴾

﴿وَيُطَوَّفُ عَلَيْهِمْ خِلَافًا لَهُمْ كَأَنَّهُمْ يُؤَاقِلُونَ﴾ [الطور: ٢٢ تا ٢٤]

”اور ہم انہیں ہر طرح کے خوش ذائقہ لذیذ پھل اور من پسند گوشت دیتے رہیں گے وہ ایک دوسرے سے شراب کے جام چھینیں گے، ایسی شراب جس کے پینے سے نہ تو یہ ہودہ گئی ہوگی اور نہ کوئی گناہ کا عمل سرزد ہوگا۔ موتیوں جیسے خوبصورت بچے ان کی خدمت میں ہر وقت حاضر ہوں گے۔“

① بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی صفة الجنة الخ: ٣٢٥٢۔

جنت میں بے ہودہ بات نہ ہوگی:

﴿فِي جَنَّاتٍ عَالِيَةٍ لَّا تَسْمَعُ فِيهَا لُغَبَةً فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ فِيهَا سُرُرٌ مَرْفُوعَةٌ
وَأَنْبَابٌ مُّوَصَّلَةٌ وَتَبَارِكُ مَصْرُوفَةٌ وَزُرَّاجَاتٌ مَّتْنُوعَةٌ﴾ [غاشية: ۸۸/۱۰ تا ۹۶]

”جنتی عالیشان جنت میں کوئی بے ہودہ بات نہیں سنیں گے، جنت میں چشمے بہہ رہے ہوں گے..... جنتی بلند و بالا مسندوں یا سیٹیجوں پر بیٹھے ہوں گے۔ وہاں شراب کے پیالے رکھے ہوں گے..... نرم قسم کے گاؤتکیوں کی قطاریں لگی ہوں گی..... نفیس قسم کے فرش (پرقالین بچھے ہوں) گے۔“

﴿يَرْضَوْنَ فِيهَا النَّوْءَ ذَلِكَ هُوَ الْقَعْرُ الْعَظِيمُ﴾ [التوبة: ۲۷]

”جنت میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی تو ان تمام نعمتوں سے بڑھ کر سب سے بڑی نعمت ہوگی۔“

اللہ تعالیٰ کا جنتیوں کے لیے اعلان رضا:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرنے کے بعد پکارے گا تو جنتی کہیں گے: ”یا اللہ!“ ہم حاضر ہیں۔“ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا: ”بتاؤ! اب تم خوش ہو؟“..... وہ جواب میں عرض کریں گے: ”اے ہمارے رب! کیا اب بھی ہم خوش نہ ہوں گے جبکہ تو نے ہمیں ہر طرح کی نعمتوں سے نواز رکھا ہے۔“ اللہ تعالیٰ پھر پوچھے گا: ”کیا میں تمہیں ان تمام نعمتوں سے بڑھ کر ایک اور بڑی نعمت نہ عطا کروں؟“ جنتی کہیں گے اے ہمارے رب! ان نعمتوں سے افضل اور بڑی نعمت اور کیا ہو سکتی ہے؟“ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ”اے میرے جنتی بندو! اب میں تم پر اپنی رضا اور خوشنودی اتارتا ہوں یعنی آج کے بعد تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔“^①

① بخاری، کتاب التوحید، باب کلام الرب مع أهل الجنة: ۷۵۱۸۔

جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار:

سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ جنتیوں کو مخاطب کر کے فرمائے گا: ”ان نعمتوں کے علاوہ تمہیں مزید کسی چیز کی ضرورت اور خواہش ہو تو میں عطا کر دوں؟“ جنتی کہیں گے: ”اے ہمارے رب! اس سے بڑھ کر ہمیں اور کیا چاہیے؟ اے ہمارے رب! کیا تو نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کیا؟ اے ہمارے رب! کیا آپ نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا؟ اے اللہ! کیا تو نے ہمیں جہنم سے نجات نہیں عطا فرمائی؟“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جنتیوں اور اللہ کے درمیان سے پردہ اٹھا دیا جائے گا پھر تمام جنتی اللہ رب العزت کے چہرے کا دیدار کریں گے، انہیں ایسی کوئی نعمت عطا نہیں ہوئی ہوگی جو دیدار الہی سے زیادہ محبوب ہو۔“

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ یونس کی یہ آیت تلاوت فرمائی: ”جن لوگوں نے اچھے عمل کیے ان کے لیے جنت کے علاوہ مزید بھی ہے۔“^①

منافقین کے لیے جہنم کا وعدہ:

﴿إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا لِلنَّاسِ الَّذِينَ لَا يَدْرُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا إِلَّا حَمِيمٌ وَعَسَاقَا﴾ [النبا: ۸۷/۲۵ تا ۲۵]

”بے شک جہنم سرکشوں (منافقوں) کی گھات میں ہے اور ان کا ٹھکانا وہی ہے جہاں وہ صدیوں تک پڑے عذاب میں (کراہتے، چیختے) رہیں گے، وہاں نہ تو ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے اور نہ کھولتے پانی اور پیپ کے سوا پینے کو انہیں کچھ ملے گا۔“

﴿وَرَادَّ الْقَوْمُ مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا عَنَقَتْنِي دَعْوَا مُنَالِكِ بُورًا لَا تَسْأَلُ عَمَّا يَوْمُ شَوْرًا وَاجِدًا﴾

① مسلم، کتاب الإیمان، باب إثبات رؤية المؤمنين في الآخرة..... الخ: ۱۸۱۔



﴿وَأَذَعُوا لَكَ الْبُؤْرَةَ أَكْثَرًا﴾ [الفرقان: ۱۴، ۱۳/۲۵]

”اور جب یہ جہنم کی کسی تنگ جگہ میں مشکلیں کس کر پھینک دیئے جائیں گے تو اپنے لیے موت کی تمنا کریں گے اور موت ہی موت پکاریں گے۔ (ان سے کہا جائے گا) آج ایک موت نہیں بلکہ بہت سی موتوں کو پکارو۔“

﴿وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَنَّا وَجُوهُهُمْ غَمِيماً وَتَبَتْ أَعْيُنُهُمْ فِئَافِافاً مُّسْتَبْصِرَاتٍ كَلْبًا خَبْتٍ يُدْعَاهُمْ سَجِيْرًا﴾ [بنی اسرائیل: ۹۷/۱۷]

”ان لوگوں کو ہم قیامت کے دن اندھے، گونگے اور بہرے بنا کر منہ کے بل کھینچ لائیں گے، ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ جب کبھی جہنم کی آگ دھیمی ہونے لگے گی تو ہم اسے اور زیادہ تیز کر کے بھڑکا دیں گے۔“

﴿تَلْفَحُوهُمْ يَوْمَ النَّارِ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ﴾ [المؤمنون: ۱۰۴/۲۳]

”آگ ان کے چہروں کو چاٹ جائے گی اور (ان کے جڑے باہر نکل آئیں گے) اور وہ بد شکل بن جائیں گے۔“

﴿كَلَّا إِنَّهَا تَأْكُلُ أَرْضَ النَّارِ تَلَوَّى﴾ [المعارج: ۱۶، ۱۵/۷۰]

”ہر گز نہیں..... وہ تو بھڑکتی ہوئی آگ ہے وہ منہ کی کھال کو ادھیڑ کر رکھ دے گی..... وہ ہر اس شخص کو پکارے گی جو (اطاعت سے) پیچھے ہٹتا ہے، منہ موڑتا ہے، (جہاد اور خیر کے کاموں میں مال خرچ کرنے کی بجائے) جمع کر کے سنبھالے رکھتا ہے۔“

﴿وَتَرَى الْجَوَارِثَ يَوْمَئِذٍ مُّقْرَنِينَ فِي الْأَصْفَادِ سُرَّابِلُهُمْ فِيْنَ قُلُوبِهِمْ وَتَعْلَمُ

﴿وَجُوهُهُمُ النَّارُ﴾ [ابراہیم: ۵۰، ۴۹/۱۴]

”اور اس دن آپ مجرموں کو زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھیں گے..... ان کے لباس تار کول یعنی ”لک“ کے ہوں گے اور آگ ان کے چہروں کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوگی۔“

[الواقعة : ٥٦ / ٤٢ تا ٤٤]

﴿خُذُوا زِينَتَكُمْ مِمَّا فِي آيَاتِنَا وَلِكُلِّ قَوْمٍ مُّزَيَّنٌّ عَالَمِينَ﴾

كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ وَلَا يَتَخَضَّعُ عَلَى طَعَامِ الْمَسْكِينِ ﴿١٠٠﴾

[الحاقة : ٦٩ / ٣٠ تا ٣٤]

”حکم ہوگا اسے پکڑ لو، اس کی گردن میں طوق ڈال دو، پھر گھسیٹ کر اسے جہنم میں پھینک دو..... پھر اسے ستر ہاتھ لمبی زنجیر کے ساتھ جکڑ کر باندھ دو۔ (یہ اس لیے کہ) یہ نہ تو عظیم اللہ کو مانتا تھا..... نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا۔“

مومن اور منافق میں فرق:

✿ مومن ایک دوسرے کے خیر خواہ، ہمدرد، جگر ملی دوست اور دلی محبت کرنے والے ہوتے ہیں۔

✽ منافقین کی باہمی دوستی وقتی ہوتی ہے جس کی بنیاد محض اسلام دشمنی اور ذاتی مفادات پر ہوتی ہے۔

✿ مومن..... نیکی، بھلائی اور خیر کی دعوت دینے میں مصروف رہتے ہیں۔

✽ منافق برے اعمال، بدی کے کام اور گندے کام کی دعوت دیتے ہیں۔

✿ اہل ایمان! بدی کے امور سے روکتے رہتے ہیں۔

❁ منافع..... بھلائی کے کاموں اور خیر کے اعمال سے لوگوں کو منع کرتے اور روکتے ہیں۔

✽ ایمان والے محض اللہ کو خوش کرنے کے لیے نماز قائم کرتے ہیں، اول وقت میں

باجامعت اور سنت رسول ﷺ کے مطابق مسجد میں یا نجوں نمازیں ادا کرتے ہیں۔

❁ منافق..... لوگوں کو دکھانے کے لیے نماز پڑھتا ہے..... نماز کے لیے جب آتا ہے تو

مریل مریل، سست اور کاہل ہوتا ہے، نماز عصر کو بطور خاص لیٹ ادا کرتا ہے۔

❁ مومن..... اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مال میں سے خوشی خوشی زکوٰۃ ادا کرتے ہوئے دین کی سر بلندی کے لیے جہاد میں فراخ دلی سے بے دریغ مال خرچ کرتا ہے۔

❁ منافق..... دینی ضرورتوں پر مال خرچ کرتے ہوئے مٹھی بند رکھتا ہے۔

❁ مومن تو..... اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا ہر حکم خوشی کے ساتھ اور دلی رضا و رغبت سے قبول کرتا ہے، عمل کرتا اور مانتا ہے..... اس لیے یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق ہے۔

❁ منافق..... اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی بات نہ تو خوش دلی سے سنتے ہیں اور نہ مانتے اور عمل کرتے ہیں..... بس ان لوگوں نے تو اللہ تعالیٰ کو بھلا ہی رکھا ہے اور یہ بڑے نا نافرمان اور فاسق ہیں۔

❁ مومن..... راہ جہاد میں دل کھول کر مال خرچ کرتا ہے۔

❁ منافق..... راہ جہاد میں خود بھی مال نہیں دیتا اور جو مخلص مالدار مومن جنگی اخراجات میں مال دیتے ہیں ان پر طعن اور طنز کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ شخص ناموری، شہرت پسندی اور ریا کاری کے لیے اتنا مال خرچ کر رہا ہے۔

❁ مومن..... غریب اور تنگدست مومن اپنی محنت مزدوری سے حاصل ہونے والے تھوڑے مال میں سے راہ جہاد میں حصہ ڈالتے ہیں۔

❁ منافق ایسے غریب اور تنگدست لوگوں کے جہادی صدقات کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے ہیں، مٹھی بھر جو سے روم فتح کرنا چاہتے ہیں۔

❁ اہل ایمان تو اللہ تعالیٰ کے حکم پر جہاد کے لیے سردی گرمی کی پروا کیے بغیر فوراً نکل کھڑے ہوتے ہیں۔

❁ منافق..... جہاد کے لیے نہیں نکلتے اور لوگوں کو بھی روکتے ہوئے کہتے ہیں کہ گرمی میں مت نکلو!!

- ❁ مومن جہاد سے پیچھے رہنے کی اجازت ہی نہیں مانگتے۔
- ❁ منافق..... جہاد سے پیچھے رہنے کے لیے جھوٹے عذر بہانے اور حیلے پیش کر کے اجازت طلب کرتے ہیں۔
- ❁ مومن..... حکم ملتے ہی جہاد کی تیاری، سواری کا بندوبست اور اسلحہ کی فراہمی میں لگ جاتے ہیں۔
- ❁ منافق..... جہاد کے لیے نکلنے کا حکم سننے کے باوجود ہاتھ پر ہاتھ دھرے پیچھے رہنے کے حیلے بناتے اور بہانے ڈھونڈتے رہتے ہیں
- ❁ احزاب کے موقع پر مومن دفاع اسلام اور دفاع وطن میں دن رات ایک کئے خندق کھودنے میں سرحدوں پر چاق و چوبند پہرا دینے میں مصروف تھے۔
- ❁ منافق..... خندق کی کھدائی سے لاتعلق تھے اور لوگوں کو بھی پکار پکار کر کہتے رہے کہ..... یہ وقت جنگ کے محاذوں پر ٹھہرے رہنے کا نہیں لہذا تم واپس پلٹ آؤ۔
- ❁ مومن..... احد کے دن اپنی اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے محاذ جنگ کی طرف بڑھ رہے تھے۔
- ❁ جبکہ تین سو منافقین کا دستہ مجاہدین کے حوصلے پست کرنے کے لیے میدان جنگ سے فرار ہو کر واپس گھروں کو لوٹ رہا تھا۔
- ❁ مومن کے لیے اللہ تعالیٰ نے نعمتوں بھری جنت کا وعدہ کر رکھا ہے۔
- ❁ منافقین..... جہنم کے تہ خانے میں درد انگیز سزا اور تکلیف دہ عذاب میں ہوں گے۔
- ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا جَاهِدُوا الْكَافِرَ وَالْمُنَافِقِينَ وَأَعِظُوا قُلُوبَكُمْ وَمَا لَهُمْ جَهَنَّمَ وَفِيهَا السَّعِيرُ﴾
- [التوبة : ۷۳]
- ”اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔“

کفار سے جہاد پر عمل کیسے؟

بعض لوگ جہاد کے حکم پر کفار و منافقین سے ایک جیسا سلوک اور ایک ہی طرح کا جہاد مراد لیتے ہیں جو سراسر منشاءِ الہی کے منافی اور طریقہ رسول (ﷺ) کے خلاف ہے۔ کفار سے جہاد کا طریقہ الگ ہے اور منافقین سے جہاد کا عمل مختلف۔ ان دونوں گروہوں سے جہاد کیسے ہوگا؟ اس سلسلہ میں مختصر دلائل پیش ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں سے جہاد کا حکم اور طریقہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ۖ حَتَّى إِذَا أَتَوْهُم بِهَبْطٍ وَالْوُثَاقِ ۚ فَاغْلَاظْ مَنَابِعُهُمْ كَظَمِ الْأَنْهَارِ ۚ فَإِذَا كُنْتَ مِنَ الَّذِينَ خَفَوْا وَلَمْ حَرْبَ الْأَوْسَارِ﴾ [محمد: ۴]

”جب کافروں سے تمہارا آمنا سامنا ہو تو ان کی گردنیں اڑاؤ یہاں تک کہ انھیں کاٹ کاٹ کر خوب خون بہا چکو تو (باقی ماندہ کو) گرفتار کر کے کس کے باندھ لو۔“
اس آیت میں کافروں کی گردنیں اڑانے کا حکم ہے جس سے کفار سے زبردست قسم کی شدت اور سختی برتنا مراد ہے۔

﴿فَقَاتِلُوا آلَ بَنِي نَعْمَانَ﴾ [التوبة: ۱۲]

”کفر کے لیڈروں سے لڑو۔“

﴿فَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ [التوبة: ۲۹]

”ان لوگوں سے لڑو جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے۔“

حکم جہاد پر رسول اللہ ﷺ کا عمل:

کفار و مشرکین سے اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم دیا، رسول اللہ ﷺ نے حکم الہی پر عمل کیا جس پر سیرت رسول ﷺ اور کتب احادیث گواہ ہیں۔ چند مثالیں یہ ہیں:

✽ میدان بدر میں ستر مشرکین کی گردنیں اڑائی گئیں۔ چودہ صحابہ کرام شہید ہوئے۔

✽ میدان احد میں ۳۷ مشرکین کے سر قلم کیے گئے جبکہ ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حکم الہی کی

تعمیل میں غلبہ اسلام کے لیے اپنا خون پیش کیا۔

یہودیوں سے حکم جہاد پر عمل:

✽ غزوہ بنو قریظہ میں چھ سات سو یہودیوں کو مضبوطی سے باندھا گیا، گرفتاری کے بعد ان کی خواہش کے مطابق سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ان کے فیصلے کے لیے بلایا گیا اور پھر ان یہودیوں کی گردنیں اڑا کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیے گئے حکم جہاد پر رسول اللہ ﷺ نے عمل کر کے امت کے لیے نمونہ چھوڑا ہے۔

✽ چھاپہ مار کارروائی کر کے دشمن اسلام کعب بن اشرف یہودی کو ہلاک کر دیا گیا۔
✽ جنگ خیبر میں ۹۳ یہودیوں کے سر تن سے جدا کر کے حکم الہی پر عمل کیا گیا جبکہ ۲۳ صحابہ کرام نے جام شہادت نوش فرمایا۔

صلیبیوں کے خلاف حکم جہاد پر عمل:

صلیبیوں سے جہاد کے لیے رسول اللہ ﷺ نے تین ہزار جنگجو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر تیار کر کے روانہ فرمایا۔ میدان ”موتہ“ میں اس لشکر کے مقابلے کے لیے دو لاکھ صلیبی موجود تھے، گھمسان کی جنگ میں بے شمار صلیبیوں کو واصل جہنم کر کے تین جرنیلوں سمیت بارہ مسلمان شہید ہوئے۔

◎ صلیبیوں ہی سے فیصلہ کن جہادی معرکہ لڑنے کے لیے خود رسول اللہ ﷺ نے تیس ہزار جنگجو جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لشکر کی خود کمان فرمائی اور چھ سو کلو میٹر کا طویل سفر طے کر کے میدان تبوک میں پہنچے۔

کفار و مشرکین سے رسول اللہ کے جہاد کا یہ انداز تھا، آئیے اب دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے ساتھ جہاد کا جو حکم دیا ہے اس پر رسول اللہ نے کیسے عمل کیا؟؟

منافقین سے حکم جہاد کی عملی شکل:

اس اہم بات کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ یہ بات ذہن نشین رہے کہ قرآن کریم کی صحیح تفسیر، درست تعبیر اور حقیقی منشا کو رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ جانتے اور حکم الہی کی تعمیل میں ہمیشہ سب سے آگے ہوتے تھے آپ ﷺ کا عمل امت کے لیے نمونہ ہے۔

یہ بات طے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منافقین کے خلاف نہ تو خود تلوار اٹھائی اور نہ صحابہ کرام کو اس کی اجازت دی بلکہ ان کے خلاف جہاد دلیل سے ہے یعنی ان کے موقف کو دلائل سے رد کرنا اور دلائل سے سمجھانا، نہ مانیں تو سخت رویہ اختیار کرنا۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے منافق کی گردن اڑانے کی اجازت مانگی تو.....؟

عبداللہ بن ابی کی رسول اللہ ﷺ کے متعلق اعانت آمیز بات رسول اللہ ﷺ (اور صحابہ) تک پہنچی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ (غصے سے) کھڑے ہو کر کہنے لگے! اے اللہ کے رسول! (ﷺ) مجھے اس منافق کی گردن اڑانے کی اجازت دیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے عمر! ایسا نہ کرو لوگ کہیں گے کہ محمد ﷺ اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کرنے میں لگے ہیں“،^①

✽ منافقین سے جہاد اور سختی کے اس حکم سے پہلے منافقین سمیت مسلمانوں سے رسول اللہ ﷺ کا رویہ ہمیشہ مشفقانہ، طرز عمل کریمانہ اور تعلق بڑا ہی ہمدردانہ تھا جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”اے نبی! اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سبب آپ (بڑے ہی) نرم اور شیریں زبان ہیں اور اگر آپ تند خو، ترش رو اور سخت دل ہوتے تو یہ سب لوگ جو آپ کے گرد جمع ہیں، کبھی کے بھاگ چکے ہوتے۔“ [آل عمران: ۱۵۹/۳]

① بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله ﴿سواء علیہم استغفرت لہم﴾: ۴۹۰۵۔

جہاد اور سختی کے حکم کے نزول تک رسول اللہ ﷺ کا رویہ منافقین سے عفو و درگزر اور چشم پوشی کا تھا۔ ان بد قسمت لوگوں کو سمجھاتے سمجھاتے تقریباً آٹھ نو سال کا عرصہ گزر چکا تھا مگر یہ لوگ نصیحت قبول کرنے کی بجائے اپنی ضد، ہٹ دھرمی اور جہالت پر اڑے ہوئے تھے۔ اسلام سے اپنے بغض و عناد، دشمنی اور حسد میں بہت دور نکل کر کلمہ کفر بکنے میں بے باک ہو چکے تھے۔ ان کی خباثتوں، شرارتوں اور ناپاک سازشوں کا عالم یہ تھا کہ خود رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی ناکام کوشش کر چکے تھے، اس جسارت کی تفصیل اگلی آیت کی تفسیر میں آ رہی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا ہے کہ منافقین سے جہاد کریں اور اس کا طریقہ یہ ہے :

❁ منافقین سے نرمی اور چشم پوشی کا برتاؤ ختم اور سختی شروع کر دیں۔
❁ منافقین کی نماز جنازہ اور دعائے مغفرت کے لیے ان کی قبروں پر بھی نہ کھڑے ہوں۔
❁ ان کی مغفرت کے لیے اگر آپ ستر بار بھی دعا کریں تو اللہ تعالیٰ ہرگز انھیں معاف نہیں کرے گا۔

❁ منافقین کی تعمیر شدہ مسجد میں نماز کے لیے بھی قیام نہ کریں۔
❁ کسی مسلمان کے لیے درست نہیں کہ وہ ان منافقین سے قلبی تعلق اور دوستی رکھے۔
❁ یہ ناپاک ہیں ان سے اعراض کریں اور منہ نہ لگائیں۔
❁ آئندہ یہ منافق جہاد میں شرکت کی خواہش رکھتے ہوں تو آپ ﷺ انھیں شریک جہاد نہ کریں۔

❁ عنقریب انھیں دہرا عذاب دیا جائے گا (ایک ذہنی کوفت و اذیت، قلبی گھٹن اور دوسرا عذاب یہ کہ نفاق کا راز فاش ہونے کی وجہ سے رسوائی اور شرمندگی)۔ (۱۰۱)
❁ جہاد سے پیچھے رہنے کی وجہ سے معذرت کے لیے آئیں تو آپ ﷺ صاف صاف کہہ دیں کہ بہانے نہ بناؤ ہم تمہیں ہرگز سچا نہیں مانتے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے

تمھاری ساری خبریں ہمیں پہنچادی ہیں۔

✽ منافقین سے یہ بھی کہہ دیں کہ تم عمل کرو اللہ تعالیٰ، اس کا رسول ﷺ اور اہل ایمان تمھارے اعمال کو دیکھیں گے اور آئندہ تمھارے طرز عمل کے موافق تمھارے ساتھ سلوک ہوگا۔

قتل کے بجائے..... توبہ کا موقع:

✽ حکم جہاد سے منافقانہ نظریات اور طرز عمل روکنا اور منافقین کو دہشت زدہ کر کے شرارتوں سے باز رکھنا اور انھیں اسلام کی دعوت پر غور و فکر کرنے اور صحیح راستے کے انتخاب کا موقع فراہم کرنا بھی مقصود تھا۔

✽ واضح رہے کہ اسلام کا ہر گز یہ منشا نہیں کہ بلا ضرورت کسی کا خون بہایا جائے بلکہ وہ بڑے سے بڑے دشمن کو بھی دلائل سے قائل اور دین اسلام کی طرف راغب کر کے موقع اور مہلت دیتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو دنیا و آخرت کی ذلت و رسوائی سے بچالے۔

✽ منافقین نے دیے گئے اسی موقع سے بھر پور فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنا کفر چھپا لیا اور لا الہ الا اللہ کا اقرار کر کے بظاہر اسلام میں داخل ہو کر اپنا خون اور مال بچا لیا اور اسلام کا یہی ضابطہ، قاعدہ اور قانون ہے کہ لا الہ الا اللہ کے اقرار کرنے والے کا خون نہیں بہایا جائے گا جیسا کہ دلائل سے ثابت کیا جا چکا ہے۔

موجودہ حالات میں منافقین سے جہاد کیسے؟

ہمارے ہاں نادانوں کا ایک ٹولہ ہے جو عملاً خود تو کچھ کرنے کے قابل نہیں مگر اپنی نجی مجالس میں زبانی جمع خرچ سے اپنے آپ کو اسلام کا خیر خواہ، ہمدرد اور مصلح ظاہر کرتا ہے مجاہدین کو کافروں سے لڑنے سے منع کرتا اور تجویز دیتا ہے کہ محاذوں سے واپس پلٹ آؤ اور اگر لڑنا ہے تو اپنے ہی ملک کے حکمرانوں سے لڑو، تجویز دینے والے ان لوگوں کی

حرکات و سکنت اور ایک ایک عمل سے جہاد سے دوری نظر آتی ہے یہاں ہم پہلے مسلم حکمرانوں کے منافقانہ کردار کی ایک جھلک پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

✽ اس وقت اکثر و بیشتر مسلم حکمران اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی بجائے کافروں سے ڈرتے ہیں۔

✽ ان کی بزدلی کی وجہ سے ملت اسلامیہ کو سخت نقصان برداشت کرنا پڑ رہا ہے۔

✽ اکثر و بیشتر حکمرانوں میں بڑی حد تک علامات نفاق پائی جاتی ہیں۔

✽ بعض حکومتی ذمہ داروں نے تو امریکی غلامی کا طوق گلے میں ڈال لیا ہے۔ یہ لوگ

امریکی ورلڈ آرڈر کی بالادستی کے لیے امریکی ایجنڈے پر عمل پیرا ہیں۔ بے حیائی،

فحاشی اور عریانی کے فروغ کے لیے ملک کے بڑے بڑے شہروں میں ٹریفک جام کر

کے شاہراہوں پر میراتھن ریس کے نام پر مردوں اور عورتوں کو عریاں لباس میں دوڑا

رہے ہیں۔ اسلامی معاشرے کو تباہ و برباد کرنے کے لیے گھر گھر کو سینما اور بے حیائی

کے فروغ کا اڈا بنانے میں لگے ہوئے ہیں۔

✽ نسل نو کے عقائد و اعمال کو خراب کرنے کے لیے آغا خان بورڈ کے ذریعے نظام تعلیم

کو تباہی کے دہانے کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔ ایسے لوگوں کی اطلاع قرآن کریم میں

اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں دی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَٰؤُلَاءِ﴾ ”وہ برائی کا حکم کرتے ہیں۔“

موجودہ حکمران بھی ریڈیو، ٹی وی، ڈش، کیبل، انٹرنیٹ اور اسی طرح کے دیگر ذرائع

ابلاغ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی معصیت اور نافرمانی کے کاموں کے فروغ کے لیے ان کی

سرپرستی اور خوب حوصلہ افزائی میں مصروف ہیں۔

✽ ﴿يَتَّبِعُونَ تَعِينَ الْبَغْيِ﴾ منافقین بھلائی اور نیکی کے کاموں سے روکتے ہیں۔

اکثر حکمران لوگوں کو جہاد جیسے افضل ترین عمل سے نہ صرف روک رہے ہیں بلکہ بے لوث

قربانی کے جذبہ سے گھروں سے نکلنے والے مخلص مجاہدین کے لیے مشکلات پیدا کر رہے ہیں

اور اب تو ان کا ظلم اس حد تک بڑھ چکا ہے کہ مجاہدین کو پکڑ پکڑ کر امریکی صلیبیوں اور اللہ کے

دشمنوں کے سپرد کر رہے ہیں اور بڑی ڈھٹائی کے ساتھ اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتے ہیں۔
آج کے یہ باختیار عنقریب اللہ کے سامنے سر جھکائے، شرمندہ کھڑے ہوں گے۔
اللہ تعالیٰ اور اس کے مجاہد بندوں سے دشمنی اور کافروں سے دوستیاں کرنے والے اللہ کے
سامنے بے یار و مددگار اور بڑی ہی بے بسی کے عالم میں پیش ہوں گے۔

واللہ! مجھے تو بڑا یقین ہے، اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر پختہ ایمان ہے کہ جہاد دشمنی کا مرتکب
منافق دنیا میں ایسا ذلیل ہوگا کہ: ﴿وَمَا لَكُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ قُوَّةٍ وَلَا تَتَصَيَّرُ﴾ نہ تو کوئی دوست
کام آئے گا اور نہ کوئی ان کا مددگار باقی بچے گا۔ اے مجاہدو! یقین رکھو! اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ
پورا کرے گا اور ایسے لوگوں کو دنیا کے لیے نشان عبرت بنا کر رکھ دے گا۔ ہاں یہ الگ
بات ہے کہ کوئی شخص دنیا میں دی گئی اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کے سامنے
جھک جائے۔ آنسو بہائے، معافی طلب کرے اور آئندہ کافروں کی دوستی سے تائب
ہو کر مجاہدین کی صفوں میں شامل ہو جائے تو یہ شخص بچ جائے گا جیسا کہ اگلی آیت میں
﴿فَإِنْ تَوَلَّوْا يَأْتِكُمْ حِزْبٌ مِّنْ آلِهِمْ﴾ میں بات آرہی ہے اور دعوت دی جارہی ہے کہ منافقو! توبہ کر لو
تو یہ تمہارے انجام کے اعتبار سے بہت ہی بہتر ہے۔

ظالم حاکموں کو کلمہ حق کہتے رہو:

ایسے ناپسندیدہ ظالم و جابر حکمرانوں کے سامنے کلمہ حق ضرور کہتے رہو اس لیے کہ یہ
افضل جہاد ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ عَدَلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ»^①

”ظالم و جابر حکمران اور امیر کے سامنے کلمہ حق کہنا افضل جہاد ہے۔“

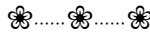
اللہ تعالیٰ کی طرف سے منافقین سے جہاد کے ضمن میں زبانی تنبیہ اور سختی تک معاملہ رہا

① الترمذی، أبواب الفتن، باب أفضل الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر: ۲۱۷۴۔

اور تلوار کے استعمال سے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو روک رکھا احادیث رسول ﷺ کی روشنی میں ناپسندیدہ اور منافقانہ اوصاف کے حامل مسلم حکمرانوں سے تلوار اور دُگن کے ذریعے جہاد کی اجازت نہیں ہے البتہ ظالم و جابر اور منافقانہ کردار و عمل کے مرتکب مسلم حکمرانوں کے سامنے کلمہ حق کہنے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے اس عمل کو افضل جہاد قرار دیا ہے..... ہو سکتا ہے یہ لوگ اپنی اصلاح کر کے غلبہ دین کے لیے کافروں سے جہاد شروع کر دیں۔

یاد رکھیں! جو شخص اندر سے گندا نہیں ہے اس کے متعلق پر امید رہنا چاہیے اور ساتھ اس کی اصلاح کے لیے ہمدردانہ دعائیں اور کوشش جاری رکھنی چاہیے؟ ایک وقت آئے گا اور یقیناً آئے گا کہ وہ حق کو قبول کر کے منافقانہ طرز عمل چھوڑ دے گا اور اللہ تعالیٰ سے اپنی دوستی اور مجاہدین سے دلی ہمدردیاں اور تعاون شروع کر دے گا۔

یہاں یہ بھی واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ بعض مسلم ممالک میں مسلم حکمرانوں کے خلاف مسلح کارروائیاں کی گئیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حکمرانوں اور عاقبت نا اندیش جذباتی لوگوں کے درمیان لڑائی چھڑ گئی۔ اس سے اسلامی دعوت اور غلبہ اسلام کی تحریکوں کا کام رک گیا، الحاد پھیل گیا اور حکمرانوں نے رد عمل کا شکار ہو کر نہایت شدتیں اختیار کیں۔ اگر حکمت سے حکمرانوں کو دعوت دی جاتی تو یہ نقصان نہ ہوتا۔ اس کا سب سے زیادہ نقصان جہاد اسلامی کا ہوا۔ کفار کے خلاف جہاد رک گیا اور مسلم ممالک میں شورشیں برپا ہو گئیں۔



﴿يَحْيٰوْنَ يَا لِيْلِي مَا قُلُوْا وَلَقَدْ قُلُوْا كَلِمَۃً تَنْفِرُوْا بِهَاۤ اِسْلَٰمُكُمْ وَهَٰٓؤُلَآءِ اِيْمَآلُكُمْ
يَقُوْلُوْنَ وَمَا نَقَبُوْا اِلَّا اَنْ اَعْنُوْهُمْ اللّٰهُ وَرَّسُوْلُهُ مِنْ قَضٰیٰهِۚ فَاِنْ يَّتُوبُوْا يَكْخِيْرُ اللّٰهُ وَاِنْ
لَّيْسَ لَهُمْ تَقْوٰیۙ يَغْزِيْهُمْ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًاۙ فِي الدُّنْيَا وَالْآٰخِرَةِۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّٰلٍۭ وَلَا
نَصِيْرٍۭ﴾ [التوبة : ٧٤]

”اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے بات نہیں کہی، حالانکہ یقیناً انھوں نے کفر کی بات کہی اور اپنے اسلام لانے کے بعد کافر ہو گئے اور اس چیز کا ارادہ کیا جو انھیں نہیں ملی اور انھوں نے اس کے سوا کسی چیز کا انتقام نہیں لیا کہ اللہ اور اس کے رسول نے انھیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔ پس اگر وہ توبہ کر لیں تو ان کے لیے بہتر ہوگا اور اگر منہ پھیر لیں تو اللہ انھیں دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب دے گا اور زمین میں نہ ان کا کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی مددگار۔“

منافقین کی کہہ مکر نیاں اور جھوٹی قسمیں :

منافقین اپنی نجی مجالس میں کفریہ باتیں کرتے لیکن پردہ چاک اور راز فاش ہونے پر جھوٹی قسمیں کھا کر مکر جاتے۔ جب ان سے پوچھا جاتا کہ فلاں فلاں بات تم نے کی ہے اور اس پر پختہ گواہیاں موجود ہیں تو پینتر بدل کر کہتے کہ وہ تو ہم ہنسی مذاق اور دل لگی میں ایسی باتیں کر رہے تھے آپ ﷺ نے ان کو سنجیدہ لے لیا ہے۔

یہ بد بخت اللہ تعالیٰ کی ذات، اللہ تعالیٰ کی آیات اور نبی ﷺ کی پاکیزہ زندگی پر طبع آزمائی کرتے ہوئے سنگین قسم کا مذاق کیا کرتے، تفصیلی بیان آیت ۶۵ میں گزر چکا ہے۔ یہاں ہم قرآن کریم کے ایسے دس مقامات پیش کر رہے ہیں جن میں منافقین اپنی کفریہ باتوں کا انکار کرتے ہوئے اللہ کی قسم کھا کر یقین دہانیاں کراتے اور اسی طرح اپنے دیگر جھوٹ، فریب اور جہاد دشمنی پر مبنی باتوں پر اپنی قسموں کو بطور ڈھال استعمال کرتے۔

① جب ان منافقین پر ان کے اپنے ہی اعمال بد کی وجہ سے کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو یہ لوگ آپ ﷺ کے پاس آ کر اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ ہمارا ارادہ تو صرف

احسان، خیر خواہی اور ملاپ کا تھا۔ [النساء: ۴/۶۲]

② یہ منافق قسمیں کھا کر کہیں گے کہ اگر ہم میں جہاد کرنے کی قوت و طاقت ہوتی تو ہم

آپ کے ساتھ ضرور نکلتے۔ [التوبة: ۴۲]

- ③ یہ منافق اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھا کھا کر یقین دلاتے ہیں کہ وہ تمہارے ساتھ ہیں حالانکہ وہ تم میں سے ہرگز نہیں، بات صرف اتنی ہے کہ یہ ڈرپوک لوگ ہیں۔ [التوبة: ۵۶]
- ④ جب تم سفر تبوک سے واپس جاؤ گے تو یہ اللہ کی قسمیں کھا کر یقین دہانیاں کرائیں گے۔ ان قسموں کا مقصد صرف یہ ہے کہ تم ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ [التوبة: ۹۵]
- ⑤ یہ منافق قسمیں اس لیے کھائیں گے کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ۔ [التوبة: ۹۶]
- ⑥ (اے نبی!) کیا آپ نے ان منافقین کو نہیں دیکھا جنہوں نے اس قوم (یہودیوں) سے دوستی کی جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو چکا۔ اے مسلمانو! یہ منافق نہ تمہارے ہیں اور نہ ان (یہود) کے ہیں علم ہونے کے باوجود جھوٹی قسمیں کھا رہے ہیں۔ [المجادلة: ۱۴/۵۸]
- ⑦ جس دن اللہ تعالیٰ ان سب (منافقین) کو کھڑا کرے گا تو یہ لوگ جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی قسمیں کھانے لگیں گے اور اپنے گمان میں اس وقت بھی یہ سمجھیں گے کہ وہ بہت کچھ ہیں۔ یقین جانو کہ یہ پکے جھوٹے ہیں۔ [المجادلة: ۱۴/۵۸]
- ⑧ منافقین ہی میں کچھ ایسے بھی ہیں جنہوں نے (مذموم) اغراض کے لیے مسجد بنائی ہے تاکہ نقصان پہنچائیں، کفر پھیلائیں اور اہل ایمان کو باہم لڑائیں اور ایسے شخص کے قیام کا بند و بست کریں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا شدید دشمن ہے اور قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ (مسجد کی تعمیر کا مقصد) خیر اور بھلائی کے سوا اور کچھ نہ تھا اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ بڑے ہی جھوٹے ہیں۔ [التوبة: ۱۰۷]
- ⑨ یہ منافق قسمیں کھا کھا کر کہتے کہ انہوں نے کوئی کفریہ بات نہیں کہی حالانکہ وہ کلمہ کفر بک چکے ہیں۔ اسلام لانے کے بعد کفر کا ارتکاب کر چکے ہیں۔ [التوبة: ۴۷]
- ⑩ منافقین نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے۔ [المنافقون: ۲/۶۳]

قرآن کریم کے ان دس مقامات پر غور کرنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ منافقین نے کفریہ باتیں..... توہین آمیز کلمات اور استہزا و مذاق کا عمل کیا اور..... کوئی ایک آدھ مرتبہ نہیں بلکہ بہت سے مواقع پر ایسی باتیں کی ہیں۔

زیر تفسیر آیت ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ﴾ کے شان نزول میں مفسرین نے ایک واقعہ یہ بھی بیان کیا ہے:

”غزوہ تبوک میں کچھ منافقین بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک جہاد تھے۔ ان میں سے ایک شخص جلّاس بھی تھا۔ جلّاس کے گھر سیدنا عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں جو اپنے بیٹے عمیر کو بھی ساتھ لائی تھیں۔ جب منافقین کے بارے میں قرآنی آیات نازل ہوئیں تو جلّاس کہنے لگا اللہ کی قسم! اگر یہ شخص (محمد ﷺ) اپنے قول میں سچے ہیں تو پھر ہم گدھوں سے بھی بدتر ہیں۔ سیدنا عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ اس کی یہ بات سن کر کہنے لگے کہ یوں تو آپ مجھے بہت ہی محبوب ہیں اور آپ کی تکلیف مجھ پر اپنی تکلیف سے بھی زیادہ باعث تکلیف ہے لیکن آپ نے ایسی بات کہہ دی ہے کہ میں اگر اس بات کو رسول اللہ ﷺ تک پہنچاؤں تو نری رسوائی ہے اور اگر نہ پہنچاؤں تو بڑی ہلاکت ہے۔ رسوائی یقیناً ہلاکت سے ہلکی چیز ہے یہ کہہ کر یہ نوجوان رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے اور ساری بات کہہ سنائی۔ جلّاس کو جب راز فاش ہونے کی خبر ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہو کر قسمیں کھانے لگا اور کہی ہوئی بات سے مکر گیا اور سیدنا عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ پر الزام لگا دیا کہ انھوں نے آپ ﷺ تک جھوٹی بات پہنچائی ہے۔ اس واقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی۔“^①

اسی آیت کی شان نزول میں امام بغوی رحمہ اللہ نے یہ واقعہ اس طرح نقل کیا ہے:

”رسول اللہ ﷺ نے غزوہ تبوک کے موقع پر خطبہ ارشاد فرمایا جس میں منافقین

کے انجام بدکا ذکر تھا حاضرین میں ایک منافق جلاس بھی موجود تھا، وہ اپنی مجلس میں پہنچا اور کہا کہ جو کچھ محمد (ﷺ) کہتے ہیں اگر وہ سچ ہے تو پھر ہم گدھوں سے بھی زیادہ بدتر ہیں۔“ یہ بات سیدنا عامر بن قیس رضی اللہ عنہ نے سن لی اور کہا کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ فرمایا وہی سچ ہے اور تم واقعی گدھوں سے بھی زیادہ بدتر ہو۔ سیدنا عامر بن قیس رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کو سنا دیا مگر جلاس مکر گیا اور کہنے لگا کہ عامر بن قیس نے مجھ پر تہمت لگائی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے دونوں کو حکم دیا کہ منبر کے پاس کھڑے ہو کر قسم کھاؤ، جلاس نے فوراً قسم کھا کر کہا کہ میں نے ایسی کوئی بات نہیں کی اور عامر جھوٹ بول رہے ہیں۔ سیدنا عامر بن قیس رضی اللہ عنہ کی باری آئی تو انھوں نے بھی قسم کھائی اور پھر دعا کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے ہاتھوں کو بلند کیا اور بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ گویا ہوئے۔ ”یا اللہ! اپنے رسول ﷺ پر وحی کے ذریعے معاملے کی حقیقت کھول دے۔“ اس دعا پر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام نے آمین کہی، قسمیں کھانے والے یہ دونوں اپنی جگہ سے ابھی واپس نہیں ہوئے تھے کہ جبریل امین وحی لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہو گئے۔ جس میں یہ آیت ﴿يَتَجَفَّوْنَ بِاللَّهِ﴾ نازل ہوئی۔ جلاس نے جب یہ آیت سنی تو فوراً کہنے لگے اے اللہ کے رسول! میں اپنی غلطی کا اقرار کرتا ہوں اور عامر بن قیس کی بات کی تصدیق کرتا ہوں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے اس لیے میں اپنے اقرار جرم کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا سوال اور اپنے گناہ پر نادم ہو کر توبہ کرتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی معذرت قبول فرمائی اور یہ اپنی سچی توبہ پر قائم رہے اور ان کے حالات درست ہو گئے۔^①

① تفسیر مظہری: ۲۶۷/۴۔

رسول اللہ ﷺ کے قتل کی سازش:

﴿وَهُوَ أَهْمُ النَّبَاتِ﴾ [التوبة : ۷۴]

”منافقین نے ایسے کام کا ارادہ کر رکھا تھا جسے (عملاً وہ) نہیں کر سکے۔“

ان دو مختصر لفظوں میں منافقین کی خباثتوں، ناپاک منصوبوں اور مکروہ سازشوں کی طرف اشارہ ہے اور اس کے ساتھ ہی ان بد بختوں کی نامرادیوں، پروگراموں کی ناکامیوں اور دلی حسرتوں اور محرومیوں کی اطلاع بھی ہے۔ گزشتہ آٹھ نو سال کے عرصہ پر نظر ڈالی جائے تو یہ بات با آسانی سمجھ میں آتی ہے کہ اگر منافقین کا زور چلتا تو وہ دین اسلام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتے..... کیونکہ ان کے شرانگیز پروگرام، خوفناک منصوبے اور سازشیں بڑی ہی ہلاکت خیز تھیں جیسا کہ زیر تفسیر آیت میں ان کی ایک کمینگی کی طرف اشارہ ہے۔

تبوک سے مدینہ کے لیے واپسی کا سفر جاری تھا۔ تیس ہزار جاں نثار صحابہ کرام کا لشکر میلوں لمبی قطار بنائے محو سفر تھا۔ بلند پہاڑوں کی ایک تنگ گھاٹی آنے والی تھی، منافقین نے ناپاک منصوبے پر عمل کے لیے اسی جگہ کو اپنے لیے موزوں تر سمجھا اور آپ ﷺ سے ذرا وقفے سے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی رسول اللہ ﷺ کو اطلاع کر دی کہ منافقین اچانک حملہ کر کے آپ ﷺ کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ اس اطلاع پر رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لشکر میں اعلان کرے کہ کوئی شخص گھاٹی کے راستے سے نہ آئے، دوسرا راستہ جو بطن وادی سے ہے اور کھلا راستہ ہے اس پر سفر کریں۔“

رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑے سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ آگے آگے چل رہے تھے جبکہ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی سواری کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ تمام مجاہدین نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تعمیل میں بطن وادی کا راستہ اختیار کیا، مگر منافقین ممنوعہ راستہ پر چلتے رہے، ان لوگوں نے اپنے چہرے چادروں سے لپیٹ کر چھپا رکھے تھے۔ سوار یوں کو دوڑاتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے قریب تک پہنچ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ پیچھا کرنے والے لوگوں کی سواریوں کے چہروں پر ماریں اور ان کا رخ موڑ دیں۔ انھوں نے اپنی ڈھال سے ان لوگوں کی سواریوں کو مارنا شروع کیا اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے جاتے کہ اللہ کے دشمنو! دفع ہو جاؤ۔ حملہ آور منافقین نے جب یہ بات سنی تو وہ جان گئے کہ ہمارے پروگرام کی اطلاع ہو چکی ہے۔ انھوں نے اپنی سواریوں کو دوڑایا اور مجاہدین سے جا ملے..... یہ لوگ عقبہ والوں کے نام سے جانے جاتے تھے۔

اس واقعہ سے متعلق صحیح مسلم کی یہ حدیث بڑی اہمیت کی حامل ہے۔
 ”ایک دفعہ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے ایک شخص کی تلخ کلامی ہو گئی، دوران بحث اس نے کہا میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ عقبہ والے کتنے تھے؟ (سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ گریزاں نظر آئے تو) لوگوں نے ان سے کہا جب وہ قسم دے کر پوچھتا ہے تو آپ بتادیں۔ سیدنا حذیفہ نے کہا: ”ہمیں خبر دی گئی ہے کہ یہ چودہ لوگ تھے اور اگر تو بھی ان میں شامل تھا تو پھر پندرہ تھے اور میں اللہ کی قسم کھا کر گواہی دیتا ہوں کہ ان میں سے بارہ شخص تو دنیا اور آخرت دونوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں۔ باقی رہے تین تو انھوں نے عذر پیش کیا تھا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی کی آواز ہی نہیں سنی تھی اور نہ ہمیں یہ معلوم تھا کہ ان (منافقین) کا ارادہ کیا تھا۔“^①

منافقین نے جو ارادہ کیا تھا: ﴿يَهْتَلُونَ يَتْلَوْنَ﴾ وہ اپنی مراد کو نہ پہنچ سکے اور یہ ناکامی وہ نامرادی انھیں کوئی ایک آدھ مرتبہ نہیں ہوئی بلکہ وہ ہمیشہ اپنے ناپاک منصوبوں، سازشوں اور شرارتوں میں ناکام ہوئے جس کی چند مثالیں یہ ہیں:
 ﴿وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنا چاہتے تھے مگر ناکام و نامراد ہوئے۔

① مسلم، کتاب صفات المنافقین و أحكامہم، باب صفات المنافقین: ۲۷۷۹۔

✽ اسلام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرمایا۔
✽ مجاہدین پر مال خرچ کرنے والوں سے کہتے کہ یہ خرچ بند کرو مگر راہ جہاد میں خرچ کرنے والوں نے بے مثال داستانیں رقم کیں۔

✽ منافقین یہودیوں کو مدینہ میں آباد دیکھنا چاہتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے انھیں برباد کیا۔
✽ منافقین عبداللہ بن ابی کو تاج سلطانی پہنا کر صاحب عزت دیکھنا چاہتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے اسے ذلیل کیا۔

✽ یہ لوگ مجاہدین کی شکست کے خواہاں تھے مگر اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت عطا فرمائی۔
✽ یہ لوگ تبوک کے میدان میں مجاہدین کا خون بہتا دیکھنا چاہتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے دشمن کو سامنے آنے کی ہمت ہی نہ دی۔

﴿وَمَا تَقْصُرُوا مِنَ الْعِلْمِ أَنْ تُغْنِيَهُمْ لِلَّهِ مِنْ سِعَةِ عِلْمِهِ﴾ [التوبة: ۴۷]

”یہ منافق صرف اس بات کا انتقام لے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اور اس کے رسول ﷺ نے انھیں (غربت سے) دولت مند کر دیا۔“

احسان کا بدلہ انتقام:

✽ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام نے مکہ کو الوداع کہا اور مدینہ کو اپنا مسکن بنا لیا۔ مدینہ پوری دنیا کے لیے دعوت دین کا مرکز بنا، وہاں سے جہادی دستے کافروں کی سرکوبی کے لیے نکلنے لگے اور غلبہ یوں کے لیے خوزریز معرکہ لڑ کر مال غنیمت کے ڈھیر مسجد نبوی میں لاتے رہے۔

✽ جہاد کی برکت سے اہل مدینہ کی غربت و تنگدستی خوشحالی میں بدل گئی۔
✽ رسول اللہ ﷺ مال غنیمت کی تقسیم کے وقت منافقین کو بطور خاص تالیف قلب کے لیے اور ان کی شرارتوں سے بچنے کے لیے وافر حصہ عطا فرماتے تھے۔
✽ ان مراعات کی وجہ سے ان کی معاشی حالت بھی نہ صرف یہ کہ سنبھل گئی بلکہ یہ بڑے

مال دار، دولت مند اور غنی بن گئے۔

✽ اللہ تعالیٰ کے اس فضل و عنایت کی شکرگزاری اور نبی ﷺ کے احسانات کا جواب انھوں نے نمک حرامی، دشمنی، ایذا رسانی اور حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کے قتل کی سازش تک کی شکل میں دیا اور یہ ظالم حسد کی آگ میں جلتے گئے یہ اپنے مرض نفاق میں اور زیادہ بڑھتے گئے۔

توبہ کے لیے ایک اور موقع:

﴿لَا يَنْبَغِي لَكَ حَيْرَةٌ أَنَّهُمْ﴾ [التوبة: ۷۴]

”اگر یہ منافق اب بھی توبہ کر لیں تو یہ ان کے لیے بہت بہتر ہے۔“

✽ طویل عرصہ تک منافقین کو مہلت اور ڈھیل دی جاتی رہی ہے۔

✽ مال و دولت عطا کر کے ان کے حسد و بغض، دشمنی اور عداوت کی آگ کو بجھانے کی بھرپور کوشش ہوتی رہی ہے۔

✽ مفاد پرست موزیوں کی بہت زیادہ پردہ پوشی ہوتی رہی ہے۔

✽ یہ اپنے ناپاک منصوبوں میں ہمیشہ ناکام ہوتے رہے ہیں۔ اب پھر انھیں موقع دیا جاتا ہے کہ باز آجائیں اور اپنی پرانی روش کو بدل لیں۔ توبہ کر کے دل و دماغ کو پاک صاف کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئیں، جہاد دشمنی ترک کر دیں تو یہ ان کے لیے بہت ہی بہتر ہے۔

﴿وَلَا يَنْبَغِي لَكَ حَيْرَةٌ أَنَّهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾

[التوبة: ۷۴]

”اور اگر (یہ منافق توبہ نہ کریں اور) منہ پھیر لیں تو اللہ تعالیٰ انھیں دنیا اور

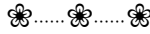
آخرت میں بڑا ہی دردناک عذاب دے گا۔“

اللہ تعالیٰ کی گرفت کے بعد دنیا بھر میں نہ تو ان کا کوئی حامی ہو گا اور نہ کوئی ان کی مدد

کر سکے گا۔

✽ منافقین کے لیے ایک عذاب تو یہ تھا کہ وہ دنیا کے لحاظ سے بڑے مالدار تو تھے ہی اس کے ساتھ وہ ذی وقار اور صاحب عزت بننے کی بھی کوشش کرتے مگر ہمیشہ ذلیل رہتے، اپنے ناپاک ارادوں کے راز فاش ہونے کی صورت میں اہل ایمان کی نظروں میں رسوا اور حقیر ہوتے۔ ایک چھوٹے مومن کم عمر بچے کے مقابلہ میں منافقین کے بڑے بڑے سردار بے اعتبار اور جھوٹے قرار پاتے جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ مسلمانوں کی نظروں میں ننگو اور چھوٹے بن کر رہے، جھوٹی قسمیں کھا کر وہ اپنی عزت و آبرو کا محل تعمیر کرتے اور ایک بچے کی شہادت پر وہ محل زمین بوس ہو جاتا۔ یہ حسرت بھری نگاہوں اور شرمندگی کے گہرے گڑھے میں جا گرتے، ان کی دنیا کبھی بھی اچھی نہیں رہی اور آخرت تو ہے ہی ان کے لیے باعث ندامت، دردناک عذاب کا مرحلہ اور حسرت و افسوس کا دن۔

✽ یاد رکھیں! قیامت تک آنے والے منافقین کا انجام بھی ہوگا اللہ تعالیٰ کے فیصلے کبھی نہیں بدلتے ہاں! صرف یہ صورت ہے کہ منافق توبہ کر لیں جہاد دشمنی ترک کر کے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مطیع بن جائیں اور جہادی راہ اپنالیں۔



﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰمَىٰ اِلٰهَ بَنِي اٰدَمَ مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الطَّٰغِيّٰتِ ۚ فَلَمَّا اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَكَوْنُوْا اَوَّلَ اَوَّلِ الْاٰفَاقِ ۚ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰی یَوْمِ یَلْقَوْنَهٗ بِمَا اَخْلَقُوْا اللّٰهَ مَا رَعَوْا وَاَنۢبَاۤا كَاۤنُوْا یَكْذِبُوْنَ ؕ اَلَمْ یَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰهُمْ ۚ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰۤی الْغُیُوْبِ ۙ﴾ [التوبة : ۷۵ تا ۷۸]

”اور ان میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا کہ اگر اس نے ہمیں اپنے فضل سے کچھ عطا فرمایا تو ہم ضرور صدقہ کریں گے اور ضرور ہی نیک لوگوں سے ہو جائیں گے۔ پھر جب اس نے انہیں اپنے فضل میں سے کچھ عطا فرمایا تو

انھوں نے اس سے بخل کیا اور بے رخی کرتے ہوئے منہ موڑ گئے۔ تو اس کے نتیجے میں اس نے ان کے دلوں میں اس دن تک نفاق رکھ دیا جس میں وہ اس سے ملیں گے۔ اس لیے کہ انھوں نے اللہ سے اس وعدے کی خلاف ورزی کی جو اس سے کیا تھا اور اس لیے کہ وہ جھوٹ کہتے تھے۔ کیا انھوں نے نہیں جانا کہ بے شک اللہ ان کا راز اور ان کی سرگوشی جانتا ہے اور یہ کہ بلا شک اللہ سب غیبوں کو بہت خوب جاننے والا ہے۔“

حصول مال کے لیے منافقین کی دعائیں اور عہد:

حصول مال منافق کی دلی تمنا، حاصل زندگی اور مقصود حیات ہے۔ ان آیات میں منافقین کے ایک ایسے گروہ کا تذکرہ ہے جو فقر و فاقہ سے نجات کے خواہاں اور افلاس و تنگدستی کی جگہ مال و دولت کی فراوانی کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعاؤں کے ساتھ یہ وعدہ بھی کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ انھیں غربت سے چھٹکارا عطا کرے اور مال و زر سے مالا مال کر دے تو وہ جہادی قوت میں اضافے کے لیے مال پیش کریں گے۔ بھلائی کے ہر کام میں درہم و دینار اور اپنے خزانوں کے منہ کھول دیں گے صدقہ و خیرات ان کا پسندیدہ عمل ہوگا۔ منافقین کی اس دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کو مال و دولت عطا کر دیا تو مال کی محبت ان کے دلوں میں اتنی گہری ہو گئی کہ وہ بخل کرنے لگے..... اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد معاہدے سب ان کو بھول گئے۔ یاد کرانے پر مکر جاتے، کنجوسی اور بخل کی خوفناک بیماری انھیں ہلاکت کی طرف دھکیل کر لے گئی۔ نصیحت اور خیر خواہی کا علاج بھی بے اثر ہو گیا۔ نفاق کا یہ مرض بڑھتا گیا یہاں تک کہ ان لوگوں سے توبہ کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ نے چھین لی اور تا قیامت ان کے دلوں میں نفاق کی یہ مہلک بیماری جڑ پکڑ گئی اور وہ اسی حالت نفاق کے ساتھ میدان حشر میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوں گے۔ اسی نفاق کی بیماری کی

وجہ سے جہنم کے سب سے نچلے حصے میں پھینک دیے جائیں گے۔ اس مرض نفاق کی وجہ سے دنیا میں ان کے مددگار اور حمایتی دونوں جہانوں میں ان کے کسی کام نہیں آئیں گے۔ یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ سے پختہ عہد کرنے کے بعد انھوں نے عہد شکنی کی، بخل سے کام لیا اور جھوٹ بولتے رہے۔

رسول اللہ ﷺ نے بھی منافق کی تین بڑی نشانیاں بیان فرمائی ہیں:

«إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اتَّخَذَ خَائِنًا»^①

”بات جھوٹی کرتا ہے، وعدہ خلافی کرتا ہے اور امانت میں خیانت کرتا ہے۔“

اس آیت کریمہ میں منافقین کی یہ تینوں نشانیاں موجود ہیں:

① اللہ تعالیٰ نے مال دیا تو حسب وعدہ خرچ کرنے سے مکر گئے۔

② وعدہ خلافی کے ساتھ ساتھ جھوٹ بولتے رہے۔

③ مال اللہ کی امانت تھی جسے جہاد اور دیگر بھلائی کے امور میں خرچ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے انھیں پابند کیا تھا مگر وہ امانت کا حق ادا کرنے کے بجائے خائن بن گئے۔

④ سیدنا ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے منسوب واقعہ درست نہیں۔ ایک موضوع اور من گھڑت واقعہ بعض مفسرین نے ان آیات کی شان نزول میں بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس غلطی اور سہو کو معاف فرمائے۔

خوب یاد رکھیں! سیدنا ثعلبہ رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں اور تمام شرکائے بدر کے جنتی ہونے کی خوشخبری خود رسول اللہ ﷺ نے دی ہے۔

مال اور اولاد فتنہ ہے:

﴿إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ [الأنفال: ۲۸/۸]

”بے شک تمہارے مال اور تمہاری اولادیں فتنہ ہیں۔“

① مسلم، کتاب الإیمان، باب خصال المنافق: ۵۹۔

◎ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو ان دونوں کو اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے استعمال کرنے سے گھبراتے اور کتراتے ہیں۔ انھیں فکر کرنی چاہیے اور منافقین کے طرز عمل سے اجتناب کرنا چاہیے۔

◎ کثرت مال کی بجائے دنیا و آخرت کی بھلائی کے لیے یہ دعا کرنا چاہیے:

﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾

[البقرة: ۲۰۱/۲]

”اے ہمارے رب! ہمیں دنیا کی بھلائی عطا فرما اور آخرت کی بہتری نصیب فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچالے۔“

◎ اگر اللہ تعالیٰ مال و دولت دے دے تو جہاد اور بھلائی کے دوسرے کاموں میں خرچ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ توفیق مانگتے رہنا چاہیے۔

دنیاوی مفاد کے لیے جہاد میں شرکت کے خواہاں :

◎ بعض لوگ ہمارے پاس آ کر کہتے ہیں، بتائیے کہ کتنی تنخواہ اور وظیفہ دو گے؟ بالعموم ایسے لوگوں کا مقصد خدمت دین نہیں ہوتا، جہاد میں قربانی کے جذبہ سے شرکت نہیں بلکہ مقصد حصول مال ہوتا ہے۔ مراعات کا خواہاں شخص، موٹر سائیکل اور گاڑی کے لالچ میں آنے والا مال کا حریص ہے ایسے شخص سے خیر کی توقع کم ہی کی جاسکتی ہے۔ اس لیے کہ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ جہاد جیسے اہم ترین کام کی توفیق ہی نہیں دیتا۔ دوسرا ہمارا مشاہدہ یہ بھی ہے کہ بخیل مال دار شخص خرچ کرتے وقت بھی کہتا ہے کشادگی آئے گی، کارخانہ اور فیکٹری چلے گی، رکا ہوا مال بکے گا، مارکیٹ سے وصولی ہوگی، فصلیں کٹیں گی تو پھر خرچ کریں گے۔ جب یہ سارے کام درست ہو جاتے ہیں تو وعدے سے مکر جاتے ہیں۔ خرچ کرنے سے ہاتھوں کو بند کر لیتے ہیں۔ ﴿قَبِّلْنَا أَنْتُمْ مِنْ قَضَائِهِمْ بَخِيلًا﴾

”پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو مال دے دیا تو بخیل بن گئے۔“

رزق میں فراخی اور تنگی کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے :

﴿اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾

[العنکبوت : ۶۲/۲۹]

”اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے فراخ اور کشادہ روزی دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے روزی تنگ کر دیتا ہے۔“

﴿قُلْ إِنَّ رِزْقَ رَبِّكَ بِرِزْقِ رَبِّكَ يَكْفِيكَ إِنَّكَ أَنْتَ الْغَافِلُونَ﴾

[سبا : ۳۶/۳۴]

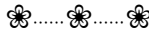
”(اے نبی!) کہہ دیجیے کہ میرا رب جس کے لیے چاہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لیے وہ چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے لیکن اکثر لوگ (اس حقیقت کو) نہیں جانتے۔“

زیر تفسیر آیت کے ساتھ اگر اس سے پچھلی آیت پر بھی غور کریں تو یہ بات واضح اور ثابت ہے کہ غنی اور مالدار بنانے والا اور روزی فراخ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے، رسول تو اللہ سے سوال کرتے ہیں۔ جیسا کہ مِّنْ فَضْلِهِ سے ثابت ہے، اگر اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول دونوں نے غنی کیا ہوتا تو الفاظ یوں ہوتے ((مِنْ فَضْلِهِمَا)) ان دونوں نے اپنے فضل سے انھیں غنی کیا۔

اس آیت: ﴿أَعْلَمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ سے مراد یہ ہے کہ غنی تو اللہ تعالیٰ نے کیا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کا ذریعہ رسول اللہ ﷺ کو بنایا۔ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے، تاکہ لوگوں کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ جس کو اللہ تعالیٰ دینا چاہے اسے روکنے والا کوئی نہیں اور جس کو اللہ تعالیٰ نہ دے اسے دنیا کی کوئی طاقت کچھ نہیں دے سکتی..... آپ بھی دعایاد کر کے ہر نماز کے بعد پڑھا کریں تاکہ عقیدہ توحید میں کسی قسم کی شرکیہ آمیزش نہ ہونے پائے۔

«لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطَى لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ»^①

”اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، ملکوں کی بادشاہی اسی کے لیے ہے۔ حمد کے لائق بھی وہی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! اگر تو کسی کو اپنے فضل سے کچھ عطا کرنا چاہے تو کوئی تجھے روک نہیں سکتا اور اگر کسی کو تو اپنی رحمت سے محروم کر دے تو کوئی اسے دے نہیں سکتا، کسی دولت مند کا مال اسے تیرے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔“



﴿الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الْقُدُوسِ وَالَّذِينَ لَا يُجِدُونَ إِلَّا جَهْدَهُمْ يُقَاتِلُونَ مِنْهُمْ فَاغْرَابْنَاهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [التوبة: ۷۹]

”وہ جو صدقات میں خوش دلی سے حصہ لینے والے ایمانداروں پر طعن کرتے ہیں اور ان پر بھی جو اپنی محنت کے سوا کچھ نہیں پاتے، سو وہ ان سے مذاق کرتے ہیں۔ اللہ نے ان سے مذاق کیا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

جہاد کے لیے مال پیش کرنے والوں پر طنز:

اس آیت میں منافقین کی ایک اور گھٹیا حرکت کو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ راہ جہاد میں مال خرچ کرنے والے اہل ایمان خواہ امیر ہوں یا غریب منافقین کی زبان طعن اور اذیت ناک باتوں سے کوئی بھی محفوظ نہیں راہ جہاد میں مال پیش کرنے والوں کی حوصلہ شکنی منافقین کی منحوس عادت تھی۔ اپنے بخل کو چھپانے اور کنجوسی کی مذموم عادت پر قائم رہنے کے لیے منافقین کا طریقہ یہ تھا کہ اہل ایمان کی قربانیوں کی اہمیت کو گھٹاتے اور ان

① بخاری، کتاب الاذان، باب الذکر..... الخ: ۸۴۴۔ مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلاة..... الخ: ۵۹۳۔

کے جذبہ ایثار کا مذاق اڑاتے۔

✽ اہل ایمان کی اعلیٰ ظرفی اور فراخ دلی سے انہیں سخت تکلیف ہوتی..... جہاد کے لیے مال پیش کرنے کے مثالی جذبہ ایثار کو دیکھ دیکھ کر منافقین کے دل بیٹھ جاتے اور وہ حواس باختہ ہو کر طرح طرح کی احمقانہ باتیں کرتے۔

✽ راہ جہاد میں زیادہ مال پیش کرنے والے مخلص اہل ایمان کو وہ شہرت کا بھوکا، ریاکار اور ناموری کا خواہاں قرار دیتے۔

✽ تنگ دست، غریب اور مفلوک الحال صاحب ایمان لوگ دن بھر مزدوری کرتے، رات بھر پانی سے مشکیں بھر بھر کر کھیتوں کو سیراب کرتے اور اپنی محنت مزدوری کی پاکیزہ کمائی میں سے کچھ مال جہاد کے لیے پیش کرتے تو منافقین ایک دوسرے کو آنکھیں مار کر کہتے کہ اس کے آدھے صاع کھجور کی اللہ کو کیا ضرورت تھی؟ یہ اپنے ایک صاع کھجور کے ساتھ روم فتح کرنا چاہتا ہے۔

✽ منافقین کے ان توہین آمیز کلمات، تھک آمیز گفتگو اور حوصلہ شکن باتوں کی پروا نہ کرتے ہوئے جن لوگوں نے تنگ دستی اور خوشحالی میں جہاد کے لیے اپنے مال پیش کیے ان میں سے چند ایک کا تذکرہ درج ذیل ہے۔

چند غرباء کا جہاد میں مال پیش کرنے کا انداز :

✽ سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ (غزوہ تبوک کی تیاری کے حالات بیان کرتے ہوئے) کہتے ہیں کہ جب ہمیں (جہاد کے لیے) مال پیش کرنے کا حکم دیا گیا تو (ہم غربا کی کیفیت کچھ ایسی تھی کہ) ہم اس وقت مزدوری کرتے ہوئے بوجھ اٹھاتے تھے۔ ابو عقیل (اپنی اسی مزدوری سے) آدھا صاع کھجور لے کر آئے۔ منافق کہنے لگے: اس خیرات کی بھلا اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت تھی؟“^①

① مسلم، کتاب الزکاة: باب الحمل بأجرة يتصدق بها الخ : ۱۰۱۸۔

✽ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو (جہادی ضروریات کے لیے) مال جمع کرنے کا حکم دیا تو لوگ تعمیل حکم میں لگ گئے اور مال جمع کرنا شروع کر دیا۔ پھر وہ ایک ایک صاع کھجوریں لیے حاضر ہوئے اور کہنے لگے: اللہ کے رسول! میرے پاس دو صاع کھجوریں تھیں جو میں نے رات بھر مزدوری کر کے حاصل کی تھیں۔ ایک صاع اپنے بچوں کے لیے چھوڑ آیا ہوں اور ایک صاع آپ کی خدمت میں لے آیا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ جمع شدہ صدقات کے ڈھیر پر ان کھجوروں کو بکھیر دیا جائے۔

✽ ایک غریب انصاری صحابی ایک صاع اناج لائے۔
✽ کوئی غریب ایک مٹھی، کوئی ایک ایک لپ کھجوریں، چھوہارے اور جولا لاکر پیش کرتا گیا۔
سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان مسابقہ:

✽ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خود بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (غزوہ تبوک کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے) ہمیں صدقہ کرنے کا حکم فرمایا۔ اس موقع پر میری مالی حالت بہت بہتر تھی میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ زندگی میں کبھی ابو بکر رضی اللہ عنہ سے سبقت لے جانا چاہوں تو اس کے لیے آج کے دن سے بڑھ کر اور کوئی موقع نہیں۔ میں اپنا آدھا مال لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ”عمر! گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا ہے؟“ عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: ”آدھا مال گھر والوں کے لیے چھوڑ آیا ہوں اور آدھا مال جہاد کے لیے حاضر ہے۔“ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”اے ابو بکر! گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا ہے؟“ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواباً عرض کیا:

أَبَقَيْتُ لَهُمُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ”گھر والوں کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو چھوڑ آیا ہوں۔“ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ صورتحال دیکھی تو پکار اٹھے کہ میں ابو بکر سے کبھی بھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔^①

① ترمذی، کتاب المناقب، باب رجاؤہ ﷺ أن يكون أبو بكر..... الخ: ۳۶۷۵۔

راہ جہاد میں مال خرچ کرنے کی مسابقت کا سلسلہ شروع ہو گیا تو ہر شخص اپنی استطاعت سے بڑھ کر جہاد کے لیے مال پیش کرنے لگا۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ مجاہد جیش العسرہ کا خطاب:

- ☆ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے غزوہ تبوک کے لیے جو مال پیش کیا، شیخ صفی الرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ نے الریح المختوم صفحہ ۵۸۳ پر اس کی تفصیلات اس طرح بیان کی ہیں:
- ☆ سونا تقریباً ساڑھے پانچ کلو..... بصورت ایک ہزار دینار۔
- ☆ چاندی تقریباً ساڑھے انتیس کلو..... بصورت دو سو اوقیہ۔
- ☆ نو سو اونٹ مع مہار، پالان، کجاوا وغیرہ۔
- ☆ ایک سو جنگی گھوڑے۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے درج بالا جہاد فنڈ مختلف اوقات میں پیش کیا تھا..... کیوں کہ غزوہ تبوک کی تیاری میں کئی ہفتے لگ گئے تھے۔

- ☆ کبھی مجاہدین کے لیے سوار یوں کی ضرورت ہوتی۔
- ☆ کبھی مجاہدین کو اسلحہ کی قلت کا سامنا تھا۔
- ☆ کبھی سفری ضروریات اور خوراک کے انتظامات کے لیے نقد رقم درکار تھی۔
- ☆ حسب ضرورت رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرماتے اور ضروریات جہاد کی تفصیلات بیان کر کے ان کو پورا کرنے کی ترغیب دلاتے۔

☆ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو جہاد کے لیے مال پیش کرنے کے لیے ابھارا تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنا وہ تجارتی قافلہ جو دو سو اونٹوں اور دو سو اوقیہ چاندی پر مشتمل تھا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

☆ ایک اور موقع پر جہادی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے، حالات کی نزاکت، سفر کی دوری، دشمن کی قوت وغیرہ کا ذکر فرما کر صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم کو مال پیش کرنے کی ترغیب دی۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پھر کھڑے ہوئے اور کجاوے، پالان و مہارسمیت ایک سواونٹ دینے کا اعلان فرمایا۔

رسول اللہ ﷺ منبر سے ایک سیڑھی نیچے تشریف لائے اور لوگوں کو مال پیش کرنے کی ترغیب دی۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ پھر کھڑے ہوئے اور ایک سومزید اونٹ مع ضروری سامان پیش کرنے کا اعلان کیا، تیسری مرتبہ کی ترغیب پر ایک سواونٹ دینے کا اعلان کیا۔^①

☆ سیدنا عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار دینار (سونے کے سکے جن کا وزن تقریباً ساڑھے پانچ کلو بنتا ہے) لا کر رسول اللہ ﷺ کی جھولی میں رکھ دیے۔ رسول اللہ ﷺ ان دیناروں کو الٹ پلٹ کرتے ہوئے فرما رہے تھے: ”آج کے اس عمل کے بعد عثمان جو بھی کریں وہ انھیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔“^②

اتنا کثیر مال پیش کرنے کی وجہ سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو ”مجهز جيش العسره“ کا نام دیا گیا۔ یعنی مشکل حالات میں لشکر کی تیاری کرنے والا۔

○ سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے دو سواونٹ (تقریباً ساڑھے اسیس کلو) چاندی لائے۔

○ سیدنا عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے نوے وق کھجوریں لا کر پیش کر دیں۔^③

ان کھجوروں کا وزن موجودہ حساب سے تیرہ ہزار پانچ سو کلو بنتا ہے۔

جہاد کے لیے عورتوں نے زیورات پیش کر دیے:

جہاں صحابہ کرام رومی صلیبوں سے جنگ کی تیاری کے لیے دوڑ دھوپ میں مصروف تھے۔ بڑی تیزی سے مال جمع کرنے اور مال پیش کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ رہے تھے۔ مسجد نبوی کے صحن میں کھجوروں، چھوہاروں، گندم اور ’جو‘ کے ڈھیر پڑے ہوئے تھے..... وہاں مستورات کے زیورات کا ایک ڈھیر بھی دکھائی دے رہا تھا، ہر عورت

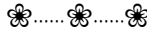
① مسند احمد: ۷۵/۴، ح: ۱۶۸۱۶، ۱۶۸۱۷۔

② ترمذی، کتاب المناقب، باب فی عد عثمان تسمیة..... الخ: ۳۷۰۱۔

③ الرحيق المختوم، ص: ۵۸۴۔

نے اپنی استطاعت کے مطابق غزوہ تبوک کے لیے مال پیش کیا۔ اس ڈھیر میں سونے چاندی کے مختلف زیورات شامل تھے، کسی خاتون نے اپنا ہار پیش کیا تو دوسری بی بی نے بازو بند بھیج دیا، ایک صحابیہ نے اپنی انگوٹھی کا صدقہ کیا تو دوسری نے پازیب روانہ کر دی، کوئی اپنی بالی پیش کر رہی تھی تو دوسری اپنے ننگن جہاد فنڈ کے لیے قربان کر رہی تھی۔ یوں صلیبیوں کے خلاف جہادی تیاری میں مقابلہ کے اس موقع پر خواتین بھی مردوں سے کسی صورت پیچھے نہیں رہیں۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال پیش کرنے والوں پر منافقین نے زبان طعن دراز کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرما کر منافقین پر واضح کیا کہ بد بختو! اگر تم مخلص اہل ایمان کا مذاق اڑاتے رہے ہو تو ہم بھی تمہارے جیسے جھوٹے منافقین سے خوب مذاق اور استہزا کریں گے، بس انتظار کرو تمہاری ضیافت کے لیے جہنم کا دردناک عذاب تیار ہے۔



﴿ اَسْتَغْفِرُ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرُ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ نَفَرُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴾ [التوبة : ٨٠]

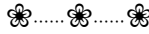
”ان کے لیے بخشش مانگ یا ان کے لیے بخشش نہ مانگ، اگر تو ان کے لیے ستر بار بخشش کی دعا کرے گا تو بھی اللہ انہیں ہرگز نہ بخشے گا۔ یہ اس لیے کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

منافق کی بخشش کے لیے نبی ﷺ کو دعا کرنے سے روک دیا گیا:

رسول اللہ ﷺ اپنے نرم رویے کی وجہ سے ہر ایک کے لیے دعائیں کرتے تھے یا اللہ! فلاں کو ٹھیک کر دے، فلاں کی اصلاح فرما دے، اگر کوئی آجاتا پھر بھی اور اگر کوئی نہ آتا تو بھی ان منافقین کے لیے مغفرت و بخشش کی دعائیں اور التجائیں کرتے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ ﷺ ان

منافقین کے لیے دعا کریں یا نہ کریں اگر ستر بار بھی دعا کریں تو اللہ تعالیٰ ان بدکاروں کو ہرگز معاف نہیں کرے گا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہوا کہ نبی ﷺ منافقین کے لیے بخشش کی دعا مانگیں۔



﴿لَرِجْمُ الْبَاسِلُونَ بِمَقْعِدِهِمْ خِلَافَ رَسُولِ اللَّهِ وَكَأَنَّ الْجَاهِدَ وَالْأَقْوَالِ لَهُمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوا يَفْقَهُونَ فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكِوْا كَثِيرًا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ﴾ [التوبة: ٨٢، ٨١]

”جو لوگ پیچھے چھوڑ دیے گئے وہ اللہ کے رسول کے پیچھے اپنے بیٹھ رہنے پر خوش ہو گئے اور انھوں نے ناپسند کیا کہ اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کریں اور کہنے لگے گرمی میں مت نکلے۔ کہہ دے جہنم کی آگ گرمی میں اس سے بہت زیادہ گرم ہے۔ کاش! وہ سمجھتے ہوتے۔ پس وہ بہت کم ہنسیں اور بہت زیادہ روئیں، اس کمائی کے بدلے جو وہ کرتے رہے ہیں۔“

گرمی میں جہاد کے لیے نہ نکلے! منافقین کا پروپیگنڈا:

اس آیت سے منافقین کی جہاد مخالف چالوں کی مذمت کی جا رہی ہے اور ساتھ ہی انھیں جہنم کی شدید ترین گرمی اور عذاب سے ڈرایا جا رہا ہے کیوں کہ یہ منافق رسول اللہ ﷺ کا ساتھ چھوڑ کر گھروں میں بیٹھ رہنے پر بہت خوش تھے اور دوسرے مخلص اہل ایمان جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک جہاد ہونے والے تھے ان کی حوصلہ شکنی کرتے، انھیں پیچھے رہنے کی ترغیب دیتے ہوئے کہہ رہے تھے:

﴿لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ﴾ ”گرمی میں مت نکلے۔“

منافقین کی ناپسندیدہ عادتوں، ذلیل قسم کی خصلتوں، بری سوچوں اور جہاد دشمنی کی خوفناک سازشوں کی بھی کوئی حد نہیں تھی تو دوسری جانب رسول اللہ ﷺ کی ہمدردی،

شفقت بھلائی اور خیر خواہی کے جذبات بھی ٹھٹھیں مارتی سمندری لہروں کی طرح متحرک تھے۔ ہر وقت لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچانے کی فکر، عذاب سے نجات دلانے کی تڑپ میں اللہ تعالیٰ سے دعائیں التجائیں، گریہ وزاری، بے قراری اور بخشش و مغفرت کے لیے جھولی پھیلائے رکھتے تھے اور یوں دعا کرتے: «اللَّهُمَّ اهْدِ قَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ»

”اے اللہ! میری قوم کو ہدایت عطا فرما کہ یہ جانتے نہیں۔“
 ((رَبِّ اُمَّتِي رَبِّ اُمَّتِي)) ”میرے اللہ! میری امت پر رحم فرما۔ اے میرے رب! میری امت کو بخش دے۔“

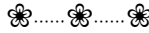
یہ منافق اپنے آپ کو بڑا عقل مند، دانا اور سمجھ دار سمجھے ہوئے تھے اور کہتے تھے جہاد سے پیچھے رہ کر گرمی سے بچ گئے، لمبے صحرائی سفر سے بچ گئے، اتنے بڑے دشمن کے مقابلہ سے بچ گئے، اس کو وہ اپنے کمال کی بات اور عقلمندی کا نتیجہ قرار دیتے جب کہ عقلمند وہ لوگ تھے جو رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نبھانے کے لیے شریک سفر تھے۔ نَوَكَائِدًا يَنْقَلِبُونَ کاش انھیں بھی محبت رسول اور اطاعت رسول کی سمجھ ہوتی۔

○ موجودہ حالات میں اپنے آپ کو عقلمند سمجھنے والوں کا بھی حال بالکل منافقین کی طرح ہے، یہ لوگ مجاہدین کو دہشت گرد اور معیشت کی تباہی کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ کفار کا مقابلہ کرنے کے لیے معاشی ترقی کرو، امریکہ نے اس میدان میں ترقی کی اور وہ آج کہاں پہنچ چکا ہے۔ مجاہدین کی کارروائیوں کے نتیجہ میں مسلم ممالک کی ترقیاں رک گئی ہیں اور ملک بھی تباہ ہو رہے ہیں۔ حقیقت میں یہ لوگ کم فہم، بے شعور اور بے وقوف ہیں، کاش انھیں کچھ عقل اور سمجھ ہوتی۔ ایسے لوگوں کو اپنے منافقانہ طرز عمل پر بہت زیادہ رونا چاہیے کیوں کہ اس کا انجام بڑا ہی خطرناک ہے:

﴿فَلْيَسْعَا قَتِيلًا وَيَبْلُغُوا لَيْلِيَّ حَزَّاءٍ يَبْ كَانُوا يَتَّبِعُونَ﴾ [التوبة: ۸۲]

”چاہیے کہ ہنسیں تھوڑا اور روئیں زیادہ، اس چیز کے بدلے جو وہ کماتے ہیں۔“
 منافقین نے جھوٹے عذر بہانے بنائے اور سفر جہاد میں شریک ہونے کی بجائے
 گھروں میں بیٹھ کر بہت خوشیاں منائیں اور ایک دوسرے سے کہا کہ میں نے ایسا عذر پیش
 کیا کہ سب مان گئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے تعلق توڑنے اور جہاد چھوڑنے پر خوش ہو
 رہے ہو، حقیقت میں تو یہ رونے کا مقام ہے، اگر آج تمہیں کچھ مہلت میسر ہے تو کل ضرور
 رونا پڑے گا، یہ بدلہ ہوگا ان کاموں کا جو تم کر رہے ہو۔ تم نبی ﷺ کو دھوکا دیتے رہے ہو،
 جہاد سے پیچھے رہنے کے لیے جھوٹے عذر بہانے پیش کر کے پیچھے رہنے پر خوش ہوتے
 رہے ہو، مخلص مجاہدین کو جہاد سے متنفر کرنے کے لیے سازشیں کرتے رہے ہو، اس لیے
 تمہیں ہنسنا کم اور رونا زیادہ چاہیے۔



﴿فَإِنْ رَجَعْتَ إِلَىٰ ظِلْفٍ مِنْهُمْ فَسَادُ نَفْسِكَ بِالْعَرُودِ فَقُلْ لَنْ تَخْرُجُوا مَعِيَ أَبَدًا
 وَلَكِنْ تَقَاتِلُوا مَعِيَ عَرُودًا إِنَّكُمْ رَضِيتُمْ بِالْعَرُودِ أَلَمْ تَرَ قَوْمَ قَارِقَتٍ وَامْعَ الْخَلِيفَتِ﴾

[التوبة : ۸۳]

”پھر اگر اللہ تجھے ان میں سے کسی گروہ کی طرف واپس لے آئے اور وہ تجھ سے
 (جنگ کے لیے) نکلنے کی اجازت طلب کریں تو کہہ دے تم میرے ساتھ کبھی
 نہیں نکلو گے اور میرے ساتھ مل کر کبھی کسی دشمن سے نہیں لڑو گے۔ بے شک تم
 پہلی مرتبہ بیٹھ رہنے پر خوش ہوئے، سو پیچھے رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔“

منافقین کو جہاد میں شریک نہ کریں:

یہ آیت سفر تبوک میں نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کے لیے ایک نیا حکم
 جاری فرمایا ہے: ﴿فَقُلْ لَنْ تَخْرُجُوا مَعِيَ أَبَدًا﴾ ”اے نبی! آپ ان منافقین سے کہہ دیں کہ

آئندہ جہاد کے لیے تم میرے ساتھ ہرگز نہیں نکل سکتے۔“ ﴿وَلَنْ تَجَازُوا هَبْنِي عَذَابًا﴾ ”اور میرے ساتھ مل کر تم دشمنوں سے ہرگز نہیں لڑ سکتے۔“

یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو منافقین کی نئی چالوں سے مطلع کرتے ہوئے فرمایا کہ جب آپ ﷺ تبوک سے واپس مدینہ پہنچیں گے تو یہی منافق آپ کے پاس آکر کہیں گے کہ اب ہم جہاد میں شریک ہونے کے لیے تیار ہیں، اب ہم کسی صورت جہاد سے پیچھے نہیں رہیں گے ہمیں بتائیے کہ آئندہ قافلہ کب جائے گا؟ آئندہ لشکر کب روانہ ہوگا؟ ہمیں تاریخ اور وقت بتائیں کہ کب جانا ہے، پہلے والا مسئلہ کچھ اور طرح کا تھا، فلاں مجبوری نہ ہوتی تو ہم ضرور جاتے..... مگر آئندہ تو کسی مجبوری کو بھی ہم خاطر میں نہیں لائیں گے بلکہ ہر صورت جہاد میں آپ کے ساتھ نکلیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے نبی! ان منافقین نے یہ باتیں کرنی ہیں لہذا آپ ان سے کھلی بات کہہ دیں:

❁ منافقو! اب ہم تمہیں جہاد میں اپنے ساتھ ہرگز نہیں لے جا سکتے۔

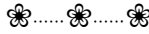
❁ تمہارا نفاق ظاہر ہو گیا اور اب اللہ تعالیٰ نے تم سے توفیق چھین لی۔

﴿إِنَّمَا رِزْقِيكُمْ بِالْعَمَلِ وَآلِ مَتَرٍ﴾

”اس سے پہلے تم نے گھر بیٹھنے کو پسند کیا تھا اور اس پر تم خوش بھی تھے۔“

اس لیے اب تم شریک جہاد ہونا بھی چاہو تو ہم تمہیں ہرگز اپنے ساتھ نہیں لے جائیں گے۔ اس لیے اب تم گھروں میں بیٹھنے والی عورتوں، بچوں، بیماروں اور معذور لوگوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔ اب تو اسلام کے مقابلہ میں رہا ہی کوئی نہیں، رومی بھاگ گئے، خیبر کے یہودیوں کی کمر توڑ دی گئی، مکہ والے گر گئے، سرکش قبائل نے ہتھیار ڈال دیے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لیے فتوحات کے دروازے کھول دیے۔ منافقو! اللہ تعالیٰ نے تم سے توفیق چھین لی ہے اور تمہیں اٹھا کر ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا ہے۔ اب تم اسلامی

معاشرے میں کوئی مفید کردار ادا کرنے کے لائق نہیں رہے بلکہ تم عضو معطل ہو، حقیر بن کر رہو، تم بے اعتماد و بے اعتبار لوگ ہو، دھوکے باز اور جھوٹے ہو، مکار، فریب کار اور بزدل ہو، سو اب ہمیں تمھاری ضرورت نہیں، اب تم گھر بیٹھ کر چند دن کی زندگی پوری کرلو، تمھارے حساب کا وقت قریب آ رہا ہے۔



﴿وَلَا تَصْلِيْ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَّا لَمْ يَأْتِ وَلَا تَعْمَدْ عَلَى قَبْرِهَا إِنْهُمْ يُقْرَوْنَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ

وَمَا تَوَلَّوْهُمْ فَيَسْتَوْنَ﴾ [التوبة : ۸۴]

”اور ان میں سے جو کوئی مرجائے اس کا کبھی جنازہ نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا، بے شک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور اس حال میں مرے کہ وہ نافرمان تھے۔“

منافق کی نماز جنازہ:

رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک سے فاتحانہ واپس تشریف لائے۔ منافقین کو اس کامیابی کا شدید صدمہ اور دکھ ہوا کیوں کہ انھیں یقین تھا کہ رومیوں سے مقابلہ کرنا کوئی آسان کام نہیں اور انھیں اس جنگ میں مسلمانوں کا خاتمہ یقینی نظر آ رہا تھا..... مگر اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے دل میں رعب ڈال دیا اور مقابلے کے لیے وہ میدان جنگ میں آئے ہی نہیں۔ منافقین کی امیدیں دم توڑ گئیں اور وہ سخت مایوسی کے عالم میں زندگی کے باقی ایام گزارنے لگے۔ فتح تبوک کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی کو موت نے آ پکڑا۔

○ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی مرگیا تو اس کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگے کہ اللہ کے رسول! اپنی قمیص عنایت فرمائیں تاکہ میں اپنے باپ کو اس میں کفن دوں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی قمیص منافق کے کفن کے لیے دے دی، پھر اس نے عرض کی کہ میرے باپ کا جنازہ

بھی پڑھائیں۔^①

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی مرگیا تو رسول اللہ ﷺ کو نماز جنازہ پڑھانے کے لیے بلایا گیا جب آپ ﷺ جنازہ کے ارادے سے کھڑے ہوئے تو میں آپ ﷺ کی طرف تیزی سے پہنچا اور کہا: ”اے اللہ کے رسول ﷺ کیا آپ ابی کے بیٹے کا جنازہ پڑھاتے ہیں جبکہ اس نے تو فلاں دن یہ کہا اور فلاں موقع پر یہ سازش کی۔ میں اس کے کفر کی باتیں گننے لگا رسول اللہ ﷺ میری باتیں سن کر مسکرائے اور فرمایا: اے عمر! پیچھے ہٹو۔“ میں پھر بھی اصرار کے ساتھ جنازہ پڑھانے سے روکتا رہا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے اختیار دیا گیا ہے، اگر مجھے پتا چل جائے کہ ستر مرتبہ سے زیادہ دعا کروں تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا تو میں ستر سے زیادہ مرتبہ دعا کروں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر نماز پڑھی ابھی آپ کو فارغ ہو کر واپس ہوئے کوئی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ سورہ توبہ کی یہ دو آیات نازل ہوئیں کہ ان منافقوں سے اگر کوئی مرجائے تو اس پر نماز نہ پڑھو اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔“^②

○ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن ابی کے منہ میں اپنا لعاب مبارک بھی ڈالا۔^③

اس آیت کے نزول کے بعد نبی ﷺ نے کسی منافق کی نماز جنازہ نہیں پڑھی اور نہ کسی کی قبر پر دعائے مغفرت کے لیے کھڑے ہوئے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بے دین اور کلمہ گو ہو کر دین کی دشمنی رکھنے والوں کے جنازے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

✽ جو شخص نماز نہیں پڑھتا اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھنی چاہیے۔

① بخاری، کتاب الجنائز، باب الکفن فی القميص الذی یکف أو لا یکف: ۱۲۶۹۔

② بخاری، کتاب الجنائز، باب ما یکره من الصلوة علی المنافقین الخ: ۱۳۶۶۔

③ بخاری، کتاب الجنائز، باب الکفن فی القميص الذی یکف أو لا یکف: ۱۲۷۰۔

✽ جہاد مخالفت میں جو شخص شدت کو پہنچا ہو اور لوگوں کو جہاد سے روکے تو اس کے جنازے میں شرکت سے اجتناب کرنا چاہیے۔

منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی کی شرانگیزیوں پر ایک نظر:

✽ زندگی بھر اس کی کوشش رہی کہ کسی طرح مجاہدین کو نقصان پہنچائے۔

✽ مجاہدین اسلام کے حوصلے پست کرنے کی کوشش میں رہا۔

✽ مجاہدین کو جہاد میں شریک ہونے سے روکتا رہا۔

✽ جہاد کے لیے مال پیش کرنے والوں کو جہاد بالمال سے روکتا رہا۔

✽ مجاہدین کو نقصان پہنچانے کے لیے اہل مکہ اور یہود سے خفیہ رابطے رکھے ہوئے تھا۔

✽ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگانے والوں میں مرکزی کردار اسی کا تھا۔

✽ جنگ بدر میں مسلمانوں کو شکست اور نبی ﷺ کے قتل کی افواہیں پھیلائیں۔

✽ بنو قریظہ کی جلا وطنی پر اس بد بخت نے رسول اللہ ﷺ کا گریبان تک پکڑ لیا۔

✽ غزوہ احد کے موقع پر مجاہدین کے حوصلے پست کرنے کے لیے اپنے تین سوساتھیوں کو واپس لے بھاگا۔

✽ بنو نضیر کی جلا وطنی کے فیصلہ پر بھی اس نے یہودیوں کو پیغام بھیجا کہ ڈٹے رہو، علاقہ نہ چھوڑو، میں تمہاری مدد کے لیے دو ہزار جنگجو لا رہا ہوں۔

✽ جنگ خندق کے موقع پر اس نے خندق کی کھدائی میں حصہ نہیں لیا۔

✽ لوگوں کو گھروں کی طرف واپس پلٹنے کی ترغیب دیتا رہا۔

✽ بنو قریظہ اور مشرکین مکہ سے خفیہ رابطے اور دلی ہمدردیاں رکھتا تھا۔

✽ رسول اللہ ﷺ کو ذلیل اور اپنے آپ کو عزت دار کہتا تھا۔

✽ رسول اللہ ﷺ جب غزوہ خیبر کے لیے روانہ ہوئے تو اس نے یہودیوں کو پیغام بھیجا

کہ تیار ہو کر خوب مقابلہ کرو۔

الغرض! اس منافق نے اپنی زندگی میں کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا اور ہمیشہ جہاد کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا رہا..... اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ منافق ایسے بدنصیب ہیں کہ ان کی نماز جنازہ اور دعائے مغفرت کے لیے ان کی قبروں پر کھڑے بھی نہ ہوں۔ اس لیے کہ..... انھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے کفر کیا اور اس حال میں مرے کہ یہ فاسق تھے۔



﴿وَلَا تَجْعَلْ أَمْوَالَهُمْ سَآوِلًا لَهُمْ وَلَهُمْ آتَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَزْهِقَ

أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ لَا يُفْقَرُونَ﴾ [التوبة: ۸۵]

”اور تجھے ان کے اموال اور اولاد بھلے معلوم نہ ہوں، اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ انھیں دنیا میں ان کے ذریعے سزا دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہی ہوں۔“

منافقین کے مال اور کثرت اولاد پر تعجب نہ کریں :

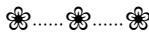
اللہ تعالیٰ نے منافقین کو جو مال عطا کیا ہے اور کثرت اولاد کی وجہ سے ان کے گھر پر رونق اور آباد ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اس قوت و طاقت اور وجاہت سے یہ پھولے نہیں سماتے۔ اے نبی! آپ (ﷺ) اس پر ہرگز تعجب نہ کریں۔ ان نعمتوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دینا چاہتا ہے۔ ان کا یہ مال ان کے لیے وبال اور اولاد موجب ہلاکت ثابت ہوگی..... جہاد دشمنی کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان سے توفیق چھین لی ہے اور یہ مرتے دم تک فاسق و کافر ہی رہیں گے۔

یہ مال منافق کے لیے عذاب ہے، یہ دولت اس کے لیے سخت سزا بنی ہوئی ہے۔ ہر وقت دل دھک دھک کرتا رہتا ہے۔ یہ حقیقت سمجھنے کے لیے موجودہ دور کے مالداروں کو

دیکھ لیں، ان میں سے اکثر کا حال یہ ہوتا ہے کہ اپنے کاروبار کی اتنی فکر کرتے ہیں کہ بس نہ پوچھو، نماز کی فکر نہیں اگر فکر ہے تو یہ کہ میرا کارخانہ بند نہ ہو جائے، جائداد پر کوئی قبضہ نہ کر لے، ڈاکو اور چور مال اڑا نہ لے جائیں..... کوئی تاوان اور چٹی نہ پڑ جائے..... دنیا دار اکثر پریشان نظر آتے ہیں، کاروبار چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے وقت نکالنا ان کے لیے بہت مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہوتا ہے۔ جب بھی دنیا داروں سے پوچھو بھائی کیا حال ہے؟ اکثر کا جواب ہوتا ہے کہ نہ پوچھو! سخت مندا ہے، گاہک نہیں، خرچے پورے نہیں ہوتے، بڑے پریشان ہیں۔

دیندار دولت مند:

اللہ تعالیٰ نے اپنے پسندیدہ بندوں کو بھی مال دیا ہے۔ ان کو یہ فکر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مال کو دین کی سر بلندی پر لگاؤں، مجاہدین پر خرچ کروں، جہادی ضرورتیں پورا کرنے کے لیے مال لٹا دوں، قیدی مجاہدین کی رہائی کے لیے اپنی تجوری کا منہ کھول دوں، شہدا کے یتیم بچوں، ان کی بیوگان کی خبر گیری اور کفالت پر مال نچھاور کر دوں۔ سواریوں کی سہولت فراہم کر دوں، یہ بنا دوں، وہ بنا دوں، یہ سب کچھ جب وہ عملاً کر گزرتا ہے، تو اس کی خوشی دیکھنے کے قابل ہوتی ہے۔ وہ لذت محسوس کرتا ہے، فرحت سے پھولا نہیں سماتا۔ اسے یقین ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ قیامت کے دن اس کے خوب کام آئے گا۔



﴿وَإِذَا أَنْزَلْتُ سُورَةً أَنْتَ يَا نَبِيُّ وَجَّهْتَ وَاسْمُ رَسُولِي اسْتَذْنَتْ أُولُوا الصُّلُولِ مِنْهُمْ وَقَالُوا ذَرْنَا لِمَنْ مَعَ الصَّاعِدِينَ ۖ رَضُوا بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ عَلَى قُلُوبِهِمْ قَهْرٌ لَا يَفْقَهُونَ﴾ [التوبة: ۸۶، ۸۷]

”اور جب کوئی سورت اتاری جاتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ مل کر جہاد کرو تو ان میں سے جو دولت مند ہیں وہ تجھ سے اجازت

مانگتے ہیں اور کہتے ہیں ہمیں چھوڑ دے کہ ہم پیچھے رہنے والوں کے ساتھ رہ جائیں۔ وہ اس پر راضی ہو گئے کہ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ رہ جائیں اور ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی، سو وہ نہیں سمجھتے۔“

جہاد سے پیچھے رہنے والے مالدار منافقین:

اللہ تعالیٰ نے یہاں مالدار منافقین کو خوب رگڑا اور فرمایا ہے کہ بالعموم جہاد سے پیچھے رہنے کے لیے اجازت طلب کرنے والے اکثر مالدار منافق ہی ہوتے ہیں۔ مال دار منافق تو جہاد کر ہی نہیں سکتا کیوں کہ جان اور مال دونوں سے وہ بہت محبت کرتا ہے اور جہاد میں ان دونوں کو قربان کرنے کے لیے پیش کرنا پڑتا ہے اس لیے منافق کو فکر ہوتی ہے کہ میری جائیداد کا کیا بنے گا؟ میری کٹھی، دوکان، فیکٹری، بینک بیلنس، جمع شدہ سونا وغیرہ ان سب کا کیا بنے گا؟

جونہی کوئی حکم نازل ہوا، کوئی سورت اتری، جہاد کے لیے کوئی قافلہ تیار ہونے لگا تو یہ مالدار منافق اجازت حاصل کرنے کے لیے جھوٹے عذر بہانے اور حیلے پیش کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ جاتے:

﴿فَإِذَا أَنْزَلَتْ سُورَةٌ فَتَلَّهَا قُلُوبُ الَّذِينَ يُلَاقُونَ فِي الْقِتَالِ رَأَيْتُ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يَنْظُرُونَ

إِلَيْكَ فَتُفَرِّقُ بَيْنَ الَّذِينَ الْبَوِّتِ﴾ [محمد: ۴۷ / ۲۰]

”جب کوئی واضح آیت نازل ہوتی ہے اور اس میں جہاد کا ذکر کیا جاتا ہے تو (اے نبی!) آپ دیکھتے ہیں کہ جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے وہ آپ کی طرف اس شخص کی نظر سے دیکھتے ہیں جس پر موت کی بے ہوشی طاری ہو۔“

منافق اور ہو بھی مال دار! ایسے شخص کے لیے تو دنیا ہی سب کچھ ہوتی ہے، جہاد میں شرکت سے اسے موت یقینی نظر آتی ہے، وہ دنیا کی پر آسائش زندگی چھوڑنے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہوتا، اس لیے جب بھی کوئی جہادی حکم آیا، جہادی سورت یا آیت نازل ہوئی اور

﴿يُحَذِّرُ الْمُنَافِقِينَ أَنَّ لَكَرَانَ عَلَيْهِمْ سُورَةٌ لَا يَسْتَلْهُمْ بِهَا فِي قُلُوبِهِمْ﴾ [التوبة: ٦٤]

مذکورہ آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے بطور خاص مال دار منافقین کی یہی کیفیت بیان فرمائی ہے کہ جب بھی کوئی سورت نازل ہوتی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ مل کر کافروں سے جہاد کرنے کا حکم ہوتا ہے تو منافقین میں سے بطور خاص مال دار لوگ اپنے گھروں میں رہ جانے کے لیے اجازتیں طلب کرتے ہیں، اس لیے کہ انھیں جہاد میں موت نظر آتی ہے جب کہ اہل ایمان کے لیے جہاد میں زندگی ہے اور سچا مومن وہی ہے جو جہاد میں اپنی دنیا و آخرت کی کامیابی پر ایمان رکھتا ہے اور عملاً اس کے لیے کوشش کرتا اور قدم بڑھاتا ہے۔ بزدل منافق عورتوں کی طرح جہاد سے پیچھے اپنے گھر میں رہنے پر خوش ہوتا ہے۔

﴿وَطِيعَ عَمَلَ قُلُوبِهِمْ.....﴾ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی اور جہاد دشمنی کی وجہ سے یہ منافق اب کچھ سمجھنے کے قابل ہی نہیں رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر خیر سے محروم کر دیا اور توفیق چھین لی، پھر ان کو جہادی برکات کیسے سمجھ میں آ سکتی ہیں؟ یہ نادان، احمق اور بے سمجھ لوگ ہیں۔



لَيْسَ الْبِرُّ بِمَا تَعْمَلُونَ ۚ الْبِرُّ أَنْ تَتَّقُوا اللَّهَ ۚ أَنْ تَعْلَمُوا أَنَّكُمْ تُرَوَّاهُمْ ۚ وَأَنْ تَقُولُوا لِمَنْ يُعَذِّبُكُمْ بِالْحَقِّ إِنَّكُمْ فَعِلْتُمْ أَسَافًا ۚ وَأَنْ تَتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۚ

وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٨٨﴾ أَعَنَ اللَّهُ لِهَٰمٍ جَدِيدٍ يُخْرِجُ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارَ خَالِدِينَ فِيهَا ذَٰلِكَ الْقَوْلُ الْعَظِيمُ [التوبة : ٨٨، ٨٩]

”لیکن رسول نے اور ان لوگوں نے جو اس کے ساتھ ایمان لائے، اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کیا اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے سب بھلائیاں ہیں اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔ اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔“

اہل ایمان کی کامیابی کا راز جہاد میں ہے:

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے پاکیزہ جہادی جذبے کا ذکر فرمایا ہے کہ حکم جہاد کے نزول کے فوراً بعد وہ جہاد کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ جہادی تیاریوں کے لیے فراخ دلی سے مال پیش کرتے ہیں۔ جہادی قافلوں کی روانگی کے ساتھ خود بھی شریک جہاد ہوتے ہیں۔ یہی لوگ کامیابیاں حاصل کرنے والے ہیں بھلائیاں سمیٹنے والے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے دودھ، شہد، شراب اور صاف و شفاف پانی کی نہریں بہ رہی ہیں، ان باغات میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

نادان ترک جہاد میں کامیابیاں تلاش کرتے ہیں:

✽ ہمارے نادان حکمران جہاد چھوڑ کر مذاکرات میں کامیابیاں ڈھونڈ رہے ہیں۔ ایسے حکمرانوں کو کامیابیاں کیسے مل سکتی ہیں جو جہاد کے خلاف منصوبے بنا بنا کر دشمنوں کو خوش کرنے میں مصروف ہیں۔ یقیناً جانو یہ ناکام و نامراد رہیں گے، انھیں کچھ نہیں ملے گا، اگر یہ کامیابی چاہتے ہیں تو قرآنی الفاظ پر غور کریں:

﴿جَهَدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ذَٰلِكَ يُخْرِجُكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾

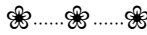
”جو لوگ اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرتے ہیں تو یہی لوگ

بھلائیاں سمیٹنے والے اور یہی کامیاب ہیں۔“
مسلم حکمرانو! قرآن کریم پر پختہ یقین کے ساتھ ایمان لاؤ اور اس کے مطابق عمل کرو
تو یقیناً تم بھی کامیاب ٹھہرو گے۔

مجاہدین کے لیے جنت کے سودر ہے :

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :
”بے شک جنت میں سودر ہے ہیں (جو سب کے سب) اللہ تعالیٰ نے مجاہدین
فی سبیل اللہ کے لیے تیار کر رکھے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ
ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان فاصلہ ہے پس تم جب بھی اللہ تعالیٰ سے
سوال کرو تو (ہمیشہ) جنت الفردوس ہی مانگو یہ تمام جنتوں کے درمیان میں
ہے اور سب سے عالی شان جنت ہے، اسی سے جنت کی تمام نہریں پھوٹی ہیں
اور اسی کے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔“^①

آج بھی حصول جنت کے لیے مجاہدین اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے اپنے مالوں اور
اپنی جانوں کو قربان کر رہے ہیں اور قیامت تک کرتے رہیں گے جو بھی اس راستے پر چلے
گا کامیاب ہوگا، جنت کا وارث ٹھہرے گا اور جو اس راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرے گا،
جہاد کی مخالفت کرے گا ذلیل و رسوا ہوگا اور اللہ کے عذاب کا مستحق ٹھہرے گا۔



﴿وَجَاءَ الْمُعَذِّرُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ لِيُؤْذِنَ لَهُمْ وَصَّيَّرَ الَّذِينَ نَزَّلُوا إِلَهُهُ رَسُولًا
سَيِّئُ صِيبٍ الَّذِينَ نَفَرُوا مِنْهُمْ عَنْ أَبِي لَيْبٍ﴾ [التوبة: ٩٠]

”اور بدویوں میں سے کئی بہانے بنانے والے آئے، تاکہ انھیں اجازت دی
جائے اور وہ لوگ بیٹھ رہے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول سے جھوٹ بولا۔

① بخاری، کتاب الجہاد والسير، باب درجات المجاہدین فی سبیل اللہ : ۲۷۹۰۔

ان میں سے جن لوگوں نے کفر کیا جلد ہی انھیں دردناک عذاب پہنچے گا۔“

بغیر عذر جہاد سے پیچھے رہنے والے:

اس آیت میں مدینہ کے آس پاس کے دیہاتی منافقین کا ذکر ہے کہ جو نبی جہاد کے لیے روانگی کا حکم آیا تو یہ دیہاتی بھی مدینہ شہر کے منافقین کی طرح حیلے بہانے بنا کر جہاد سے پیچھے رہنے کے لیے اجازت طلب کرنے لگے۔ اپنے عہد سے مکر گئے اور انھوں نے بھی انکار کا طریقہ اختیار کر لیا، عنقریب انھیں دردناک عذاب سہنا پڑے گا۔

ان آیات کو غور سے پڑھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ ہمارے آج کے حالات بیان کر رہا ہے۔ اگر اس وقت منافقین جہاد سے پیچھے رہنے کے لیے عذر بہانے تلاش کرتے تھے تو آج بھی جہاد سے جی چرانے والے بالکل اسی طرح کے حیلے بہانے پیش کرتے ہیں، اگر اس وقت جہاد کے خلاف منافقین سازشیں کرتے تھے تو آج بھی نام نہاد مسلمان جہاد کے خلاف سازشوں میں مصروف دکھائی دے رہے ہیں۔ آج بھی اسلام اور کفر کے معرکے جاری ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجاہدین کو کامیابیوں پر کامیابیاں عطا فرما رہا ہے۔ کچھ لوگ بڑی ثابت قدمی سے جہاد میں قربانیاں پیش کرنے کے لیے محاذوں پر کفار کے مقابلہ کے لیے جئے ہوئے ہیں۔ مگر کچھ لوگ مجاہدین کے خلاف باتیں کرنے میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے مخلص مجاہد بندے ان ملامت گروں کی ملامت کی پروا کیے بغیر جہاد سے وابستہ ہیں۔ ہر وقت سوچ یہ رہتی ہے کہ دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے محاذوں پر جاؤں، معرکے لڑوں، جان پیش کروں، یہ دلی کیفیت ہے ایک سچے مسلمان کی۔ منافق موت سے ڈرتا ہے۔ جہاد سے پیچھے رہنے کے لیے عذر بہانے تراشتا ہے۔ جہاد میں شریک ہونے والوں کے لیے رکاوٹیں کھڑی کرتا ہے، عنقریب انھیں دردناک عذاب میں گرفتار کیا جائے گا۔



﴿تَبَسَّ عَلَى السُّعَفَاءِ وَلَا عَلَى الْبَهَائِ وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَحْدُونَ مَا يُنْفِقُونَ حَتَّىٰ إِذَا

لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُوفُ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو جَبَرٍ

[التوبة : ۹۱]

”کوئی حرج نہ کمزوروں پر ہے اور نہ بیماروں پر اور نہ ان لوگوں پر جو کوئی چیز نہیں پاتے جو خرچ کریں، جب وہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے خلوص رکھیں۔ نیکی کرنے والوں پر (اعتراض کا) کوئی راستہ نہیں اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

جہاد سے پیچھے رہنے والے حقیقی معذور:

ضعیف و کمزور اور مریض اگر جہاد میں شریک نہ ہو سکیں تو ان پر کوئی مواخذہ نہیں۔ جہاد سے پیچھے رہنے سے یہ گنہگار نہیں۔ اس سے کچھلی آیات میں مُعَذَّرِین کا ذکر تھا کہ جھوٹے عذر، بے سرو پا بہانے اور حیلے ساز لوگ خواہ وہ شہری ہوں یا دیہاتی، غریب ہوں یا مال دار سب جہاد سے پیچھے رہنے والے منافق ہیں۔ زیر تفسیر آیات میں حقیقی معذور اور جھوٹے مُعَذَّرِین کے درمیان فرق بیان کر دیا گیا ہے تاکہ ہر وہ شخص جو حیلہ گر ہے بہانہ ساز اور جھوٹے عذر پیش کرنے والا ہے وہ اپنے آپ کو حقیقی معذور ثابت نہ کر سکے..... اور کسی حقیقی معذور اور سچے مومن پر جہاد سے پیچھے رہنے کی وجہ سے نفاق کا ٹھپہ بھی نہ لگایا جا سکے۔ ضعف..... مریض اور غریب..... یہ تین قسم کے لوگ ہیں..... یہاں ایک غلط فہمی پیدا ہو سکتی تھی کہ منافقین میں بھی اس قسم کے لوگ پائے جا سکتے ہیں تو کیا صرف ضعف اور کمزور ہونے کی وجہ سے کسی منافق کو حقیقی معذور تسلیم کیا جا سکتا ہے؟ اور کیا ایک منافق بیماری کی وجہ سے جہاد سے حقیقی طور پر مستثنیٰ قرار دیا جا سکتا ہے؟ اور اسی طرح غریب و نادار منافق اگر جہاد سے پیچھے رہ جائے تو وہ بے گناہ تصور کیا جا سکتا ہے؟

ان سوالات کا جواب اللہ تعالیٰ نے اسی آیت میں ان الفاظ کے ساتھ دیتے ہوئے شرط عائد کی ہے کہ: ﴿لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُوفُ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا﴾ شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی

خیر خواہی کرتے رہیں۔“ جہاد سے پیچھے رہنے والے حقیقی معذور وہ ہوں گے جو اپنے ضعف کی وجہ سے سفر جہاد اور دشمن سے مقابلہ کی طاقت تو نہیں رکھتے مگر ان کے دل مجاہدین کے ساتھ دھڑکتے ہیں۔ اپنے نحیف بازوؤں، کمزور ہاتھوں کو پھیلا کر مجاہدین کی فتح و نصرت کے لیے اپنی دعاؤں کے مضبوط ہتھیار سے وہ شریک جہاد رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سفید بالوں اور کمزور ہاتھوں کو خالی نہیں لوٹاتا بلکہ ان کمزوروں کی وجہ سے مجاہدین کے رزق میں فراخی اور میدانوں میں فتح عطا فرماتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« هَلْ تَنْصَرُونَ وَ تُرْزَقُونَ إِلَّا بِضَعْفَائِكُمْ »^①

”(میدان جہاد میں) تمہیں دشمنوں پر جو غلبہ حاصل ہوتا ہے یا تمہیں جو رزق

دیا جاتا ہے یہ تمہارے ضعفاء کی وجہ سے ہی ملتا ہے۔“

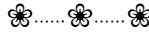
مریض کا حال بھی کچھ ایسا ہی ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ جو نبی شفا اور تندرستی عطا فرمائے تو وہ بھی مجاہدین کے ساتھ شامل ہو جائیں اور جب تک بیماری کی وجہ سے شریک جہاد نہیں ہو سکتے اس وقت تک مجاہدین سے دلی ہمدردی محبت اور فتح و نصرت کی دعائیں جاری رکھیں۔ غریب، ایسا غریب اور نادار شخص جو جہادی اخراجات برداشت نہیں کر سکتا، سواری نہیں رکھتا، اسلحہ اس کے پاس نہیں، سفر خرچ کا انتظام نہیں کر سکتا تو یہ تین قسم کے لوگ حقیقی معذور ہیں مگر شرط یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خیر خواہ ہوں، جہاد سے وابستگی اور مجاہدین سے محبت ان کے دلوں میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہو تو ایسے نیکو کاروں پر جہاد سے پیچھے رہنے کی وجہ سے نہ کوئی الزام ہے اور نہ وہ گنہگار ہیں بلکہ وہ پیچھے رہنے کے باوجود جہاد کے عمل میں شریک اور مجاہدین کے اجر و ثواب میں برابر کے حصہ دار ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ تبوک سے واپسی پر جب ہم رسول اللہ

① بخاری، کتاب الجہاد، باب من استعان بالضعفاء والصالحین فی الحرب : ۲۸۹۶۔

ﷺ کے ساتھ مدینہ کے قریب پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”بعض لوگ مدینہ میں ایسے بھی ہیں جو ہر وادی اور ہر راستے میں تمھارے ساتھ (اجر میں) شریک رہے لوگوں نے تعجب کے ساتھ کہا اے اللہ کے رسول (ﷺ)! مدینہ میں پیچھے رہ کر بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں مدینہ میں رہتے ہوئے بھی۔ اس لیے کہ عذر کی وجہ سے وہ پیچھے رہ گئے تھے۔“^①

اللہ تعالیٰ نے ان ضعیفوں..... مریضوں اور غریبوں کو چھٹی دی ہے۔ بوڑھے اپانچ، لو لے لنگڑے، نابینے اور دیگر مختلف قسم کے امراض کی وجہ سے یہ جہاد میں شریک نہیں ہو سکتے یہ حقیقی معذور ہیں مگر اطاعت کا جذبہ پورا ہے اللہ اور اس کے رسول سے بے انتہا محبت ہے جہاد میں شریک ہونے کے لیے بے تاب اور بڑے مخلص ہیں اللہ تعالیٰ ان کے عذر قبول کرتا ہے اور ان پر کوئی گناہ نہیں ہے۔



﴿وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَكْبَرُوا لِيُتَابَعَهُمْ قُلْتَ لَا أُجِدُ مَعَكُمْ عَلَيْهِمْ يَتَوَلَّوْا وَأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُبْتَغُونَ﴾ [التوبة: ٩٢]

”اور نہ ان لوگوں پر کہ جب بھی وہ تیرے پاس آتے ہیں، تاکہ تو انھیں سواری دے تو تو کہتا ہے میں کوئی چیز نہیں پاتا جس پر تمھیں سوار کروں، تو وہ اس حال میں واپس جاتے ہیں کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہ رہی ہوتی ہیں، اس غم سے کہ وہ کوئی چیز نہیں پاتے جسے خرچ کریں۔“

مجبوراً جہاد سے پیچھے رہنے کے غم سے پر غم آنکھیں:

کچھ لوگ یہ کہہ کر مطمئن ہو کر بیٹھ جاتے ہیں کہ ہم تو غریب اور نادار ہیں ہتھیار، سواری اور سفر خرچ نہ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں معذور قرار دے کر رخصت دے دی ہے، مگر کچھ لوگ ایمان کے اعلیٰ درجہ کے مالک ہوتے ہیں اور وہ غربت و تنگدستی

① بخاری، کتاب الجہاد والسير، باب من حبسه العذر عن الغزو: ٢٨٣٩، ٤٤٢٣۔

کے باوجود جہاد میں شرکت کے لیے بھرپور کوششیں کرتے ہیں اس آیت میں ایسے ہی مخلصین کا ذکر ہے کہ وہ غزوہ تبوک میں شرکت کے لیے بڑے ہی بے قرار تھے۔ اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود وہ سفر جہاد کے اخراجات اور سواری کا انتظام نہ کر سکے تو اپنی بے قراری پر قابو نہ رکھ سکے اور سواری حاصل کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے پاس جا پہنچے۔ صلیبوں سے مقابلے کے لیے تبوک پہنچنے کے لیے اپنی بے بسی اور بے چینی بیان کرتے ہوئے درخواست کی کہ آپ ﷺ کوئی سواری عطا فرما دیں چونکہ یہ انتہائی ہنگامی حالات تھے اور اس وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس سواری کا کوئی انتظام نہ تھا اس لیے آپ نے فرمایا: ﴿لَا أَحَدٌ مَّا أَحْبَبْتُكُمْ عَلَيْكُمْ﴾ ”میرے پاس تمہارے لیے سواری کا کوئی انتظام نہیں۔“ یہ جواب سن کر جب ان کی آخری امید بھی ختم ہوئی تو وہ مارے صدمے کے اشکبار آنکھوں اور بہتے آنسوؤں واپس ہوئے کہ اب ہم اس جہاد میں شریک نہ ہو سکیں گے۔ حدیث میں ہے:

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سفر تبوک کے اخراجات اور سواری نہ رکھنے والے میرے دوستوں نے مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس سواری مانگنے کے لیے بھیجا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے صورت حال بیان کرتے ہوئے سواری کا مطالبہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا واللہ! میں تمہیں کوئی سواری نہ دوں گا۔“

میں ایسے وقت میں حاضر ہوا تھا کہ رسول اللہ ﷺ اس وقت سخت غصے میں تھے مگر مجھے کچھ علم نہ تھا، میں سخت غمزدہ ہو کر اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا اور ساری بات ان کو بتا دی مجھے دو غم لگے ہوئے تھے ایک تو یہ کہ ہمیں سواری نہیں ملی دوسرا یہ کہ مجھ پر رسول اللہ ﷺ کسی وجہ سے ناراض ہی نہ ہوں۔ واپس آئے ہوئے مجھے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ میں نے سنا بلال رضی اللہ عنہ مجھے آوازیں دے رہے ہیں کہنے لگے رسول اللہ ﷺ آپ کو بلا رہے ہیں میرے ساتھ چلو! میں حاضر خدمت ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان اونٹوں میں

سے چھ اونٹ لے لو اور اپنے ساتھیوں سے جا کر کہو کہ یہ اللہ تعالیٰ نے یا اللہ کے رسول نے سواری کے لیے تمہیں دیے ہیں انہیں اپنے کام میں لاؤ۔^①

واضح رہے کہ غزوہ تبوک کے لیے اٹھارہ اٹھارہ آدمیوں کے پاس ایک ایک اونٹ تھا جس سے معلوم ہوا کہ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کم از کم ایک سو آٹھ نادار و غریب مجاہدین کی نمائندگی کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سواری لینے کے لیے گئے ہوں گے۔ اس آیت میں ایسے مخلص غریبا کا ذکر ہے کہ وہ ابدیدہ اور غمزدہ محض اس لیے ہیں کہ ان کے پاس سواری نہیں ان کی آنکھوں سے آنسو اس لیے ٹپک رہے ہیں کہ انہیں جہاد سے پیچھے رہنے کا غم ستائے جا رہا ہے۔ یہ حقیقی معذور ہیں، گھر میں رہنے کے باوجود جہاد کے اجر و ثواب کے حصے دار اور حق دار ہیں۔

اس لیے کہ ان کے دلوں کی کیفیت بتا رہی تھی کہ وہ تہہ دل سے جہاد میں شرکت کے خواہاں تھے..... ان کا حزن و ملال گواہی دے رہا تھا کہ یہ لوگ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شیدائی اور اسلام کے فدائی ہیں، جہاد سے پیچھے رہنا ان کے لیے بڑا ہی تکلیف دہ ہے۔ ان کا تڑپنا ان کا پھر کنا ان کی بے قراری اور بے تابی اللہ تعالیٰ کو اتنی پسند آئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے باقاعدہ اعلان کرایا کہ جہاد سے پیچھے رہنے والے حقیقی معذور لوگ سفر تبوک اور عمل جہاد کے اجر میں برابر کے شریک ہیں اور اگر ان کی موت اسی حالت میں آئی تو اللہ تعالیٰ ان کو شہید کے اعزاز سے نوازیں گے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَنْ سَأَلَ اللَّهَ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ مِنْ قَلْبِهِ بَلَغَهُ اللَّهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ وَإِنْ مَاتَ عَلَى فِرَاشِهِ »^②

”جو شخص صدق دل سے اللہ تعالیٰ سے شہادت کا سوال کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو

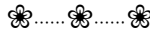
① بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة تبوك وهي غزوة العسرة: ٤١٥۔

② ابن ماجہ، أبواب الجہاد، باب القتال فی سبیل اللہ سبحانہ و تعالیٰ: ٢٧٩٧۔

شہداء کے مرتبے پر پہنچا دے گا، خواہ وہ اپنے (گھر ہی میں) بستر پر فوت ہو۔“

کچھ لوگ تو اپنی انہی تین مجبوریوں کی وجہ سے حقیقی معذور اور جہاد سے پیچھے رہنے کے صحیح حقدار ہیں، اس کے علاوہ اگر کسی شخص کو امیر پیچھے چھوڑ دے یا جہادی مفاد کے پیش نظر کوئی دوسری ڈیوٹی لگا دے تو ایسے لوگ بھی پیچھے رہنے کے باوجود جہاد کے اجر و ثواب میں مجاہدین کے ساتھ برابر کے شریک ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ تبوک کے موقع پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ ہی میں رہنے کا حکم دیا تھا اور اسی طرح کئی دوسرے مواقع پر کئی لوگوں کو مجاہدین کے گھروں کی خبر گیری کے لیے پیچھے رہنے کا حکم دیا تھا۔

اب بھی امیر حالات کی نزاکت کو خوب سمجھتا ہے کہ اب کتنے مجاہد لانچ کرنے ہیں مجاہدین کی صلاحیتوں کے پیش نظر امیر کسی کو دعوت کے میدان میں کام کرنے کا پابند کرے کسی کو مجاہدین اور جہادی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے وسائل جمع کرنے کی ذمہ داری دے اسی طرح دیگر تمام تدبیری امور میں امیر کسی کو پیچھے رہنے کے لیے کہے اور وہ شخص دل کی گہرائیوں سے عملاً جہاد میں شرکت کا خواہشمند ہو تو ایسا شخص جہادی اجر کا مستحق ہے شہادت کی تمنا اور دعاؤں کی وجہ سے اگر گھر پر ہی فوت ہو جائے تو شہادت کا مرتبہ اللہ تعالیٰ اسے عطا کرے گا۔



﴿إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُوكَ وَهُمْ أَغْيَاءٌ رَضُوا بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾ [التوبة: ٩٣]

”(اعتراض کا) راستہ تو صرف ان لوگوں پر ہے جو تجھ سے اجازت مانگتے ہیں، حالانکہ وہ دولت مند ہیں، وہ اس بات پر راضی ہو گئے ہیں کہ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ رہ جائیں اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی، سو وہ نہیں جانتے۔“

.....

[التوبة : ٩٤ تا ٩٦]

”تمہارے سامنے عذر پیش کریں گے، جب تم ان کی طرف واپس آؤ گے، کہہ دے عذرت کرو، ہم ہرگز تمہارا یقین نہ کریں گے، بے شک اللہ ہمیں تمہاری کچھ خبریں بتا چکا ہے اور عنقریب اللہ تمہارا عمل دیکھے گا اور اس کا رسول بھی پھر تم ہر پوشیدہ اور ظاہر چیز کو جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر وہ تمہیں بتائے گا جو کچھ تم کرتے رہے تھے۔ وہ عنقریب تمہارے لیے اللہ کی قسمیں کھائیں گے جب تم ان کی طرف واپس آؤ گے، تاکہ تم ان سے توجہ ہٹا لو۔ سو ان سے بے توجہی کرو، بے شک وہ گند ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے، اس کے بدلے جو وہ کماتے رہے ہیں۔ تمہارے لیے قسمیں کھائیں گے، تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ، پس اگر تم ان سے راضی ہو جاؤ تو بے شک اللہ نافرمان لوگوں سے راضی نہیں ہوتا۔“

منافقو! ہم تمہاری معذرت کو ہرگز سچا نہیں مانتے:

حق و باطل کے درمیان معرکہ آرائی کے لیے جب بھی رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے ہمراہ نکلے تو منافقین نے یہ سمجھنا شروع کر دیا کہ اب ان میں سے کوئی بھی زندہ سلامت واپس نہیں آئے گا۔ منافقین کی اسی کیفیت کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

﴿بَلْ هُمْ كَفَّارٌ لَّنْ يَنْفَلِتُ الرُّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا﴾

[الفتح: ۴۸/۱۲]

”منافقو! تم نے تو یہ گمان کر رکھا تھا کہ (محاذ جنگ سے) رسول ﷺ اور اہل ایمان کا اپنے گھروں کو (زندہ سلامت) واپس آنا قطعی ناممکن ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر کے رسول اللہ ﷺ کو تمام حالات سے آگاہ کرنے کے ساتھ ساتھ منافقین کے لیے جواب بھی خود بتا دیا کہ آپ (ﷺ) جو نبی مدینہ پہنچیں گے تو منافق پیچھے رہ جانے کی مجبوریاں پیش کریں گے۔



﴿قُلْ لَا تَعْتَبِرُوا﴾ آپ ﷺ انھیں صاف صاف کہہ دیں کہ بہانے مت بناؤ تمھاری خباثتوں، جہاد سے پیچھے رہنے کی جھوٹی چالوں اور حیلے بہانوں سے ہمیں اللہ تعالیٰ نے آگاہ کر دیا ہے..... رہی آئندہ کی بات تو اس پر بھی ہم غور کریں گے، تمھارے رویے اور طرز عمل کے موافق تمھارے ساتھ سلوک کریں گے اس چند روزہ زندگی کے بعد تم ایسی ذات کے سامنے پیش ہونے والے ہو کہ جو ہر قسم کی کھلی اور ظاہر، باتوں کے ساتھ ساتھ خفیہ اور پوشیدہ باتوں کو بھی خوب جانتا ہے اور وہ تمھیں تمھارے تمام کثرت خود ہی بتا دے گا۔

جہاد کے مخالفین منافقین بڑے ہی پلید اور سزا کے مستحق ہیں:

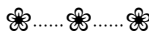
اے نبی (ﷺ)! جب آپ مدینہ میں فاتحانہ واپس پہنچیں گے تو منافقین آپ کے پاس آ کر اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھائیں گے۔ یہ سب کچھ وہ اس لیے کریں گے کہ آپ ان سے چشم پوشی کریں ان کے جھوٹے عذر بہانوں کو رد نہ کریں، سختی نہ کریں، بلکہ درگزر سے کام لیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے جب وہ چاہتے ہیں تو آپ ﷺ بھی ان سے منہ پھیر لیں اس لیے کہ یہ پلید، نجس اور بد باطن لوگ ہیں اہل ایمان کو بھی چاہیے کہ وہ بھی ان کا بائیکاٹ کریں، میل جول بند کر دیں اس لیے کہ یہ حقیر اور قابل نفرت ہیں۔ جہاد کے مخالف اور بڑے ہی ناپاک لوگ ہیں اگر اب بھی تم ان سے ملتے جلتے رہو گے تو ہو سکتا ہے کہ ان کے گندے خیالات سے کمزور مسلمان متاثر ہوں اور یہ پلیدی ان میں بھی داخل ہو جائے، اس لیے ان سے بچو! کیوں کہ اہل ایمان کا ٹھکانا جنت ہے جبکہ منافقین کا ٹھکانا جہنم! اور یہ عذاب اور جہنم کی بھرپور آگ کے مستحق اس لیے ہیں کہ ہمیشہ جہاد کی مخالفت ہی کرتے رہے ہیں۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کی جہاد دشمنی کو بیان کرتے ہوئے اس جرم کی سخت ترین سزا کو بھی اچھی طرح بیان کیا ہے اور اپنے غیظ و غضب کا اظہار کرتے ہوئے:

- ❁ منافقین کو کبھی پلید اور نخس قرار دیا۔
- ❁ کبھی فرمایا کہ ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے۔
- ❁ کبھی عذاب الیم کی وعید سنائی ہے۔
- ❁ کبھی فرمایا: ﴿يُنْفَخُ عَنْهُمْ﴾ اللہ تعالیٰ انھیں ہلاک و برباد کرے۔
- ❁ کبھی خبردار کرتے ہوئے نبی ﷺ سے فرمایا: ﴿يَوْمَ الْعَذَابِ قَاتِلْتَهُمُ﴾ ”وہ آپ کے دشمن ہیں ان سے بچ کے رہو۔“

ذرا سوچیے! منافقین کے لیے اتنا عذاب اور سختی کیوں؟ حالانکہ وہ بظاہر کلمہ پڑھتے تھے نبی ﷺ کے پیچھے نمازیں بھی ادا کرتے تھے۔ اپنے آپ کو مسلمان بھی کہلاتے تھے۔ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جہاد کی مخالفت کرنے والا سخت ناپسندیدہ ہے۔ اس عمل کی سزا بڑی سخت ہے۔ ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کو شدید غصہ آتا ہے اس لیے ایک عقلمند، سچے اور مخلص مسلمان کو جہاد کے خلاف بات کرنا تو بہت دور کی بات ہے اس کے دل و دماغ میں بھی ایسی ناپاک سوچ کو جگہ نہیں ملنی چاہیے۔

یہ منافق محض آپ کو خوش کرنے کے لیے جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں:

﴿يَتْلِفَانِ بِاللَّهِ﴾ یہ منافق جھوٹی قسمیں کھا کھا کر محض آپ کو خوش کرنا چاہتے ہیں اگر آپ ان کی چکنی چپڑی باتوں سے متاثر ہو کر راضی ہو بھی جائیں تو اللہ تعالیٰ علیم بذات الصدور تو ان فاسقوں سے راضی نہیں ہوگا۔ منافقین آپ ﷺ کو دھوکا دے سکتے ہیں۔ جھوٹی یقین دہانیاں کرا سکتے ہیں۔ آئندہ وفا داری کا اقرار کر کے خوش کر سکتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کو نہ تو دھوکا دے سکتے ہیں اور نہ جھوٹی تسلیاں اور قسموں سے خوش کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو یہاں یہ بات سمجھائی ہے کہ جب منافقین سے اللہ تعالیٰ خوش نہیں تو آپ بھی ان سے راضی نہ ہوں بلکہ حسب ہدایت ان سے منہ پھیر لیں۔



﴿الْأَعْرَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَبَغَاً وَأَجْدَرُ أَلَّا يَعْلَمُوا حُدُودَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ۚ وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَن يَتَّبِعُ مَا يَلْفُظُ مَغْرَبًا وَيُتِلِّقُ صَمًّا ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْهِمْ ذَا بَرَةٍ التَّوْبَةُ ۖ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝﴾ [التوبة: ۹۷، ۹۸]

”بدوی لوگ کفر اور نفاق میں بہت سخت ہیں اور بہت لائق ہیں کہ وہ حدیں نہ جانیں جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل کی ہیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے اور کچھ بدوی ایسے ہیں کہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے تاوان سمجھتے ہیں اور تم پر زمانے کے چکروں کا انتظار کرتے ہیں، برا چکر انہی پر ہے اور اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“

بعض دیہاتی کفر و نفاق میں بڑے سخت ہیں:

مدینہ سے باہر دیہاتوں میں رہنے والوں کو اعرابی کہتے ہیں۔ ان دیہاتیوں میں کفر و نفاق بہت سخت تھا یہ لوگ شہری منافقین کی نسبت اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ حدود سے زیادہ بے خبر اور بے علم تھے۔ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی ناصحانہ اور پر تاثیر گفتگو، پاکیزہ مجالس اور صحابہ کرام کی صحبت سے دور ہونے کی وجہ سے تند خو، سخت مزاج، بے خبر اور جاہل تھے۔ آداب گفتگو سے ناواقف اور جذبہ رحم و شفقت سے کوسوں دور تھے۔

❁ ایک مرتبہ ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے پوچھا: ”کیا تم اپنے بچوں کو بوسہ دیتے ہو؟“

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں، ہم تو بچوں سے پیار کرتے اور بوسہ دیتے ہیں۔“ کہنے لگا: ”ہم تو بچوں کو بوسہ نہیں دیتے، اس کی باتیں سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل سے رحم و شفقت کا جذبہ نکال دیا ہے تو اس میں میرا کیا اختیار ہے؟“^①

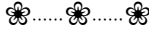
❶ بخاری، کتاب الأدب: باب رحمة الولد و تقييله و معانقته: ۵۹۹۸۔

شہریوں کی نسبت دیہاتی منافقین کو جب بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں مجبوراً کچھ خرچ کرنا پڑتا تو یہ ان کے لیے بڑا ہی مشکل ہوتا۔ اس خرچ کو وہ لوگ چٹی، تاوان یا جرمانہ تصور کرتے اور بادل نخواستہ، بڑی ناگواری کی حالت میں وہ کچھ مال خرچ کرتے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ مومنوں پر گردش ایام کے منتظر رہتے۔ ان کی دلی خواہش یہ ہوتی کہ اہل ایمان مجاہدین کسی سخت مصیبت میں پھنس جائیں، ان پر کوئی بڑا حملہ ہو جائے اور یہ مارے جائیں، علاقہ بدر ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا برا وقت تو ان پر ہی پڑنے والا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، جاننے والا ہے۔

موجودہ دشمنان جہاد بھی انتظار میں ہیں:

اس وقت جہاد جاری ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مخلص مجاہدین کی قربانیوں سے حیرت انگیز کامیابیاں حاصل کرتے ہوئے یہ جہاد پھیلتا جا رہا ہے۔ (الحمد للہ) یہ کامیابیاں بعض لوگوں کے لیے ناقابل برداشت ہیں اور وہ بھی اپنے گھروں اور مجالس میں بیٹھ کر ایسی باتیں کرتے ہیں جیسی باتیں مدینہ کے دیہاتی منافق کرتے تھے یہ لوگ انتظار میں ہیں کہ مجاہدین پر اب پابندی لگ جائے گی۔ دفاتر سیل ہو جائیں گے اور ان کو قید کر کے جیلوں میں بند کر دیا جائے گا..... امریکہ آجائے گا اور حملہ کر دے گا..... پکڑ کر کیوبا کے عقوبت خانے گوانتا مو بے کے پنجروں میں بند کر دے گا، بعض لوگ تو جہاد پر مال خرچ کرنے والے تاجروں کو یہ تلقین بھی کرتے ہیں کہ ان مجاہدین سے رابطہ نہ رکھو، ملاقاتیں نہ کرو، چندے نہ دو ورنہ پکڑے جاؤ گے، منافقین بھی مجاہدین صحابہ کرام کے لیے گردش ایام کا انتظار کرتے تھے تو یہ لوگ بھی انتظار میں ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے منافقین کے لیے فرما دیا کہ گردش ایام تو ان پر آنے والی ہے، جبکہ مجاہدین کے لیے تمام حالات میں فتح و کامیابی ہے اور شہادت اس سے بھی بڑی کامیابی ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ مجاہدین کو کامیابیوں کی یقین دہانیاں کرا رہا ہے، حوصلے بڑھا رہا ہے اور یہ بتا رہا ہے کہ میں منافقین کی خباثتوں کو جاننے

والا ہوں اور گردش ایام میں انھیں عنقریب گرفتار کرنے والا ہوں ذرا صبر تو کرو۔



﴿وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَن يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَتَّبِعُ مَآ يَأْتِيهِ قُرْبَىٰ عِندَ اللّٰهِ
وَصَوَّبَ السُّوَائِبَ ذَلَّ إِلَٰهًا قَرِيْبَةً لَهُمْ سَيَجْزِيهِمُ اللّٰهُ فِي رَحْمَتِهِ رَبُّ اللّٰهِ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ﴾ [التوبة : ۹۹]

”اور کچھ بدوی وہ ہیں جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کے ہاں قربتوں اور رسول کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ سن لو! واقعی وہ ان کے لیے قرب کا ذریعہ ہے، عنقریب انھیں اللہ اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔ بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

دیہاتی مومنین رحمت کے مستحق ہیں :

دیہاتی لوگ سب ایک طرح کے نہیں ہوتے۔ ان میں سے اگر ایک طبقہ کفر و نفاق میں سخت ہے تو ان کے مقابلے میں دوسرا گروہ ایسا بھی ہے جو اللہ تعالیٰ پر غیر متزلزل ایمان، آخرت کے دن پر پختہ یقین اور رسول ﷺ سے بے پناہ محبت رکھتا ہے۔ ان لوگوں میں بڑا زبردست اخلاص پایا جاتا ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کو قرب الہی کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی دعائیں لینے کے آرزو مند رہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صدقہ وصول کر کے ہمارے لیے دعائیں کریں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ صدقہ دینے والوں کے لیے خصوصی دعائیں فرمایا کرتے تھے۔

سیدنا عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :

”جب کوئی قوم رسول اللہ ﷺ کے پاس صدقہ لے کر آتی تو آپ اس کے لیے دعا فرماتے ہوئے کہتے: ((اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ فُلَانٍ))
”اے اللہ! فلاں پر رحم فرما۔“

عبداللہ کہتے ہیں کہ جب میرے والد اپنی زکوٰۃ لے کر رسول ﷺ کے پاس پہنچے تو دعا دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي أَوْفَى»^①

”اے اللہ! ابو اوفیٰ کی آل پر رحم فرما۔“

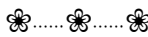
﴿إِنَّ صَلَوَاتَكَ سَكَنٌ طَيِّبٌ﴾

”اے نبی! آپ کا دعا کرنا یقیناً ان کے لیے باعث تسکین ہے۔“

اس دعا کا پھل اللہ تعالیٰ کی رحمت اور قرب الہی کا ذریعہ ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان دیہاتی مسلمانوں کو خوشخبری دیتے ہوئے فرمایا: ﴿سَيَنْجِلُكُمْ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ ط﴾
 ”عنقریب اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔“

موجودہ مخلص دیہاتی مسلمانوں کا کردار:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دیہاتی مسلمانوں کی تعریف کی ہے تو موجودہ حالات میں دیہاتی مسلمانوں کا کردار بھی بڑا زبردست ہے۔ وہ جہاد سے بڑی محبت کرتے ہیں۔ جہاد میں اپنی جانیں پیش کرتے ہیں۔ بڑی خوشی سے بیٹے روانہ کرتے ہیں۔ فراخ دلی سے خرچ کرتے ہیں۔ پیغام بھیجتے ہیں کہ مجاہدین کے لیے اتنے ایکڑ چاول کاشت کیے ہیں جب فصل تیار ہوگی لے جائیں۔ اتنی گندم پڑی ہے لے جائیں۔ جہاد کے لیے اتنے جانور وقف کیے تھے لے جائیں۔ ان دیہاتی بھائیوں کی طرف سے ملنے والی اجناس اتنی زیادہ ہوتی ہیں کہ جمع کرنے کے لیے جگہ کم پڑ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جہاد میں دی ہوئی قربانیاں قبول فرمائے اور ان محبتوں میں اضافہ فرمائے۔ یہ صدقات قرب الہی کا ذریعہ ثابت ہوں اور یہ سب بھائی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق ٹھہریں۔



① بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب صلوة الامام ودعائه لصاحب الصدقة..... الخ : ۱۴۹۷۔

﴿وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اسْتَفْعَوْا مِنْ رِجَالِهِمْ أَنْ يَنْصُرُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ قُلُوبًا مَمْدُودَةً﴾ [التوبة: ۱۰۰]

”اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔“

سَابِقُونَ الْأَوَّلُونَ میں سے چند ایک:

سابقون الاولون یعنی آگے بڑھنے والوں اور ان کے متبعین کی فضیلت بیان ہو رہی ہے کہ قبول ایمان میں سبقت لے جانے والے، جہاد میں اپنا مال اور جان پیش کرنے والے، اپنا گھر بار وطن چھوڑ کر ہجرت کرنے والے اور وہ انصار جو اپنے مہاجر بھائیوں کی مدد میں پیش پیش تھے اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے بعد کے لوگوں پر بھی اللہ تعالیٰ راضی اور خوش ہے اور وہ بھی اللہ تعالیٰ سے خوش ہیں۔

اس آیت میں سابقون الاولون میں سے مہاجرین و انصار کی فضیلت کا ذکر ہے۔ یہ کیسے لوگ تھے؟ جن پر اللہ تعالیٰ راضی اور وہ اللہ تعالیٰ سے خوش تھے۔ رضامندی اور خوشنودی کے اس قرآنی سرٹیفکیٹ کا سبب کیا ہے؟ اس اہم بات کو سمجھنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنا دین غالب اور کفر و شرک کے طاغوتی طور طریقوں کو مغلوب کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کو بھیجا، چنانچہ غلبہ دین کے لیے رسول اللہ ﷺ کو ایسے فداکاروں، جاں نثاروں اور حواریوں کی ضرورت تھی جو دشمن سے مقابلے کے وقت پیٹھ دکھا کر بھاگنے کے بجائے ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کفار کو اپنے قدموں تلے روند ڈالیں۔ طاقت ور مغرور اور متکبر دشمن کا دماغ درست کرنے کے لیے فدائی کارروائیاں

کرنے والے جاں نثار مطلوب تھے۔ ایسے مرد جری جو دشمن کی صفوں میں گھس کر بڑی بڑی فوجوں کو تتر بتر کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں اور ضرورت پیش آنے پر اپنا گھر بار، وطن اور مال و اولاد چھوڑنے کے لیے تیار ہوں۔ میدان کارزار میں دشمن کی لکار کا جواب بہادری سے دیں اور جو دین حق کو غالب کرنے کے لیے جان قربان کرنے کا جذبہ رکھتے ہوں۔

ان خوش نصیب اور عظیم المرتبت لوگوں میں سے چند ایک کے حالات پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے چلیں۔ اس آیت میں بعد والے ایسے لوگوں کیلئے بھی رضا الہی کی خوشخبری ہے جو سابقون الاولون کے نقش قدم پر چل کر دین اسلام کی سر بلندی کے لیے میدان جہاد میں اپنا سر کٹوانے کے لیے ہمیشہ بے تاب و بیقرار رہتے ہیں۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ:

- ✽ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔
- ✽ کافروں کا ظلم و تشدد برداشت کیا اور دین پر ثابت قدمی سے جے رہے۔
- ✽ اپنا گھر بار اور کاروبار چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ ہجرت کی۔
- ✽ تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے۔
- ✽ جیش العسرہ یعنی تبوک کی تیاری کے لیے اپنا تمام مال پیش کر دیا۔
- ✽ آپ کی رسول اللہ ﷺ سے محبت کی کیفیت بیان سے باہر تھی۔
- ✽ آپ نے اپنی کم عمر بیٹی رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں دے دی تھی۔
- ✽ جنگ بدر میں آپ کا بیٹا مشرکین کے ساتھ تھا، بعد میں مسلمان ہو گیا تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیٹے کو مخاطب کر کے فرمایا اگر تو بدر کے دن میری زد میں آتا تو میں تمہیں کاٹ کے رکھ دیتا۔
- ✽ میدان احد میں جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ صحابہ کرام کی بڑی تعداد میدان چھوڑ گئی مگر سیدنا ابوبکر صدیق رسول اللہ ﷺ کے ساتھ میدان کارزار میں جے رہے۔

✽ ۹ ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے آپ کو امیر حج بنا کر بھیجا۔

✽ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کو امیر المومنین کا اعزاز حاصل ہوا۔

✽ منصب خلافت سنبھالتے ہی آپ نے سب سے پہلا جو کام کیا وہ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے لشکر کی روانگی کا تھا۔ یہ لشکر صلیبیوں سے انتقام لینے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے مرتب فرمایا تھا۔ انہی ایام میں رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو بڑے بڑے صحابہ کرام نے تجویز دی کہ اس لشکر کو روک لیا جائے۔ روانگی ملتوی کر دی جائے مگر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منبر پر کھڑے ہو کر کہا:

”مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر مجھے یقین ہو کہ جنگل کے درندے مجھے اٹھا کر لے جائیں گے تو پھر بھی اسامہ کے لشکر کو میں نہیں روکوں گا

اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس لشکر کو روانہ ہونے کا حکم دیا تھا۔“

الغرض سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غلبہ اسلام کے لیے زندگی بھر قربانیاں دیں اور ہمیشہ جہاد سے وابستہ رہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اپنی رضا مندی کی سند قرآن کریم میں نازل فرمائی۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ:

✽ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا رسول اللہ ﷺ کی دعا کا نتیجہ تھا۔

✽ قبول اسلام کے بعد رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ علی الاعلان بیت اللہ میں پہنچے اور وہاں اللہ کی عبادت کی۔

✽ رسول اللہ ﷺ سے پہلے بیس دیگر صحابہ کرام کے ہمراہ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے۔

✽ اسلام کے مقابلہ میں کبھی بھی آپ پر قرابت داری کی محبت غالب نہیں آئی حتیٰ کہ جنگ بدر میں اسلام کا مقابلہ کرنے کے لیے آنے والے اپنے سگے ماموں عاص بن ہشام کی گردن تن سے جدا کر کے دین اسلام سے اپنی والہانہ محبت کا ثبوت پیش کیا۔

✽ جنگ بدر میں مشرکین کے ستر جنگجو قید کر لیے گئے تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو مشورہ دیا کہ میرے رشتے دار میرے حوالے کر دیے جائیں تاکہ میں اللہ کے دشمنوں کی اکڑی ہوئی گردنوں کو اپنی تیز دھار تلوار سے کاٹ دوں۔

✽ مشرکین انھیں اپنا بڑا دشمن جانتے تھے۔ جنگ احد کے دن جب مشرکین کے ہاتھوں ستر مجاہد شہید ہو گئے تو وہ خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے چنانچہ ابوسفیان نے، جو کافروں کے سالار اعظم تھے، بلند آواز سے سوال کیا کہ تم میں محمد (ﷺ) اور ابوبکر ہیں؟ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے حکم پر جواب دیا: ”اے اللہ کے دشمن جن شخصیات کے بارے میں تم جاننا چاہتے ہو وہ سب زندہ ہیں۔“

✽ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی پیاری اور لاڈلی بیٹی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں دے دی اور یوں آپ رشتہ قرابت داری میں آپ ﷺ کے سر تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تمام غزوات میں شریک رہے۔

✽ منصب خلافت سنبھالتے ہی آپ نے غلبہ دین حق کے لیے جہادی امور پر اپنی توانائیاں صرف کر دیں۔ آپ کے دور خلافت میں اسلامی سلطنت کی سرحدیں ایران کے آتش کدے سے بھی آگے ساحل مکران تک بائیس لاکھ اکاون ہزار (2251000) مربع کلومیٹر تک پھیل گئیں۔

✽ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی پوری زندگی غلبہ اسلام اور جہاد کے لیے وقف کر دی۔ آپ کے قبول اسلام سے مسلمانوں کو بڑا حوصلہ ملا۔ اسلام کو قوت و غلبہ نصیب ہوا اور مکہ میں موجود مسلمان کافروں کے سامنے سر اٹھا کر چلنے کے قابل ہوئے۔

✽ غزوہ تبوک، جسے عیش العسرہ بھی کہا جاتا ہے، کی تیاری کے لیے رسول اللہ ﷺ نے مال پیش کرنے کی ترغیب دی تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے گھر کا آدھا مال جہاد کے لیے پیش کیا۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ:

✽ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا شمار سابقون الاولون میں ہوتا ہے اس لیے کہ مردوں میں آپ تیسرے شخص ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا اور اپنے خون کے آخری قطرے تک کو غلبہ دین کے لیے پیش کر دیا۔

✽ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں رسول اللہ ﷺ کی بیٹی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا تھیں ان کی وفات کے بعد دوسری بیٹی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا یوں آپ کو ذوالنورین ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔

✽ اہل ایمان پر مشرکین مکہ نے ظلم و ستم کی حد کر دی۔ زندگی امیر بنادی تو ان اذیت ناک حالات میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سیدہ رقیہ بنت رسول ﷺ کے ساتھ سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

✽ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں اس لیے شریک نہ ہو سکے کہ آپ کی بیوی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا سخت بیمار تھیں۔ ان کی تیمار داری کے لیے آپ رک گئے۔ جب رسول اللہ ﷺ میدان بدر سے فاتحانہ واپس تشریف لائے تو سیدہ رقیہ کی وفات ہو چکی تھی اور انھیں دفن بھی کر دیا گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

«إِنَّ لَكَ أَجْرَ رَجُلٍ مِّمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَ سَهْمَهُ»^①

”تجھے بھی اس شخص کے برابر ثواب ملے گا جو جنگ بدر میں شریک ہوا۔“

✽ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے پینتیس ہزار درہم کا کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کیا۔

✽ مسجد نبوی کی توسیع کے لیے ایک قیمتی پلاٹ خرید کر وقف کیا۔

بیعت رضوان میں شرکت کیے بغیر شریک اجر ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔

✽ غزوہ تبوک کے لیے آدھے لشکر کے اخراجات برداشت کرنے کا اعزاز بھی

① بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب مناقب عثمان بن عفان: ۳۶۹۹۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔ اس غزوہ کے لیے آپ نے 900 اونٹ، ایک سو جنگی گھوڑے اور تقریباً ساڑھے پانچ کلو سونا اور ساڑھے انتیس کلو چاندی پیش کر کے ”مُجَهِّزُ جَيْشِ الْعُسْرَةِ“ کا اعزاز پایا۔

✽ جنگ خیبر کے فاتحین میں بھی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا شمار ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک دستے کا کمانڈر بنا کر کسی قلعہ پر حملے کے لیے آپ کو بھیجا تو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی اور وہاں سے کامیاب و کامران واپس آئے۔

✽ سیدنا عمر فاروق کی شہادت کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو تیسرے خلیفۃ المسلمین ہونے کا اعزاز حاصل ہوا، آپ بارہ سال گیارہ دن تک اس منصب پر جلوہ افروز رہے۔ 34ء میں شہید کر دیے گئے۔

✽ سیدنا عثمان غنی زندگی بھر غلبہ دین اسلام کے لیے اپنے مال اور اپنی جان کے ساتھ مستعد رہے حتیٰ کہ اپنے خون کا آخری قطرہ تک پیش کر دیا اور منصب شہادت کا اعزاز حاصل کر کے دنیا سے رخصت ہوئے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ :

✽ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سابقون الاولون میں سے ہیں زندگی بھر اسلام کی بالادستی کے لیے اپنی جان ہتھیلی پر رکھے جنگی محاذوں میں پیش پیش رہے۔

✽ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے موقع پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا تم میرے بستر پر میری چادر اوڑھ کر سو جاؤ تمہیں دشمن کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکیں گے۔

✽ مشرکین مکہ نے میدان بدر میں آواز دی کہ مقابلہ کے لیے قوم کے بہادر بھیجو! رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عبیدہ بن حارث، سیدنا حمزہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ مقابلہ کے لیے اٹھو! یہ تینوں جانباز اڑ کر دشمن کے پاس پہنچے۔ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے شبیہ کی گردن اڑا دی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے مد مقابل ولید کو آنا فناً ٹکڑے ٹکڑے کر کے ٹھنڈا کر دیا۔

سیدنا عبیدہ پر دشمن نے وار کیا اور وہ شدید زخمی حالت میں مقابلہ کر رہے تھے کہ یہ دوشیر اپنے شکار سے فارغ ہو کر دوسرے پر چھٹے اور اس کا کام بھی تمام کر دیا۔ عتبہ اور شیبہ دونوں مشرکین کے مشہور اور بہادر لڑاکے تھے۔

❁ ۳؎ غزوہ احد میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔

❁ ۴؎ احد کے دن رسول اللہ ﷺ زخمی ہوئے تو اپنی قیام گاہ میں پہنچے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال میں پانی بھر کر لائے۔ اسے آپ ﷺ کے زخم پر بہایا اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کا زخم دھویا۔

❁ ۵؎ غزوہ احزاب میں بہادر جنگجو ”عمر بن وڈ“ سے بھرپور مقابلے کے بعد اس کا سرتن سے جدا کر دیا۔

❁ ۶؎ ۴ھ میں تاریخ اسلام کا اہم ترین معاہدہ صلح حدیبیہ تحریر کیا۔

❁ ۷؎ غزوہ خیبر ۷ھ میں یہودیوں سے لڑا گیا۔ خیبر کا ایک قلعہ فتح کرنے میں کافی مشکل پیش آرہی تھی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کل میں ایک ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے اس کے ہاتھوں خیبر فتح ہوگا، اگلے دن یہ جھنڈا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو تھمایا گیا۔ انہی کے ہاتھوں خیبر فتح ہوا اور یوں سیدنا علی فاتح خیبر کہلائے۔

❁ ۸؎ ۹ھ میں جیش العسرہ کی روانگی کے وقت رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر کر کے مدینہ میں رہنے کا حکم دیا تو سخت پریشان ہو کر کہنے لگے ”اللہ کے رسول! کیا آپ مجھے عورتوں، بچوں اور معذوروں میں چھوڑ جائیں گے؟ اور اس تاریخی معرکے سے محروم کر دیں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اے علی! کیا تجھے یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ تمہیں وہ اعزاز حاصل ہو جو موسیٰ علیہ السلام کی نیابت کی وجہ سے ہارون علیہ السلام کو ملا؟ مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔“

- ❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔
- ❁ ۸ھ غزوہ حنین میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے دشمن فوج کے سپہ سالار پر زبردست وار کر کے اسے اونٹ سے گرا دیا، جھنڈا سرنگوں ہو گیا۔ نتیجتاً دشمن فوج کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ لڑنے کے قابل نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو فتح عطا فرمائی۔
- ❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ چار سال نو ماہ تک منصب خلافت پر فائز رہے۔
- ❁ ۳۷ھ کوفہ میں نماز فجر کی ادائیگی کے لیے جونہی گھر سے نکلے تو گھات لگائے بد بخت ابن ملجم نے صبح کے اندھیرے میں وار کیا، آپ شدید زخمی ہو گئے۔ اسی زخم کے باعث شہید ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ:

- ❁ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ سابقون الاولون میں اسلام قبول کرنے والے چھٹے خوش نصیب ہیں۔
- یہ دومرتبہ ہجرت کرنے والوں میں شامل ہیں پہلی ہجرت حبشہ اور دوسری ہجرت مدینہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ آپ نے حبشہ کی طرف دو مرتبہ ہجرت کی اور تیسری ہجرت مدینہ کے لیے کی ہے۔
- ❁ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ زندگی بھر غلبہ اسلام کے لیے جہادی محاذوں کو رونق بخشتے رہے حتیٰ کہ اپنے خون کا آخری قطرہ بہا کر منصب شہادت پر فائز ہوئے۔
- ❁ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے ماموں سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ میدان احد میں شہید ہوئے اور انھوں نے سید الشہدا کا لقب پایا۔
- ❁ سیدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے احد کے دن راہ جہاد میں اپنے خون کا آخری قطرہ تک پیش کر دیا۔ شہید ہونے والے یہ غیور عبداللہ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی تھے۔
- ❁ سیدنا عثمان غنی زبیر رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد تھے۔
- ❁ سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جنگ موتہ کی کمان کی، اسی جنگ میں شہید بھی

- ہوئے آپ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے ماموں زاد تھے، جسم پر نوے زخم لگے تھے۔
- ✽ خلیفہ المسلمین سیدنا علی اور جعفر بن ابی طالب دونوں سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے ماموں زاد تھے۔
- ✽ دفاع رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سب سے پہلے تلوار میان سے نکالنے والے ہیں۔
- ✽ جنگ بدر میں مشرکین کی طرف سے مقابلے کا چیلنج کرنے والے زرہ پوش بہادر عبیدہ بن سعید جس کی کنیت ابو ذات الکرش تھی کی آنکھ میں برچھی مار کر سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے اسے جہنم رسید کر دیا۔ یہ برچھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر سے بطور تحفہ مانگ لی تھی۔
- جنگ احد میں مشرکین کا علمبردار، نامور بہادر، شہسوار طلحہ بن ابی طلحہ عبدی اپنے اونٹ پر سوار نکلا، دعوت مبارزت دی، سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ اس کا چیلنج قبول کرتے ہوئے آگے بڑھے، دشمن کو سنہلنے کا موقع دیے بغیر شیر کی طرح جھپ لگا کر اونٹ پر جا چڑھے، شکار کو دبوچا اور پھر اونٹ سے ہٹ کر دیا، تلوار کے وار سے جسم کے دو ٹکڑے کیے اور فاتحانہ واپس پلٹے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔
- ✽ جنگ خیبر میں دعوت مبارزت دینے والے یہودی سردار مرحب کی گردن اڑانے والے سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں جو سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے ماموں زاد تھے۔
- ✽ یہودی سردار مرحب کا بھائی یا سر جوش انتقام میں اپنے بھائی کا بدلہ لینے کے لیے غرور و تکبر کے ساتھ اکڑتا ہوا میدان میں نکلا، اس کے مقابلے کا چیلنج سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے قبول کیا اور چند لمحوں میں اسے خاک و خون میں تڑپا کر ٹھنڈا کر دیا۔ اس منظر اور خونی مقابلہ کو سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔
- ✽ زبیر رضی اللہ عنہ کے بیٹے کی عمر سات سال کی ہوئی تو بیعت کے لیے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔
- ✽ جنگ یرموک میں اپنے دس سالہ بیٹے عبداللہ کو ساتھ لے گئے تاکہ وہ بھی معرکہ آرائی

میں حصہ لے سکیں۔

✽ زبیرؓ فتح مکہ کے دن پانچ سو گھوڑ سوار دستے کی کمان کر رہے تھے اور فتح کا جھنڈا گاڑنے کا اعزاز بھی انھیں حاصل ہے۔

✽ جنگ خندق کے موقع پر تین مرتبہ اپنے آپ کو فدائی مشن کے لیے پیش کرنے والے سیدنا زبیرؓ ہی ہیں۔ ان کے جذبہ جاں نثاری کو دیکھتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہر نبی کا حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر ہے۔“

✽ جنگ خندق کے موقع پر بنو قریظہ یہودیوں کی عہد شکنی اور ان کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے کی ذمہ داری نبھانے والے سیدنا زبیرؓ ہیں۔

✽ زبیرؓ نے جہادی کارروائیوں میں بھرپور حصہ لیا، ان کا جسم زخموں سے چور تھا۔

سیدنا عبدالرحمن بن عوفؓ:

✽ سیدنا عبدالرحمن بن عوفؓ وہ ساتویں خوش نصیب ہیں جنھوں نے اسلام قبول کیا اور مشرکین کی طرف سے دی گئی ہر قسم کی اذیت و تکلیف کو برداشت کیا۔

✽ سیدنا عبدالرحمن بن عوفؓ کا ایک اعزاز یہ ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی غیر موجودگی میں لوگوں کی امامت کرائی۔ دوران نماز آپ ﷺ تشریف لے آئے اور سیدنا عبدالرحمن بن عوفؓ کے پیچھے ایک رکعت پڑھی۔

✽ سیدنا عبدالرحمن بن عوفؓ پر بھی دیگر صحابہ کرام کی طرح مشرکین نے ظلم و جبر کے پہاڑ توڑ ڈالے۔ عرصہ حیات تنگ کر کے دین سے برگشتہ کرنے کے لیے بہت دباؤ ڈالا تو حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ دوسری ہجرت مدینہ تھی۔

سیدنا سعد بن ربیعؓ نے آپ کو ہجرت مدینہ کے موقع پر پیش کش کی کہ میں اہل مدینہ میں سب سے زیادہ مال دار ہوں، میرے دو باغ اور دو بیویاں ہیں ان میں سے ایک باغ پسند کر لیں میں آپ کو ہبہ کر دیتا ہوں، بیوی کو طلاق دیتا ہوں تاکہ آپ اس سے نکاح کر

لیں۔ اپنے دینی بھائی کی یہ پیش کش سن کر سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا میرے بھائی! اللہ تعالیٰ آپ کے مال و دولت اور اہل و عیال میں برکت کرے آپ مجھے منڈی اور بازار کا راستہ دکھا دیں میں وہاں محنت کر کے گزارہ کر لوں گا۔

✽ سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے میدان بدر میں زبردست مقابلے کے بعد مشرکین کے بہادر جنگجو عمیر بن عثمان کا سر قلم کر دیا۔

✽ جنگ بدر ہی میں سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے دائیں بائیں دوم عمر بچے تھے انھوں نے ہی بچوں کو ابو جہل کی نشاندہی کی تھی بچے جھپٹے اور انھوں نے ابو جہل کو کاٹ کر رکھ دیا۔

✽ جنگ احد میں ان کے جسم پر اکیس گہرے زخم آئے تھے ایک بڑا زخم پاؤں پر بھی تھا جس کی وجہ سے لنگڑا کر چلتے تھے۔

✽ جنگ احد میں سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے شدید چوٹ کھائی جس سے آپ کا سامنے والا دانت ٹوٹ گیا۔

✽ سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جنگ تبوک کے اخراجات اور مجاہدین کی ضروریات کے لیے ساڑھے انتیس کلو چاندی پیش کی تھی۔

✽ ایک مرتبہ سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا سات سواونٹوں پر مشتمل قافلہ سامان تجارت لے کر مدینہ پہنچا تو کسی نے انھیں بتایا کہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے لیے جنت کی خوشخبری سناتی ہیں۔ یہ سن کر آپ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے اور دریافت کیا: امی جان! کیا آپ نے میرے جنتی ہونے کی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے تصدیق فرمائی کہ میں نے خود یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی کہ عبدالرحمن بن عوف کے لیے جنت کی خوشخبری ہے۔ یہ خوشخبری سن کر آپ نے فرمایا: اماں جان! آپ گواہ رہیں میں اس خوشی میں یہ سات سواونٹ جو مال تجارت سے

لدے ہوئے ہیں اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ :

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ قبول اسلام کے حوالے سے آٹھواں نمبر رکھنے والے سابقون الاولون میں سے ہیں، سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ماموں تھے۔ جب انھوں نے اسلام قبول کیا تو والدہ پر ان کا یہ عمل شدید ناگوار گزرا، ماں نے بھوک ہڑتال کرتے ہوئے دھمکی دی کہ تم اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر نئے دین پر قائم رہے تو میں بھوک مر جاؤں گی اور تب لوگ تجھے ماں کا قاتل کہیں گے۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کو بہت سمجھایا مگر وہ نہ مانی اور اس کی شدت میں اضافہ اور غم و غصے میں زیادتی ہوتی گئی، بالآخر سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے دو ٹوک الفاظ میں کہا: اماں جان! یہ ٹھیک ہے کہ مجھے آپ سے محبت ہے مگر آپ سے کہیں زیادہ محبت مجھے اس ذات سے ہے جسے اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر ہماری رہنمائی کے لیے بھیجا ہے۔ امی جان! آپ کو چھوڑ سکتا ہوں مگر رسول اللہ ﷺ کو نہیں چھوڑ سکتا، اللہ کی قسم! امی جان! تمہارے جسم میں ایک جان ہے اگر ہزار جانیں ہوں اور وہ اس مطالبے پر نکلتی جائیں تو میں اپنے دین اور اپنے محبوب کو نہیں چھوڑ سکتا آپ کو چھوڑنا میرے لیے آسان ہے۔

❁ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی سیدنا عمیر رضی اللہ عنہ دونوں جنگ بدر میں شریک ہوئے، بھائی کو اللہ تعالیٰ نے مقام شہادت عطا فرمایا۔

❁ جنگ احد میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے سامنے تیر بکھیرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((ارْمِ فِدَاكَ اَبِيَّ وَاُمِّي))^①

”سعد! تیر چلا میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں ہوں۔“

❁ جنگ قادسیہ کے لیے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک لاکھ مجاہدین کا لشکر تیار کر کے

❶ بخاری، کتاب الأدب، باب قول الرجل فداك أبي و أمي : ٦١٨٤۔

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار مقرر فرمایا۔ مجاہدین کی کمان سنبھالتے ہی سیدنا سعد نے تیس ہزار بہادر جوانوں کا انتخاب کیا۔ اس تاریخی معرکے میں رستم ایرانی سپہ سالار مارا گیا، ایرانی فوج کے حوصلے پست ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو فتح عطا فرمائی۔

فتح قادسیہ کے بعد سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے مدائن کی طرف پیش قدمی کی، مجاہدین دریائے دجلہ تک پہنچ گئے..... سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے مجاہدین کو حکم دیا کہ وہ اپنے گھوڑے دریا میں اتار دیں۔ شہسوار دستہ دریا میں پیش قدمی کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا جیسے خشکی پر صف بستہ منظم لشکر چل رہا ہو۔ یہ منظر دیکھ کر دشمن شہر خالی چھوڑ کر بھاگ گئے۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عراق کا گورنر بنا دیا۔

سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ:

- ❁ سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ قبول اسلام کے حوالے سے نویں خوش نصیب ہیں۔
- ❁ قبول اسلام کے بعد سخت آزمائشیں آئیں، ظلم و ستم سہنا پڑا، مار کٹائی اور جسمانی تشدد کے باوجود اسلام پر پامردی سے قائم رہے اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔
- ❁ ہجرت کے بعد مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثاروں میں شریک رہے۔
- ❁ غزوہ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں اپنے جسم پر تیروں، تلواروں، نیزوں اور برچھوں کے ستر زخم کھائے۔ آپ کا ہاتھ زخمی ہو کر شل ہو گیا تھا۔
- ❁ میدان احد میں سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ اکیلے گیارہ مشرکین سے لڑائی کرتے رہے اور انھیں بھاگنے پر مجبور کر دیا۔

❁ کفار کے شدید حملہ کے وقت اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر سکینت نازل فرمائی تو سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا۔ مجھے میدان احد میں اس قدر شدید نیند آ رہی تھی کہ کئی مرتبہ میرے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر گر جاتی۔ میں تلوار اٹھاتا تو پھر غلبہ نیند سے تلوار گر پڑتی۔

✽ جنگ احد میں سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ لڑتے لڑتے شدید زخمی ہو کر گر پڑے، رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”اپنے بھائی (طلحہ) کو سنبھالو! اس نے (جنت) واجب کر لی ہے۔“

✽ رسول اللہ ﷺ میدان احد میں زخمی ہو گئے تھے۔ پہاڑ کی طرف واپسی کے موقع پر ایک بڑی چٹان آگئی۔ آپ ﷺ نے اس پر چڑھنا چاہا مگر نہ چڑھ سکے تو زخموں سے چور ہونے کے باوجود سیدنا طلحہ بن عبید اللہ نیچے بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ کو کندھوں پر اٹھا کر کھڑے ہو گئے اس طرح آپ ﷺ چٹان پر چڑھ گئے اور فرمایا ”طلحہ نے جنت واجب کر لی۔“

سیدنا سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ:

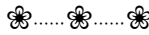
✽ سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بنی عبدالاشہل اوس کے سردار تھے۔ مدینہ میں اسلام کے پہلے سفیر سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ان کے محلے میں دعوت دین کا فریضہ ادا کرنے گئے تو سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سخت غصے کی حالت میں اپنے ڈیرے سے اٹھ کر ان کے پاس آئے۔ سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے ان پر اسلام پیش کیا اور قرآن کی تلاوت سنائی تو سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا غصہ محبت میں بدل گیا اور انھوں نے اسلام قبول کر لیا۔

✽ سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے قبول اسلام کے فوراً بعد اپنے قبیلے کے تمام لوگوں کو بلایا اور اسلام کی دعوت پیش کی، ان کی دعوت پر پورے قبیلہ نے سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے اسلام قبول کر لیا۔

یہ تھے: ﴿الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ﴾ جن پر اللہ تعالیٰ راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں..... قیامت تک آنے والے اہل ایمان میں سے جو لوگ ان صحابہ کرام سابقون الاولون کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کفار سے جہاد کرتے رہیں گے، مشرکین سے پنجہ آزمائی جاری رکھیں گے، ہندوؤں اور یہود سے قتال کرتے رہیں گے۔

صلیبیوں کی گردنیں اڑاتے رہیں گے، آتش پرست مجوسیوں کے خاتمہ کے لیے جہادی محاذ سجاتے رہیں گے، بحر و بر میں اسلام کا نام سر بلند کرتے ہوئے گردنیں کاٹتے اور کٹواتے رہیں گے، میدانوں اور صحراؤں کو روند کر ملکوں پر ملک فتح کرنے کے لیے جہاد سے وابستہ ہو کر چمٹے رہیں گے۔ جو غلبہ اسلام کا فریضہ ادا کرتے ہوئے فاتح بن جائیں یا گردن کٹوا دیں ان سب پر اللہ تعالیٰ راضی اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں:

﴿رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾ ”یہی بڑی کامیابی اور عظیم کامرانی ہے۔“



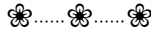
﴿وَمِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ ذُوَيْنِ أُهْلِ الْيَمِينِ سَرَدُوا عَلَى الْإِثْقَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ تَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ فَأَنزَلْنَاهُمْ فَيُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ وَالْخَوَدُوتُ اعْتَدُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا عَسَىٰ اللَّهُ أَن يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ [التوبة: ١٠١، ١٠٢]

”اور تمہارے ارد گرد جو بدوی ہیں کچھ ان میں سے منافق ہیں اور کچھ اہل مدینہ میں سے بھی جو نفاق پر اڑے ہوئے ہیں، تو انہیں نہیں جانتا، ہم ہی انہیں جانتے ہیں۔ عنقریب ہم انہیں دوبار عذاب دیں گے پھر وہ بہت بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے اور کچھ اور وہ ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا، کچھ عمل نیک اور کچھ دوسرے برے ملا جلا کر کیے، قریب ہے کہ اللہ ان پر پھر مہربان ہو جائے۔ یقیناً اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔“

اعتراف جرم پر معافی کی گنجائش:

ضدی اور ہٹ دھرمی کے ساتھ ساتھ بے شرمی کی حد تک بھی بعض منافق پہنچے ہوئے تھے۔ بڑے چالاک اور ہوشیار مگر نفاق بڑا گہرا اور پراسرار کہ پتا ہی نہیں لگنے دیتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَا تَعْلَمُهُمْ﴾ اے نبی! آپ ان کو نہیں جانتے صرف ہم ہی

ان کو جانتے ہیں۔ اس لیے ہم انھیں خبر دے رہے ہیں کہ ایسے خطرناک اور خفیہ منافقین کے لیے دہرا عذاب آنے والا ہے پھر بڑے عذاب کی طرف انھیں لوٹایا جائے گا۔
 دوسرے وہ لوگ جنھوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا اور عمل بھی کرتے رہے اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ بھی کرتے رہے تو ایسے لوگوں کے لیے امید کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دے گا۔



﴿حُدِّثُوا عَنْ آلِہِمْ صِدْقَہٗ لِّصَفَرِہُمْ وَتَرْکِہُمْ بِہَا وَصَلِیَّہُمْ رَاقِ صَلَوتِکَ مَعَہُمْ وَلَیْسَ سَمِیعٌ عَلِیہُمْ اَلَمْ یَعْلَمُوا اَنَّ اللّٰہَ ہُوَ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ وَاِذَا حُجِرَ الصَّدَاقَاتِ وَآلَہٗ اَللّٰہُ ہُوَ التَّوَابُ الرَّحِیْمُ﴾ [التوبة: ۱۰۳، ۱۰۴]

”ان کے مالوں سے صدقہ قبول کر کہ اس سے تو انھیں پاک کرے گا اور انھیں صاف کرے گا اور ان کے لیے دعا کر، بے شک تیری دعا ان کے لیے باعث سکون ہے اور اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ کیا انھوں نے نہیں جانا کہ بے شک اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور صدقہ قبول کرتا ہے اور یہ کہ اللہ ہی ہے جو بڑا توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا جا رہا ہے کہ ایسے لوگوں کے مالوں سے بھی صدقہ لے لیا کریں جن سے جہاد میں پیچھے رہنے کی غلطیاں ہو گئی ہیں اور وہ اپنے گناہوں پر نادم اور شرمندہ بھی ہیں ان لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیا کریں تاکہ وہ ان کو گناہوں سے پاک صاف کر دے۔ آپ کی دعائیں ان کے باعث تسکین ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ جب کوئی شخص یا قوم صدقہ لے کر آتی تو آپ ﷺ اس کے لیے دعا فرماتے۔ جیسا کہ آیت نمبر ۹۹ میں بیان ہو چکا ہے۔

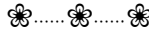
کیا ہم جہاد سے پیچھے رہنے پر شرمندہ ہیں؟

یہ آیات پڑھ کر ایک مخلص مومن کو چاہیے کہ وہ اپنے ایمان اور اپنے اعمال کا جائزہ لے اور فیصلہ کرے کہ جہاد سے پیچھے رہنے کی وجہ سے کیا وہ شرمندہ، افسردہ اور غمگین ہے؟ جہاد میں شرکت کے لیے بے تاب و بیقرار ہے؟ جہاد میں شرکت کے لیے کوئی پروگرام زیر غور ہے؟ جہاد سے پیچھے رہنے کے جرم کا اعتراف اور اس گناہ کی معافی کے لیے کوئی مالی صدقہ کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کر چکا ہے؟ یا منافقین کی طرح جہاد سے جی چرانا، پیچھے رہنا، حیلے بہانے اور عذر پیش کرنا اور پیچھے رہ کر خوشیاں منانا اس کا معمول ہے..... دل کے ترازو پر اپنا عمل پیش کر کے فیصلہ لے لیں۔

ساتھیوں کی تربیت ہماری ذمہ داری :

اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھی بہت بڑی تعداد میں ساتھی عطا کیے ہیں الحمد للہ، اور یہ حقیقت ہے کہ بڑی بڑی عمارتوں، دفاتر اور گاڑیوں کا نام جماعت نہیں بلکہ افراد سے جماعت بنتی ہے، جس جماعت کو صالح ساتھی میسر ہوں، بے لوث کارکن دستیاب ہوں اور وہ ایثار و قربانی کے جذبات سے سرشار بھی ہوں تو ایسی جماعت غلبہ دین حق کے لیے موثر کردار ادا کر سکتی ہے۔ مخلص کارکنان اس کا قیمتی سرمایہ ہیں اس لیے ہمیں چاہیے کہ اپنے کارکنان کی تربیتی مجالس کا اہتمام کریں۔ ان کے صبح شام کے اذکار کو باقاعدہ بنانے پر توجہ دیں۔ نمازوں کی باقاعدگی اور درستی کو یقینی کریں۔ تہجد و اشراق کو معمولات زندگی کا جز بنائیں۔ ترجمہ کلاسوں کو باقاعدہ بنائیں۔ غیبت و چغلی جیسی مہلک بیماریوں سے بچنے کی ہر وقت تلقین کرتے رہیں۔ اپنے بھائیوں میں کیڑے نکالنے کی بجائے بڑی حکمت سے ان کی تربیت کریں۔ جہاد سے پیچھے رہنے والوں کو مالی صدقات کی ترغیب دلائیں۔ ان کی اصلاح کے لیے دعاؤں کو اپنا معمول بنائیں۔ ہمدردی اور پیار سے نصیحت کا عمل جاری رکھیں۔ ان شاء اللہ! اس انداز سے اچھی تربیت ہوگی۔ بہترین ساتھی تیار ہوں گے۔ ان سے اللہ تعالیٰ

اپنے دین کے لیے جہاد کا کام لے گا۔ جس کا نتیجہ دنیا و آخرت کی یقینی کامیابی کی صورت میں اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔ جماعت کا مقصد دنیا میں دین حق کی سر بلندی و آخرت میں کامیابی اور جنت کا حصول ہے اس لیے جو لوگ اپنی آخرت سنوارنے اور جہاد کے راستہ میں جان پیش کرنے کے لیے آئیں تو ان کی عزت افزائی کریں، دین کے ٹھیکیدار بن کر لوگوں کو جماعت سے ہرگز نہ نکالیں، غلطی کرنے والوں کی اصلاح کریں، غلطیوں کا اعتراف کرنے والے بھائیوں کے لیے دل کی گہرائیوں سے دعا کریں۔ ہر ممکن اصلاح کی کوشش کریں، حتیٰ کہ اسے توبہ کے لیے اللہ کے سامنے جھکنے پر تیار کر لیں۔



﴿وَقُلِ اعْبُدُوا قِسْمِي اللَّهِ عِبَادِي رَسُولُهُ وَالْبُؤْسُوتِ وَسْتَرْذُونَ إِنِّي عَلَيْهِ
الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيَسْئَلُهُ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ وَالْآخِرُونَ مَرْجُونَ لِأَمْرِ اللَّهِ أَقَامَا
بَعْدَهُمْ وَمَا يَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ خَلِيمٌ﴾ [التوبة: ۱۰۵، ۱۰۶]

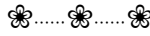
”اور کہہ دے عمل کرتے رہو، پس عنقریب اللہ تمہارا عمل دیکھے گا اور اس کا رسول اور ایمان والے بھی اور عنقریب تم ہر پوشیدہ اور ظاہر بات کو جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے تو وہ تمہیں بتائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے اور کچھ اور وہ ہیں جو اللہ کے حکم کے لیے مؤخر رکھے گئے ہیں، چاہے انہیں عذاب دے اور چاہے تو پھر ان پر مہربان ہو جائے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔“

فیصلہ آئندہ کے طرز عمل سے ہوگا:

غزوہ تبوک سے پیچھے رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ مخاطب کر کے فرما رہا ہے کہ تم عمل کیے جاؤ ہم دیکھ لیں گے، ہمارا رسول اور اہل ایمان بھی تمہارا طرز عمل دیکھ لیں گے کہ جنگ تبوک سے پیچھے رہنے پر تمہارا اعتراف جرم توبہ واستغفار اور صدقہ و خیرات کیسا تھا؟

چلو غزوہ تبوک کے موقع پرستی و غفلت ہو گئی تھی مگر ابھی جہاد جاری ہے، بہت سے معرکے ہوں گے۔ ہم تمہیں دیکھ لیں گے کہ تم جہاد میں شرکت کے لیے مستعد اور بے قرار ہو یا سستی و غفلت کا شکار، آنے والا وقت اور تمہارا طرز عمل اس بات کا فیصلہ کرے گا۔

دوسری آیت سے مراد تین صحابہ کرام ہیں جن کی توبہ کا تفصیلی ذکر آیت ۱۱۸ میں آنے والا ہے۔ ان کے علاوہ سات دیگر صحابہ کرام جو غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے ان کی توبہ کا ذکر گزشتہ آیت (۱۰۳) میں گزر چکا ہے۔



﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا فَاصْبِرُوا أَوْ لِيُنْزِلْ عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللَّهِ فَأُفِيضَ عَلَيْكُمْ مِنْهُ نَزْلَاتٍ وَمِنْ أَفْوَاجِ الْمَلَائِكَةِ وَفِي ذَلِكَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هَاجِرُوا مِنْ دِيارِهِمْ وَلَا يُمْسِكُوا بِعَهْلِ الْبَيْتِ وَأُولَئِكَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾

[التوبة : ۱۰۷، ۱۰۸]

”اور کچھ وہ ہیں جنہوں نے ایک مسجد بنائی نقصان پہنچانے اور کفر کرنے کے لیے اور ایمان والوں میں پھوٹ ڈالنے کے لیے اور ایسے لوگوں کی گھات کی جگہ بنانے کے لیے جنہوں نے اس سے پہلے اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی، اور یقیناً قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے بھلائی کے سوا کچھ ارادہ نہیں کیا اور اللہ شہادت دیتا ہے کہ بے شک وہ جھوٹے ہیں۔ اس میں کبھی کھڑے نہ ہونا۔ یقیناً وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی زیادہ حق دار ہے کہ تو اس میں کھڑا ہو۔ اس میں ایسے مرد ہیں جو پسند کرتے ہیں کہ بہت پاک رہیں اور اللہ بہت پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔“

مسجد ضرار کی تعمیر سے منافقین کے مقاصد:

منافقین نے ایک مسجد بنائی اور اہل ایمان کے سامنے اس کی ضرورت بیان کرتے ہوئے کہا کہ مسجد نبوی دور ہے، مسجد قبا بھی کچھ فاصلے پر ہے اس لیے ہم نے یہ مسجد بنائی ہے تاکہ کمزور لوگ، معذور افراد یہاں نماز ادا کریں۔ بارش اور سخت سردی و گرمی میں یہاں نمازیں ادا کی جاسکیں۔ یہ مسجد صرف نمازیوں کی سہولت اور محض خیر خواہی کے جذبے سے تعمیر کی جا رہی ہے۔ حقیقت دراصل کچھ اور تھی مگر زبردست پروپیگنڈے کی بنیاد پر منافقین یہ چاہتے تھے کہ اہل ایمان کو دھوکا دے سکیں، فریب کے ذریعے اپنی سازشوں کو چھپا سکیں۔ ابو عامر عیسائی راہب اور عبداللہ بن ابی منافقین کا سردار، یہ دو شخص رسول اللہ ﷺ کی مدینہ آمد سے پہلے بڑے معزز و محترم سمجھے جاتے تھے۔ عبداللہ بن ابی کو مدینہ کا بادشاہ بنایا جانے والا تھا اور اس کے لیے تاج بھی تیار کر لیا گیا تھا کہ اسی دوران رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ ابو عامر عیسائی راہب کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا عیسائی عالم کی حیثیت سے مدینہ کے عام لوگ بھی اس کی تعظیم کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی آمد پر لوگوں کی توجہ ابو عامر صلیبی راہب اور عبداللہ بن ابی سے ہٹ کر دین اسلام اور نبی ﷺ کی طرف ہو گئی چنانچہ ان دونوں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنا دشمن سمجھا اور آپ کے خلاف سازشیں کرنے لگے۔

جنگ بدر میں مشرکین مکہ نے بری طرح شکست کھائی تو یہ دونوں اسلام کا راستہ روکنے کے لیے متحد و متحرک ہو گئے۔ ابو عامر نے عبداللہ بن ابی کے برعکس منافقانہ کردار کی بجائے کھلم کھلا دشمنی کا راستہ اپنایا۔ غزوہ بدر کے بعد جتنی جنگیں لڑی گئیں ان سب میں ابو عامر عیسائی راہب شریک رہا اور کفار کو جنگوں پر ابھارنے اور اکسانے میں اس کا بھرپور کردار رہا مگر ہر معرکہ اسلام کے غلبے اور کفر و شرک کے خاتمہ کا پیغام لاتا رہا۔

فتح مکہ اور غزوہ حنین کی کامیابیاں دیکھ کر ابو عامر کا دل بیٹھنے لگا اور وہ اس پریشانی میں

بتلا نظر آنے لگا کہ اب کوئی طاقت عربوں میں ایسی نہیں رہی جو اسلام کا راستہ روک سکے۔ بڑے غور و فکر کے بعد اس نے منافقین سے فیصلہ کن کارروائی کا مشورہ کیا اور فیصلہ کیا کہ قیصر روم کو مدینہ پر حملے کی دعوت دی جائے، مدینہ کے اندر منافقین کو تیار رکھا جائے، مسلمانوں میں انتشار پھیلایا جائے۔ کفر کو مضبوط کیا جائے اور اہل ایمان کا خاتمہ کر دیا جائے۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے ابو عامر قیصر روم سے مدد طلب کرنے کے لیے روانہ ہونے لگا تو اس نے منافقین سے کہا کہ فوراً ایک مسجد تیار کرو جہاں ہم لوگ اکٹھے ہو سکیں، مشورے کر سکیں، قیصر روم یا دیگر کفار کی طرف سے آنے والے قاصد قیام کر سکیں، مسجد کی وجہ سے مسلمان بھی مطمئن رہیں گے اور سازشوں کو چھپایا اور ان پر عمل بھی کیا جاسکے۔

چنانچہ مسجد تعمیر ہو گئی، رسول اللہ ﷺ نے تبوک سے واپسی پر مسجد کے افتتاح کا وعدہ بھی فرما لیا، منافقین بڑے خوش تھے، تبوک سے مسلمانوں کا ایک فرد بھی واپس نہیں آسکے گا۔ بہت سے مارے جائیں گے اور جو بچ رہیں گے قیدی بنا لیے جائیں گے۔ اس لیے انھوں نے عبداللہ بن ابی کی تاج پوشی کا پروگرام بھی مرتب کر لیا تھا۔

تبوک میں مسلمانوں کو مقابلہ کی نوبت ہی نہیں آئی، دشمن سامنے ہی نہیں آیا بلکہ لشکر اسلام کی آمد کی خبر سنتے ہی صلیبیوں کی فوج منتشر ہو گئی۔ اس لیے میدان صاف تھا اور فتح کے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لیے دروازے کھول دیے۔

مسجد ضرار مسمار کرنے کا حکم:

تبوک سے واپسی پر اللہ تعالیٰ نے منافقین کی تمام سازشوں کا پردہ چاک کر دیا اور مسجد ضرار کی تعمیر کے اغراض و مقاصد کے منافقانہ منصوبوں سے آپ ﷺ کو آگاہ کرتے ہوئے حکم دیا کہ آپ ﷺ مسجد ضرار کا افتتاح اور اس میں نماز کے لیے قیام نہ کریں چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے سفر تبوک کے دوران ہی دو صحابہ کرام کو روانہ فرماتے ہوئے حکم دیا کہ مسجد ضرار کو آگ لگا کر مسمار کر دیں چنانچہ مالک بن دُخشم اور معن بن عدی رضی اللہ عنہما نے حکم رسول ﷺ کی تعمیل میں مسجد ضرار کو زمین بوس کر دیا۔

﴿ اَلَمْ يَأْتِ اَنْتَسَ بَنِيَّ عَلَى تَقْوَىٰ مِنَ اللّٰهِ وَرِطْوَانٍ خَيْرَ اَمْرٍ مِّنْ اَنْتَسَ بَنِيَّ عَلَىٰ شَعًا جُرْفٍ هَارٍ قَالَتْ هَارٍ فِي نَارٍ جَهَنَّمَ ۚ وَاِنَّهُ لَا يَهْدِي الْقُوْرَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الْاِنْزِيٰ بُنْيَانِيَّةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّا اَنْ تَقْطَعَ قُلُوْبُهُمْ ۖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ ﴾

[التوبة : ۱۰۹، ۱۱۰]

”تو کیا وہ شخص، جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ کے خوف اور اس کی خوشنودی پر رکھی بہتر ہے یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد نیچے سے کھوکھلے تودے کے کنارے پر رکھی، جو گرنے ہی والا تھا؟ پس وہ اسے لے کر جہنم کی آگ میں گر گیا اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ ان کی عمارت جو انھوں نے بنائی ہے، ہمیشہ ان کے دلوں میں بے چینی کا باعث بنی رہے گی مگر اس صورت میں کہ ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔“

عمارت پختہ بنیاد پر قائم رہتی ہے :

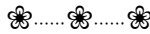
پچھلی آیات میں منافقین کی تعمیر شدہ مسجد ضرار کے تین مقاصد بیان ہوئے :

- ① اہل ایمان کو نقصان پہنچانے، اس میں بیٹھ کر سازشیں کرنے اور کفریہ پروگرام کو عملی شکل دینے کے لیے مسجد کے نام سے منافقین نے گویا ڈیرہ تعمیر کیا۔
- ② اہل ایمان کے درمیان تفریق، انتشار پیدا کرنا اور ان کو ٹکڑے کرنا، مسجد قبا کی رونق و آبادی کو ویران کرنا۔
- ③ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں کی پناہ گاہ کے طور پر اس ڈیرے کو استعمال کرنا۔

یہ ایسے مذموم مقاصد تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عمارت کی بنیاد کو غار کے دہانے دریا کے کنارے یا ندی نالے اور چشمے کے ایسے مقام سے تشبیہ دی ہے کہ جس کے کنارے کی بظاہر زمین صحیح نظر آ رہی ہے مگر پانی نے زمین کو نیچے سے کھوکھلا اور سخت کمزور کر دیا ہے اور اوپر زمین

کی سطح ہموار دکھائی دے رہی ہے ایسی جگہ پر جو شخص عمارت بنائے گا تو ظاہر ہے وہ فوراً گر جائے گی۔ چنانچہ مسجد ضرار کی بنیادیں کھوکھلی تھیں اس لیے وہ بہت جلد زمین بوس ہو کر تعمیر کرنے والوں سمیت جہنم میں جا گری۔

دوسری مسجد نبوی ہے جس کی بنیادیں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور تقویٰ پر رکھی گئی تھیں اسی طرح مسجد قبا کا معاملہ ہے یہ مسجدیں تا قیامت قائم اور آباد رہیں گی۔ ان شاء اللہ منافقین کو مسجد ضرار کے مسمار ہونے پر شدید غم و غصہ آتا رہے گا۔ مسجد ضرار کی جگہ کوڑے کرکٹ کے ڈھیر دیکھ دیکھ کر ان کا غیظ و غضب بڑھتا رہے گا۔ اس کی یادیں ان کے دلوں کو کاٹتی رہیں گی اور وہ اہل ایمان کا نہ کچھ بگاڑ سکیں گے اور نہ ان کی متحدہ قوت میں تفریق پیدا کرنے میں کامیاب ہوں گے۔



﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِآلِهِمُ الْجَنَّةَ ۖ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبِشُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْخَوْرُ الْعَظِيمُ﴾ [التوبة : ١١١]

”بے شک اللہ نے ایمان والوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لیے ہیں، اس کے بدلے کہ یقیناً ان کے لیے جنت ہے، وہ اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں، پس قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں، یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں اس کے ذمے پکا وعدہ ہے اور اللہ سے زیادہ اپنا وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟ تو اس سودے پر خوب خوش ہو جاؤ جو تم نے اس سے کیا ہے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔“

مجاہدو! اپنے سودے پر خوشیاں مناؤ!

منافقین کے مکروہ کردار اور مذموم عزائم کے خاک میں ملنے اور مسجد ضرار کے مسمار ہونے کا ذکر پچھلی آیات میں ہو چکا۔ اس کے فوراً بعد اللہ تعالیٰ نے سچے اہل ایمان مجاہدین کی عزت افزائی کرتے ہوئے خوب صورت مثال کے ساتھ اپنے آپ کو خریدار کی حیثیت میں پیش کیا ہے۔ مومن مجاہد بندہ کتنا خوش نصیب ہے کہ ایک بہت بڑے سخی تاجر سے اس نے کاروبار کر لیا ہے۔ جس مالک نے جان و مال عطا کیے تھے اسی مالک نے بھاری معاوضہ کے ساتھ یعنی جنت کے بدلے خود ہی اسے خرید لیا ہے۔ سبحان اللہ!!

اپنی جان و مال بیچنے والے کون ہیں؟

بظاہر تو جان و مال ان کی اپنی ہے مگر ان کے استعمال کے لیے وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حکم، اس کی مرضی اور خوشنودی کو سامنے رکھتے ہیں اس لیے کہ وہ ان کو بیچ چکے ہیں..... جس تاجر کے ساتھ سودا ہوا ہے وہ ان دونوں کا بھاری معاوضہ دے گا۔ اس سودے پر وہ بہت خوش ہیں کیونکہ یہ نفع بخش تجارت انھوں نے گہرے غور و خوض، کامل فکر و شعور اور پختہ یقین کے ساتھ کی ہے، اس بات کی دلیل کے لیے آیت کے یہ الفاظ غور طلب ہیں:

”بے شک اللہ تعالیٰ نے مومن بندوں کے مال و جان کو جنت کے بدلے خرید لیا ہے۔“

اللہ تعالیٰ سے سودا کرنے والے یہ مجاہد بندے اپنے جسم و جان، اپنے دل و دماغ اور قوت و طاقت کو کافروں کی سرکوبی کے لیے متکبر و سرکش افراد کی گردنیں اڑانے کے لیے استعمال کرتے ہیں، اپنے اموال کو غلبہ دین حق کے لیے جہادی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے..... تیر، تلوار، گولہ، بارود، گن اور میزائل حاصل کرنے کے لیے اور سواریاں مہیا کرنے کے لیے فراخ دلی سے خرچ کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کی جانیں اور مال خرید لیے ہیں :

﴿يُغَايِبُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قِيَمَتُهُمْ وَيَهْتَلُونَ﴾ ان کا من پسند عمل ہے۔ وہ دنیا کی منڈیوں کی خاک نہیں چھانتے۔ وہ تو جہادی محاذوں تک پہنچنے کے لیے سواریاں تیار رکھتے ہیں۔ گھوڑوں کی باگیں تھامے ہوئے اپنے پیک کندھوں پر سجائے رہتے ہیں۔ محاذ جنگ کے گرم ہونے کی خبر پاتے ہی موت کی تلاش میں اڑ کر پہنچ جاتے ہیں۔ دلہن کی محبت اور دل لبھانے والی اداؤں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ لہلہاتے کھیتوں، کچی ہوئی فصلوں اور پھلوں سے لدے تیار باغوں کو خیر باد کہہ دیتے ہیں۔ منڈیوں کی رونق، بازاروں کی چہل پہل سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ والد کی شفقت، ماں کے پیار، بہن بھائیوں کی محبت کو قربان کر دیتے ہیں۔ کافروں کی گردنیں اڑاتے ﴿فَاعْبُدُوا قِيَمَتَهُمُ الْغَنَائِي﴾ کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔ جس ذات سے سودا کیا تھا۔ اسی کے حکم کی تعمیل میں کافروں کے جوڑ جوڑ پر ضرب کاری لگاتے ہیں۔ بڑھتے اور چڑھتے ہوئے کافروں کو کاٹتے ہوئے خود بھی کٹ جاتے ہیں..... اور بہت بڑی کامیابی حاصل کر کے جنت کے حقدار اور وارث بن جاتے ہیں۔

مسلمانو! اس سودے میں تاخیر کیوں؟

مسلمانو! جان و مال کے اس عظیم سودے سے تم کیوں ہچکچا رہے ہو؟..... کیا تم کافروں سے ڈرتے ہو؟ موت کا خطرہ ہے؟ بتاؤ ہمیشہ تم نے زندہ رہنا ہے؟..... نہیں نہیں مرنا تو یقینی ہے تو پھر آگے بڑھو تم بھی اللہ تعالیٰ سے اپنی جان و مال کا سودا کر لو۔ یقین جانو! اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ شروع دن ہی سے کر رکھا ہے۔ تورات، انجیل اور قرآن میں اللہ تعالیٰ کا یہ سچا وعدہ موجود ہے اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اپنا وعدہ پورا کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟

﴿فَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ الَّذِي بَاعَ عَنْكُمْ دِينَهُمْ﴾ مجاہدو! اپنی اس تجارت پر جتنی چاہو خوشیاں

مناؤ! اس لیے کہ یہ بہت بڑی کامیابی ہے، اس سے بڑھ کر نفع بخش کوئی تجارت نہیں۔ اس نفع بخش تجارت کی ترغیب میں بہت سی آیات قرآنی اور بے شمار احادیث رسول ﷺ موجود ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

دردناک عذاب سے نجات دینے والی تجارت:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُجَنِّبُكُمْ عَنْ عَذَابِ آلِ يَمُوتٍ تُمْشُونَ
بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ رِجَالًا وَمِنْ خَلْفِهِمْ أَسْوَاقٌ كَثِيرَةٌ يَبِيعُ فِيهَا آلُكُمْ وَأَنْفُسُكُمْ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن
كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ [الصف: ۶۱/۱۰، ۱۱]

”اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت نہ بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے؟ (وہ تجارت یہ ہے کہ) تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے اموال اور جانوں سے جہاد کرو..... یہی (کام) تمہارے لیے بہتر ہے اگر تمہیں کچھ علم ہو۔“

﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُمْ بُنَيَاتٌ مَّرْصُومَاتٌ﴾

[الصف: ۶۱/۴]

”یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں صف بستہ جہاد کرتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ سے جان و مال کا سودا کرنے سے رضائے الہی کی سند:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ
فَأَنزَلَ الْبَيِّنَاتِ عَلَيْهِمْ وَأَنزَلْنَا لَهُمُ الْقُرْآنَ﴾ [الفتح: ۴۸/۱۸]

”یقیناً اللہ تعالیٰ ان اہل ایمان مجاہدین سے خوش ہو گیا ہے جنہوں نے درخت کے نیچے آپ ﷺ سے (مرتے دم تک مشرکین سے لڑنے کی) بیعت کی۔“

✽ یزید بن ابی عبیدؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا سلمہ بن اکوعؓ سے سوال کیا کہ حدیبیہ کے دن تم نے رسول اللہ ﷺ سے کس بات پر بیعت کی تھی؟ تو انھوں نے جواب دیتے ہوئے کہا: «عَلَى الْمَوْتِ»..... ”موت پر“^①

✽ اللہ تعالیٰ سے کاروبار کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کو حکم ملتا ہے کہ اپنی امت کو تیار کریں ترغیب دیں اور ابھاریں:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ ۖ﴾ [الأنفال: ۸/۶۵]

”اے نبی! (ﷺ) ایمان والوں کو جہاد و قتال کے لیے ابھاریے، ترغیب دیجیے۔“

✽ اگر اکیلے ہوں تو بھی حکم قتال پر عمل جاری رکھیں:

﴿فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسُكَ﴾ [النساء: ۴/۸۴]

”اے نبی! (ﷺ) تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں (کافروں سے) لڑائی کرتا رہ۔“

اس حکم ربی پر عمل کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ستائیس خونریز معرکوں میں بذات خود حصہ لیا، میدان احد میں رسول اللہ ﷺ کے گرد خونریز معرکہ ہوا۔ جس میں نو جان نثاروں نے اللہ سے عہد تجارت نبھایا اور شہید ہو گئے..... اس موقع پر رسول اللہ ﷺ میدان قتال میں جم کر دشمن کے مشتعل و خونخوار دستے سے زبردست جنگ لڑ رہے تھے۔

✽ جنگ حنین میں بھی صحابہ کرام کے قدم اکھڑ گئے مگر اللہ کے رسول ﷺ اپنے خنجر کو ایڑ لگا کر اکیلے آگے بڑھتے جا رہے تھے۔

✽ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے سودا کیا ہوا تھا اور یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کٹ جانے کی خواہش کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

① بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الحديبية: ۴۱۶۷۔

”اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اللہ کے راستے میں جہاد کروں اور شہید کر دیا جاؤں، پھر لڑوں اور شہید کر دیا جاؤں، پھر لڑوں اور شہید کر دیا جاؤں۔“^①

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں ان (کافروں) سے اس دین کی خاطر ضرور لڑوں گا حتیٰ کہ میری گردن کٹ جائے اور اللہ تعالیٰ ضرور بالضرور اپنے دین کو نافذ کرے گا۔“

عہد تجارت نبھانے کے مختلف انداز:

”سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا دانت احد کے دن ٹوٹا اور سر پر زخم لگا۔ آپ ﷺ اپنے چہرہ سے خون صاف کرتے ہوئے فرماتے تھے وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کو زخمی کر دیا حالانکہ وہ ان کو اللہ کی طرف بلاتا ہے، اس وقت یہ آیت اتری: (اے نبی ﷺ!) تمہارے کچھ اختیار میں نہیں، اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کو معاف کر دے اور چاہے تو عذاب دے کیوں کہ وہ ظالم ہیں۔“^③

”سیدنا جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک لڑائی میں رسول اللہ ﷺ کی انگلی زخمی ہو گئی اور خون نکل آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں ہے تو مگر ایک انگلی جس سے خون نکلا اور تجھے یہ تکلیف اللہ کی راہ میں ہوئی ہے۔“^④

اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے تجارتی معاہدے کو نبھاتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے ابی بن خلف کو قتل کیا۔

- ① بخاری، کتاب التمنی، باب ما جاء فی التمنی..... الخ: ۷۲۲۶، ۷۲۲۷۔
- ② بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد..... الخ: ۲۷۳۱، ۲۷۳۲۔
- مسند احمد ۳۲۹/۴ ح: ۱۸۹۲۸۔
- ③ مسلم، کتاب الجہاد باب غزوة أحد: ۱۷۹۱۔
- ④ بخاری، کتاب الجہاد والسير، باب من ینکب أو یطعن فی سبیل اللہ: ۲۸۰۲۔

✽ سیدنا براء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جنگ خندق کے موقع پر کھدائی کے دوران ایک سخت چٹان آگئی جو ٹوٹ نہیں رہی تھی ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا شکوہ کیا، آپ تشریف لائے، کدال لی اور ”بسم اللہ“ کہہ کر ایک ضرب لگائی (تو ایک ٹکڑا ٹوٹ گیا) اور فرمایا: ”اللہ اکبر! مجھے ملک شام کی کنجیاں دی گئی ہیں، واللہ! میں اس وقت وہاں کے سرخ محلات کو دیکھ رہا ہوں۔“

پھر دوسری ضرب سے دوسرا ٹکڑا کٹ گیا اور فرمایا: اللہ اکبر! مجھے فارس دیا گیا ہے، واللہ! میں اس وقت مدائن کا سفید محل دیکھ رہا ہوں۔ پھر تیسری ضرب لگائی اور فرمایا: ”بسم اللہ“ تو باقی ماندہ چٹان بھی کٹ گئی، پھر فرمایا: ”اللہ اکبر! مجھے یمن کی کنجیاں دی گئی ہیں، واللہ! میں اس وقت یہاں سے صنعاء کے پھاٹک دیکھ رہا ہوں۔“^①

عہد تجارت کی تکمیل میں یہودیوں پر شب خون:

”سیدنا ابن عون سے روایت ہے میں نے نافع کو لکھا، لڑائی سے پہلے کافروں کو دین کی دعوت دینا ضروری ہے؟ انھوں جواب میں لکھا کہ یہ حکم شروع اسلام میں تھا۔ (جب کافروں کو دین کی دعوت نہیں پہنچی تھی) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مصطلق پر شب خون مارا اور وہ غافل تھے، ان کے جانور پانی پی رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑنے والوں کو قتل کیا، بچوں کو قیدی کیا اور اسی دن جویریہ بنت حارث کو گرفتار کیا۔“^②

اللہ تعالیٰ سے تجارت..... موت پر بیعت:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّا يَنْكَثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝﴾

[الفتح: ۱۰/۴۸]

① مسلم، کتاب الجہاد والسير، باب جواز الاغارة علی الکفار: ۱۷۳۰۔

② مسند احمد: ۳۰۳/۴ ح: ۱۸۸۹۸۔

”جو لوگ تجھ سے (جہاد کی) بیعت کرتے ہیں، وہ یقیناً اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے، تو جو شخص عہد شکنی کرے وہ اپنے نفس پر ہی عہد شکنی کرتا ہے اور جو شخص اس اقرار کو پورا کرے جو اس نے اللہ کے ساتھ کیا ہے تو اسے عنقریب اللہ تعالیٰ بہت بڑا اجر دے گا۔“

عہد تجارت نبھانے کا صلہ:

سیدنا مغیرہ بن شعبہ نے مد مقابل لشکر کفار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: (اے کافرو! سن لو اور خوب یاد رکھو!) ہمارے نبی ﷺ نے حکم دیا ہے کہ ہم اس وقت تک تم سے لڑتے رہیں، جب تک تم اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کرنے لگو یا جزیہ نہ دو اور ہمارے نبی ﷺ نے ہمارے رب کی طرف سے ہمیں یہ بھی خبر دی ہے کہ ہم میں سے جو کوئی جہاد فی سبیل اللہ میں شہید کر دیا گیا وہ بہشت بریں کی ایسی نعمتوں میں پہنچ جائے گا جو اس نے کبھی نہیں دیکھیں اور جو کوئی زندہ بچ جائے گا وہ تمہاری گردنوں کا مالک بنے گا۔“^①

اللہ تعالیٰ سے تجارت کرنے والوں کے خاک آلود قدموں کی شان:

”سیدنا ابو عبس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”جس شخص کے قدموں پر جہاد کے راستے پر چلنے کی وجہ سے گرد و غبار پڑی اس پر جہنم کی آگ حرام ہو گئی۔“ دوسری جگہ فرمایا: ”نہیں خاک آلود ہوتے کسی آدمی کے قدم اللہ کے راستے میں اور پھر اسے جہنم کی آگ بھی چھوئے؟“^②

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”وہ شخص آگ میں داخل نہ ہوگا جو اللہ کے ڈر سے رو دیا حتیٰ کہ دودھ تھن میں

① بخاری، کتاب الجہاد والسير، باب الجزية والموادعة مع أهل الحرب: ۳۱۵۹۔

② بخاری، کتاب الجمعة، باب المشی إلى الجمعة: ۹۰۷۔

داخل ہوا اور اللہ کے راستہ کا غبار اور جہنم کا دھواں کبھی بھی جمع نہ ہوں گے۔“^①
اللہ تعالیٰ کے خریدے ہوئے بندوں کی صبح و شام:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
”اللہ کے راستے میں صبح کو نکلتا یا شام کو، دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور تم میں سے
کسی کی کمان یا ڈنڈے کے برابر جنت میں جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے، (اور
وہاں کی حوروں کے کیا کہنے!) اگر جنت کی کوئی عورت زمین پر جھانک دے تو
زمین و آسمان کا درمیان سارا روشن ہو جائے اور خوشبو سے بھر جائے۔ اس کے
سر کا دوپٹا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔“^②

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
”جنت میں ایک کمان رکھنے کی جگہ مشرق و مغرب کے درمیان موجود ہر چیز سے
بہتر ہے، اللہ کے راستے میں (جہاد کے لیے) ایک صبح یا ایک شام کا نکلتا مشرق و
مغرب کے درمیان موجود ہر چیز سے بہتر ہے۔“^③

اجر عظیم، مال غنیمت اور جنت میں داخلہ:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
”اللہ تعالیٰ اس شخص کا ضامن بن جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے،
اس کے رسولوں کی تصدیق کرتے ہوئے اور جہاد کی نیت لیے ہوئے اللہ تعالیٰ
کے راستے میں نکلتا ہے۔ (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں) کہ یہ میری ذمہ داری ہے:
میں اس کو جنت میں داخل کروں گا یا اجر یا غنیمت کے ساتھ گھر واپس لوٹاؤں گا۔

① الترمذی، أبواب فضائل الجہاد، باب ما جاء فی الخ: ۱۶۲۳۔

② بخاری، کتاب الجہاد، باب الحور العین و صفتھن: ۲۷۹۶۔

③ بخاری، کتاب الجہاد، باب الغدوة والروحة فی سبیل اللہ: ۲۷۹۳۔

اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے جو شخص اللہ کی راہ میں زخمی ہوا، وہ قیامت کے دن اسی حالت میں آئے گا کہ اس کے زخموں سے خون بہہ رہا ہوگا اس خون کا رنگ تو خون کی طرح ہوگا اور خوشبو کستوری جیسی ہوگی، اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے اگر میں اپنی امت پر مشقت نہ سمجھتا تو کسی بھی معرکہ سے پیچھے نہ رہتا لیکن میں اپنے تمام مجاہد ساتھیوں کو سواریاں فراہم کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور نہ وہ خود اپنی سواریوں کا بندوبست کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں اور ان کا مجھ سے پیچھے رہ جانا ان پر بڑا گراں گزرتا ہے۔

اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اللہ کے راستہ میں جہاد کروں اور قتل کر دیا جاؤں پھر جہاد کروں اور قتل کر دیا جاؤں۔“^①

اللہ تعالیٰ کے خریدے بندوں کی پڑنم آ نکھیں:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دو آنکھوں کو آگ نہ چھوئے گی ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے ڈر سے رو پڑی اور دوسری وہ آنکھ جس نے اللہ کی راہ میں رات کو پہرا دیا۔“^②

سیدنا سہیل بن سعد رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کے راستہ میں ایک دن کا پہرا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور جنت میں تم میں سے کسی کے کوڑا یعنی درہ یا چابک رکھنے کی جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔“

سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا:

① مسلم، کتاب الإمامرة، باب الجہاد والخروج فی سبیل اللہ: ۱۸۷۶۔

② سنن ترمذی، أبواب الجہاد، باب ما جاء فی فضل الحرس فی سبیل اللہ: ۱۶۳۹۔

«رِبَاطُ يَوْمٍ وَ لَيْلَةٍ خَيْرٌ مِّنْ صِيَامِ شَهْرٍ وَ قِيَامِهِ وَ إِنْ مَاتَ جَرَى عَلَيْهِ عَمَلُهُ الَّذِي كَانَ يَعْمَلُهُ وَ أُجْرَى عَلَيْهِ رِزْقُهُ وَ أُمِنَ الْفِتَنَ»^①

”اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ایک دن، رات کا پہرا دینا ایک مہینا کے روزوں اور قیام سے بہتر ہے اور اگر پہرے کی حالت میں فوت ہو جائے تو اس کے عمل کو جاری رکھا جاتا ہے اور اس پر اس کا رزق بھی جاری کر دیا جاتا ہے اور وہ تمام فتنے برباد کرنے والوں سے محفوظ کر لیا جاتا ہے۔“

ایک اور حدیث میں ہے کہ قبر کے فتنوں سے بچا لیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے تجارت کرنے والے نابینا معذور صحابی:

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں یہ آیت: ﴿لَا يَسْتَبِيحُ الْفَعْدُونَ﴾ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے اور گھر میں بیٹھ رہنے والے مومن برابر نہیں ہیں لکھوائی، اتنے میں سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آگئے اس وقت آپ مجھے یہ آیت لکھوا رہے تھے، سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ جو نابینا تھے، نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر میں طاقت رکھتا تو ضرور جہاد کرتا۔ تب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر یہ الفاظ نازل فرمائے: ﴿عَمِيدَاِوَالِي الْقَصْرِ﴾ یعنی بغیر شرعی عذر کے گھر بیٹھنے والے جہاد کرنے والوں کے برابر نہیں۔“^②

ایفائے عہد میں زخمی ہونے والے:

”قیس بن ابی حازم سے روایت ہے کہ میں نے سیدنا طلحہ کا ہاتھ دیکھا کہ وہ شل تھا، اس سے احد کے دن انھوں نے نبی ﷺ کا دفاع کیا تھا۔“^③

① مسلم، کتاب الإمارة، باب الرباط فی سبیل اللہ عز و جل: ۱۹۱۳۔

② بخاری، کتاب الجہاد، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿لَا يَسْتَبِيحُ الْقَاعِدُونَ﴾..... الخ: ۲۸۳۲۔

③ بخاری، کتاب المغازی، باب ﴿إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنْكُمْ﴾..... الخ: ۴۰۶۲۔

”عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ زبیر بن عوام کو تلواروں کے تین زخم لگے تھے، ایک زخم ان کے کندھے پر تھا، جو اتنا گہرا تھا کہ میں اپنی انگلیاں اس میں داخل کر لیتا تھا، دو زخم معرکہ بدر میں اور ایک جنگ یرموک میں لگا تھا۔“^①

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جو شخص اللہ کے راستہ میں زخمی ہوا، وہ قیامت کے دن آئے گا، اس کے زخم کے خون سے کستوری کی خوشبو آ رہی ہوگی اور اس کا رنگ زعفران کا ہوگا اور اس پر شہداء کی مہر لگی ہوگی اور جس نے اللہ تعالیٰ سے شہادت کا سوال کیا تو اللہ اسے شہید کا اجر عطا فرمائیں گے اگرچہ وہ اپنے بستر پر ہی مر جائے۔“^②

”سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ موتہ میں زید بن حارثہ کو امیر بنایا اور فرمایا اگر زید شہید ہو جائے تو جعفر رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے اگر جعفر شہید ہوں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں اس لڑائی میں موجود تھا، ہم نے لڑائی کے بعد جعفر کی لاش ڈھونڈی، دیکھا تو وہ لاشوں میں پڑی ہوئی اور ان کے بدن پر نوے سے زائد زخم تھے، جن میں کچھ بھالے کے اور کچھ تیر کے تھے۔“^③

اللہ تعالیٰ کے مجاہد بندے کی انوکھی دعا:

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے جنگ احد میں کہا: اے سعد! تم اللہ پاک سے دعا کیوں نہیں مانگتے؟ اس کے بعد یہ دونوں ایک گوشہ میں گئے، سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے اس طرح دعا مانگی: اے میرے رب!

① بخاری، کتاب المغازی، باب قتل ابی جہل: ۳۹۷۵۔

② صحیح ابن حبان، کتاب الجنائز، باب ذکر تفضل اللہ الخ: ۳۱۹۱، ۳۱۸۵۔

③ بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ مؤتہ من أرض الشام: ۴۲۶۱۔

جب دشمنوں سے ڈبھڑھڑا کر ہو تو میرے سامنے ایک ایسے آدمی کو لا جو سخت حملہ آور اور بہت ہی لڑاکا ہو، میں اس سے لڑوں اور وہ مجھ سے لڑے، پھر مجھے اس پر کامیابی کی توفیق عطا فرما کہ میں اسے قتل کر دوں اور اس کا سارا مال لے لوں، ان کی دعا پر سیدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے آمین کہی۔ پھر سیدنا عبداللہ بن جحش نے دعا مانگی، اے میرے اللہ! مجھے ایک ایسے آدمی سے مقابلہ کی توفیق دے جو سخت حملہ آور ہو اور سخت جنگجو بھی، میں تیرے لیے اس سے لڑوں اور وہ مجھ سے لڑے پھر وہ مجھے پکڑے میری ناک بھی کاٹ دے میرے کان بھی کاٹ دے، جب میں کل روز قیامت تجھ سے ملوں..... تو تو پوچھے کہ کس لیے تیری ناک اور کان کاٹے گئے.....؟ میں عرض کروں کہ تیرے اور تیرے رسول کے لیے میری ناک اور کان کاٹے گئے، تو کہے ہاں! تو سچ کہتا ہے، سعد نے آمین کہی۔ ”سیدنا سعد اپنے بیٹے سے کہا کرتے تھے کہ عبداللہ بن جحش کی دعا میری دعا سے بہتر رہی، میں نے اسی دن کے آخر میں ان کو دیکھا کہ ان کی ناک اور کان کٹے ہوئے ایک دھاگے میں لٹکے ہوئے تھے۔“^①

دفاع رسول میں جانوں کا نذرانہ پیش کرنے والے نو خوش نصیب:

”انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ احد کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سات انصار اور دو قریشی صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ الگ تھلگ رہ گئے، جب حملہ آور آپ کے بالکل قریب پہنچ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو ان حملہ آوروں کو ہم سے دفع کرے؟ تو اس کے لیے جنت ہے، یا یہ فرمایا کہ وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا، اس کے بعد ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے، اس کے بعد پھر مشرکین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل قریب آ گئے اور پھر یہی ہوا، اس

① مستدرک حاکم: ۲/۷۶، ۷۷، ح: ۲۴۰۹۔ حلیۃ الأولیاء: ۱/۱۰۹۔

طرح باری باری ساتوں انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے باقی ساتھیوں سے فرمایا: ”ہم نے اپنے ساتھیوں سے انصاف نہیں کیا، باقی رہ جانے والے دو صحابہ: طلحہ بن عبید اللہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما تھے۔“^①

عہد تجارت میں کٹ مرنے کی جلدی:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ بدر کی جگہ میں مشرکین سے پہلے پہنچ گئے پھر مشرکین بھی آ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تک میں آگے نہ بڑھوں تم میں سے بھی کوئی شخص کسی چیز کی طرف آگے نہ بڑھے۔“ جب مشرکین نزدیک آ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ایسی جنت کی طرف کھڑے ہو جاؤ جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کے برابر ہے۔“ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: ”یا رسول اللہ! (ﷺ) جنت کی چوڑائی زمین و آسمان کے برابر ہے؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں!“

سیدنا عمیر نے کہا: بخ بخ یعنی واہ! رسول اللہ ﷺ نے عمیر سے پوچھا: ”تو نے بخ بخ کے الفاظ کیوں کہے ہیں؟“

عرض کیا: ”اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! (ﷺ) میں نے صرف اس امید پر واہ واہ کے الفاظ کہے کہ میں بھی جنت والوں سے ہو جاؤں۔“

آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو یقیناً جنت والوں سے ہے۔“ یہ سن کر سیدنا عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے تھیلے سے کھجوریں نکالیں اور ان کو کھانا شروع کیا، پھر کہا: اگر میں ان کھجوروں کے کھانے تک زندہ رہا تو یہ زندگی تو بہت طویل ہے، یہ کہتے ہی

① مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب غزوة أحد: ۱۷۸۹۔

کھجوریں پھینک دیں، پھر کفار سے لڑائی کی یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے۔“^①
 عہد تجارت کی تکمیل کے لیے موت کی طرف اڑان:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
 ”لوگوں میں سے بہترین زندگی گزارنے والا شخص وہ ہے جو اپنے گھوڑے کی
 لگام کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں تھامے ہوئے ہے، جب بھی کسی شور و شغب یا
 گھبراہٹ کی آواز سنتا ہے تو فوراً اس کی پیٹھ پر سوار ہو کر اڑ کر پہنچتا ہے وہ قتل اور
 موت کو موت کی گھاٹیوں سے تلاش کرتا ہے۔“^②

تاخیر پر صدمہ:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:
 ”میرے چچا انس بن نضر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بدر میں شریک نہ
 ہو سکے تو ان کو بڑا صدمہ ہوا، آپ کہا کرتے تھے کہ وہ پہلا معرکہ جس میں رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو شریک تھے مگر میں شرکت نہ کر سکا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر اب اللہ
 تعالیٰ نے کسی معرکہ میں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نصیب کیا تو اے اللہ تو
 دیکھے گا کہ میں کیا جو ہر دکھاتا ہوں؟ وہ اس کے علاوہ کوئی اور بات کہنے سے
 ڈرتے تھے، آئندہ سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ احد میں شریک ہوئے تو
 سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ان کے سامنے آئے اور کہنے لگے: ابو عمر! کہاں جا رہے
 ہو؟ انھوں نے کہا: واہ واہ احد کے پیچھے جنت کی خوشبو آ رہی ہے میں اسے محسوس کر رہا
 ہوں، پھر وہ بڑی شجاعت سے لڑے حتیٰ کہ شہید ہو گئے ان کے جسم میں اسی (۸۰)
 سے زیادہ تلوار، نیزے اور تیروں کے نشانات پائے گئے، میری پھوپھی ربیع بنت

① مسلم، کتاب الإمارة، باب ثبوت الجنة للشہید: ۱۹۰۱۔

② مسلم، کتاب الإمارة، باب فضل الجہاد والرباط: ۱۸۸۹۔

نضر ﷺ کہتی ہیں کہ میں اپنے بھائی کو صرف ہاتھ کے پوروں سے پہچان سکی ورنہ وہ پہچانے ہی نہیں جاتے تھے، تب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضَىٰ نَجْبَةً وَمِنْهُمْ مَّنْ يَنْتَظِرُ ۚ وَمَا بَدَّلُوا بَدِيلًا﴾ [الأحزاب: ۲۳]

”مومنوں میں سے بعض ایسے ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا اس پر سچے اترے، بعض اپنی تمنا پا گئے اور بعض انتظار میں ہیں اور ان کے پائے استقامت میں کوئی لغزش نہیں۔“^①

دس مرتبہ کٹ مرنے کی آرزو:

”سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جنت میں پہنچ جانے والا کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ ہوگا جو دنیا میں واپس آنا اور دنیا کی کسی چیز کو حاصل کرنا پسند کرے سوائے شہید کے، وہ تمنا کرے گا کہ دنیا میں لوٹ جائے اور دس بار (یعنی دسیوں بار) اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیا جائے، کیوں کہ وہ شہادت کی قدر و قیمت اور اس کی خوبیاں دیکھ چکا ہوگا۔“^②

جنت کی خوشبو:

”غزوہ احد کے ختم ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جاؤ! سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کو کہیں زخمیوں میں تلاش کرو اگر وہ دکھائی دیں تو ان کو میرا سلام کہنا اور ساتھ ہی یہ کہنا کہ میں نے ان کی خبر پوچھی ہے۔

① بخاری، کتاب الجہاد والسير، باب قول اللہ عزوجل ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ﴾.....الخ:

۲۸۰۵۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب ثبوت الجنة للشہيد: ۱۹۰۳۔

② بخاری، کتاب الجہاد، باب تمنى المجاهد أن يرجع إلى الدنيا: ۲۸۱۷۔ مسلم،

کتاب الإمارة، باب فضل الشهادة في سبيل الله تعالى: ۱۸۷۷۔

زید بن حارثہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ان کی تلاش شروع کر دی اور ان کو ڈھونڈ لیا۔ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے جسم پر ستر کے قریب زخم تھے اور یہ ان کا وقت آخر تھا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام اور پیغام ان کو پہنچایا۔ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور تم پر سلام۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا یہ پیغام عرض کرنا کہ میں جنت کی خوشبو پا رہا ہوں اور یہ بھی عرض کرنا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری اور تمام امت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اور میری قوم انصار سے یہ کہنا کہ جب تک تمہارے بدن میں جان ہے اور تمہاری آنکھ حرکت کرتی ہے تمہاری زندگی و موجودگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف پہنچی تو اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارا کوئی عذر قبول نہ ہوگا..... ابھی یہ فرما ہی رہے تھے کہ روح جسم سے پرواز کر گئی۔“^①

اللہ کے بندے کا تاریخی اور آخری فیصلہ:

”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ”سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جب زخمی ہوئے تو انھوں نے یہ دعا کی: یا اللہ! تو جانتا ہے کہ مجھے اس سے زیادہ کوئی عمل محبوب نہیں کہ میں تیری راہ میں ان لوگوں سے لڑوں جنھوں نے تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا اور انھیں اپنے وطن سے نکال باہر کیا۔ یا اللہ! میں یہ سمجھتا ہوں کہ تو نے ہماری اور ان کی لڑائی ختم کر دی ہے اگر قریش کی لڑائی باقی ہو تو مجھے ان سے لڑنے کے لیے زندہ رکھ تاکہ میں تیری راہ میں ان سے جہاد کروں اگر تو نے لڑائی ختم کر دی ہو تو پھر میرا زخم بہا دے اور اسی میں میری موت واقع ہو جائے۔ اس دعا کے بعد ان کا خون سینہ سے بہہ نکلا، مسجد کے لوگ تو اس وقت ڈرے کہ بنی غفار کا ڈیرہ جو مسجد میں لگا تھا خون بہ بہ کر اس پڑاؤ کی طرف سے آنے لگا مسجد

① مستدرک حاکم: ۲۰۱/۳۔ والنسخة الجديدة: ۲۲۱/۳، ح: ۴۹۰۶۔

والوں نے پوچھا: ارے! یہ تمہاری طرف سے بہہ کر کیا آ رہا ہے؟ دیکھا تو سعد کے زخم سے خون پھوٹ کر بہ رہا تھا آخر اسی زخم سے ان کی موت واقع ہوگئی۔ ان کی اس دعا کا آخری ٹکڑا یہ تھا کہ مجھے موت نہ دے یہاں تک کہ بنو قریظہ کے معاملہ میں میری آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہو جائے۔^①

اللہ تعالیٰ سے سودا کرنے والے! جہادی محاذوں کی طرف پہنچتے رہیں گے:

اللہ تعالیٰ سے سودے کرنے والے..... قیامت تک جہادی محاذوں کی طرف اڑ اڑ کر پہنچتے رہیں گے۔ جہادی میدانوں کو رونق بخشنے والے سعادت مندوں میں مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے اور جوان بھی ہوں گے..... امیر، غریب، طاقت ور اور کمزور بھی پہنچیں گے، کالے، گورے، عربی، عجمی اور مشرق و مغرب سے تعلق رکھنے والے مل کر کفار سے ٹکرائیں گے..... صحت مند و توانا لوگوں کے ساتھ ساتھ..... گونگے بہرے، اندھے، لو لے لنگڑے اور اپاہج بھی جہادی عہد نبھانے کے لیے آگے بڑھتے رہیں گے۔ اس جہادی قافلے کو صلیبی روک سکتے ہیں نہ یہودی..... مجاہدین کا راستہ نہ تو بت پرست مشرک روک سکتے ہیں اور نہ کوئی ظالم جابر حکمران..... حتیٰ کہ جہادی قافلوں کا راستہ روکنا کسی عادل حکمران کے لیے بھی ممکن نہیں اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«لَنْ يَبْرَحَ هَذَا الدِّينُ قَائِمًا يُقَاتِلُ عَلَيْهِ عَصَابَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ»^②

”یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا اور مسلمانوں میں سے ایک جماعت اس دین کی حفاظت کے لیے قیامت تک لڑتی رہے گی۔“

① بخاری، کتاب المغازی، باب مرجع النبی ﷺ..... الخ: ۱۲۲، ۴۶۳، ۱۰۴، ۳۹۰۔

② مسلم، کتاب الإمارة، باب قوله ﷺ لا تزال طائفة من امتی..... الخ: ۱۹۲۲۔

[التوبة : ١١٢]

” (وہ مومن) توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے، برائی سے منع کرنے والے اور اللہ کی حدوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور ان ایمان والوں کو خوش خبری دے دے۔“

اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو بیچنے والے خوش نصیب مجاہدین جو میدان جنگ میں کافروں کی کھوپڑیاں اڑاتے ہوئے اپنی گردنیں کٹوانے کے لیے بھی تیار رہتے ہیں۔ ان صالحین کے نواوصاف اس آیت میں بیان ہوئے ہیں جن میں سے پہلی صفت اَلْمُتَّقِينَ ہے۔

﴿الْمُحْسِنُونَ﴾ مجاہدین ایسے ہیں کہ وہ جہادی محاذوں پر ہوں یا اپنے گھروں میں..... مصروف تجارت ہوں یا کاشت کاری میں ان کی ایک بڑی صفت یہ ہے کہ وہ کثرت سے اپنے گناہوں، غلطیوں اور کوتاہیوں پر ندامت و شرمندگی کے آنسو بہاتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ہر وقت توبہ و استغفار کرتے رہتے ہیں، توبہ و استغفار کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اَعْرَ الْمُزَنِي رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اے لوگو! توبہ کے لیے اللہ کی طرف رجوع کرو بلاشبہ میں اس کی طرف روزانہ سو بار توبہ کرتا ہوں۔“^①

توبہ واستغفار مجاہدین کا معمول ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ ۖ هُوَ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾

❶ مسلم، كتاب الذكر والدعاء باب استحباب الاستغفار والاستكثار منه: ٢٧٠٢.



﴿ اَقْدَامَنَا وَالصِّرَاطَ عَلَى الْقَوْمِ الْخَافِرِينَ ﴾ [آل عمران : ۱۴۷]
 ”(اس بات کے علاوہ ان مجاہدین کی) اور کوئی بات ہی نہیں تھی کہ اے ہمارے رب ! ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہم سے اپنے معاملات میں جو زیادتی ہوئی ہے اسے بھی معاف فرما اور ہمیں جہاد میں ثابت قدمی عطا فرما اور کافر قوم پر ہماری مدد فرما۔“

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبَةٌ إِلَى اللَّهِ تَوْبَةٌ تَصَوُّغًا ۖ ﴾ [التحريم : ۸/۶۶]
 اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کے سامنے خالص اور سچی توبہ کرو۔

نیز فرمایا :

﴿ وَتَوْبَةٌ إِلَى اللَّهِ يَوْمَ آيَةِ الْمُؤْمِنِينَ أَعْلَمُ تَقِيصُونَ ﴾ [النور : ۳۱/۲۴]
 ”تم سب کے سب اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگا کرو تاکہ تم کامیابیاں حاصل کر لو۔“

فرمایا :

﴿ أَقْلًا يَتَوَبُّونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ ۖ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴾ [المائدہ : ۷۴/۵]
 ”یہ گنہگار لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکتے کیوں نہیں توبہ و استغفار کیوں نہیں کرتے ؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ تو بہت ہی بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔“

توبہ کرنے والوں کے لیے فرشتوں کی دعائے مغفرت :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

﴿ الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُذَمِّحُونَ لَهُ
 وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبُّنَا وَسِعَتْ كُلُّ شَيْءٍ وَرَحْمَتُنَا وَاعْلَمْنَا أَنَّ غَفْلَةَ الَّذِينَ
 تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقَدْ عَذَابَ أَبْجَحِيضُونَ ﴾ [المومن : ۷/۴۰]
 ”عرش الہی اٹھانے والے اور اس کے آس پاس کے فرشتے اپنے رب کی تسبیح

اس کی حمد کے ساتھ کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لیے استغفار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو نے ہر چیز کو اپنی رحمت، بخشش اور علم کے ساتھ گھیر رکھا ہے۔ اے اللہ! توبہ کرنے والوں کو معاف فرما اور بخش دے اور ان لوگوں کو بھی معاف فرما جو تیرے راستے پر چلتے ہیں، انہیں جہنم کے عذاب سے بچا۔ اے ہمارے رب! تو ان کو دائمی جنت میں داخل فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے اور ان کی اولادوں میں سے بھی جو صالح ہیں انہیں بھی (ان باغات میں داخل فرما) بے شک تو ہر چیز پر غالب ہے، حکمت والا ہے اور انہیں برائیوں سے بچا۔ اس روز جسے تو نے برائیوں سے بچالیا تو گویا تو نے اس پر رحمت کر دی اور یہی بڑی کامیابی ہے۔“

﴿الْعَبِيدُ﴾ مجاہدین کی دوسری صفت یہاں بیان ہو رہی ہے کہ وہ اپنے رب کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں اور اس سے کبھی غافل نہیں ہوتے، عبادات میں سے فرض عبادتیں مثلاً، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ نوافل بھی پورے خشوع و خضوع اور اخلاص سے ادا کرتے ہیں اور اسی طرح ان مجاہدین کی حالت یہاں تک جا پہنچتی ہے کہ اپنا ہر قدم اٹھانے اور زبان سے کوئی لفظ ادا کرنے سے پیشتر وہ دیکھتے ہیں کہ اس پر اللہ تعالیٰ راضی ہے؟ وہ ہر لمحہ اور ہر لحظہ اپنے قول و فعل سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی میں لگے رہتے ہیں۔

﴿الْعَبِيدُ﴾ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کی جانیں اور مال خریدے ہیں ان کی تیسری نشانی یہ ہے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تعریف میں مصروف رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم بھی یہی ہے:

﴿قُلِ الْعَبْدُ لِلَّهِ الَّذِي تَخْتَدُّونَ الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾ [المؤمنون: ۲۳/۲۸]

کہو تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں جس نے ہمیں ظالم قوم سے نجات عطا فرمائی۔“

عزت و وقار ملنے پر اللہ کی حمد کرتے ہیں:

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ عَلَمًا وَقَالَا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَضَّلَنَا عَلَى كَثِيرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [النمل: ۲۷/۱۵]

”داؤد اور سلیمان (علیہ السلام) دونوں نے کہا تعریف تو اس اللہ کے لیے ہے جس نے بہت سے ایمان والے بندوں پر ہمیں فضیلت بخشی۔“
دوسری جگہ فرمایا:

”یقیناً ہماری آیات پر ایمان لانے والے وہ لوگ ہیں کہ جب انھیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی تعریفیں کرتے ہوئے تسبیح بیان کرتے ہیں اور تکبر سے دور رہتے ہیں۔ ان کے پہلو بستر سے الگ ہو کر اپنے رب کو خوف اور امید کے ساتھ پکارتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے وہ اسے خرچ کرتے ہیں۔“ [السجدة: ۳۲/۱۵]

اللہ تعالیٰ ہی کی حمد، اسی پر بھروسا:

﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَسَيَجْزِي عِبْدَهُ وَكَفَى بِهِ يُلُوبَ عِبَادَهُ حَسْبِ اللَّهِ﴾ [الفرقان: ۲۵/۵۸]

”ہمیشہ زندہ رہنے والے اللہ تعالیٰ پر بھروسا کریں جسے کبھی موت نہیں اور اس کی تعریف کے ساتھ پاکیزگی بیان کرتے رہیں وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے اچھی طرح آگاہ ہے۔“

صبر کے ساتھ اپنے رب کی تعریف:

مکی زندگی میں سخت مشکلات اور دشمن کی ایذا رسانیوں کا دورانیہ تیرہ سال تک پھیلا ہوا ہے انہی ایام میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ رَبِّكَ يُؤْتِيكُمُ اللَّهُ مِمَّا تَرْضَىٰ وَيُخَيِّرُ لَكُمْ بَيْنَ الْيُسْرِ وَالْيُسْرَىٰ﴾

[الطور: ۵۲/۴۸]

”اور اے نبی! تو اپنے رب کے حکم کے انتظار میں صبر سے کام لے، بے شک تجھ پر ہماری نظریں لگی ہوئی ہیں۔ صبح کو جب تو نیند سے اٹھے تو اپنے رب کی پاکیزگی اور حمد بیان کر اور رات کے وقت بھی اور ستاروں کے ڈوبتے وقت بھی اللہ کی پاکیزگی بیان کر۔“

اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنے والوں کے سمندر کی جھاگ جتنے گناہ بھی معاف:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَنْ قَالَ: سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ فِي يَوْمٍ مِائَةِ مَرَّةٍ حُطَّتْ عَنْهُ خَطَايَاهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَيْدِ الْبَحْرِ »^①

”جس شخص نے دن بھر میں سو مرتبہ: «سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ» کہا اس کے گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر بھی ہوں تو مٹا دیے جائیں گے۔

افضل کلمات چار ہیں:

سیدنا سمیرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اللہ کے نزدیک تمام کلاموں سے زیادہ محبوب چار کلمات ہیں: «سُبْحَانَ اللَّهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ»^②

کچھ حرج نہیں کہ ان میں سے جس کلمے کو بھی تو شروع میں لائے۔“

دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب کلمات:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ: ”میں یہ کلمات کہوں: «سُبْحَانَ اللَّهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ» تو یہ میرے ہاں ان سب چیزوں سے زیادہ محبوب ہیں جن پر سورج طلوع ہوتا ہے۔“^③

① بخاری، کتاب الدعوات، باب فضل التسبیح: ۶۴۰۵۔

② مسلم، کتاب الآداب، باب کراهة التسمية بالأسماء القبيحة الخ: ۲۱۳۷۔

③ مسلم، کتاب الذکر والدعاء باب فضل التهليل والتسبیح والدعاء: ۲۶۹۵۔

زبان پر ہلکے مگر میزان میں بھاری کلمات :

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
 ”دو کلمات (ایسے) ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں، ترازو میں بھاری ہیں، رحمن کو
 محبوب ہیں، وہ کلمات ہیں: «سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ»^①

شیطان سے محفوظ رہنے کے لیے کلمات :

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
 ”جس شخص نے ایک دن میں سو بار «لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ
 الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ»^② کہا تو اس کو دس
 گردنوں (کے آزاد کرنے) کے برابر ثواب ملے گا اور اس کے (نامہ اعمال
 میں) سونکیاں ثبت ہوتی ہیں اور اس کے نامہ اعمال سے سو برائیاں مٹا دی جاتی
 ہیں اور وہ دن بھر شیطان سے حفاظت میں رہتا ہے اور کوئی شخص اس کے عمل
 سے بہتر عمل نہیں کرتا البتہ وہ شخص جس نے اس سے زیادہ عمل کیا۔“

﴿الْأَسْمَاءُ بِحَمْدِ اللَّهِ﴾ اللہ تعالیٰ سے اپنی جانوں اور مالوں کے سودے کرنے والے خوش
 نصیب مجاہدین کی چوتھی خوبی یہ ہے کہ وہ سیاحت میں مصروف رہتے ہیں۔ اس آیت کے
 سیاق و سباق پر غور کرنے کے بعد بڑے وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ یہاں: ﴿الْأَسْمَاءُ بِحَمْدِ اللَّهِ﴾
 سے مراد جاہدوں یعنی جہاد کرنے والے ہیں، سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی
 نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیر و سیاحت کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ سِيَاحَةَ أُمَّتِي الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ»^③

”بے شک میری امت کی سیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔“

① بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿وَنُضِعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ﴾..... الخ: ۷۵۶۳۔

② مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل التهليل والتسبيح والدعاء: ۲۶۹۱۔

③ أبو داؤد، کتاب الجہاد، باب النهی عن السباحة: ۲۴۸۶۔

آج یہ بات مجاہدین ہی یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ انھوں نے جتنی سیر و سیاحت جہاد میں کی ہے کاروباری زندگی میں کبھی نہیں کی۔“

مفسرین نے ﴿اَلْمَنَاجِيَةُ﴾ میں روزہ، ہجرت و جہاد، دینی تربیت، حصول علم کے لیے سفر اور دعوت و تبلیغ وغیرہ ان تمام چیزوں کو شامل کیا ہے۔

﴿اَلْمَنَاجِيَةُ الشَّجَرَةُ﴾ اللہ تعالیٰ کے ساتھ سودا کرنے والے مجاہدین کی پانچویں اور چھٹی خصلت یہ ہے کہ وہ بڑی کثرت سے رکوع و سجود میں مصروف رہتے ہیں یعنی وہ فرض نمازوں کے علاوہ بھی کثرت سے نوافل کا اہتمام کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے نوافل کا معمول:

رسول اللہ ﷺ کا معمول زندگی یہ تھا کہ رمضان اور غیر رمضان میں رات کے وقت گیارہ رکعتیں ادا فرمایا کرتے تھے جن میں تین وتر بھی شامل ہوتے۔

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”تم میں سے ہر شخص کے ہر جوڑ پر صدقہ ہے، سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے، الحمد للہ کہنا صدقہ ہے، لا الہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے، اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے، امر بالمعروف صدقہ ہے، نہی عن المنکر صدقہ ہے اور ان سب کو ضحیٰ کی دو رکعت نماز کفایت کرتی ہے۔“^①

مثالی میاں بیوی:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو رات کو اٹھ کر نوافل ادا کرتا ہے اور اپنی بیوی کو بھی جگاتا ہے، وہ بھی نفل ادا کرتی ہے اگر وہ انکار کرتی ہے تو اس کے

① مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب استحباب صلاة الضحیٰ..... الخ: ۷۲۰۔

چہرے پر پانی کے چھینٹے مارتا ہے۔ اللہ اس عورت پر رحم کرے جو رات کو اٹھتی ہے، نماز پڑھتی ہے اور اپنے خاوند کو بیدار کرتی ہے وہ تہجد ادا کرتا ہے اگر انکار کرتا ہے تو اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارتی ہے۔“^①

خادم رسول کی خواہش:

ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رات کے وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس رہا کرتا تھا اور آپ ﷺ کے لیے وضو اور قضائے حاجت کے لیے پانی لایا کرتا تھا۔ ایک موقع پر آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: ”مانگ تمھیں کیا چاہیے؟“ میں نے عرض کیا کہ میں تو جنت میں آپ کی رفاقت چاہتا ہوں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس کے علاوہ کچھ اور چیز مانگ“ میں نے پھر عرض کیا کہ بس یہی خواہش ہے کہ جنت میں آپ کی رفاقت مل جائے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«فَأَعِنِّي عَلَى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ»^②

”اگر جنت میں میری رفاقت چاہتے ہو تو پھر کثرت سجدہ سے میری مدد کرو۔“

رسول اللہ ﷺ کے دو طویل سجدے:

رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ ہر مشکل گھڑی، پریشانی کے وقت اور خوشی و مسرت کے وقت آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدے میں گر کر دعائیں کرتے، فریاد کرتے، مصائب و آلام سے نجات کی درخواستیں کرتے، طویل سجدے کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی و خوش کر کے بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کرتے۔

یہاں ہم ان مختلف اوقات میں کیے گئے دو سجدوں کا ذکر مناسب سمجھتے ہیں تاکہ مجاہدین بطور خاص اس طریقے کو اپنائیں اور اپنا معمول بنا کر بڑے بڑے دشمن کے لشکروں

① سنن نسائی، کتاب قیام اللیل، باب الترغیب فی قیام اللیل: ۱۶۱۱۔

② مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب فضل السجود والحث علیہ: ۴۸۹۔

پر غلبہ و فتح حاصل کریں۔

پہلا سجدہ: یہ رسول اللہ ﷺ کے اس سجدے کا ذکر ہے جب آپ ﷺ مکہ میں کمزوری اور بے بسی کی کیفیت میں تھے۔ دشمن مضبوط، طاقت ور اور عددی اعتبار سے بہت زیادہ تھا جبکہ رسول اللہ ﷺ کو ساتھیوں کی قلت کا سامنا تھا اور جو ایمان لائے تھے وہ بھی سخت کمزور اور حالات کے مقابلہ کی سکت نہیں رکھتے تھے اس صورت حال کی تفصیل سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے، دوسری جانب ابو جہل اور اس کے کچھ ساتھی بیٹھے آپس میں باتیں کرتے ہوئے کہنے لگے کہ تم میں کون ہے جو جائے اور ذبح کئے گئے اونٹ کی اوجھڑی لائے اور جب محمد (ﷺ) سجدہ کریں تو وہ اوجھ ان کی کمر پر ڈال دے۔ یہ سن کر ایک بد بخت ”عقبہ بن ابی معیط“ اٹھا اور وہ اوجھ اٹھا لایا۔ جو نبی رسول اللہ ﷺ رب کے حضور سجدہ میں گئے تو بد بخت عقبہ نے آپ ﷺ کے کندھوں کے درمیان وہ اوجھ ڈال دیا۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اپنی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھ تو رہا تھا مگر میرے اندر آپ ﷺ کو بچانے کی طاقت نہیں تھی۔ کاش! میرے اندر دفاع رسول ﷺ کی طاقت ہوتی۔ دوسری طرف مشرکین یہ منظر دیکھ کر ہنسی سے لوٹ پوٹ ہوتے ہوئے ایک دوسرے پر گر رہے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر مبارک نہیں اٹھایا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حضور حالت سجدہ ہی میں پڑے رہے یہاں تک کہ (آپ ﷺ کے گھر جا کر اطلاع دی گئی اور تیزی سے) سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور انھوں نے آپ ﷺ کی پیٹھ سے اونٹ کا اوجھ ہٹا دیا پھر رسول اللہ ﷺ نے سجدے سے اپنا سر اٹھایا اور اپنی زبان اقدس سے فرمایا: «اَللّٰهُمَّ عَلَیْكَ بِقُرْیَیْشٍ» «اے اللہ! (میں تو کمزور ہوں) تو خود ہی قریش کو



پکڑ لے۔“ یہ الفاظ آپ ﷺ نے تین مرتبہ دہرائے تو ان لوگوں کے چہروں کا رنگ اڑ گیا اور وہ سخت پریشان ہو گئے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس بددعا کا قبول ہونا یقینی ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ عَلَيكَ بِاَبِيْ جَهْلٍ، وَعَلَيْكَ بِعُقْبَةَ وَ شَيْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ وَالْوَلِيدِ بْنِ عُتْبَةَ وَ اُمَيَّةَ بْنِ خَلْفٍ وَ عُتْبَةَ بْنِ اَبِيْ مُعِيْطٍ))

”یا اللہ ابو جہل کو پکڑ لے، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط ان سب کو پکڑ لے۔“

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے جنگ بدر کے دن اپنی آنکھوں سے دیکھا جن لوگوں کے نام لے کر رسول اللہ ﷺ نے بددعا کی تھی وہ سب کے سب قتل کر دیئے گئے اور ایک بدبودار کنویں میں ان کی لاشیں پڑی تھیں۔^①

یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ حالت سجدہ میں انسان اللہ تعالیٰ کے بالکل قریب ہوتا ہے اس لیے سجدہ میں اللہ تعالیٰ سے خاص باتیں اور دعائیں کرتے وقت دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر کامل توجہ یکسوئی، انتہائی عاجزی اور انکساری کے ساتھ سجدہ کرنا چاہیے۔ جیسا کہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے سجدہ کی کیفیت سے ظاہر ہے۔

یہ ہے حکم الہی کی تعمیل میں کئے گئے ان سجدوں کی کیفیت جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ((وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ)) [العلق: ۱۹/۹۶] ”اے نبی سجدے کر کے اپنے رب کا قرب حاصل کر۔“

دوسرا سجدہ: رسول اللہ ﷺ کا دوسرا طویل ترین سجدہ مدنی زندگی کے پر امن اور آسودہ حال دور کا ہے جس میں کامیابیاں، فتوحات اور غلبہ دین کی نئی خبریں آ رہی تھیں۔ یہ

① بخاری، کتاب الوضوء، باب إذا ألقى على ظهر المصلي قدر الخ: ۲۴۰۔

سجدہ کیسا تھا؟ ملاحظہ فرمائیں اور اپنے آپ کو اس سنت پر عمل کے لیے تیار کریں۔
 ”سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اپنے گھر سے نکلے اور کھجوروں کے ایک باغ میں داخل ہو گئے) وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا لمبا سجدہ کیا کہ مجھے خطرہ لاحق ہو گیا کہ کہیں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فوت تو نہیں کر لیا، میں اسی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غور سے دیکھنے لگا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اٹھایا اور پوچھا: ”کیا بات ہے؟“ میں نے اپنے خدشے کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جبریل علیہ السلام نے مجھے کہا کہ میں آپ کو خوشخبری دے دوں کہ اللہ عزوجل آپ کو پیغام دیتے ہیں کہ جو شخص آپ پر درود بھیجے گا تو میں اس پر رحمت بھیجوں گا اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجے گا تو میں اس پر سلام بھیجوں گا۔“^①

بندہ سجدے میں اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا ہے:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ فَأَكْثِرُوا الدُّعَاءَ»^②

”بندہ سجدے میں اپنے رب کے بہت زیادہ قریب ہوتا ہے لہذا سجدہ میں بہت کثرت سے دعا کیا کرو۔“

رکوع و سجدہ کرنے والے، کافروں پر سخت اور آپس میں رحم دل:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَمَنْ زَلَّ مِنَ الْوُجُوهِ فَسُوءٌ عَلَى الَّذِينَ مَعَهُ أَعْدَاءُ عَنِ الْكَفْرِ رَحِمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا مُتَجِدِّدِينَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرَحْمَةً يَئْتِيهِمْ فِي وَجُوهِهِمْ مِنْ أَلْفِ السَّجْدَةِ﴾

[الفتح: ۴۹ / ۲۹]

① مسند احمد: ۱/۹۱۱، ح: ۱۶۶۲۔ مستدرک حاکم: ۳۴۵/۱، ح: ۸۱۰۔

② مسلم، کتاب الصلاة، باب ما يقال في الركوع والسجود: ۴۸۲۔

”محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور ان پر ایمان لانے والے کافروں پر سخت اور آپس میں رحم دل ہیں۔ تو انہیں دیکھے گا کہ وہ رکوع و سجود کرنے والے ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضا مندی کی جستجو میں رہتے ہیں (کثرت) سجود کی وجہ سے ان کے چہروں پر نشان نمایاں ہیں۔“

نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنے والے:

﴿اٰذِمْرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾

”جنت کے بدلے جگے ہوئے خوش قسمت لوگوں کی ساتویں اور آٹھویں نشانی یہ ہے کہ وہ بھلائی کے کاموں میں صرف اپنی ذات تک ہی محدود نہیں رہتے بلکہ وہ اپنے ماحول اور قرب و جوار میں رہنے والوں کو جہاد اور دیگر بھلے کاموں کا حکم دیتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے رہتے ہیں۔“

مسلم حکمرانوں کی چار بڑی ذمہ داریاں:

❁ وہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم انھیں زمین (کے کسی حصے کی) حکومت عطا کر دیں تو وہ نماز قائم کریں زکوٰۃ ادا کریں بھلے کاموں کا حکم اور برے کاموں سے روکیں اور تمام کاموں کا انجام تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

❁ اے مجاہدو! تم میں سے کچھ لوگ (ضرور) ایسے بھی ہونے چاہئیں جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلاتے رہیں وہ بھلے کاموں کا حکم کرتے رہیں اور برے کاموں سے روکتے رہیں اور ایسے ہی لوگ مراد (فتح) پانے والے ہیں۔

بہترین امت کا اعزاز حاصل کرنے کا سبب؟

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾

[ال عمران: ۱۱۰/۳]

تم ہی بہترین امت ہو جنھیں لوگوں (کی اصلاح کے لیے) کھڑا کیا گیا ہے لوگوں کو تم

بھلائی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ [التوبة: ۷۱]

”مومن مرد اور مومنہ عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں جو بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔“

﴿إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ [العنکبوت: ۴۵/۲۹]

”یقیناً نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔“

منافقین اور شیاطین کا کام:

﴿إِنَّمَا يَأْمُرُكُم بِالتَّوْبَةِ وَالْعَمَلِ﴾ [البقرة: ۱۶۹/۲]

”شیطان تو تمہیں برائی اور بے حیائی کا حکم کرتا ہے۔“

﴿الَّذِينَ يَبِغُونَ كُمْ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ﴾ [البقرة: ۲۶۸/۲]

”شیطان تو تمہیں غربت، تنگدستی اور فقر سے ڈراتا ہے اور تمہیں بے حیائی کے کام کرنے کا حکم دیتا ہے۔“

﴿الْمُفْقُونَ وَالْمُنْكَرَاتُ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ﴾ [التوبة: ۶۷]

”منافق مرد ہو یا عورتیں وہ ایک دوسرے میں سے ہیں وہ برائی کا حکم کرتے اور بھلے کاموں سے روکتے ہیں۔“

مجاہدین بہتر انداز میں دعوت کا کام کرتے ہیں:

آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ پوری مسلم دنیا میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مؤثر انداز میں فریضہ ادا کرنے والے مجاہدین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کی دعوت میں تاثیر رکھی ہے، لوگ بڑی توجہ اور غور سے ان کی باتوں کو سنتے اور قبول کرتے ہیں، مجاہدین کی طرف سے ”امر بالمعروف اور نہی عن المنکر“ پر عمل کے نتیجے میں لوگ جہادی

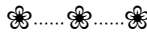
میدانوں کو سجائے ہوئے ہیں..... مساجد آباد ہوتی نظر آ رہی ہیں..... مسلمانوں میں ادائے زکوٰۃ کا شعور پختہ ہو رہا ہے..... بے شمار لوگوں کے عقائد کی اصلاح ہو رہی ہے..... روسی ریاستوں میں بالخصوص اور دیگر مسلم ملکوں میں فریضہ حج ادا کرنے والوں کی تعداد میں مثالی اضافہ ہوا ہے..... تعلیمی اداروں، صنعتی یونٹوں اور سرکاری دفاتر میں دعوتی پروگرام منعقد کرانے کی زبردست حوصلہ افزائی ہوئی ہے، نوجوان طبقہ دین پر عمل کے لیے تیار ہوا ہے..... مستورات میں شرعی پردے کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زندگی گزارنے کے لیے جو حدود مقرر کی ہیں..... اللہ تعالیٰ کے ساتھ تجارت کرنے والے مجاہدین بڑی سختی سے ان حدود کی حفاظت کرتے ہیں وہ اپنی پوری زندگی میں اور زندگی کے ہر شعبے اور ہر موڑ پر اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود میں رہ کر کام کرتے ہیں۔

❁ امن کا وقت ہو یا حالات جنگ۔

❁ وہ جنگی محاذوں پر ہوں یا اپنے گھروں میں۔

❁ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہوں یا کاروبار تجارت میں۔

وہ ہر حال میں حدود اللہ کی حفاظت کرتے ہیں۔



﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِنْهُ بَعْدَ مَا نَبَّيْنَاهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۚ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ الْإِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ ۚ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَنِينٌ﴾ [التوبة: ١١٣، ١١٤]

”نبی کے لیے اور ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے کبھی جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے بخشش کی دعا کریں، خواہ وہ قرابت دار ہوں، اس کے بعد کہ ان کے لیے صاف ظاہر ہو گیا کہ یقیناً وہ جہنمی ہیں اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے بخشش مانگنا تو صرف اس وعدہ کی وجہ سے تھا جو وہ اس سے کر چکا تھا پھر جب

اس کے لیے واضح ہو گیا کہ وہ تو اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بے تعلق ہو گیا۔
 بے شک ابراہیم بہت نرم دل، بڑا بردبار تھا۔“
 مشرک خواہ قریبی ہی کیوں نہ ہو بخشش کی دعا کا مستحق نہیں:

قرآن کریم کا یہ اسلوب ہے کہ روشن اور تاریک دونوں پہلو بیان کرتا ہے۔ یہاں بھی پہلے ان لوگوں کا ذکر ہوا جنہوں نے جنت کے بدلے اپنی جانوں اور مالوں کے سودے کیے اور عند اللہ دنیا و آخرت میں کامیاب قرار پائے۔
 اب مشرکین کے انجام کا ذکر ہے جن کے لیے ہمیشہ ہمیشہ جہنم کا عذاب، ذلت و رسوائی اور آگ میں جلنا ہے۔ اللہ تعالیٰ مشرکین کو کبھی معاف نہیں کرے گا خواہ وہ انبیاء کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔

اس آیت کی شان نزول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے چچا ابوطالب حالت کفر پر فوت ہو گئے تو آپ کو اس کا سخت افسوس اور شدید صدمہ ہوا۔ جب ابوطالب بیمار ہو گئے اور وفات کا وقت قریب تھا تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس گئے اور فرمایا: چچا جان! لا الہ الا اللہ کہو مجھے اپنے رب کے ہاں (تمہاری سفارش) کے لیے ایک دلیل مل جائے گی۔ اس وقت ابو جہل اور عبد اللہ بن امیہ جو قریب بیٹھے تھے، کہنے لگے: ”کیا تم عبد المطلب کا دین چھوڑ دو گے؟ یہ دونوں مسلسل یہی بات کہتے رہے ابوطالب نے جو آخری بات کہی وہ یہ تھی کہ میں عبد المطلب کے دین پر (مرتا) ہوں اور اس نے لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کیا اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چچا جان! اللہ کی قسم! میں تمہاری بخشش و مغفرت کے لیے دعا کرتا رہوں گا جب تک مجھے اس سے منع نہ کر دیا جائے، تب یہ آیت نازل ہوئی۔“
 ابوطالب کے بارے یہ آیت بھی نازل ہوئی: ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ﴾

”اے نبی! جسے آپ چاہیں اسے ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہتا ہے ہدایت عطا کرتا ہے اور وہ ہدایت کے (مستحق) لوگوں کو خوب جانتا ہے۔“^①

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جہنم میں سب سے ہلکا عذاب ابوطالب کو ہوگا وہ دو جوتیاں پہنے ہوں گے جس کی وجہ سے ان کا دماغ کھول رہا ہوگا۔“^②

ابوطالب کی قربانیاں:

✽ ابوطالب رسول اللہ ﷺ کے سگے چچا اور سیدنا علی وجعفر رضی اللہ عنہما کے والد تھے۔

✽ ابوطالب کے کندھوں پر رسول اللہ ﷺ کی کفالت کی ذمہ داری اس وقت آن پڑی جب آپ ﷺ کی عمر آٹھ سال تھی۔ ابوطالب نے نہ صرف یہ کہ حق کفالت خوب نبھایا بلکہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے اعلان نبوت کے بعد آپ ﷺ کی حمایت اور حفاظت کی ذمہ داری بھی نبھائی۔

✽ ایک مرتبہ مشرکین مکہ جمع ہو کر ابوطالب کے پاس گئے اور کہا کہ اپنے بھتیجے کو روکیں، ورنہ ہم فیصلہ کن جنگ لڑیں گے کہ دو میں سے ایک فریق کا خاتمہ ہو جائے گا۔ ابوطالب نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: ”میرے بھتیجے! تمھاری قوم کے لوگ یہ دھمکی دے گئے ہیں اب تم خود اپنے اور میرے اوپر رحم کرو اور مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَا أَنَا بِأَقْدَرَ عَلَى أَنْ أَدَّعَ لَكُمْ ذَلِكَ عَلَى أَنْ تَسْتَشْعِلُوا إِلَيَّ مِنْهَا شُعْلَةً »^③

- ① بخاری، کتاب التفسیر (سورة القصص) باب قوله ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي﴾..... الخ: ٤٧٧٢۔
- ② مسلم، کتاب الإیمان، باب أھون أهل النار عذابا: ٢١٢۔
- ③ مسند أبو یعلیٰ ٣٩/٦ ح: ٦٧٧١۔ طبرانی المعجم الكبير: ١٧/١٧٣۔ التاريخ الكبير للبخاری: ٣٦١/٦، ت: ٩٥٦٨۔

اے قریشیو! مجھے اختیار ہی نہیں کہ تمہارے کہنے کی وجہ سے میں اپنی دعوت سے باز آ جاؤں اگرچہ تم میرے پاس سورج کا شعلہ بھی لے آؤ۔“
ابو طالب نے کہا: ”اے قریشیو! تم چلے جاؤ، میں کسی بھی حالت میں اپنے بھتیجے کو اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔“

✽ شعب ابی طالب میں تین سال تک رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محصور رہے۔
اور یہ کہ ابو طالب کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بے حد محبت تھی۔ اس سب کے باوجود وہ اسلام قبول نہ کر سکے تو اس بات پر رسول اللہ ﷺ سخت غمزدہ تھے۔ مغفرت و بخشش کے لیے چچا کے لیے دعائیں کرنے لگے تو..... اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور دعائے مغفرت سے آپ ﷺ کو روک دیا گیا۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی مشرک والد کے لیے دعائے مغفرت:

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے والد بت پرست مشرک تھے..... آپ نے باپ کو بڑی ہمدردی اور پیار سے سمجھانے کی کوشش کی اور کہا: ”ابا جی! آپ ایسی چیزوں کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو نہ سن سکتی ہیں اور نہ ان میں دیکھنے ہی کی طاقت ہے اور نہ وہ تمہارے کسی کام آ سکتی ہیں..... ابا جان! میرے پاس ایسا علم آ گیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا..... لہذا میرے پیچھے پیچھے چلیں میں آپ کو سیدھی راہ بتاؤں گا..... ابا جان! شیطان کی عبادت نہ کریں وہ تو اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے۔“ میرے پیارے ابو! مجھے تو شدید خطرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں عذاب ہی نہ آن پکڑے اور آپ شیطان کے ساتھی ہی نہ بن جائیں۔ مشرک باپ نے بیٹے کی نصیحت پر غور کرنے کے بجائے بتوں کی اندھی عقیدت اور ان سے اپنی گہری محبت کا اظہار کرتے ہوئے بڑے غصے سے جواب دیا..... اے ابراہیم! کیا تو میرے معبودوں سے منہ پھیر رہا ہے؟ اگر تو اس حرکت سے باز نہ آیا اور تو نے میرے معبودوں کی مخالفت جاری رکھی تو پھر میں تمہیں پتھر مار مار کر موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔ (اب تمہارے



بچاؤ کا ایک طریقہ ہے کہ) عرصہ دراز تک کے لیے میری آنکھوں سے دور ہو جاؤ۔
 ابراہیم علیہ السلام نے مشرک باپ کا احترام باقی رکھتے ہوئے بڑے ادب سے کہا:
 ”ابا جان! آپ پر سلام ہو..... میں اپنے رب سے آپ کے لیے بخشش کی دعا
 کرتا رہوں گا، بے شک میرا رب مجھ پر بڑا ہی مہربان ہے۔“ [مریم: ۴۲ تا ۴۷]
 اس وعدے کی بنیاد پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے مشرک باپ کے لیے مغفرت و بخشش کی
 دعا کرتے رہے تھے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہونا ایک فطری بات تھی کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے
 چچا ابوطالب کی دعائے مغفرت سے تو منع فرما دیا جبکہ ابراہیم علیہ السلام اپنے مشرک باپ کے
 لیے دعا کرتے رہے ہیں۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کو اپنی والدہ کے لیے دعائے مغفرت
 کی اجازت بھی نہیں ملی جیسا کہ درج ذیل حدیث میں ہے:

”سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت
 کی۔ آپ ﷺ خود بھی رونے لگے اور آپ کے گرد جو لوگ تھے انھوں نے بھی
 رونا شروع کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، میں نے اپنے پروردگار سے اجازت طلب
 کی کہ میں والدہ کے لیے استغفار کروں لیکن مجھے اجازت نہ دی گئی پھر میں نے
 اجازت طلب کی کہ والدہ کی قبر کی زیارت کروں تو مجھے اجازت دی گئی پس تم قبروں
 کی زیارت اس لیے کیا کرو کہ قبروں کی زیارت موت کی یاد تازہ کرتی ہے۔“^①
 زیر تفسیر دونوں آیات پر غور کرنے سے بات واضح ہو جاتی ہے کہ:

”ابراہیم علیہ السلام اپنے مشرک باپ کے لیے جو دعائے مغفرت کرتے رہے تھے
 اس کی وجہ یہ تھی کہ انھوں نے اپنے والد سے اسی بات کا وعدہ کیا تھا..... جب
 اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابراہیم علیہ السلام پر یہ بات کھول دی گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن

① مسلم، کتاب الجنائز، باب استئذان النبی ﷺ ربہ عزوجل..... الخ: ۹۷۶۔

ہی مرا ہے تو پھر وہ مشرک باپ کے لیے دعائے مغفرت کرنے سے رک گئے۔“
ابراہیم علیہ السلام کی مشرک باپ کے لیے چند دعائیں:

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے مشرک باپ کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہوئے کہا:

﴿رَاغِبٌ إِلَيْكَ إِنَّكَ كَانَتْ بَيْنَ يَدَيْكَ يَوْمَ يُنْفَخُ الْأَشْجَارُ﴾

[الشعراء: ۸۶/۲۶، ۸۷]

”اے میرے رب! میرے باپ کو معاف فرما دے، یقیناً وہ گمراہ لوگوں میں سے تھا اور جس دن لوگ دوبارہ زندہ کیے جائیں اس دن مجھے رسوا نہ کرنا۔“

﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدِي وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ﴾ [ابراہیم: ۴۱/۸۴]

”اے ہمارے رب! مجھے معاف فرما اور میرے ماں باپ کو بخش دے اور دوسرے اہل ایمان کی بھی مغفرت فرما جس دن حساب ہونے لگے۔“

﴿لَا تُغْنِي عَنْكَ كَثْرَتُهُمْ وَلَوْ كَانُوا آبَاءًا بِآبَائِهِمْ﴾ [الممتحنة: ۴/۶۰]

”ابا جی! میں آپ کے لیے دعائے مغفرت ضرور کرتا رہوں گا اور آپ کے لیے میرے پاس اللہ کے نزدیک کوئی اختیار نہیں ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”قیامت کے دن ابراہیم علیہ السلام اپنے والد ”آزر“ کو دیکھیں گے کہ اس کے منہ پر سیاہی اور گرد و غبار ہوگا..... آپ اس سے کہیں گے کہ میں نے تمہیں کہا تھا کہ میری نافرمانی نہ کرنا..... باپ کہے گا..... آج میں تمہاری نافرمانی نہیں کروں گا.....“ باپ کی یہ بات سن کر سیدنا ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے..... اے میرے رب! تو نے مجھ سے وعدہ کر رکھا ہے کہ میں قیامت کے دن تجھے رسوا نہیں کروں گا..... اور آج اس سے بڑی رسوائی اور کیا ہو سکتی ہے کہ میرا باپ اس حال میں ہے۔“

”اللہ تعالیٰ فرمائے گا (اے ابراہیم!) میں نے کافروں پر جنت کو حرام کر رکھا ہے۔“

پھر اللہ تعالیٰ کی طرف حکم ہوگا..... اے ابراہیم! ذرا اپنے پاؤں کی طرف نیچے تو دیکھو!“ (وہ نیچے دیکھیں گے پھر) اسی وقت انھیں اپنے باپ کی جگہ ایک بجو نظر آئے گا جو نجاست سے لت پت ہوگا..... فرشتے پاؤں سے پکڑ کر اسے جہنم میں پھینک دیں گے۔“^①

ان واقعات میں ایک مسلمان کے لیے بہت بڑی نصیحت اور پیغام عبرت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے لیے رسول اللہ ﷺ اور دیگر اہل ایمان کو دعائے مغفرت سے منع فرمادیا جس سے یہ بات واضح ہے:

✽ مرنے والے مشرک کے لیے کسی حال میں بھی دعائے مغفرت جائز نہیں خواہ وہ نبی ﷺ کا قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔

✽ مشرک کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر رکھی ہے۔

✽ مشرک کی سفارش اگر نبی بھی کرے تو اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا۔

✽ مشرک اپنی زندگی میں چاہے جتنے بھی اچھے کام کر لے مرنے کے بعد وہ سب کے سب مردود اور عند اللہ نامقبول ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعا کرنے کا حکم:

اللہ تعالیٰ کے ہاں دعا کی بڑی اہمیت ہے اور خود اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ میرے بندو! تم مجھ سے دعا کرو۔

﴿ادْعُونِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ [غافر: ۶۰/۴۰]

”مجھ سے مانگو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔“

﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً﴾ [الأعراف: ۵۵/۷]

”اپنے رب کو عاجزی اور اکساری کے ساتھ چپکے چپکے پکارو۔“

﴿ادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا﴾ [الأعراف: ۵۶/۷]

① بخاری، کتاب الأنبياء: باب قول الله تعالى ﴿واتخذ الله إبراهيم خليلاً﴾: ۳۳۵۰۔

”اور اپنے رب کو پکارو ڈرتے ڈرتے اور امید کے ساتھ۔“

دعا کی اہمیت:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ الدُّعَاءَ هُوَ الْعِبَادَةُ» ”دعا ہی عبادت ہے۔“^①

«الدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ» ”دعا عبادت کا مغز ہے۔“^②

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جس شخص کے لیے دعا کا دروازہ کھول دیا گیا اس کے لیے گویا رحمت کے

دروازے کھول دیئے گئے۔“^③

قبرستان میں مردوں کے لیے دعائے مغفرت:

رسول اللہ ﷺ اکثر قبرستان میں تشریف لے جاتے اور مردوں کے لیے دعائے

مغفرت فرماتے، رسول ﷺ کے معمولات دعا کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان الفاظ سے بیان کرتی ہیں:

”آپ ﷺ رات کے آخری حصہ میں بقیع (قبرستان) تشریف لے جاتے اور

فرماتے ”ایمان والو! السلام علیکم، تمہیں وہ مل گیا جس کا تم سے وعدہ تھا اور مکمل اجر

کے لیے تمہیں کل یعنی آخرت کا وقت دیا گیا ہے اور یقیناً ہم اللہ کی مشیت کے مطابق

تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔ اے اللہ! بقیع (قبرستان والوں) کی مغفرت فرما۔“^④

”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول!

قبروں کی زیارت کرتے ہوئے میں کیا کلمات کہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، تم کہو:

«الْسَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ وَ يَرْحَمْهُمُ اللَّهُ

① سنن ابن ماجہ للألبانی: ۳۰۸۶۔

② ترمذی، کتاب الدعوات، باب منه ”الدعاء مخ العبادۃ“: ۳۳۷۱۔

③ ترمذی، کتاب الدعوات، باب من فتح له منكم باب الدعاء: ۳۵۴۸۔

④ مسلم، کتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول القبور و الدعاء لأهلها: ۹۷۴۔

الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِينَ، وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَلْآحِقُونَ»^①
 ”مومنوں مسلمانوں پر سلامتی ہو اور اللہ ہم میں سے پہلوں اور پچھلوں پر رحم فرمائے اور جب اللہ نے چاہا تو ہم بھی تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔“
 میت کے جنازہ میں رسول اللہ ﷺ نے ایسی دعا کی کہ..... سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ جو جنازہ میں شریک تھے بے ساختہ پکارا اٹھے اور آرزو کی کہ کاش یہ میت میری ہوتی۔
 ”سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک میت کی) نماز جنازہ پڑھائی، میں نے آپ ﷺ کے دعائیہ کلمات یاد کر لیے۔ آپ ﷺ نے ذیل کے الفاظ پڑھے:

«اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ، وَاعْفُ عَنْهُ وَ عَافِهِ، وَ اكْرِمْ نُزْلَهُ، وَ وَسِّعْ مُدْخَلَهُ، وَ اغْسِلْهُ بِالمَاءِ وَ الثَّلْجِ وَ البَرْدِ، وَ نَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ، وَأَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهِ، وَأَهْلًا خَيْرًا مِّنْ أَهْلِهِ وَ زَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهِ، وَ ادْخُلْهُ الْجَنَّةَ، وَ اعْذِهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ»^②

”اے اللہ! اس کو بخش دے، اس پر رحم کر، اس کو عافیت عطا فرما، اس کو معاف فرما اور اس کی بہترین مہمان نوازی کر اور اس کی قبر کو فراخ کر، اس کو پانی، برف اور اولوں کے ساتھ دھو ڈال اور اس کو گناہوں سے پاک صاف فرما اور اس کے اہل سے بہتر اہل اور اس کی بیوی سے بہتر بیوی عطا کر اور اس کو جنت میں داخل کر اور اس کو قبر اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ کر (اور ایک روایت میں ہے) اس کو قبر کے فتنے اور دوزخ کے عذاب سے بچا۔“

سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے آرزو کی: ”کاش! یہ میت میری ہوتا۔“

① مسلم، کتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول القبور..... الخ ۱۰۳/۹۷۴۔

② مسلم، کتاب الجنائز، باب الدعاء للميت في الصلاة: ۹۶۳۔

ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ دعا کی بڑی اہمیت اور فضیلت ہے..... مردوں کے لیے رسول اللہ ﷺ جنازے میں دعائیں کرتے تھے، قبرستان میں پہنچ کر بھی راتوں کو دعائیں کیا کرتے تھے مگر جب چچا کے لیے رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی تو فوراً اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر مشرکین کے لیے دعائے مغفرت سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے روک دیا۔
دعا صرف مومن کے لیے مفید تحفہ ہے:

دعائیں، التجائیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے درخواستیں ان سب کا فائدہ دنیا میں بالعموم اور آخرت میں بالخصوص اہل ایمان کے لیے ہے ان دعاؤں کا مرنے والے مشرکین کو ہرگز ہرگز کوئی فائدہ نہیں..... اس لیے ضروری ہے:

✽ اہل ایمان ایک دوسرے کو دعاؤں کا تحفہ بھیجتے رہیں۔

اپنے لیے اور اپنے زندہ مردہ کے لیے ہمیشہ دعائیں کرتے رہا کریں۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تمہارا رب بڑا حیا کرنے والا اور سخی ہے جب بندہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے تو ان ہاتھوں کو خالی واپس بھیجتے ہوئے اللہ تعالیٰ شرم محسوس کرتا ہے۔“^①

”ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان کے حق میں اس کی عدم موجودگی میں کی گئی دعا قبول ہوتی ہے۔ دعا کرنے والے شخص کے پاس فرشتہ مقرر ہوتا ہے جب وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے خیر و برکت کی دعا کرتا ہے تو فرشتہ دعا پر آمین کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہتا ہے کہ تجھے بھی اللہ تعالیٰ اس کی مثل عطا فرمائے۔“^②

① ابن ماجہ، أبواب الدعاء، باب رفع الیدین فی الدعاء: ۳۸۶۵۔

② مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الدعاء للمسلمین بظہر الغیب: ۲۷۳۳۔

عقیدے کی پختگی دعا سے ظاہر ہوتی ہے :

- جب بندہ دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی، انکساری، بے چارگی اور کمزوری کا اظہار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے متعلق یقین رکھتا ہے کہ وہ ہر ضرورت پوری کرنے پر قدرت رکھتا ہے وہ طاقت والا ہے اور وہ جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے۔
- اللہ تعالیٰ مانگنے والوں سے خوش اور نہ مانگنے والوں سے ناراض ہوتا ہے۔
- اپنے گناہوں کا اعتراف کر کے معافی چاہنے والوں کو اللہ تعالیٰ خوش ہو کر معاف فرماتا ہے، جب بندہ کہتا ہے، یا اللہ! مجھ سے یہ غلطی ہوگئی معاف فرما دے، یا اللہ! مجھ سے یہ گناہ ہو گیا ہے معاف فرما دے۔ یا اللہ! میں گناہ کر کے اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھا ہوں مجھے معاف فرما دے، تو اللہ تعالیٰ معاف کرتا ہے، دعائیں قبول فرماتا ہے اور کہتا ہے کہ بندہ اپنی غلطی کا اعتراف کر کے معافی چاہتا ہے..... سوال کرتا ہے تو اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تقدیر کو دعا ہی ٹال سکتی ہے اور نیک اعمال سے ہی عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔^①

کافر و مشرک کے مرنے کے بعد اس کے لیے مغفرت کی دعا نہ کریں بے نماز کی نماز جنازہ نہ پڑھیں۔

ایصال ثواب کے مسنون اور مصنوعی طریقے :

ایصال ثواب کا جو طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا صرف وہی صحیح ہے..... بعد والے لوگوں کے ایجاد کردہ تمام طریقے غلط ہیں اور ان کا کچھ فائدہ نہیں ہے۔

✽ مرنے والے مومن مسلمان کے لیے..... دعائے مغفرت کریں..... مالی صدقہ دیں مثلاً کنواں کھدوائیں، نکا لگوائیں، حج بدل کروائیں، قربانی کریں، روزہ رکھوائیں،

① سنن الترمذی، کتاب القدر، باب ما جاء لا یرد القدر إلا الدعاء : ۳۱۳۹۔

الغرض جن چیزوں میں مال خرچ ہوتا ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کے خلاف بھی نہیں تو ایسے اعمال ایصالِ ثواب کے لیے جائز ہیں بعض لوگ ایصالِ ثواب کے لیے خود ساختہ طریقے استعمال کرتے ہیں، مرنے والے کو ان کا کچھ فائدہ نہیں ہوتا مثلاً مالی صدقہ میں سے، تیجہ، چالیسواں، قل، برسی وغیرہ یہ سب سنت کے خلاف ہیں۔

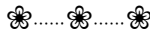
بعض لوگ مرنے والے بے نماز کے لیے نمازیں پڑھتے ہیں قرآن خوانی کرتے اور کہتے ہیں کہ اتنے اور اتنے قرآن کا ثواب فلاں مردے کو بخش۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس کو بخشنے کا اختیار کس نے دیا ہے؟ اللہ تعالیٰ تو صرف وہی اعمال قبول کرتا ہے جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں مثلاً:

ایک شخص اپنے بیٹے یا کسی دوست سے کہے کہ میں بہت مصروف ہوں، ڈیوٹی بڑی سخت ہے، دوکان پر اکیلا ہوں، نماز نہیں پڑھ سکتا، میری طرف سے آپ نماز پڑھ لیں، اس کی بات مان کر اگر کوئی شخص اس کی طرف سے نماز پڑھے گا تو یہ کام خلاف سنت اور عند اللہ نامقبول و مردود ہے، اسی طرح کسی شخص کے لیے قرآن پڑھ کر بخشنے والا عمل بھی غیر مسنون ہے۔ ایک شخص اپنی جیب سے رقم، سونا، چاندی، یا کوئی جنس وغیرہ کسی غریب مستحق کو دینا چاہے تو دے سکتا ہے اور اگر ایک شخص اپنا بازو کاٹ کر دینا چاہے، اپنا دل اور دماغ وقف کرنا چاہے تو یہ عمل بالکل غلط ہے اس لیے کہ ان اعضا کی ضرورت خود اس شخص کو ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو کاٹ کر دینے کا حق خود اس شخص کو بھی نہیں دیا اسی طرح عبادت کی بھی دو قسمیں ہیں ان میں سے سنت رسول ﷺ کے مطابق مالی عبادت ایصالِ ثواب کے لیے درست ہے جبکہ بدنی عبادت کے بخشنے کا اختیار صاحبِ عمل کے پاس نہیں بلکہ وہ خود اس کا محتاج اور ضرورت مند ہے۔

دعا اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک درخواست ہے:

نماز جنازہ دعا ہے اسی طرح دیگر دعائیں! یہ ایک درخواست ہے اور بندہ اپنے رب

سے التجا اور درخواست کرتا ہے کہ یا اللہ! فلاں شخص کو معاف کر دے اس پر رحم فرما..... اسے جنت میں داخلہ عطا فرما..... یہ دعا اور درخواست اللہ تعالیٰ مومن مسلمان کے حق میں قبول کرتا ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے بینک میں اس کا کھاتا کھلا ہوا ہے جبکہ مشرک کے حق میں دعا کرنے والا کوئی عام مسلمان ہوتی پرہیزگار ہو..... اللہ کا ولی یا کوئی نبی ہو، مشرک تک یہ دعا نہیں پہنچتی اس لیے کہ اس کا کھاتا ہی اللہ کے پاس آخرت میں کھلا ہوا نہیں ہے۔



﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ حَتَّىٰ يُبَيِّنَ لَهُم مَّا يَتَّقُونَ ۚ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ فِي شَيْءٍ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط وَيُبَيِّنُ ط وَمَا لَكُمْ لِمَنِ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ﴾ [التوبة: ١١٥، ١١٦]

”اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ کسی قوم کو اس کے بعد گمراہ کر دے کہ انھیں ہدایت دے چکا ہو، یہاں تک کہ ان کے لیے وہ چیزیں واضح کر دے جن سے وہ بچیں۔ بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ بے شک اللہ ہی ہے جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے اور اللہ کے سوا تمھارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ مددگار۔“

مشرکین کے لیے دعائے مغفرت کی ممانعت والی آیات کے نزول کے بعد بعض صحابہ کرام کو پریشانی لاحق ہوئی کہ ہم تو اپنے مشرک رشتہ داروں کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہے ہیں تو ہماری ان دعاؤں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض ہی نہ ہو جائے اور کوئی عذاب نہ نازل کر دے..... تو اس پریشانی کے خاتمہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ بات اس کی شان کے خلاف ہے کہ وہ کسی قوم کو ہدایت عطا کرنے کے بعد حجت پوری کیے بغیر پھر گمراہ کر دے..... ہاں! اب حکم نازل ہو چکا ہے اور بات واضح کر دی گئی ہے اس کے بعد کوئی شخص مشرکین کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہے تو اس عمل کی وجہ سے اس کا مواخذہ ہو سکتا ہے۔

بے علمی کا بہانہ کب تلک؟

ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اکثر لوگ بے علمی اور جہالت کا بہانہ بنا کر بد عملی اور بے راہ روی پر زندگی گزار دیتے ہیں، مسائل کی تحقیق نہیں کرتے، علم حاصل نہیں کرتے، اگر مسئلہ بتایا جائے تو کہتے ہیں ہم تو بے علم ہیں، اگر حدیث رسول ﷺ پیش کریں تو کہتے ہیں ہمارے مولوی صاحب نے یہ بات نہیں بتائی، ہمارے باپ دادا یہ کام نہیں کرتے تھے۔ اگر انھیں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کا جواب تم سے لے گا اور تمہارے باپ دادا کے اعمال کا حساب ان سے کرے گا، کیونکہ:

﴿لَهُمَا مَا سَعَىٰ وَلَمْ يُغْنِ عَنْهُمَا كَسِبُهُمَا وَلَا يُفْلِحُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

[البقرة: ۲/۱۴۱]

”تم نے جو کیا ہے اس کا جواب تم نے دینا ہے..... تم سے ان کے اعمال کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔“

آپ کے ذمہ تحقیق ہے۔ علماء سے رسول اللہ ﷺ کا طریقہ سنت و فرمان معلوم کریں اور اس کے مطابق اپنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد اور دیگر تمام نیک کام کریں تو کہتے ہیں ہم ان پڑھ ہیں تحقیقی کام علماء کی ذمہ داری ہے۔ ایسے لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسے عذر بہانے اور حیلے کام نہیں آئیں گے۔

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا راستہ واضح کر دیا ہے، حق کھول کر بیان کر دیا ہے اور نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر عمل کر کے طریقہ متعین کر دیا ہے۔ اب کسی شخص کو اس دین میں رد و بدل کی اجازت نہیں، کسی کو ترمیم و اضافے اور اعمال کے من گھڑت فضائل بیان کرنے کا اختیار نہیں..... اسی طرح کسی شخص کا یہ عذر بھی نامقبول ہے کہ مجھے اس مسئلے کا علم نہیں تھا جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

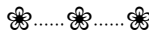
”اور جو لوگ کافر ہیں ان کے لیے جہنم کی آگ ہے، نہ تو ان کی قضا ہی آئے گی کہ مرجائیں اور نہ جہنم کا عذاب ان سے ہلکا کیا جائے گا..... ہم کافروں کو

ایسی ہی سزا دیتے ہیں اور وہ لوگ جہنم میں چیخ پکار کریں گے اور فریاد کرتے ہوئے کہیں گے اے ہمارے رب! ہمیں اس عذاب سے نکال لے، ہم اچھے کام کریں گے ان اعمال کے برعکس جو اس سے پہلے ہم کیا کرتے تھے (جہنمیوں کو جواب ملے گا) کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہ دی تھی کہ (تم میں سے) اگر کوئی نصیحت حاصل کرنا چاہتا تو کر سکتا تھا؟ تمہارے پاس ڈرانے والا آیا تھا اب (عذاب) کا مزہ چکھو یہاں ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔“ [فاطر: ۳۵/۳۷]

﴿إِنَّ اللَّهَ لَهُ مَلَكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يُبَيِّنُ مَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ ذَلِكَ وَلَا يَصِيرُ﴾ [التوبة: ۱۱۶]

”بے شک اللہ ہی ہے جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے اور اللہ کے سوا تمہارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ مددگار۔“

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو جہاد کی ترغیب کے ساتھ ساتھ یہ بات ذہن نشین کرنا چاہتا ہے کہ مشرکین کے پاس عارضی اختیارات ہیں۔ کمزور حکومتیں ہیں۔ ان سے لڑو میں وعدہ کرتا ہوں کہ..... جہادی میدانوں میں تمہاری مدد کروں گا۔ میرے اوپر کامل بھروسہ کرو۔ آسمانوں اور زمین کا حقیقی مالک تو میں ہی ہوں۔ میرے دشمنوں سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں اس لیے کہ میں تمہارا حمایتی اور مددگار ہوں اور کافروں کا کوئی وارث و مددگار نہیں۔ مومنو! تم جہادی میدانوں کو آباد کرو ان کو سجاؤ..... موت سے نہ ڈرو اس لیے کہ زندگی موت عطا کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے..... زندگی کے لمحات متعین ہیں ان میں ذرا بھر بھی کمی بیشی نہیں ہو سکتی اگر موت گھر میں آنے کا فیصلہ ہے تو وہ میدان جنگ میں ہر گز نہیں آ سکتی۔ مومنو! تمہارا دوست اور مددگار اللہ تعالیٰ ہے۔ دوستی کرو تو اللہ تعالیٰ سے، خوش کرنا چاہو تو اللہ تعالیٰ کو خوش کرو، وہی ذات ڈرنے کے لائق ہے اور صرف اسی سے ہر قسم کی امیدیں وابستہ کی جاسکتی ہیں، اس کے علاوہ کوئی مدد کرنے کے لائق نہیں۔



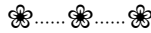
﴿لَقَدْ كَاتَبَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوا فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ
مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ فِيهِمْ ثُمَّ كَاتَبَ عَلَيْهِمْ أَنَّهُ بِهَمَزٍ مَوْفٍ رَاحِمٍ﴾

[التوبة : ۱۱۷]

”بلاشبہ اللہ نے نبی پر مہربانی کے ساتھ توجہ فرمائی اور مہاجرین و انصار پر بھی، جو
تنگ دستی کے وقت میں اس کے ساتھ رہے، اس کے بعد کہ قریب تھا کہ ان میں
سے ایک گروہ کے دل ٹیڑھے ہو جائیں پھر وہ ان پر دوبارہ مہربان ہو گیا۔ یقیناً
وہ ان پر شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

مشکل وقت میں ساتھ نبھانے والوں کے لیے معافی کا اعلان :

بطور خاص یہاں معافی کا اعلان ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے ہے جنہوں نے مشکل
ترین وقت میں رسول اللہ ﷺ کی پیروی اختیار کی اور تیس ہزار جاں نثار صحابہ گھر بار چھوڑ کر
رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے صلیبی رومیوں سے جنگ لڑنے کے لیے نکل
پڑے۔ ﴿سَاعَةِ الْعُسْرَةِ﴾ غزوہ تبوک کا دوسرا نام غزوہ عسره بھی ہے کیوں کہ یہ معرکہ
مشکل وقت میں پیش آیا جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔



﴿وَعَلَى الْفِتْنَةِ الَّذِينَ خَلَفُوا حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ
وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَنَّهُ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ
لِئَتُوبُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ
الضَّالِّينَ ۝﴾ [التوبة : ۱۱۸، ۱۱۹]

”اور ان تینوں پر بھی جن کا معاملہ ملتوی رکھا گیا، یہاں تک کہ جب زمین ان پر
تنگ ہو گئی، باوجود اس کے کہ فراخ تھی اور ان پر ان کی جانیں تنگ ہو گئیں اور وہ
سمجھ گئے کہ اللہ سے پناہ کی کوئی جگہ خود اس کی جناب کے سوا نہیں پھر اس نے
ان پر مہربانی کے ساتھ توجہ فرمائی، تاکہ وہ توبہ کریں۔ یقیناً اللہ ہی ہے جو بہت

توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔“

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ تبوک سے پیچھے رہنے کا اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: ”میں غزوہ تبوک میں شرکت نہ کر سکا تھا جبکہ اس معرکہ سے پہلے کبھی میں ایسا تندرست و طاقتور اور مالدار نہ تھا، میں اس غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گیا اور اللہ کی قسم! اس سے پہلے میرے پاس کبھی دو اونٹنیاں نہ تھیں اور اس غزوہ کے وقت میرے پاس دو اونٹنیاں موجود تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ یہ تھا کہ جب کسی جنگ کا ارادہ کرتے تو اس کو صاف بیان نہ فرماتے بلکہ ایسا تاثر دیتے کہ لوگ کوئی دوسرا مقام سمجھیں۔ جب اس لڑائی کا وقت آیا تو سخت گرمی تھی اور دور دراز کے صحرائی سفر کا سامنا تھا۔ دشمنوں کی تعداد کثیر تھی اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو صاف صاف بتا دیا کہ ہم تبوک جانا چاہتے ہیں تاکہ لڑائی اور سفر کا سامان خوب تیار کر لیں۔ اس سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسلمان بکثرت تھے اور کوئی رجسٹر وغیرہ نہ تھا کہ جس میں ان کے نام محفوظ ہوتے۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کوئی مسلمان ایسا نہ تھا جو اس لڑائی میں غیر حاضر رہنا چاہتا مگر وہ یہ گمان کرتا تھا کہ اس کا غیر حاضر رہنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت تک معلوم نہ ہو گا جب تک کہ اس کے بارے کوئی وحی نہ اترے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑائی کا اس وقت ارادہ کیا جب باغات کے پھل پک چکے تھے اور سخت گرمی کی وجہ سے سایہ اچھا معلوم ہوتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ مسلمانوں نے اس لڑائی کے لیے سامان سفر تیار کرنا شروع کیا۔ میں بھی ہر صبح جاتا کہ سامان تیار کروں پھر خالی لوٹ آتا اور کچھ تیاری نہ کرتا، میں اپنے دل میں کہتا کہ میں تو کسی بھی وقت اپنا سامان تیار کر سکتا ہوں اسی طرح دن گزرتے رہے اور لوگوں نے محنت مشقت اٹھا کر اپنا اپنا سامان تیار کر لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان ایک صبح روانہ ہو گئے اور میں نے ابھی تک کچھ سامان

تیار نہ کیا تھا۔ میں نے سوچا ایک دو روز میں سامان تیار کر کے ان سے جا ملوں گا۔ دوسری صبح میں نے سامان تیار کرنا چاہا لیکن خالی لوٹ آیا، پھر تیسری صبح بھی ایسا ہی ہوا کہ خالی لوٹ آیا اور کوئی تیاری نہ کی۔ میرا کئی بار ارادہ ہوا کہ میں بھی کوچ کروں اور ان سے جا ملوں اور کاش! میں ایسا کر لیتا مگر تقدیر میں نہ تھا پھر رسول اللہ ﷺ کے کوچ کے بعد مدینہ میں جب میں گھر سے نکلتا اور لوگوں سے ملتا تو میں منافقوں، معذور اور ضعیف و ناتواں آدمیوں سے ملتا اور مجھے اس سے رنج ہوتا۔ نبی ﷺ نے مجھے راستہ میں کہیں یاد نہ کیا، قیام تبوک میں ایک دن فرمایا: ”کعب نے یہ کیا کیا جو وہ آیا نہیں؟“

بنی سلمہ کے ایک شخص نے کہا: ”یا رسول اللہ! اس کو اچھے لباس اور حسن و جمال پر غرور نے آنے سے روکا۔ یہ سن کر سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا تو نے بہت برا کیا، اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! ہم کعب میں سوائے بہتری کے اور کوئی بات نہیں جانتے۔ رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے۔ سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب یہ خبر ملی کہ آپ ﷺ واپس آرہے ہیں تو میرا غم تازہ ہو گیا اور مجھے خیال ہوا کہ کوئی ایسا حیلہ سوچنا چاہیے جس سے آپ ﷺ کے غصہ سے بچ جاؤں۔ جب یہ خبر ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ کے قریب آگئے ہیں تو سارے جھوٹے خیالات میرے دل سے جاتے رہے اور میں نے یقین کر لیا کہ میں جھوٹ بولنے سے آپ ﷺ کے غصہ سے نہ بچ سکوں گا، میں نے سچ بولنے کا فیصلہ کر لیا۔ صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ مدینہ میں داخل ہوئے۔ آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں جاتے، دو رکعت نماز پڑھتے اور پھر لوگوں سے ملنے کے لیے بیٹھتے، اس عمل سے جب آپ ﷺ فارغ ہو چکے تو اس وقت جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے انھوں نے آنا شروع کر دیا..... عذر بیان کیے اور قسمیں کھائیں۔ یہ لوگ تقریباً اسی (۸۰) سے کچھ زائد تھے، رسول اللہ ﷺ نے ان کے حیلوں بہانوں کو قبول کر لیا، بیعت لی اور اللہ سے ان کی مغفرت کے لیے دعا کرتے ہوئے ان کے دل کے بھیدوں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا..... میں بھی حاضر ہوا۔ السلام علیکم کہا تو

آپ ﷺ یوں مسکرائے جیسے غصہ میں کوئی مسکراتا ہے پھر فرمایا: ”یہاں میرے قریب آؤ۔“ میں سامنے جا کر بیٹھا تو فرمایا: ”تم کیوں پیچھے رہ گئے تم نے تو سواری بھی خرید لی تھی؟“ میں نے عرض کی: ”کیوں نہیں۔“ اللہ کی قسم! اس وقت اگر میں کسی دنیا دار شخص کے سامنے بیٹھا ہوتا تو باتیں بنا بنا کر اس کے غصے سے بچ جاتا کیونکہ میں گفتگو کا دھنی تھا۔ مگر اللہ کی قسم! میں یہ سمجھتا تھا کہ اگر آج میں جھوٹ بول کر آپ کو خوش کر لوں تو کل اللہ تعالیٰ (اصل حقیقت کھول کر) پھر آپ کو مجھ پر ناراض کر دے گا اور اگر میں آپ کو سچ بات بتا دوں گو اس وقت آپ ﷺ سچ بولنے کی وجہ سے مجھ سے ناراض بھی ہو جائیں آئندہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی مجھے امید رہے گی۔ تو میں نے نبی ﷺ سے کہا: اللہ کی قسم! میرے پاس کوئی عذر نہیں، اللہ کی قسم! زور، طاقت، قوت اور دولت میں کوئی میرے برابر نہ تھا اور میں یہ سب چیزیں ہوتے ہوئے بھی پیچھے رہ گیا۔ میری بات سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس نے بالکل سچ کہا۔“ مجھے حکم دیا: ”چلے جاؤ جب تک تمہارے بارے میں اللہ تعالیٰ کوئی حکم نہ دے۔“ میں اٹھ کر چل پڑا، قبیلہ بنی سلمہ کے چند آدمی میرے پیچھے آئے اور مجھ سے کہنے لگے: اللہ کی قسم! ہم نے تم سے ایسا کوئی قصور سرزد ہوتے نہیں دیکھا اور دیگر منافقوں کی طرح اگر تم بھی کوئی بہانہ کر لیتے تو رسول اللہ ﷺ کی دعا تمہارے لیے کافی ہوتی، اللہ کی قسم! وہ برابر مجھے لعنت ملامت کرتے رہے یہاں تک کہ ان کی باتوں سے میرے دل میں خیال آیا کہ نبی ﷺ کے پاس جاؤں اور اپنی پہلی بات کا انکار کر کے کوئی دوسرا عذر پیش کروں، پھر میں نے ان سے پوچھا کہ کوئی اور بھی ہے جس نے میری طرح گناہ کا اقرار کیا ہو؟ انھوں نے کہا ہاں دو آدمی ہیں جنھوں نے تیری طرح اقرار کیا ہے اور ان سے بھی رسول اللہ ﷺ نے یہی فرمایا جو تجھ سے فرمایا ہے۔ میں نے پوچھا کہ وہ دو شخص کون کون سے ہیں؟ انھوں نے کہا مرارہ بن ربیع عمری اور ہلال بن امیہ وافتی رضی اللہ عنہما ایسے دو شخص جو بدر کی لڑائی میں شریک تھے جب انھوں نے ان دو شخصوں کا نام لیا تو مجھے تسلی ہو گئی اور میں چل دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے پیچھے رہ جانے والوں میں، خاص کر ہم تینوں سے لوگوں کو میل جول اور بات چیت سے منع فرما دیا تو ہم سے سب بچنے لگے اور بالکل اجنبی سے ہو گئے۔

ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے زمین بدل گئی ہو۔ وہ زمین ہی نہ رہی (جس پر ہم رہتے تھے)۔ اسی حالت میں پچاس راتیں گزر گئیں۔ مرارہ اور ہلال ﷺ اپنے اپنے گھروں میں پڑے روتے رہتے اور میں چونکہ ایک جوان اور مضبوط آدمی تھا، باہر نکلتا اور مسلمانوں کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھتا اور بازاروں میں برابر آتا جاتا لیکن کوئی مجھ سے بات نہ کرتا اور جب نبی ﷺ نماز سے فارغ ہو کر بیٹھتے تو میں جا کر سلام کرتا اور غور سے دیکھتا کہ میرے سلام کے جواب میں آپ ﷺ کے لب مبارک ہلے ہیں یا نہیں؟ آپ ﷺ کے قریب نماز پڑھنے لگتا اور ترچھی نظروں سے دیکھتا تو نماز کے وقت آپ ﷺ میری طرف متوجہ ہوتے اور (نماز کے بعد) جب میں آپ ﷺ کی طرف دیکھتا تو منہ پھیر لیتے۔ اسی طرح ایک مدت گزر گئی اور لوگوں کی اجنبیت اور زیادہ بڑھ گئی تو ایک روز میں نکلا اور ابوقادہ رضی اللہ عنہ کے باغ کی دیوار پر جا چڑھا، وہ میرے چچا زاد بھائی تھے اور مجھے بہت زیادہ محبوب بھی تھے میں نے انھیں سلام کیا تو اللہ کی قسم! انھوں نے بھی میرے سلام کا جواب نہ دیا۔

میں نے کہا: اے ابوقادہ! تجھے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا تو نہیں جانتا کہ مجھے اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ کتنی محبت ہے؟ وہ خاموش رہے۔ میں نے پھر قسم دے کر دوبارہ یہی کہا لیکن وہ خاموش رہے پھر تیسری بار قسم دے کر یہی کہا تو ابوقادہ نے جواباً کہا اللہ اور اس کا رسول ﷺ خوب جانتے ہیں۔ یہ جواب سن کر میرے آنسو ٹپک پڑے۔ میں نے پیٹھ موڑی، دیوار پر چڑھا اور واپس چلا آیا۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب میں بازار میں جا رہا تھا تو اتنے میں ملک شام کا ایک عیسائی کسان جو مدینہ میں گندم فروخت کرنے لایا تھا، کہہ رہا تھا لوگو! مجھے کعب بن مالک کے متعلق کچھ بتاؤ۔ لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا، جب وہ میرے پاس آیا تو اس نے مجھے غسان کے بادشاہ کا خط دیا، اس میں لکھا تھا: ”اما بعد! ہم نے سنا ہے کہ تمہارے پیغمبر (محمد ﷺ) نے تم سے بدسلوکی کی ہے، اللہ نے تمہیں ایسا ذلیل بنایا ہے اور نہ بے کار تم ہمارے پاس چلے آؤ، ہم بڑی عزت و احترام سے پیش آئیں گے۔“ میں نے خط پڑھ کر خیال کیا کہ یہ بھی

اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہے۔ میں نے اسی وقت اس خط کو جلتے بھڑکتے تنور میں پھینک کر جلا ڈالا۔ اسی حال میں چالیس راتیں گزر گئیں تھیں کہ ایک آدمی آیا اور اس نے کہا: نبی ﷺ نے حکم دیا ہے کہ تم اپنی بیوی سے الگ رہو۔ میں نے پوچھا اسے طلاق دے دوں؟ اس نے کہا: نہیں، صرف اس سے الگ رہو، حقوق زوجیت ادا نہ کرو۔ میرے دونوں ساتھیوں کو بھی یہی حکم دیا گیا۔ میں نے اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ تم اپنے میکے چلی جاؤ اور وہیں رہو جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم نازل نہ ہو۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سیدنا ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بیوی آپ! (ﷺ) کے پاس گئی اور کہنے لگی اے اللہ کے رسول! ہلال بن امیہ بہت ضعیف ہے اور اس کی خدمت کرنے والا کوئی نہیں اگر میں اس کی خدمت کروں تو آپ برا تو نہیں جانیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں! ہاں تعلقات زوجیت قائم نہ کرنا۔“ اس نے کہا: اللہ کی قسم! جس روز سے آپ کا عتاب ہوا ہے وہ تو سوائے رونے کے اور کچھ کرتا ہی نہیں۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے بھی میرے بعض عزیزوں نے کہا کہ اگر تم بھی اپنی بیوی کے بارے میں نبی ﷺ سے اجازت مانگو تو مناسب ہے۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! میں تو کبھی رسول اللہ ﷺ سے اس بات کی اجازت نہ مانگوں گا۔ کیا خبر نبی ﷺ کیا فرمائیں؟ اس کے بعد دس راتیں اور گزر گئیں تو مقاطع کو اب پچاس راتیں ہو گئیں، صبح جب میں فجر کی نماز پڑھ کر اپنے گھر کی چھت پر بیٹھا تھا جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بھی (سورہ توبہ: ۱۱ میں) کیا ہے۔ میں اپنی زندگی سے تنگ آ گیا اور زمین باوجود کشادہ ہونے کے مجھ پر تنگ ہو گئی..... اتنے میں میں نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی جو سلع (نامی پہاڑ پر چڑھ کر بلند آواز سے پکار رہے تھے: ”کعب! خوش ہو جاؤ۔“ یہ سنتے ہی میں سجدہ میں گر پڑا اور مجھے یقین ہو گیا کہ اب میری مشکل دور ہو گئی..... نبی ﷺ نے فجر کی نماز کے بعد لوگوں کو اطلاع دی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا قصور معاف کر دیا ہے۔ لوگ خوشخبری دینے کے لیے (جوق در جوق) میرے پاس اور میرے دونوں ساتھیوں کے

پاس پہنچنے لگے۔ ایک شخص (سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ) گھوڑا دوڑاتے ہوئے میری طرف نکلے اور اسلم قبیلے کا ایک شخص دوڑ کر پہاڑ پر چڑھ گیا اور پہاڑ والے کی آواز مجھے گھوڑے والے کی آواز سے پہلے پہنچی، جب یہ شخص جس کی بشارت دینے کی آواز مجھے پہنچی تھی میرے پاس آیا تو میں نے (خوشی میں) اپنے کپڑے اتار کر اسے پہنا دیے۔ واللہ! اس روز کپڑوں میں سے میرے پاس یہی دو کپڑے تھے اور میں نے (ابوقادہ) سے دو کپڑے مانگ کر پہنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلا۔ راستہ میں لوگ جوق در جوق ملتے، مجھے توبہ قبول ہو جانے کی مبارکباد دیتے اور کہتے کہ اللہ کی طرف سے معافی تمہیں مبارک ہو۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہیں، مجھے دیکھتے ہی سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ جلدی سے اٹھے، مصافحہ کیا اور مبارکباد دی۔ اللہ کی قسم! ان کے سوا مہاجرین میں سے اور کسی نے اٹھ کر مجھے مبارکباد نہیں دی اور میں ان کا یہ احسان کبھی بھولنے والا نہیں۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک خوشی سے جگمگا رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کعب تجھے اس دن کی بشارت ہو جو ان سب دنوں میں بہترین ہے، جب سے تیری ماں نے تجھ کو جنا۔“ کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول! یہ خوش خبری آپ کی طرف سے ہے یا اللہ کی طرف سے؟ آپ نے فرمایا: ”نہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔“ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب خوش ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ چاند کی طرح روشن ہو جاتا اور ہم لوگ اس کو پہچان لیتے۔“^①

سارا مال صدقہ کرنے کی خواہش:

سیدنا کعب رضی اللہ عنہ مزید بیان فرماتے ہیں:

”جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھا تو میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں چاہتا ہوں کہ اپنی توبہ کی قبولیت کے شکریہ میں اپنا سارا مال اللہ اور اس کے رسول کو دے دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کچھ مال خیرات کرو اور کچھ اپنے لیے رہنے دو، وہ تمہارے لیے بہتری کا ذریعہ ہے۔“ میں نے عرض کی میں اپنا

① بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک: ۴۴۱۸۔

خیبر کا حصہ اپنے لیے رہنے دیتا ہوں اور باقی خیرات کرتا ہوں۔ پھر عرض کی : اے اللہ کے رسول! بے شک سچ بولنے ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے نجات دی اور میں اعلان کرتا ہوں کہ جب تک زندہ ہوں کبھی جھوٹ نہ بولوں گا اور اللہ کی قسم! میں نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی آزمائش میں سچ بولنے کی وجہ سے کسی مسلمان پر اتنا فضل کیا ہو جتنا مجھ پر کیا۔ جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس معاملہ میں سچ سچ عرض کر دیا اس وقت سے آج کے دن تک میں نے کبھی قصداً جھوٹ نہیں بولا اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ باقی زندگی میں بھی مجھے جھوٹ سے محفوظ رکھے گا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر سورہ توبہ کی یہ آیات (۱۱۷، ۱۱۸ اور ۱۱۹) نازل کیں ”اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے حال پر توجہ فرمائی۔

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچ بولنے والوں کے ساتھ رہو۔“ اللہ کی قسم! میں تو اسلام لانے کے بعد سے اللہ تعالیٰ کا کوئی احسان اپنے آپ اس سے بڑھ کر نہیں سمجھتا کہ اس نے مجھے رسول اللہ ﷺ کے سامنے سچ بولنے کی توفیق دی اور جھوٹ سے بچا لیا۔ اگر میں جھوٹ بولتا تو دوسرے لوگوں (منافقوں) کی طرح جنہوں نے جھوٹ بولا، تباہ ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے جب وحی نازل کی تو ان جھوٹوں کے لیے ایسا برا لفظ اتارا کہ ویسا برا لفظ کسی کے لیے نہیں اتارا۔ فرمایا : ”اب جب تم لوٹ کر آؤ گے تو یہ لوگ اللہ کی (جھوٹی) قسمیں کھائیں گے۔“^①

جذبہ اطاعت سے سرشار مثالی معاشرے کی ایک جھلک :

معرکہ تبوک سے پیچھے رہنے والے تین مخلص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک سیدنا کعب بن مالک ہیں، جنہوں نے درج بالا حدیث میں اپنی آپ بیتی بیان کر کے رسول اللہ ﷺ کے تربیت یافتہ مسلم معاشرے کے کردار و عمل کی ایک خوبصورت جھلک پیش کی ہے۔

اس واقعہ میں قیامت تک کے مسلمانوں کی کامیابی کے لیے واضح راہنمائی، بہترین نصیحت اور شاندار مثالیں موجود ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں :

① بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک : ۴۴۱۸۔

✽ کفر و اسلام کی معرکہ آرائیوں کے دوران معمولی کوتاہی بھی سخت ناپسندیدہ ہے اور یہ کہ:
✽ رواںگی کا حکم ملنے کے بعد جہاد سے پیچھے رہنا اور وہ بھی بد نیتی سے نہیں بلکہ محض غفلت و سستی کی وجہ سے ہو تو بھی مسلم معاشرے کو ایسے شخص سے مقاطعہ اور بائیکاٹ کا جواز فراہم کر دیتا ہے۔

✽ ایک سچے اور مخلص مجاہد سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے سچ بول کر اپنے جرم کا اعتراف کر لیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جاؤ اور اپنے معاملے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کرو.....“ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے اٹھے تو ساتھ ہی چند دوسرے لوگ ان کے پیچھے آئے اور اس سچ بولنے پر وہ لعنت ملامت کر کے عذر بہانے اور جھوٹ بولنے پر اکسانے لگے..... ان لوگوں کی جھوٹی دعوت سیدنا کعب پر کچھ اثر کر گئی..... پھر اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولنے سے ان کو بچا لیا۔

✽ غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے منافقین نے جھوٹے عذر بہانے پیش کیے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی جھوٹی قسموں کو قبول فرما لیا اس لیے کہ یہ منافق تھے۔

✽ سچے اور مخلص تین جاں نثاروں نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا تو ان سے طویل بائیکاٹ کا حکم ہوا یہ اس لیے کہ یہ اپنے تھے پھر منافقین کی طرح جہاد سے پیچھے کیوں رہے؟

✽ یہ سزا جسمانی تشدد نہیں بلکہ بھرپور محبت و شفقت کا ایک پہلو اور جہادی تربیت کا انوکھا انداز تھا جو چالیس دن کی طویل مدت کے بعد مزید سخت ہو کر پچاس دنوں تک قائم رہا۔

سزا یافتہ مجاہدین کے لیے پیغام وفا:

صاف گوئی اور اپنی غلطی کا اعتراف کرنے والے تینوں مخلص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بائیکاٹ کا حکم ملا تو ان تینوں میں سے کسی ایک نے بھی اس فیصلے پر اعتراض اور احتجاج نہیں کیا، بلکہ ندامت کے آنسو آنکھوں سے چھلکنے لگے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کا دل دکھایا تو کیوں؟ بائیکاٹ کے طویل ایام تڑپ تڑپ کر گزارنے کے باوجود، جماعت سے علیحدگی کی سوچ نہیں۔ الگ سے کوئی جتھا بندی اور ہم خیال گروپ نہیں..... زبردست مقرر اور

فن گفتگو کا بادشاہ ہونے کے باوجود امیر کے سامنے زبان کھولنا تو دور کی بات دل و دماغ میں اس قسم کے وساوس اور خیالات تک کو قریب نہیں آنے دیا گیا۔

دشمن جو عرصہ دراز سے کمزور پہلو کی تلاش میں تھا اس نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش میں سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو عزت و احترام اور بڑے عہدہ و منصب کا تحریری پیغام بھیجا تو اس مخلص مجاہد نے ٹھکراتے ہوئے وہ خط نذر آتش کر دیا۔

ان تینوں مخلص مجاہدین نے جذبہ اطاعت و فرمانبرداری کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے امیر یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ناراضگی کا سوچا تک نہیں بلکہ سخت اذیت کی سزا کے ایام میں بھی ان کی محبت نہ صرف یہ کہ برقرار رہی بلکہ بڑھتی گئی۔ آج بھی مجاہدین کا یہی انداز ہے، فوراً غلطی کا اعتراف کرتے ہیں اور سزا لینے میں عار محسوس نہیں کرتے۔ اسی لیے اصلاح ہوتی ہے، مجاہدین کے نزدیک اصل آخرت ہے، وہ ہر وقت آخرت کی فکر میں رہتے ہیں۔

جہادی معاشرے کی فکری اور عملی پختگی کی نادر مثالیں :

جہاد سے پیچھے رہنے والے تینوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بائیکاٹ کا حکم سنتے ہی اطاعت کا عالم یہ تھا کہ اپنے بیگانے ہو گئے، جگری دوستوں نے آنکھیں پھیر لیں آ منا سامنا ہونے سے پہلے راستہ بدل لیا۔ قریبی رشتہ دار اجنبی ہو گئے، کوئی کلام کرنے کے لیے تیار نہیں حتیٰ کہ سلام کا جواب تک نہیں ملتا۔ دنوں پر دن اور ہفتوں پر ہفتے گزرتے گئے، بائیکاٹ کے فیصلے میں نرمی نہیں اور دلی ہمدردی کے باوجود پورے معاشرے میں ایک فرد بھی ایسا نہیں جو حکم بائیکاٹ کی خلاف ورزی کرے، دوسری جانب ان تینوں پر زمین تنگ ہو چکی تھی اور اس سے بڑھ کر خود وہ اپنی جانوں سے تنگ آ چکے تھے۔

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی شدید قسم کی دلی چاہت اور خواہش تھی کہ کوئی مجھ سے بات کرے یا کم از کم میرے سلام کا جواب ہی دے دے مگر ایسا کوئی موقع اور لمحہ نہیں آیا، چنانچہ ان کی بیقراری بڑھ گئی اور بے تاب ہو کر خفیہ ملاقات کے لیے خلوت کا موقع ڈھونڈنے لگے۔ ایک دن دوپہر کی کڑکتی دھوپ میں اپنے قریبی رشتہ دار اور بچپن کے



محبوب ساتھی کے پاس دیوار پھلانگ کر ان کے باغ میں جا پہنچے، اپنے پیارے دوست اور چچا زاد بھائی کو پر امید لہجے میں سلام کہا، مگر جواب نہیں ملتا، اس خاموشی پر صبر نہ ہو سکا، تکلیف اور اذیت کی شدت بڑھ گئی، ڈوبتے دل اور بھیگی آنکھوں کے ساتھ حالت بے قراری میں اپنے پیارے بھائی کو مخاطب کرتے ہوئے تین مرتبہ کہا: ابو قتادہ! تمہیں قسم دے کر سوال کرتا ہوں..... بتاؤ کیا میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت نہیں کرتا؟ اب سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زبان کو حرکت دی اور صرف اتنا کہا کہ محبت کی سند اور خلوص کا شجرہ قلمیٹ مجھ سے حاصل کرنے کے بجائے جاؤ رسول اللہ سے حاصل کرو، یہ جواب سن کر سیدنا کعب رضی اللہ عنہ کے آنسو چھلک پڑے۔ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے محبت کے باوجود اپنے بھائی کی آنکھوں سے چھم چھم برستے آنسوؤں کو پونچھنے سے بھی گریز کیا کہ کہیں یہ عمل بھی امیر کی اطاعت و فرمانبرداری کے منافی نہ ہو۔

چالیس دن کا طویل دورانیہ اسی سنگین کیفیت میں گزر گیا تو ان تینوں مخلصین کو بیویوں سے الگ ہونے کا حکم ہوا۔ پیغام سنتے ہی ان عظیم المرتبت خواتین نے بھی کمال محبت و اطاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے پیارے خاوندوں سے جدائی اختیار کر لی۔

❁ بیویوں کی جدائی کے بعد سزا کی شدت میں اضافہ ہو گیا، اجنبیت اور بڑھ گئی..... گھر وہ نہ رہا، زمین بدل گئی..... پھر بھی امیر کی بغاوت اور جماعت سے کٹنے کا سوچا تک نہیں، بددلی نہیں پھیلائی..... ناراض لوگوں اور منافقین سے مل کر الگ جتھا بندی نہیں کی، 'انا' کا مسئلہ اور بے عزتی کا ڈھنڈورا نہیں پیٹا..... چوکوں چوراہوں میں اپنی خدمات کو شمار کر کے اپنی مظلومیت کا چرچا نہیں کیا..... بلکہ جہاد سے پیچھے رہنے کو اپنا گناہ مانا اور اعتراف جرم کے ساتھ سخت ندامت کے آنسو بہاتے اور روتے ہوئے توبہ استغفار کے علاوہ اور کوئی کام نہیں کیا۔

پچاس دن کے بیگانے نے لمحہ بھر میں اپنے ہو گئے:

❁ پچاس دن بعد نماز فجر کے وقت رسول اللہ ﷺ نے جب ان لوگوں کی توبہ قبول ہونے کی

خبر سنائی تو مسجد میں موجود ہر شخص تیزی سے مسجد نبوی سے باہر نکل کر اپنے بھائیوں کو یہ خوش خبری سنانے کے لیے دوڑ رہا تھا..... سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ بڑے مضبوط، پھرتیلے اور قد آور جوان تھے اس کے باوجود بھی انھوں نے محسوس کیا کہ اس دوڑ میں شاید میں پیچھے رہ جاؤں اس لیے وہ اپنے گھوڑے پر اڑ کر جا رہے تھے تاکہ وہ دوسرے لوگوں سے پہلے یہ خوشخبری پہنچا سکیں..... پیدل بھاگنے والے ایک شخص نے دیکھا کہ شہسوار تو پہلے پہنچ کر بھائی کو خوش کرے گا تو اس نے پہاڑی کی چوٹی پر سے ہی بلند آواز سے کہا: اے کعب! خوش ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے تمھاری توبہ قبول کر لی ہے۔ اس طرح سیدنا زبیر سے پہلے اس شخص نے خوش خبری کا پیغام پہنچا کر سبقت حاصل کر لی جو پیدل بھاگ رہا تھا..... چند لمحوں بعد لوگ پہنچنا شروع ہو گئے۔ تانتا بندھ گیا اور یہ منظر بھی بھلایا نہیں جاسکتا اور ان لمحات کی خوشیوں کو قلمبند نہیں کیا جاسکتا..... کھلکھلاتے چہرے، کشادہ سینے اور خندہ پیشانی سے ایک سے دوسرا بڑھ کر مبارک باد پیش کر رہا تھا، یہ تمام وہی لوگ تھے جو پچاس دن تک مکمل اجنبی رہے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک خوشی سے دمک رہا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان مبارک سے فرما رہے تھے، اے کعب! آج کا دن تیری پوری زندگی کا بہترین دن ہے تجھے مبارک اور بشارت ہو۔ سچ کی وجہ سے سیدنا کعب اور ان کے دوستاھیوں پر اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا فضل و احسان کیا کہ قرآن میں ان کی توبہ کی قبولیت کا اعلان فرما کر ان کی عزت میں اضافہ فرما دیا۔ اور اہل ایمان کو حکم دے دیا کہ ﴿وَتَوَدُّونَا مَعَ الصَّالِحِينَ﴾ ”سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔“

یہ وہ لوگ تھے جن کی تربیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی۔ یہ وہ جماعت اور اللہ تعالیٰ کا لشکر تھا جس نے راہ حق میں اذیتیں، تکلیفیں برداشت کیں، گھروں کو چھوڑا اور وطن سے ہجرتیں کیں۔ حکم جہاد پر عمل کرتے ہوئے اپنے مال و زر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈھیر کر دیا..... اپنی اولادوں کو راہ حق میں کٹ مرنے کے لیے روانہ کر دیا اور اس سے بڑھ کر یہ کہ خود اپنی جانوں کو دلی خوشی کے ساتھ میدان جہاد میں کٹ جانے کے لیے پیش کر دیا۔

❀ یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے بدر و احد اور دیگر تاریخی معرکوں میں جانبازی و جاں نثاری

کے ساتھ کافروں کی جڑ کاٹ دی، مشرکین کو تہ تیغ کرتے ہوئے انھیں دہشت زدہ کر دیا، مکہ فتح کیا، خیبر سے فاتحانہ واپس پلٹے، تبوک کی طرف پیش قدمی کی، اور روم کو اپنے قدموں تلے روند ڈالا۔ ایران کے آتش کدے بجھا ڈالے..... بڑے بڑے شرک کے اڈوں کو مسمار کر کے اسلام کو غالب کر دیا لیکن اور اگر کبھی انسانی کمزوری کی وجہ سے کبھی جہاد سے پیچھے رہ گئے تو اس لغزش پر اتنے نادم ہوئے اور صدق دل سے توبہ کی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو قرآن کا حصہ بنا دیا۔



﴿ مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْيَابِ أَنْ يَخْتَلِفُوا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنفُسِهِمْ عَنْ نَفْسِهِ - ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا عَمَلَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطَلُونَ مَوْطِئًا يُغِيظُ الْكَفَّارَ وَلَا يَمْلِكُونَ مِنْ عِدَدِ رَبِّهِمْ إِلَّا يُبْعَثُ عَنْهُمْ عَلَيْهِمْ أَصْحَابُ اللَّهِ لَا يُضْمِرُ أَحَدُهُمُ الْبُغْضَ لِلْآخَرِينَ - وَلَا يَفْضَحُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً وَلَا يَقْضُونَ وَادِئًا إِلَّا كُنِبَ لَهُمْ يَحْمِلُهُ أَصْحَابُ اللَّهِ حَسَنًا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾

[التوبة : ۱۲۰، ۱۲۱]

”مدینہ والوں کا اور ان کے ارد گرد جو بدوی ہیں ان کا حق نہ تھا کہ وہ رسول اللہ سے پیچھے رہتے اور نہ یہ کہ اپنی جانوں کو اس کی جان سے زیادہ عزیز رکھتے۔ یہ اس لیے کہ اللہ کے راستے میں انھیں نہ پیاس کی کوئی مصیبت پہنچتی ہے اور نہ تکان کی اور نہ بھوک کی اور نہ کسی ایسی جگہ پر قدم رکھتے ہیں جو کافروں کو غصہ دلائے اور نہ کسی دشمن سے کوئی چیز حاصل کرتے ہیں مگر اس کے بدلے ان کے لیے ایک نیک عمل لکھ دیا جاتا ہے۔ یقیناً اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا اور نہ وہ خرچ کرتے ہیں کوئی چھوٹا خرچ اور نہ بڑا اور نہ کوئی وادی طے کرتے ہیں مگر وہ ان کے لیے لکھ لیا جاتا ہے تاکہ اللہ انھیں اس بہترین عمل کی جزا دے جو وہ کیا کرتے تھے۔“

غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے مخلصین کی توبہ کا تفصیلی ذکر کرنے کے بعد اب پیچھے رہ جانے والے منافقین کا یہاں ذکر ہو رہا ہے جن کا تعلق مدینہ شہر اور قرب و جوار کے

دیہاتوں سے تھا، اس کوتاہی اور ناپسندیدہ رویے پر اللہ تعالیٰ اپنی ناراضگی کا اظہار فرما رہا ہے اور سخت انداز میں سمجھا رہا ہے کہ ان لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد کے لیے گھروں سے نکلنا چاہیے تھا مگر انھوں نے اپنے لیے آرام و آسائش سے گھروں میں رہنا پسند کیا اور اپنی جانوں کو خطرات سے بچائے رکھا..... اس کے برعکس رسول اور آپ ﷺ کے صحابہ کے لیے سفری صعوبتوں، مشکلات اور جان کے خطرات کو گوارا کیا۔ یہ انداز قطعی نامناسب، غیر سنجیدہ اور ناپسندیدہ تھا..... اللہ تعالیٰ جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دے، رسول اللہ ﷺ بھر پور تیاری کے ساتھ دشمن سے مقابلہ کے لیے نکل پڑیں اور یہ لوگ پیچھے رہنے کو ترجیح دیں، اپنی جانیں بچائیں۔ یہ کتنی بری بات ہے۔ یہ اپنی جانوں کو نبی ﷺ کی جان سے زیادہ قیمتی سمجھیں افسوس صد افسوس!! ان لوگوں کو اصل حقیقت کا علم ہی نہیں، جہاد میں شرکت کی فضیلت کی خبر ہی نہیں..... جہادی راستوں پر چلنے کے اجر و ثواب کا پتا نہیں..... مدینہ شہر اور اس کے قرب و جوار میں رہنے والے مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے مسلمانوں کو جہادی اجر و ثواب اور جہادی راہوں کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے مجاہد بندے تو ایسے ہیں کہ جب وہ جہادی راستوں پر چلتے ہوئے پیاس کی شدت کو برداشت کریں اور کبھی راہ جہاد میں انھیں بھوک ستائے..... سوار یوں کی قلت کے باوجود کافروں کی طرف پیش قدمی کرتے کرتے تھک کر چور ہو جائیں..... دشمن کی طرف بڑھتے ہوئے کسی پریشانی کا سامنا کرنا پڑے تو ان کے ہر عمل کا انھیں اجر و ثواب ملتا ہے، درجات بلند ہوتے اور اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔

مجاہد کے قدموں کی چاپوں، گھوڑوں کی ٹاپوں، اسلحہ کی جھنکار اور گھن گرج سے دشمن سے چھینے علاقوں سے ان کے قبضے سے چھڑائے مال غنیمت سے جہاں مجاہد کو خوشی اور اجر و ثواب ملتا ہے، درجات بلند ہوتے ہیں، وہاں یہ اعمال دشمن کے غیظ و غضب کو بھڑکاتے اور اس کے غصے کو بڑھاتے ہیں۔ مجاہد اپنی غربت و تنگدستی کی وجہ سے جہاد میں تھوڑا سا مال خرچ کرے یا مال و دولت کی کثرت کی وجہ سے جہاد کے لیے بہت بڑا مالی صدقہ دے پھر وہ جہاد میں دشمنوں سے معرکہ آرائیوں کے لیے نکل پڑے، وادیاں طے کرے، پہاڑی چوٹیاں سر کرے، بارڈر کر اس

کرے، سرحدیں پھلانگ جائے، ویران جنگلوں بیابان ریگستانوں، بہتے دریاؤں، گہرے سمندروں اور فضاؤں کو عبور کرے دشمن سے کوئی علاقہ یا مال غنیمت حاصل کرے تو اس کے یہ اعمال دشمن کو بڑی تکلیف دیتے ہیں۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ مجاہد کے ایک ایک عمل، ہر ہر کام اور ہر ایک قدم کو لکھتا جاتا اور اجر و ثواب عطا کرتا جاتا ہے۔

ان مجاہدین کو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے محسن کہا ہے جس کا آسان مفہوم یہ ہے کہ بڑے اعلیٰ اور خوبصورت کام کرنے والے چونکہ جہاد سے زیادہ خوبصورت اور بڑا کوئی کام نہیں ہے اس لیے جہاد کرنے والے حقیقی محسن ہوتے ہیں۔

یاد رکھیں!! جہاد ہے ہی نیکیوں کا میدان اور یہ نیکیاں کوئی معمولی نہیں ہوتیں، ان میں بڑا احسن اور خوبصورتی پائی جاتی ہے اور اس عمل میں بڑا مزہ اور لطف محسوس ہوتا ہے۔

اعمال کی لذت کے لیے جہادی محاذوں کا رخ:

موجودہ دور کے مجاہدین کے حالات زندگی کا مطالعہ کریں تو نقشہ وہی نظر آتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرون اولیٰ کے مجاہدین کا پیش کیا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کروڑ پتی اور ارب پتی شخص مال و دولت چھوڑ کر جہادی محاذوں کی طرف نکل پڑتا ہے، برفانی چوٹیاں سر کرتا ہے، وادیاں طے کرتا ہے، سرحدیں عبور کرتا ہے اور بھوک پیاس کی شدت کو بخوشی قبول کرتا ہے۔ جنگلوں، غاروں، پہاڑوں اور جھاڑیوں میں بسیرا کرتا ہے۔ پیدل لمبے لمبے سفر طے کرتا ہے اور یہ سب کچھ اس یقین کے ساتھ کرتا ہے کہ ہر عمل کے بدلے اللہ تعالیٰ اجر و ثواب کی دولت سے مالا مال کرے گا۔

مجاہدین کی اس نقل و حرکت سے ان کے پلٹنے، جھپٹنے اور جھپٹ کر پلٹنے سے دشمن کا غصہ بڑھ رہا ہے، آتش پیش میں دشمن اپنے ہونٹ کاٹ رہا ہے، دانت پیس رہا ہے۔ مجاہدین کا ہر عمل کافروں کو ترپا رہا ہے۔ کفر کی تمام طاقتیں مجاہدین کو دہشت گرد ثابت کرنے کے لیے جمع ہو چکی ہیں۔ کفار کی اتحادی فوجیں مجاہدین کے خاتمے کے یک نوازی ایجنڈے پر جمع ہو کر عمل پیرا چکی ہیں۔ کشمیر و افغانستان اور عراق و فلسطین میں اتحادی، اسرائیلی اور انڈین فوجیں ظلم و جبر کی کردہ مثالیں قائم کر

چکی ہیں۔ دیگر کافروں میں بھی کیل کانٹوں سے مسلح ہو کر مجاہدین کے خاتمے کے لیے میدانوں میں اتر آئی ہیں، مگر مجاہد بے سروسامانی کے باوجود ہر محاذ پر دشمنوں اور اللہ کے باغیوں پر قہر الہی بن کر ٹوٹ رہے ہیں۔ اب تو دشمن کی محفوظ چھاؤنیاں، حساس علاقے اور خفیہ ٹھکانے بھی مجاہدین کی زد میں ہیں۔ اپنے آپ کو دنیا کی سپر طاقت سمجھنے والے اب چیخ رہے ہیں کہ یہ دہشت گرد (مجاہد) جدید عسکری تربیت اور جدید ترین ہتھیاروں سے لیس ہو کر ہم پر حملے کر رہے ہیں۔

جہاد میں جانیں قربان اور مال خرچ کرنے والے :

قرون اولیٰ کی یادیں تازہ ہو رہی ہیں، راہ جہاد میں جانیں پیش کرنے والے بھی بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ مائیں اپنے بیٹے محاذوں پر بھیج کر ان کی شہادت کی دعائیں کرتی سنائی دے رہی ہیں۔ ایک کے بعد دوسرا پھر تیسرا بیٹا بھی راہ جہاد میں قربان کرنے کے لیے روانہ کر رہی ہیں۔ مالی صدقہ کرنے والوں میں جہاں غریب، مزدور اپنی دیہاڑی سے جہاد میں حصہ ڈال رہے ہیں۔ وہاں بڑے بڑے تاجر اور صنعتکار بھی قرون اولیٰ کی یادیں تازہ کر رہے ہیں۔

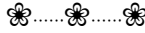
غزوہ تبوک میں جہاں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نو سو اونٹ مع ساز و سامان دے رہے تھے۔ ایک سو جنگی گھوڑے، ساڑھے انتیس کلو چاندی اور ساڑھے پانچ کلو سونا پیش کر رہے تھے تو سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ساڑھے انتیس کلو چاندی پیش کی۔ سیدنا ابو عقیل رضی اللہ عنہ نے ساری رات یہودی کے باغ کو پانی پلایا، چار کلو چھوہارے مزدوری ملی ان میں سے دو کلو جہاد میں پیش کر دیے۔ ان کے نقش قدم پر چلنے والے آج بھی مجاہدین کے پشتی بان موجود ہیں اور ایسے مخلصین کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ غلام حکمران جہاد فنڈ پر پابندیوں کی بات کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ جہاد کے لیے مال اور جانوں کی قربانیاں پیش کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ کر دیتا ہے۔ جہادی راہوں کو اختیار کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کے وعدے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشخبریاں آگے بڑھنے اور قربانیاں پیش کرنے کے لیے تیار کر رہی ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”بے شک جنت میں سو درجے ہیں جو سب کے سب اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی

سبیل اللہ کے لیے تیار کر رکھے ہیں۔ ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان، لہذا تم جب بھی اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو تو جنت الفردوس مانگو، یہ تمام جنتوں کے درمیان میں ہے اور سب سے عالی شان، اسی سے جنت کی نہریں پھوٹی ہیں اور اسی کے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش بھی ہے۔^①

انہی درجات کے حصول کے لیے جہادی راہوں کی طرف مجاہدین بڑھتے رہیں گے اور دشمنوں پر چڑھتے رہیں گے اور کافراں سے جلتے رہیں گے۔



﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَآفَّةً ۚ فَذَلَّلَا وَقَرَّوْا مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ أَعْلَمُ بِدِينِهِمْ﴾

[توبہ: ۱۲۲]

”اور ممکن نہ تھا کہ ایمان والے سب کے سب نکل جاتے، سوان کے ہر گروہ میں سے کچھ لوگ کیوں نہ نکلے، تاکہ وہ دین میں سمجھ حاصل کرتے اور جب اپنی قوم کی طرف واپس جاتے تو انہیں ڈراتے تاکہ وہ بچ جاتے۔“

جہاد میں جتنا دین سمجھ میں آتا ہے اور کہیں نہیں آتا:

جہاد شروع کرنے سے پہلے ہمیں یہ آیت سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ اب قرآنی آیت سپنا چلا ہے کہ تفقہ فی الدین کیلئے بہترین یونیورسٹی جہاد ہے۔ اس آیت مبارکہ کی روشنی میں اب ہم بڑے وثوق، پختہ یقین اور ذاتی مشاہدات کی بنیاد پر یہ بات کہتے ہوئے لذت محسوس کرتے ہیں کہ جتنی سوجھ بوجھ، دینی شعور، بصیرت اور فہم و فراست جہادی وابستگی سے حاصل ہوتی ہے دوسری کسی جگہ یہ دولت حاصل نہیں ہوتی۔

تفقہ فی الدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم:

قرآن کریم کی اس آیت کو سمجھنے کیلئے جب ہم صحابہ کرام کی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو پتا چلتا ہے

① بخاری، کتاب الجہاد، باب درجات المجاہدین فی سبیل اللہ: ۲۷۹۰۔

کہ دین کی فہم کے لیے وہ بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہادی محاذوں کے لیے نکلتے تھے۔ صحابہ کرام کی جماعت میں سے اصحاب صفہ، عشرہ مبشرہ، شرکائے بدر اور بیعت رضوان کی سعادت حاصل کرنے والے تمام صحابہ کرام جہادی محاذوں کی طرف نکلا کرتے تھے۔ صحابہ کرام میں سے کوئی ایک شخص ایسا نہیں جو زندگی بھر مسجد نبوی تک محدود رہ کر تفقہ فی الدین میں مصروف رہا ہو بلکہ تمام صحابہ کرام فقیہ اور مجاہد تھے تعلیم اور تعلم کے لیے نہ تو سکت و ساکن تھے اور نہ مسجد و مدرسہ میں جامد تھے اور نہ صرف کتابوں میں گم رہنے والے، آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ بعض علماء مسجد و مدرسہ، کتب خانے اور لائبریری میں زندگی بھر کے لیے بیٹھنے کا فیصلہ کیے ہوئے ہیں یہ ان کا ذاتی فعل اور فیصلہ ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا حکم اس کے برعکس یہ ہے:

﴿إِنْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا﴾ [التوبة: ۴۱/۹] ”بلکہ ہو یا بوجھل جہاد کیلئے نکلو۔“

﴿إِنَّا نَتَقَرُّ بِكُمْ عَذَابًا آتِيًا﴾ [التوبة: ۳۹/۹]

”اگر جہاد کیلئے نہیں نکلو گے تو تمہیں دردناک عذاب میں گرفتار کر لیا جائے گا۔“

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَهْلُ الدُّنْيَا عَلَى تِجَارَةٍ.....﴾ [الصف: ۱۰/۶۱]

”ایمان والو! کیا ہم تمہیں ایسی تجارت نہ بتائیں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے؟

وہ تجارت ہے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان اور اپنے مال اور جان کے ساتھ اللہ

کے راستہ میں جہاد۔“

﴿أَنْ آمِنُوا بِاللَّهِ وَجَاهِلُوا هِمَّ رَسُولِهِ﴾

”اللہ کا حکم ہے کہ اس پر ایمان لاؤ اور رسول کے ساتھ مل کر جہاد کرو۔“

ان احکامات کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیسے سمجھا؟ درج ذیل واقعات میں اس سوال کا جواب

موجود ہے:

دین سمجھ آنے کی خوبصورت مثالیں:

”سیدنا شداد بن الہاد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی شخص نے رسول اللہ ﷺ

کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان قبول کیا اور کہا کہ میں بھی آپ کے ساتھ (سفر

جہاد میں) چلوں گا۔ آپ نے ایک صحابی کو (اس کی دیکھ بھال کی) وصیت فرمائی۔ جب غزوہ خیبر میں آپ ﷺ نے غنیمت کا مال تقسیم فرمایا تو اس اعرابی کا حصہ بھی نکالا اور اس وقت یہ ساتھیوں کے جانور چرانے گیا ہوا تھا۔ جب واپس آیا اور ساتھیوں نے اس سے کہا، یہ مال غنیمت میں سے تمہارا حصہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے تمہیں دیا ہے تو اس نے مال لیا، رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا اور رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا میں اس وجہ سے آپ کے ساتھ نہیں چلا تھا بلکہ میں نے تو آپ کی اتباع اس لیے کی تھی کہ مجھے یہاں تیر لگے، اس نے اپنے حلق کی طرف تیر ہی سے اشارہ کیا، اور میں شہید ہو کر جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو نے سچ کہا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے سچا کر دکھائے گا۔ پھر ان اصحاب رسول نے دشمنوں سے جہاد کیا حتیٰ کہ وہ دیہاتی تیر لگنے سے زخمی ہوا۔ اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا، آپ ﷺ نے پوچھا یہ وہی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا جی ہاں! وہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس نے اللہ کے ساتھ جو سچا عہد کیا تھا اللہ نے اس کو سچا کر دکھایا۔ آپ ﷺ نے اس کو اپنے جبہ مبارک میں کفن دیا پھر آپ نے آگے بڑھ کر اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور فرمایا: اے میرے اللہ! یہ تیرا بندہ ہجرت کر کے تیرے راستہ میں نکلا اور شہید ہو گیا ہے اور میں اس پر گواہ ہوں۔“^②

دینی شعور کی بدولت عمل کم مکر ثواب زیادہ:

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک زرہ پوش شخص حاضر ہوا اور اس نے کہا: ”یا رسول اللہ! میں پہلے جنگ کروں یا پہلے اسلام لاؤں؟“ فرمایا: ”پہلے اسلام لاؤ پھر قتال کرو۔“ چنانچہ وہ مسلمان ہوئے اور پھر قتال کیا، لڑتے رہے حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اس نے عمل کم کیا لیکن اجر بہت زیادہ پالیا۔“^①

① النسائی، کتاب الجنائز، باب الصلوة علی الشهداء: ۱۹۵۵۔

② بخاری، کتاب الجہاد، باب عمل صالح قبل القتال: ۲۸۰۸۔

ان دونوں واقعات سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اسلام قبول کرنے والے یہ دونوں شخص جنہی اور دیہاتی تھے۔ ان دونوں کے قبول اسلام کو زیادہ مدت نہیں گزری تھی مگر جہادی راہ میں پختہ شعور اور فہم و فراست اتنی زبردست پیدا ہو گئی کہ ان میں سے ایک نے تو مال غنیمت کا اپنا وہ حصہ جو خود رسول اللہ ﷺ نے دیا تھا قبول نہیں کیا اور اپنی دلی چاہت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ..... میں نے اسلام قبول ہی اس لیے کیا تھا کہ راہ جہاد میں اپنی شہ رگ کٹوا کے شہادت کا عظیم منصب حاصل کر سکوں۔

یہ ہے فقہت دین جو جہادی محاذوں سے حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دین کی حقیقی سمجھ اور صحیح شعور عطا فرمائے۔ آئیے اب آیت قرآنی کی شان نزول پر غور کریں۔ سورہ توبہ میں جہاد سے پیچھے رہنے والوں پر عتاب، ناراضگی اور بایکاٹ کی شکل میں جو سخت نوٹس لیا گیا تھا اسے دیکھ کر مسلمانوں نے عزم کر لیا کہ آئندہ جہاد سے کبھی پیچھے نہیں رہیں گے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا كَانَتِ الْمُؤْمِنُونَ لِيَتَّقُوا كَافَّةً﴾ ”اہل ایمان کے لیے ضروری نہیں کہ وہ سب کے سب ہی (جہاد کے لیے) نکل پڑیں۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اب ہر ایک کو نکلنے کا حکم نہیں ہے، ایک موقع آیا تھا کہ ہم نے حکم دیا تھا: ﴿إِخْرُجُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ﴾

”جہاد کے لیے نکلو ہلکے ہو یا بوجھل، سب نکلو اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرو۔ یہ وقت گزر چکا ہے اور اب جس کو حکم دیا جائے گا وہی نکلے گا، مزید قاعدہ یہ ہے:

﴿قُلُوا نَحْنُ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ﴾ ہر بڑی جماعت میں سے چھوٹی جماعت، ہر قوم قبیلے اور برادری سے کچھ لوگ، ہر شہر، ہر علاقے اور ہر بستی سے جہادی جذبات سے سرشار لوگ باری باری جہاد کے لیے نکلیں۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ کچھ لوگ فریضہ جہاد کی ادائیگی میں مصروف ہوں گے تو باقی پیچھے رہنے والے لوگ ان کے گھروں، کھیتوں، کھلیانوں اور دیگر ضروری کاموں میں اپنا تعاون پیش کر کے مجاہدین کے پشتی بان اور مددگار ہوں گے۔ ان کے گھروں اور اہل و عیال کے محافظ اور نگہبان بن کر جہادی اجر میں شریک ہوں گے۔



دینی بصیرت کے لیے جہاد میں نکلیں:

ہر شہر، ہر علاقے، ہر محلے اور بستیوں سے باری باری جہاد میں شریک ہونے والوں کی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ ”تَفَقَّهُ فِي الدِّينِ“ کے جذبہ سے گھروں سے نکلیں، دینی شعور اور بصیرت حاصل کریں کیوں کہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے جو لفظ استعمال کیا ہے وہ ہے۔ ﴿يَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ﴾ لغوی اعتبار سے یہ باب تَفَعَّلَ ہے اور اس کے معنی میں محنت و مشقت کا مفہوم پایا جاتا ہے، جس سے یہ بات واضح ہے کہ سفر جہاد کی تمام مشکلات مثلاً: بھوک پیاس، جسمانی مشقت، پر صعوبت راستوں کو روندنا، دشمنان دین سے انتقام لینا، علاقے چھیننا، مال غنیمت حاصل کرنا اور پھر حسب استطاعت خود بھی جہاد میں مال پیش کرنا اور وادیوں، میدانوں، دروں اور پہاڑی چوٹیوں کو عبور کرنا، ندی نالوں، چھوٹے بڑے دریاؤں اور سمندروں کو پار کرنا، فضاؤں، ہواؤں اور آسمان کی بلندیوں سے ہوتے ہوئے دشمنوں کی سرحدوں کو پھلانگنا..... یہ ہیں وہ پر مشقت راستے جن پر چلنے والے مجاہدین کو دینی فہم و شعور حاصل ہوتا ہے اور یہی مفہوم ہے اس آیت کا۔ بعض مفسرین اس آیت کو جہاد سے الگ کر کے محض حصول علم تک محدود رکھتے ہیں جو کئی ایک وجہ کی بنا پر درست نہیں، مثلاً:

❁ اس آیت کا سیاق و سباق کلی طور پر جہادی ہے۔

بچھلی آیت میں جہاد سے پیچھے رہنے والوں پر عتاب، پچاس دن کا مقاطع اور سلام و کلام بند کر کے جو سخت نوٹس لیا گیا تو آئندہ کے لیے تمام مسلمانوں نے جہاد میں نکلنے کا عزم کر لیا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان میں سے کچھ لوگوں کو نکلنے کا جو حکم دیا ہے وہ کسی مدرسہ یا مسجد میں حصول علم کا حکم نہیں..... کیونکہ مسجد نبوی میں تعلیم دین کا کام تو شروع دن ہی سے جاری تھا اور لوگ دور و نزدیک سے آ کر علم حاصل کر رہے تھے۔ اس آیت میں جو بات سمجھائی گئی ہے وہ باری باری جہاد میں نکلنے کا حکم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تَعَلَّمْ کا لفظ نہیں بلکہ تَفَقَّهُ کا لفظ بولا ہے جس سے یہ بات واضح ہے کہ محض دین کا علم پڑھ لینا کافی نہیں بلکہ اصل کام جہاد میں عملاً شریک ہو کر دین کا

=====



فہم و شعور حاصل کرنا ضروری ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی مجالس میں بیٹھنے والوں میں منافقین بھی قرآن سنتے تھے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلنے والے پر تاثیر خطبے بھی سنتے تھے مگر انھیں دینی شعور حاصل نہیں ہوتا تھا اس لیے کہ وہ جہاد میں شرکت کو ناپسند کرتے تھے۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ دین کا علم کافروں کے پاس بھی ہے قرآن کو ہندو اور غیر مسلم بھی پڑھتے ہیں، عیسائی بھی اس کی تعلیم حاصل کرتے ہیں مگر انھیں دین کا شعور نہیں۔

وضاحت کا مطلب یہ نہیں کہ مدارس میں تفقہ فی الدین حاصل نہیں ہوتا..... وہ مدارس جن میں کتاب و سنت پر تمسک ہے وہاں علماء و مدرسین طلباء کی صحیح تربیت فرماتے ہیں وہاں پورا دین سمجھ میں آتا ہے، دوسرے اعمال کی طرح لوگ جہاد بھی سیکھتے ہیں۔ البتہ کچھ لوگ جہاد کی مخالفت میں طلباء کی ذہن سازی کرتے ہیں، آیات جہاد کی تاویلیں سکھاتے ہیں، جس طرح باقی سنتوں کو چھڑاتے ہیں اسی طرح جہاد سے بھی دور کرتے ہیں..... شرطیں لگا کر جہاد معطل کرنے ہی کو تفقہ قرار دیتے ہیں، یہ غلط ہے، اسی طرح دنیاوی تعلیمی اداروں میں بعض پروفیسر حضرات دانشوری کے نام پر جہاد کو مغرب کی تقلید میں دہشت گردی سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ دانشوری نہیں بلکہ اسلامی شعور اور دینی تفقہ سے عاری ہونا ہے۔ تفقہ یہ ہے کہ ہر قسم کے حالات میں دین پر عمل کی تربیت کی جائے، موجودہ حالات میں مسلمانوں کی بے بسی تقاضا کرتی ہے کہ امت مسلمہ کو جہاد پر کھڑا کیا جائے۔ علمائے ربانی کا اس وقت یہی کام ہے اور یہی تفقہ ہے یہ تفقہ میدان جہاد میں حاصل ہوتا ہے۔

دعوت دین غازیوں کی ذمہ داری ہے:

﴿وَيُنَادُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ﴾

”(جہاد سے پلٹ کر) اپنی قوم کو انجام بد سے ڈرائیں تاکہ وہ بچ جائیں۔“

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں جہاد سے واپس پلٹنے والے غازیوں کو ذمہ داری سونپی ہے کہ

وہ اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرائیں۔ جہاد سے پیچھے رہنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی جو ناراضگی اور غصہ ہے اس سے مسلمانوں کو آگاہ کریں۔ جہاد سے پیچھے تو منافقین رہتے تھے ان کا طرز عمل اختیار کرنے سے لوگوں کو بچائیں۔ دن رات دعوت دین میں مصروف رہیں، لوگوں کو جہاد کے لیے ابھاریں..... جہادی محاذوں سے جس طرح انھوں نے اللہ تعالیٰ کا دین سیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد کو اپنی آنکھوں سے اترتے دیکھا ہے، وہ بیان کریں تاکہ پوری قوم غلبہ دین کے لیے اٹھ کھڑی ہو اور آخرت کے عذاب سے ڈر کر جہادی راہوں کو اختیار کر لے۔

ترک جہاد سے قوموں پر ذلت و رسوائی کا عذاب آتا ہے، اس سے ڈرایا جائے۔ غازیوں کی دعوت کے نتیجے میں پوری قوم اتحادی کافروں سے ٹکرانے کے لیے پیش قدمی کرتی ہوئی نظر آنی چاہیے۔ اگر ایسا ہو جائے تو غازیوں کی دعوت کا مقصد پورا ہو گیا، قوم اللہ کے ڈر کی وجہ سے غیروں کے اسلحے اور بڑی بڑی فوجوں سے بے خوف ہو کر میدان جہاد میں اتر کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی میں لگ جائے۔ جب تک ایسا نہیں ہو جاتا مجاہدو! اور غازیو! فارغ مت بیٹھو! دعوت و جہاد کے لیے قوم کے بچے بچے کو تیار کرنے میں دن رات ایک کر دو اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کی طرح قوم کو ڈرانے کا حق ادا کر دو۔

غازیوں کی دعوت سے دنیا بدل جاتی ہے:

ہمارا مشاہدہ ہے کہ لوگ بڑے شوق سے غازیوں کی بات سنتے ہیں۔ ان کی نصیحت کو خوش دلی سے قبول کرتے ہیں۔ جہاد کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے خود شریک جہاد ہوتے ہیں۔ بچوں کو جہادی محاذوں پر روانہ کرتے اور دل کھول کر صدقہ و خیرات کرتے ہیں۔ اپنی اصلاح کر لیتے ہیں۔ حرام کاروبار چھوڑ کر تھوڑے سے حلال کاروبار پر قناعت کر لیتے ہیں۔ پختہ نمازی بن جاتے ہیں، سنت کے مطابق داڑھی رکھ لیتے ہیں اور لباس بھی سنت کے مطابق کر لیتے ہیں۔ بے ہودہ کام ترک کر کے ٹی وی اور دیگر گندے پروگراموں سے گھروں کو پاک کر لیتے ہیں..... عورتیں پردے کا اہتمام کرتی ہیں۔ فحاشی و عریانی کے فخرانہ لباس ترک کر کے سادہ اور با حیا لباس پہننا شروع کر دیتی ہیں۔ مختصر یہ کہ معاشرے میں ایک زبردست تبدیلی

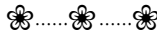


نظر آنے لگتی ہے، اس لیے غازیوں کو چاہیے کہ وہ اپنا فرض ادا کرنے میں کوتاہی نہ کریں۔ غازیو! یاد رکھو! اللہ تعالیٰ تو یہ پسند کرتا ہے کہ جنگی محاذوں سے واپس آ کر تم دعوت کا کام کرو، قوم کو اللہ تعالیٰ سے ڈراؤ مگر کچھ غازی واپس آ کر دنیاوی دھندوں میں پھنس جاتے ہیں، دعوت کا کام چھوڑ دیتے ہیں، نمازوں میں سستی اور پھر پیچھے رہنے لگتے ہیں، اس طرح وہ اپنا بیڑہ غرق کر بیٹھتے ہیں کیوں کہ یہ بات طے ہے کہ جہاد تمام اعمال سے اونچا کام ہے اور جو شخص جتنی زیادہ بلندی سے گرتا ہے چوٹ بھی اتنی ہی زیادہ کھاتا ہے۔

ہمارا یہ بھی مشاہدہ ہے کہ خلوص کے ساتھ دعوت و جہاد سے وابستہ لوگ جہاد میں ثابت قدم اور دین میں بہت پختہ ہوتے ہیں وہ اپنے آپ کو خطرات سے نمٹنے کے لیے تیار رکھتے ہیں، قوم کو جہاد کے لیے کھڑا کرتے ہیں اور غلبہ دین کے لیے ہمیشہ فکر مند اور متحرک رہتے ہیں۔

معسکرات میں تعلیم و تربیت کا اہتمام:

چونکہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا اس لیے معسکرات میں جہادی تربیت حاصل کرنے والوں کے لیے تعلیم و تربیت کا ہمیشہ ایسا انتظام رہنا چاہیے کہ بہت تھوڑے وقت کے لیے آنے والا شخص بھی اتنا دینی فہم و شعور اور بصیرت حاصل کر لے کہ اسے اپنے سفر زندگی کے عملی راستے کے انتخاب میں وقت پیش نہ آئے جیسا کہ ہم نے تازہ تازہ اسلام قبول کرنے والے دو صحابہ کرام کے واقعات سے یہ بات سمجھی ہے۔



﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلَظَةً

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ﴾ [التوبة: ۱۲۳]

”اے لوگو، جو ایمان لائے ہو! ان کفار سے لڑو جو تمہارے قریب ہیں اور لازم ہے کہ وہ تم میں سختی پائیں اور جان لو کہ بے شک اللہ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔“

لڑائی کا آغاز:

رسول اللہ ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو پہلے ہی سال اللہ تعالیٰ

نے کافروں سے جہاد کرنے کی اجازت دی۔ رسول اللہ ﷺ نے شروع میں جو جہادی حکمت عملی اختیار کی وہ اس آیت کے حکم سے مختلف اس طرح تھی کہ مدینہ کے قرب و جوار میں رہنے والے کفار و مشرکین اور اہل کتاب کے جنگجو قبائل سے رسول اللہ ﷺ نے صلح کے معاہدے کر کے قریبی کافروں سے مدینہ منورہ کو محفوظ بنا لیا اور جہاد کے لیے تین سو کلو میٹر دور مشرکین مکہ سے پنجہ آزمائی کی۔

✽ زیر تفسیر آیت کے نزول ۹ھ تک بہت سے فیصلہ کن خونریز معرکوں کے ذریعے جزیرۃ العرب کے بڑے بڑے اہم علاقے اسلام کے زیر نگیں تھے..... مکہ فتح ہو چکا تھا، طائف پر اسلامی جھنڈا لہرا رہا تھا اور خیبر کو یہودیوں کے قبضہ سے آزاد کرالیا گیا تھا۔
✽ بنو قریظہ، کعب بن اشرف اور بنو قریظہ کے یہودیوں کو بے بس کر کے مدینہ سے نکالا جا چکا تھا۔

✽ بادشاہوں اور علاقوں کے امراء کو خطوط کے ذریعے اسلام کی دعوت پیش کی جا چکی تھی۔
✽ بیت المقدس کے قریب ہی معرکہ موتہ کے ذریعے صلیبیوں سے عملی جہاد کا آغاز کر دیا گیا تھا۔
✽ غزوہ تبوک اسی سلسلہ کی کڑی اور صلیبیوں کی کمر توڑنے کا ایک اہم پروگرام تھا۔
پہلے والی جہاد پالیسی کے برعکس اب یہ نیا حکم نازل ہوا ہے۔ اے ایمان والو! اب اصول جنگ یہ ہے کہ: ((الَاوَّلُ فَاَلَاوَلُ، الْاَقْرَبُ فَاَلَا قُرْبُ)) جو کافر اسلامی سرحدوں کے قریب ہیں پہلے ان سے لڑو پھر درجہ بدرجہ بالترتیب اسلام دشمنوں سے لڑتے جاؤ، بڑھتے جاؤ اور علاقوں پر علاقے فتح کرتے ہوئے چڑھتے جاؤ۔

صحابہ کرام نے اسی اصول کے تحت جہادی حکمت عملی اختیار کی اور علاقوں پر علاقے فتح کرتے ہوئے بیت المقدس اور روم و ایران کو روندتے ہندوستان تک آپہنچے۔ قسطنطنیہ فتح کیا اور یورپ کے بیشتر علاقوں پر اسلامی جھنڈا لہرا دیا۔

مجاہدین کو دشمنان اسلام کے خلاف شدت پسند ہونا چاہیے:

اس آیت میں حکم یہ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾

”ایمان والو! کافروں سے تمہارا رویہ سخت ہونا چاہیے، وہ تمہارے اندر شدت محسوس کریں۔“

قرآن کریم کے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَحْيَىٰ رَسُولُ الْوَحْدَانِيَّةِ مَعَ آيَاتِهَا عَلَى الْفَتْحِ وَرَحْمَةً بَيْنَهُمْ﴾

[الفتح: ۴۸/۲۹]

”محمد رسول اللہ اور آپ کے ساتھیوں کی یہ شان ہے کہ وہ کافروں پر بہت سخت اور آپس میں بڑے ہی رحم دل اور نرم ہیں۔“

موجودہ حالات میں اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر مجاہدین عمل پیرا ہیں اور وہ کافروں سے بڑی سختی سے پیش آرہے ہیں۔ دشمن کے چھوٹے چھوٹے کیمپوں سے لے کر آرمی ہیڈ کوارٹر تک کامیاب کارروائیاں کر کے دشمن کو حیرت زدہ ہی نہیں بلکہ دہشت زدہ کر کے رکھ دیتے ہیں۔ مجاہدین کی دلیرانہ اور سخت کارروائیوں کو دیکھتے ہوئے دشمنوں کو بھی اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ جو لوگ موت کی تلاش میں نکلے ہوئے ہیں ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس قسم کے بیانات ہندوستانی جرنیلوں کے علاوہ امریکی اتحادی اور اسرائیلی فوجوں کے ذمہ داران کی طرف سے بھی منظر عام پر آچکے ہیں۔

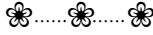
کاش مسلم حکمران اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو سمجھ سکیں اور اس پر ایمان لا کر عمل کرتے ہوئے کافروں سے دوستی کی بجائے سختی اور شدت کا رویہ اختیار کریں۔

اللہ تعالیٰ مومنوں کے ساتھ ہے:

حکمرانو! خوب سمجھ لو، مسلمانو! تم بھی جان لو، مجاہدو! تم اپنا ایمان مزید پختہ کر لو کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں ہمارے حکمران اگر کافروں سے خوف زدہ ہو کر ان سے دوستی کرنا چاہتے ہیں تو خوب جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت سے محروم رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کی معیت سے دور رہیں گے۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم پر قریبی کافروں سے لڑتے رہیں گے انھیں اللہ تعالیٰ کی مدد،

نصرت اور معیت حاصل رہے گی۔ آج مجاہدین کو اللہ تعالیٰ کا ساتھ نصیب ہے اور وہ دشمن کے لاؤ لشکر، اس کے بمبار طیاروں، اس کے جدید ترین اسلحہ، ایٹم بم، ڈیزلی کٹر اور دیگر مہلک ہتھیاروں کی پروا کیے بغیر جہادی محاذوں پر ثابت قدمی سے جم کر دشمن کا مقابلہ کر رہے ہیں اور دشمن ان کی شدت اور سختی کو جانتا ہوا چیخ رہا ہے کہ شدت پسندوں سے بچاؤ۔



﴿وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُمْ مَّن يَقُولُ أَلَمْ نَرَاكَ هَٰذَا بُنَيًّا قَالُوا لَئِن لَّمْ يَكُنِ الْإِنشَاءُ إِلَّا مَنَاجَا فَذَرْهُمْ حَتَّىٰ يَسْتَضِيُّوا رَبَّهُمْ فَيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السُّورَةِ ۚ وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُمْ مَّن يَقُولُ أَلَمْ نَرَاكَ هَٰذَا بُنَيًّا قَالُوا لَئِن لَّمْ يَكُنِ الْإِنشَاءُ إِلَّا مَنَاجَا فَذَرْهُمْ حَتَّىٰ يَسْتَضِيُّوا رَبَّهُمْ فَيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السُّورَةِ ۚ وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُمْ مَّن يَقُولُ أَلَمْ نَرَاكَ هَٰذَا بُنَيًّا قَالُوا لَئِن لَّمْ يَكُنِ الْإِنشَاءُ إِلَّا مَنَاجَا فَذَرْهُمْ حَتَّىٰ يَسْتَضِيُّوا رَبَّهُمْ فَيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السُّورَةِ ۚ﴾ [التوبة : ۱۲۴ تا ۱۲۷]

”اور جب بھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں اس نے تم میں سے کس کے ایمان میں اضافہ کیا ہے؟ پس جو لوگ ایمان لائے، ان کے ایمان میں تو اس نے اضافہ کیا ہے اور وہ بہت خوش ہوتے ہیں اور رہے وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے تو اس نے ان کی گندگی کے ساتھ اور گندگی کا اضافہ کر دیا اور وہ اس حال میں مرے کہ وہ کافر تھے اور کیا وہ نہیں دیکھتے کہ یقیناً وہ ہر سال ایک یا دو مرتبہ آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں پھر بھی وہ نہ توبہ کرتے ہیں اور نہ نصیحت ہی پکڑتے ہیں اور جب بھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ایک دوسرے کو دیکھنے لگتے ہیں کہ کیا تمہیں کوئی دیکھ رہا ہے؟ پھر واپس پلٹ جاتے ہیں۔ اللہ نے ان کے دل پھیر دیے ہیں، کیوں کہ بے شک وہ ایسے لوگ ہیں جو نہیں سمجھتے۔“

ایمان اور نفاق میں کمی بیشی :

سورہ توبہ کی تقریباً پچپن آیات ایسی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کی شرارتوں،

خباثتوں اور چالاکیوں کا پردہ چاک کیا ہے۔ یہ چار آیات بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہیں۔
 ❁ منافقین کی گمراہ کن باتوں کے تذکرے سے پہلے مسلمانوں میں پائے جانے والے ایک غلط نظریے کی اصلاح ضروری ہے۔ بعض لوگوں کا عقیدہ یہ ہے:

ایمان ایک جامد چیز ہے اور ایمان ہر ایک کا خواہ نبی ہو ولی ہو یا کوئی گنہگار ان سب کا ایمان ایک جیسا ہے ان لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ نیکیوں سے نہ تو ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور نہ گناہوں کی وجہ سے ایمان میں کمی ہوتی ہے..... یہ نظریہ قرآن و حدیث کے واضح دلائل کے خلاف ہے، یہاں ہم قرآن کریم کے بعض مقامات پیش کر رہے ہیں۔

منافقین کی ایک ناپاک جسارت کا ذکر ہو رہا ہے کہ جب قرآن کریم کی کوئی سورت نازل ہوتی تو یہ بد بخت بڑی ڈھٹائی کے ساتھ ضعیف الایمان لوگوں سے طنزیہ پوچھتے: ”اس سورت کے نازل ہونے سے کس کس شخص کے ایمان میں اضافہ ہوا ہے ان کے اس زہر آلود سوال کا مقصد قرآن کریم کی تحقیر، اللہ اور اس کے رسول سے استہزا اور اہل ایمان کی حوصلہ شکنی مقصود تھی۔ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿فَإِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا آخَرًا زَادَتْ لَهُمْ إِيمَانًا﴾ اہل ایمان اس سورت کے نازل ہونے سے جہاں خوش ہیں وہاں ان کے ایمان و یقین میں بھی خوب اضافہ ہوتا ہے اس لیے منافقین کا یہ سوال جاہلانہ، احمقانہ، بے بنیاد اور لغو ہے۔ اہل ایمان تو ایسے ہیں کہ ہر آن، ہر لمحہ ان کا ایمان بڑھتا رہتا ہے۔

ایمان کیسے بڑھتا ہے؟

﴿وَإِذْ أَنبَأْتُ عَلَيْهِمُ الْبُيُوتَ زَادَتْ لَهُمْ إِيمَانًا﴾ [الأنفال: ۲/۸]

”اہل ایمان پر جب اللہ تعالیٰ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔“

مجاہدین کو ڈرانے کے لیے جب لوگ کہتے ہیں:

﴿إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْيُسُوسُ﴾ [آل عمران: ۱۷۳/۳]

”مجاہدین تو ایسے ہیں کہ جب لوگوں نے ان سے کہا کہ کافروں نے تمہارے مقابلے کے لیے بڑے بڑے لشکر جمع کر لیے ہیں سوان سے ڈر جاؤ تو ان کے ایمان اور بڑھ گئے اور وہ کہنے لگے ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہترین وکیل اور کارساز ہے۔“

﴿وَلَقَدْ رَآهُ الْمُؤْمِنُونَ إِذْ أَخْبَأَتْ﴾ [الأحزاب: ۲۲/۳۳]

”ایمان والے مجاہدین نے جب (خندق کے دن کافروں کے) لشکروں کو دیکھا تو بے ساختہ پکار اٹھے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے انھی کا وعدہ دیا تھا۔“

﴿وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ فِتْرٌ فَلْإِنْ دَخَلُوا مَدِينًا﴾

منافقین کے دل میں چونکہ نفاق کی گندگی پہلے سے موجود تھی سو نئی سورت نازل ہونے سے ان کی پلیدی میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا ہے۔ اسی طرح ہر سورت کے نزول سے جہاں مسلمانوں کا ایمان بڑھ جاتا ہے وہاں منافقین بھی اپنی پلیدی اور نفاق میں بڑھتے جاتے ہیں، وہ اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے گندی ذہنیت کو قبر تک ساتھ لے کر جاتے ہیں۔

جہاں مسلمانوں کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے تو منافقین کا نفاق بھی بڑھتا رہتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ فَلْإِنْ دَخَلُوا مَدِينًا﴾ [البقرة: ۱۰/۲]

”ان کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے سو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بیماری کو اور

بڑھا دیا ہے۔“ [البقرة: ۱۰/۲]

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ أَزْدَادُوا كُفْرًا﴾ [آل عمران: ۹۰/۳]

”بے شک جن لوگوں نے ایمان کے بعد پھر کفر کیا اور اس میں وہ بڑھتے گئے تو ان کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی۔“

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ أَزْدَادُوا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللَّهُ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ وَلَا يَهْدِي لَهُمْ سَبِيلًا﴾ [النساء: ۱۳۸/۴]

[النساء: ۱۳۸/۴]

”جن لوگوں نے ایمان کے بعد پھر کفر کیا، پھر ایمان لائے پھر کفر کیا، پھر وہ اپنے کفر میں آگے بڑھ گئے تو یقیناً اللہ تعالیٰ انہیں معاف نہیں کرے گا اور نہ انہیں

ہدایت کا راستہ دکھائے گا ایسے منافقوں کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجیے۔“
پیش کی گئی آیات قرآنی سے پتا چلا:

- ✽ آیات قرآنی کی تلاوت سن کر مومن کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔
 - ✽ کافروں کی دھمکیوں سے مقابلے کے لیے مستعد مجاہدین کا ایمان بڑھتا ہے۔
 - ✽ حملہ آور اتحادی لشکروں کو دیکھ کر مجاہدین کے ایمان میں زبردست اضافہ ہوتا ہے۔
 - ✽ اسی طرح منافقین جب قرآن سنتے ہیں تو ان کا نفاق بڑھ جاتا ہے۔
- ثابت ہوا کہ ایمان اور نفاق میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے، آئیے! اب زیر تفسیر ان چار آیات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

نئی نازل ہونے والی قرآنی آیات پر منافقین طنز کرتے اور اہل اسلام کے ایمان پر حملہ کرتے ہوئے ایک دوسرے سے پوچھتے اس سورت کے نزول سے کس کس کے ایمان میں اضافہ ہوا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے خود ہی جواب دیا اور فرمایا کہ مسلمان کے ایمان میں اضافہ اور ہر نازل ہونے والی نئی سورت ان کی خوشیوں کو بڑھا دیتی ہے جبکہ منافقین کے دل میں نفاق کی بیماری ہے سوئی نازل ہونے والی سورت سے کیفیت کچھ یوں ہو گئی ہے:

﴿فَإِذَا نَزَلَ بِرُوحِنَا إِلَىٰ رَجِيسِهِمْ﴾

”پہلی نجاست پر مزید گندگی چڑھ گئی ہے۔“

جس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ لوگ حالت کفر پر مریں گے۔

✽ منافقین اپنے نفاق میں بڑھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غضب کے مستحق ٹھہرے

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿هَٰذَا صَٰدَقَ ٱللَّهِ قَوْلُهُمْ يَٰٓأَنفُسُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا لَا يَتَّقُوا ٱللَّهَ ٱلَّذِى هُوَ ٱلْحَقُّ ٱلْبَاقِى﴾

یہ منافق رسول اللہ ﷺ کی محبت اور آپ کی مجلس سے کیا بھاگے ہیں؟ حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان بیوقوفوں کے دل ہی پھیر دیے ہیں اور اب یہ بد نصیب اپنی گمراہی، حماقت اور جہالت کی نجس عادت پر مرتے دم تک ڈٹے اور جبرے رہیں گے۔

منافقین مصیبت میں گرفتار ہونے کے باوجود توبہ نہیں کرتے:

﴿أُولَٰئِكَ ذُوۡنَۤ اَلۡاَنۡفِیۡتِیۡنَ﴾ یہ منافق ایسے احمق اور نادان ہیں کہ ان کو ہر سال ایک مرتبہ، یا دو مرتبہ ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایک پسپائی کے بعد دوسری پسپائی ایک محرومی کے بعد دوسری محرومی ایک ندامت کے بعد دوسری ندامت سے گزرنے کے باوجود بھی اپنی خباثتوں، شرارتوں اور سازشوں سے باز نہیں آتے، توبہ نہیں کرتے، نصیحت سننے کے باوجود اسے قبول نہیں کرتے، گندی ذہنیت ترک نہیں کرتے، نفاق کی بری عادات سے واپس نہیں پلٹتے، آزمائشوں سے سبق حاصل نہیں کرتے۔ یہ اپنی ضد اور ہٹ دھرمی میں اس حد تک دور جا چکے ہیں کہ اب تو کوئی بڑی سے بڑی ٹھوکر بھی ان کی آنکھیں نہیں کھول سکتی: ﴿لَا یَتُوبُونَ﴾ اب تو قساوت قلبی کا عالم یہ ہے کہ جرائم کا پردہ چاک ہونے کے بعد بھی یہ توبہ نہیں کرتے۔

﴿وَلَا تَعۡمُرُوۡنَ کُفۡرًا وَّۤاۡتِیۡنَہٗٓ اِلَیۡہِمْ سُبۡحٰنَہٗ عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ﴾ عقل کے اندھے ہیں کہ کوئی نصیحت بھی ان کا دماغ روشن نہیں کر سکتی اور اپنے کرتوتوں کی وجہ سے سیاہی نے ان کے دل و دماغ کو تاریک کر دیا ہے، اس لیے:

✿ جہادی قافلوں سے پیچھے رہنے کے لیے جھوٹے حیلے اور عذر بہانے بناتے ہیں۔

✿ اپنی ناپاک سازشوں پر پردہ ڈالنے کے لیے جھوٹی قسموں کا سہارا لیتے ہیں۔

✿ اپنی نجی مجالس میں بیٹھ کر زہر آلود پروپیگنڈے کرتے ہیں۔

✿ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور آیت قرآنی کا مذاق اڑاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر موقع پر ان کو ننگا کر دیتا ہے، راز فاش ہو جاتے ہیں، جھوٹ کے پول کھل جاتے ہیں، جھوٹی قسموں کا سہارا ٹوٹ جاتا ہے۔ ندامت، شرمندگی، ذلت و رسوائی ہمیشہ کے لیے ان کا مقدر بن چکی..... یہ اتنے ڈھیٹ ہیں کہ ان برائیوں کی نجاست کبھی ان سے دور نہیں ہوئی اور ہر لمحہ ہر آن وہ اپنی پلیدی میں بڑھتے گئے اللہ تعالیٰ نے ان سے توبہ کی توفیق چھین لی اب یہ نصیحت سننے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بیٹھنے کے لیے تیار نہیں۔ ان کا یہ رویہ اگلی آیت میں بیان ہوا ہے۔

بغیر اجازت مجلس سے جانے والوں کے لیے وعید:

﴿وَإِذَا مَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ ۖ﴾

اس آیت کے نزول کا پس منظر یہ ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ لوگوں کو نئی نازل ہونے والی سورت سنانے اور تازہ ہدایت سے آگاہ کرنے کے لیے بلاتے تو منافقین کو بھی اپنا بھرم رکھنے اور حاضری لگوانے کے لیے مجبوراً آنا پڑتا..... رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرماتے، نازل ہونے والی نئی سورت تلاوت کرتے مجاہدین کو نئی مہم کے لیے ہدایت دیتے ہوئے تیار کرتے تو یہ سارا عمل منافقین کی طبعیتوں کے خلاف ہوتا اور نئے جہادی احکامات ان پر شاق گزرتے۔ پریشان ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھتے اور آنکھوں کے اشاروں سے پوچھتے کہ تمہیں کوئی مخلص مسلمان دیکھ تو نہیں رہا.....؟ آنکھ بچا کر نگو میں بھی کھسک رہا ہوں..... چنانچہ چھپ چھپا کر اس پاکیزہ اور نور ایمان کو بڑھانے والی مجلس سے بھاگ نکلتے۔

چونکہ رسول اللہ ﷺ کی مجالس سے بغیر اجازت چھپ چھپا کر بھاگ نکلنا منافقین کا معمول تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے عذاب کی وعید سناتے ہوئے فرمایا:

﴿قَدْ يَكْفُرُ اللَّهُ الَّذِينَ يَسْتَلُونَ مِنْكُمْ بِوَادِعٍ فَيُخَذُّ مِنَ الَّذِينَ عَلَى الْقَوْمِ عَنْ أَمْرِهِ

أَنْ يَصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [النور: ۶۳/۶۴]

”ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو نظریں بچا کر چپکے چپکے (نبی ﷺ کی مجالس سے) کھسک جاتے ہیں۔ سنو! جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انھیں (ہر وقت) ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی بڑی آفت نہ آ پڑے یا ان کو سخت تکلیف دینے والا عذاب ہی نہ آن پڑے۔“

﴿إِنَّ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ [النور: ۶۲/۶۴]

”ایمان والے تو صرف وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر پختہ ایمان رکھتے

ہیں اور جب وہ کسی اجتماعی کام میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوتے ہیں تو رسول سے اجازت لیے بغیر وہ مجلس سے چپکے چپکے نہیں جاتے۔“



﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ [التوبة: ۱۲۸]

”بے شک تمہارے پاس تمہی سے ایک رسول آیا ہے جس پر تمہارا مشقت میں پڑنا بہت شاق ہے، تمہاری بھلائی کی بہت حرص رکھنے والا ہے، ایمان والوں پر بہت شفقت کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

رسول اللہ ﷺ کا تم میں سے ہونا:

﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ﴾ لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہاری راہنمائی اور ہدایت کے لیے ایک رسول بھیجا ہے جو تم ہی میں سے ہے۔

﴿مِّنْ أَنفُسِكُمْ﴾ کے مخاطب اول قریش مکہ ہیں اور انھیں بتایا جا رہا ہے کہ اس رسول سے تمہارا خاندانی اور نسبی تعلق ہے، بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب سے اس کی قرابت داری ہے اور وہ تمہاری اپنی زبان عربی میں گفتگو کرتا ہے، یہ تمام باتیں اپنائیت سے تعلق رکھتی ہیں اس کے ساتھ ساتھ تم اس کی پیدائش، بچپن، بے داغ جوانی، امانت و دیانت اور شرافت سے بھی خوب آگاہ ہو، لہذا اس رسول کی مخالفت چھوڑ کر اس پر ایمان لے آؤ، تہہ دل سے اس کی اطاعت اور اس سے محبت کرو۔

﴿مِّنْ أَنفُسِكُمْ﴾ کے دوسرے مخاطب جملہ بنی نوع انسان ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کو خوب علم ہے کہ شیطان انسان کا دشمن ہے اور وہ ان کو گمراہ کرنے کے لیے ہر حربہ استعمال کرے گا..... بعض لوگوں کو اس رسول سے کفر و انکار کے ذریعے جہنم کا مستحق بنائے گا تو

دوسری طرف ایمان والوں کے دلوں میں عقیدت و محبت کے جذبات کو غلو کی حد تک بڑھا دے گا کہ لوگ اس رسول کو اللہ تعالیٰ کا جز اور حصہ سمجھ کر ((نُورٌ مِّنْ نُورِ اللَّهِ)) کا درجہ دے کر کہیں گے کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے نور سے نور ہیں اور یہ بھی کہیں گے کہ ”محمد ﷺ! خدا تو نہیں مگر خدا سے جدا بھی نہیں۔“ ایسے باطل نظریات کے سد باب کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں صاف صاف فرما دیا کہ ﴿رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ﴾ قیامت تک آنے والے لوگو! اس حقیقت کو اچھی طرح جان لو کہ اس رسول کو ہم نے تم میں سے بنا کر بھیجا ہے۔ جس طرح تم اولاد آدم سے ہو اسی طرح رسول کا تعلق بھی جنس بشریت اور اولاد آدم سے ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے نور کا جز اور حصہ نہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ تو اکیلا ہے، نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ اس کی کوئی اولاد، یہ مشرکانہ عقیدہ تو یہودیوں اور عیسائیوں کا ہے۔
تمہارا مشقت میں پڑنا اسے سخت ناگوار ہے:

﴿عَزِيزٌ عَلٰی مَا عَنِتُّمْ﴾ ”لوگو! اللہ تعالیٰ کے اس احسان عظیم کا شکریہ ادا کرو کہ

اس نے تمہاری نسل سے ایسا رسول بھیجا ہے جس کی شان یہ ہے کہ تمہاری تکلیف ان پر بڑی شاق اور سخت ناگوار ہوتی ہے۔“
 عَنِتُّمْ کے معنی ہیں: ہلاکت، فساد، مشقت اور خطا وغیرہ۔

رسول اللہ ﷺ کے لیے یہ بات سخت تکلیف دہ اور ناگوار تھی کہ لوگ کفر و شرک اور مصیبت میں گرفتار ہو کر زندگی برباد کریں۔ کافروں کے کفر پر رسول اللہ ﷺ کا حزن و ملال شدید تھا۔ مشرکین کے شرکیہ اعمال پر آپ ﷺ سخت رنجیدہ اور غمزدہ رہتے۔ منافقین کے نفاق پر آپ ﷺ ناقابل بیان صدمے میں مبتلا رہتے۔ کمزور مسلمانوں کے ناپسندیدہ اعمال کی وجہ سے آپ پریشان ہو جایا کرتے۔ جہاد سے پیچھے رہ جانے والے مخلص مسلمانوں کے اجر و ثواب سے محروم ہونے کی وجہ

سے بھی آپ ﷺ سخت تکلیف محسوس کرتے ہوئے کرب و اضطراب محسوس کرتے۔
اکثر اوقات آپ ﷺ پر غم کی شدت، دکھ، پریشانی اور صدمہ اتنا بڑھ جاتا کہ اس
کیفیت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن بنا دیا اور آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

﴿وَلَا يَحْزَنْكَ الَّذِينَ يَنُوءُونَ بِكَ وَنُوءُوا لِيَحْزَنُوا إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ﴾

[آل عمران: ۱۷۶/۳]

”(اے نبی!) جو لوگ کفر کی بھاگ دوڑ میں سرگرداں ہیں یہ آپ ﷺ کو غمزدہ
نہ کر دیں یہ اللہ تعالیٰ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔“

﴿فَلَا يَحْزَنْكَ قَوْلُهُمْ إِنَّا نَعْلَمُ مَا يُبْدُونَ وَمَا يُعْلِنُونَ﴾ [یسین: ۷۶/۳۶]

”(اے نبی!) آپ ان کافروں کی باتوں سے غمزدہ نہ ہوں یقیناً ہم ان کی چھپی
اور کھلی سب باتوں کو خوب جانتے ہیں۔“

﴿فَلَعَلَّكَ بَاطِلٌ مُّفْسِدٌ كَمَا بَاطِلٌ يُفْسِدُ ۚ فَالَّذِينَ آمَنُوا هُمْ أَغْلَىٰ حَقًّا﴾ [الشعراء: ۲۶/۳]

”ان کے ایمان نہ لانے پر شاید آپ اپنی جان کھو بیٹھیں گے۔“

﴿فَلَعَلَّكَ بَاطِلٌ مُّفْسِدٌ كَمَا بَاطِلٌ يُفْسِدُ ۚ فَالَّذِينَ آمَنُوا هُمْ أَغْلَىٰ حَقًّا﴾

[الکہف: ۶/۱۸]

”(اے نبی! ﷺ) اگر یہ لوگ اس قرآن پر ایمان نہ لائیں تو کیا آپ ان کے

پیچھے اسی رنج و غم میں اپنی جان کو ہلاک کر ڈالیں گے.....؟“

اللہ تعالیٰ ان آیات میں رسول اللہ ﷺ کو تسلی دے رہا ہے کہ آپ اتنے رنج و غم کا
شکار نہ ہوں، اپنی جان کو روگ نہ لگائیں، ان کے ایمان نہ لانے سے اتنا افسوس نہ کریں،
گھبرائیں نہیں، دل و دماغ پر اتنا بوجھ نہ ڈالیں، افسوس اور صدمے کی کیفیت سے باہر نکلیں
اس لیے کہ آپ کا کام تو صرف پیغام پہنچانا ہے:

﴿فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ﴾ [النحل: ۸۲/۱۶]

”پس اگر یہ (ایمان لانے کی بجائے) منہ پھیر لیں تو آپ کے ذمہ تو صرف

صاف صاف پیغام پہنچانا ہے۔“

﴿فَإِنْ أَعْرَضُوا عَنْهَا أَوْ سَلَّكَ عَلَيْكُمْ حَفِيفًا إِنِّ عَلَيْكُمْ إِلَّا الْبَلَاءُ﴾

[الشوری : ۴۲ / ۴۸]

”اگر یہ کافر (آپ کی دعوت سے) منہ پھیر لیں تو ہم نے آپ کو ان پر نگہبان

بنا کر نہیں بھیجا (بلکہ) آپ کے ذمہ تو صرف پیغام پہنچا دینا ہے۔“

رسول اللہ ﷺ کو کافروں کی دنیاوی تکلیف بھی پسند نہ تھی:

سیدنا ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ جو علاقہ یمامہ کے سردار تھے، مسلمان ہو گئے اور اہل مکہ کے پاس پہنچے تو وہاں کسی جاننے والے نے کہا کہ تو ”صابی“ ہو گیا ہے، ثمامہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہر گز نہیں، میں تو محمد ﷺ پر ایمان لا کر مسلمان ہو چکا ہوں..... سنو! تمہاری اسلام دشمنی اور اس بد زبانی کی وجہ سے اللہ کی قسم! آج کے بعد میرے علاقہ یمامہ سے تمہارے پاس گندم کا ایک دانہ بھی نہیں آئے گا، ہاں ایک صورت کہ رسول اللہ ﷺ اس کی اجازت دیں۔^①

جانی دشمن سوالی بن کر دربار نبوی میں جا پہنچے:

مکہ میں شدید قحط کا سماں تھا ابوسفیان جو ہمیشہ سے رسول اللہ ﷺ کا جانی دشمن اور آپ سے کئی خوزریز معرکے بھی لڑ چکا تھا، قحط سے مجبور ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے:

”ہم آپ کے قریبی رشتہ دار ہیں اور آپ ہمیشہ صلہ رحمی اور احسان کی تعلیم دیتے

ہیں، ہم پر احسان فرمائیے اور قحط سے نجات کے لیے دعا فرمائیے کہ اس شدید

قحط سے ہمیں نجات ملے۔“

رسول اللہ ﷺ نے ثمامہ بن اثال سردار نجد کو حکم بھیجا کہ اہل مکہ کے لیے گندم کی

① بخاری، کتاب المغازی: باب وفد بنی حنفیہ..... الخ: ۴۳۷۲۔

پابندی ختم کر کے وہاں گندم پہنچانے کا انتظام کرے، یہاں گندم کی فراوانی تھی مگر ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ نے تجارتی مفادات ترک کر کے اسلام کے مفاد کے لیے دشمنان رسول کے لیے گندم کی ترسیل روک دی تھی حکم ملتے ہی تعمیل ہوئی اور اہل مکہ کے پاس گندم پہنچنے لگی اور یوں ان کی جان میں جان آئی۔^①

تمام قیدیوں کے بندھن کھول دو:

جنگ بدر میں دشمن کے ستر حملہ آور قید کر لیے گئے، رات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بے قرار دیکھ کر ایک انصاری صحابی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس اضطراب کی وجہ کیا ہے؟“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مجھے چچا عباس کے کراہنے کی آواز نے بے چین کر رکھا ہے چنانچہ انصاری نے عباس کی مشکلیں کھول دیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صورتحال کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جاؤ! تمام قیدیوں سے ایسا ہی سلوک کرو۔“ ان واقعات سے پتا چلتا ہے کہ مشرکوں کی تکالیف بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گراں تھیں۔

اہل اسلام کی تکالیف کے ازالہ کا حکم:

قیس بن ابی حازم بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ایک شخص کہنے لگا: اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! میں نماز فجر باجماعت ادا کرنے سے پیچھے رہ جاتا ہوں، کیونکہ فلاں شخص ہمیں طویل نماز پڑھاتا ہے، ابو مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وعظ کرتے ہوئے اس دن سے زیادہ غضبناک کبھی نہیں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں کچھ لوگ نفرت دلانے والے ہیں پس تم میں سے جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو اسے چاہیے کہ وہ نماز میں تخفیف کرے اس لیے کہ پیچھے کمزور، بوڑھے اور ضروری کام کا ج

① رحمة العالمین، ص: ۷۵۔

والے ہوتے ہیں۔“^①

✽ عثمان بن ابی العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے آخری وصیت کرتے ہوئے حکم فرمایا: ”جب تم کسی قبیلے کے امام بنو تو انھیں نماز مختصر پڑھاؤ۔“^②

سیدنا انس بن مالک کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”لوگوں پر آسانی کرو اور ان کو تنگی میں نہ ڈالو، انھیں تسلی اور تشفی دو نفرت نہ دلاؤ۔“^③

پر مشقت عبادت سے باز رہنے کا حکم:

سیدنا عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا:

”مجھے خبر ملی ہے کہ تم رات بھر عبادت کرتے ہو اور دن کو روزہ رکھتے ہو، کیا یہ بات صحیح ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ایسا مت کرو بلکہ رات کو عبادت کرو اور آرام بھی کرو نفلی روزہ رکھو اور کبھی چھوڑ بھی دو اس لیے کہ تیرے ذمہ تیرے جسم کا حق ہے، آنے والے مہمان کا حق ہے اور تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے۔“^④

نماز مختصراً کہ بچے کی ماں پریشان نہ ہو:

سیدنا ابو قتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”میں نماز لمبی کرنے کا ارادہ کرتا ہوں کہ (اتنے میں کسی) بچے کے رونے کی آواز سن کر میں نماز مختصر کر لیتا ہوں تاکہ بچے کی ماں (جو پیچھے جماعت کے

① بخاری، کتاب الأذان، باب تخفيف الإمام في القيام وإتمام..... الخ: ۷۰۲۔

② مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب أمر الأئمة بتخفيف الصلوٰۃ في تمام: ۴۶۸۔

③ بخاری، کتاب الأدب، باب قول النبي ﷺ: ((يَسْرُوا وَلَا تَعْسُرُوا)) : ۶۱۲۴۔

④ بخاری، کتاب الأدب، باب حق الضيف: ۶۱۳۴۔

ساتھ نماز پڑھ رہی ہے) پریشان نہ ہو جائے۔“^①

یہاں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ بچے کے رونے کی وجہ سے اس کی ماں کی پریشانی رسول اللہ ﷺ کی صفت ﴿تَوَلَّىٰ عَنْهَا عَنْ يَّتَّخِذُ﴾ کے خلاف ہے اور آپ ﷺ بچے کی اس ماں کی پریشانی ختم کرنے کے لیے نماز مختصر کر دیتے ہیں مگر اس کے مقابلے میں جہاد کا معاملہ اس سے قطعی مختلف ہے۔

آپ ﷺ روزانہ وعظ و نصیحت کی مجلس منعقد کرنے سے منع فرمایا تاکہ لوگوں کو مشقت نہ ہو۔

جہاد میں بہتے لہو، کلتے بازو اور گرتے لاشے بھی قبول ہیں:

ان واقعات میں زبردست حکمت پوشیدہ ہے اور اہل ایمان کے لیے بہت کھلی نصیحت اور ہدایت بھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

لوگو! میرے سامنے کسی کی غیبت نہ کرو، میں نہیں چاہتا کہ اس کے متعلق میری صاف دلی میں کچھ فرق آئے۔

چھوٹے دودھ پیتے بچے کے رونے سے اس کی ماں کو جو پریشانی ہے وہ رسول ﷺ پر شاق ہے اور اس کے فوری ازالے کے لیے نماز مختصر فرما رہے ہیں۔ دوسری طرف جہادی میدانوں میں بہتا لہو، گہرے زخم، کلتے بازو اور گرتے لاشے منظور ہیں آخر یہ بھی تو کسی ماں کے جگر گوشے اور دل کے ٹکڑے ہیں۔

میدان بدر میں ستر مشرک مارے گئے اور چودہ صحابہ کرام نے جام شہادت نوش فرمایا جبکہ غزوہ احد کے خوزیز معرکے میں سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ اکیلے گیارہ آدمیوں سے مصروف قتال رہے اور نبی ﷺ کے دفاع میں ان کے ہاتھ کی انگلیاں کٹ گئیں اور ہاتھ شل ہو گیا۔

① بخاری، کتاب الأذان، باب من أخف الصلاة عند بكاء الصبي : ۷۰۷۔

✽ رسول اللہ ﷺ نے میدان احد میں دو دو اور تین تین شہدا کو ایک ایک قبر میں خود اپنے ہاتھوں دفن کیا مگر فریضہ جہاد کی ادائیگی سے پیچھے نہیں ہٹے۔

✽ جنگ احد کے دوسرے دن مشرکین کے تعاقب میں نکل پڑے جبکہ صحابہ کرام کی حالت یہ تھی کہ کٹے پھٹے بازوؤں، زخموں سے چور جسموں، زخموں سے رستے خون اور ٹوٹی ہڈیوں سے دشمن کا تعاقب جاری رکھا ہوا تھا اور اس وقت تک واپس نہیں پلٹے جب تک اطمینان نہیں ہو گیا کہ دشمن بھاگ گیا ہے۔

✽ بنو قریظہ کے دھوکے باز، عہد شکن چھ سات سو یہودیوں کی گردنیں تن سے جدا کر کے رسول اللہ ﷺ نے جہادی محاذوں کی طرف پیش قدمی جاری رکھی۔

✽ وفات کے وقت بھی اپنی زندگی کا آخری جہادی لشکر صلیبیوں سے معرکہ آرائی کے لیے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی کمان میں روانہ فرمایا۔

✽ آپ ﷺ کا یہ فرمان عالی شان بھی ہے:

”یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا اور مسلمانوں میں سے ایک نہ ایک جماعت اس دین کی حفاظت کے لیے قیامت تک لڑتی رہے گی۔“^①

اللہ تعالیٰ نے سورہ توبہ میں جہاد و قتال کے احکامات کے آخر میں یہ بات فرمائی ہے کہ اس رسول کو تمہارا تکلیف و مصیبت میں پڑنا سخت ناگوار ہے تو یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہجرت ایک تکلیف دہ اور پر مشقت عمل ہے کیوں کہ ایک شخص کا گھر بار اور وطن چھوڑنا، چلتے کاروبار کو خیر باد کہہ کر علاقہ غیر اور اجنبی لوگوں کی طرف نکل جانا..... برادری اور رشتہ داروں سے کٹ جانا۔

اسی طرح جہاد بظاہر کٹھن، پر مشقت اور مصیبتوں کو برداشت کرنے والا شدید قسم کا ایک اعتبار سے ناگوار عمل ہے اس لیے کہ اپنا علاقہ، گھر، بیوی بچے اور کاروبار چھوڑ کر

① مسلم، کتاب الإمارة، باب قوله ﷺ: ”تزال طائفة من أمتي..... الخ“: ۱۹۲۰۔

دشمن سے مقابلے کے لیے نکلتا، پر مشقت سفری مشکلات کو برداشت کرنا کہ جس میں بھوک، پیاس اور سردی گرمی کی شدت شامل ہے۔ اس کے ساتھ دشمن سے آنا سامنا، چمکتی تلواروں، برستی گولیوں، شعلے اگتی توپوں، چیختے چنگھاڑتے ٹینکوں اور بمبار طیاروں کے سامنے سینہ تان کر مقابلہ کے لیے جم کر صف بستہ کھڑے ہونا، دشمن کے جوڑ جوڑ پر مارنا اور ان کی گردنیں اڑانا، خود اپنا لہو پیش کرنا، بازو کٹوانا، زخمی ہونا اور حتیٰ کہ گردن تک کٹوانا یہ سب بظاہر بڑے ناگوار اور پر مشقت اعمال ہیں۔ ان اعمال کی انجام دہی کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی ﷺ کو حکم ہو رہا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ ۖ﴾ [الأنفال: ۶۵/۸]

”اے نبی! اہل ایمان کو کافروں سے جنگ و قتال کے لیے ابھاریے۔“

ایک طرف اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لوگوں کا مصیبت و مشقت میں پڑنا رسول اللہ ﷺ کو سخت ناگوار اور ناپسند ہے دوسری طرف ایک پر مشقت عمل جہاد کے لیے لوگوں کو ابھارنے اور ترغیب دینے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح حکم دیا جا رہا ہے، جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ عمل جہاد سے جنت کے دروازے کھلتے ہیں ابدی راحت نصیب ہوتی ہے اور جہنم کے دردناک عذاب سے اللہ تعالیٰ نجات عطا فرماتا ہے، اس لیے جہاد ناگوار عمل ہرگز نہیں ہے۔

لوگوں کی ہدایت و فلاح پر حریص نبی:

﴿حَرِيصٌ عَلَيْهِمْ﴾ لوگو! یہ رسول تمہاری ہدایت کا متنبی، تمہاری اصلاح کا آرزو مند اور آخرت کی کامیابی کی حرص رکھتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ تمہاری دنیا بہتر ہو اور آخرت میں تمہارا حساب آسان ہو اور تم عذاب سے بچ جاؤ، جنت کی ابدی اور لازوال نعمتوں کے حق دار بن جاؤ، یہ نبی فلاح دارین کی دعوت پیش کرتا ہے، جو لوگ دعوت سننا پسند نہیں کرتے ان کے پاس بھی بار بار جا کر اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتا ہے نصیحت کرتا ہے، رات کی تاریکیوں

میں اٹھ اٹھ کر اللہ تعالیٰ سے تمھاری ہدایت کی دعائیں کرتا ہے۔ صبح و شام، دن رات اور سردی و گرمی میں ہر وقت وہ لوگوں کی خیر خواہی کے لیے کوشاں رہتا ہے۔

دوسری طرف کافروں کو یہ پسند نہیں کہ لوگ عقیدہ شرک چھوڑیں، بتوں سے رشتہ توڑیں اور محمد ﷺ کی دعوت قبول کر کے صرف ایک اللہ سے تعلق جوڑیں چنانچہ وہ مخالفت میں لگے ہوئے ہیں، لوگوں کو رسول اللہ ﷺ سے میل ملاقات سے دور رکھنے کی کوشش میں سرگرداں اور پریشاں پھرتے ہیں۔ زمانہ حج میں حجاج کو روکتے ہیں کہ محمد ﷺ سے ملاقات نہ کرو۔ اس کی بات نہ سنو یہ کاہن ہے، جادوگر ہے، دیوانہ ہے، شاعر ہے، اگر کسی نے اس کی بات سن لی تو گھروں میں اختلافات شروع ہو جائیں گے۔ باپ بیٹا جدا ہو جائیں گے، بھائی سے بھائی الگ ہو جائے گا۔ وغیرہ۔

رات کی تاریکی میں دعوت دین کی مثالی حرص:

مشرکین مکہ حجاج کو منع کرتے پھرتے ہیں کہ محمد ﷺ سے ملاقات نہ کریں، دوسری جانب رات کی تاریکی کا فائدہ اٹھا کر محمد ﷺ حجاج کے مختلف وفود سے ملاقات کرتے ہیں، آپ ﷺ کے ہمراہ سیدنا ابوبکر اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما بھی ہیں یہ سہ رکنی دعوتی وفد حجاج کے ایک قافلے کے پاس سے گزرا، انھیں دعوت پیش کی، پھر یہ وفد منیٰ میں موجود لوگوں کے پاس پہنچا تو مندرجہ ذیل مکالمہ ہوا:

رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا: آپ کون لوگ ہیں.....؟

ہم قبیلہ خزرج کے لوگ ہیں۔

”یعنی یہود کے حلیف؟“

”جی ہاں!“

”آؤ! ہمیں تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا ہیں۔“

لوگ آپ کے گرد جمع ہو کر بیٹھ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت

دی۔ اسلام کی حقانیت اور سچائی بیان فرمائی اور قرآن کریم کی تلاوت فرمائی جو نبی آپ ﷺ خاموش ہوئے لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے: یہ تو وہی نبی معلوم ہوتا ہے جس کا حوالہ دے کر یہودی ہمیں دھمکیاں دیا کرتے ہیں لہذا جلدی کرو اس رسول پر ایمان لے آؤ کہیں یہود تم پر سبقت ہی نہ لے جائیں، چنانچہ یہ لوگ مسلمان ہو گئے۔“

مال و زر اور حکمرانی کی پیش کش مسترد:

لوگوں کی ہدایت کے حریص رسول ﷺ کی دعوت پھیلتی جا رہی تھی اور دعوت شرک سکڑتی دکھائی دینے لگی تھی۔ مشرکین جمع ہوئے اور باہمی مشورہ سے یہ طے کیا کہ محمد (ﷺ) کو کسی بڑے عہدہ کا لالچ دیں، مال و دولت کی پیش کش کریں تاکہ ہمارے تراشے بتوں اور معبودوں کی مخالفت چھوڑ دیں۔ چنانچہ مشرکین کا سردار عتبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مال و دولت کا لالچ دیتے ہوئے کہنے لگا: بھتیجے برادری میں آپ کا جو مقام ہے اسے آپ خوب جانتے ہیں، اب تم نے قوم میں اختلاف و انتشار ڈال دیا ہے، ان کے معبودوں کو بے اختیار کہا ہے، ان کے ماننے والوں کو بے عقل قرار دیا ہے، ان کے دین کو عیب دار بتایا ہے، ان کے آباؤ اجداد کو کافر ٹھہرایا ہے، لہذا میری بات سنو! اور اس پر غور کرو، ہو سکتا ہے کہ میری بات تمھاری سمجھ میں آجائے اور تم اسے مان لو!!

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ابو ولید! بات کرو! میں سننے کے لیے تیار ہوں۔“

ابو ولید: بھتیجے! یہ دعوت جو تم پیش کر رہے ہو اگر اس کے ذریعے مال و زر جمع کرنا چاہتے ہو تو ہم تمھارے پاس مال و دولت کے ڈھیر جمع کر دیتے ہیں، پھر تم عرب میں سب سے زیادہ مال دار بن جاؤ گے، اگر تم کوئی عہدہ و منصب حاصل کرنے کے لیے یہ نیا دین پیش کرتے ہو تو ہم آپ کو اپنا سردار بنا لیتے ہیں، اگر تم بادشاہ بننا چاہتے ہو تو ہم آپ کو عرب کا بادشاہ بنا دیتے ہیں، اگر آپ پر جن بھوت کا کوئی اثر ہے اور تم میں اس سے نجات

حاصل کرنے کی طاقت نہیں تو پھر ہم آپ کا علاج کرنے کے لیے بھی تیار ہیں عتبہ اپنی بات مکمل کر چکا تو پھر ہدایت کے رسول ﷺ نے اپنی مبارک زبان سے فرمایا:

”ابو ولید تم اپنی بات مکمل کر چکے؟“ اس نے کہا ہاں! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اچھا اب میری بات توجہ سے سنو! اس نے کہا ٹھیک ہے آپ جو کہنا چاہتے ہیں کہیں، میں سننے کے لیے تیار ہوں۔“

رسول اللہ ﷺ نے جو آیات تلاوت کیں ان کا ترجمہ یہ ہے:

”حُمِّ، بڑے مہربان اور بہت رحم کرنے والے کی طرف سے اتاری ہوئی یہ کتاب ہے، جس کی آیات بڑی تفصیل سے بیان کی گئی ہیں جو عربی زبان میں ہے اور ان لوگوں کے لیے جو علم و بصیرت رکھتے ہیں، یہ بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہے مگر اکثر لوگوں نے اس سے منہ پھیر لیا ہے اور اسے سنتے ہی نہیں اور کہتے ہیں ہمارے کان (یہ کلام سننے سے) بہرے ہیں اور ہمارے اور تمہارے درمیان ایک پردہ حائل ہے لہذا تم اپنا کام کرو ہم اپنا کام کیے جا رہے ہیں۔“ [حم السجده: ۱ تا ۵]

رسول اللہ ﷺ قرآن کریم کی تلاوت میں مصروف تھے جبکہ عتبہ حیرت زدہ ہو کر ٹکٹکی باندھے اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر ٹیکے ہوئے چپ چاپ سنتا جا رہا تھا، جب آپ ﷺ سجدے کی آیت پر پہنچے تو آپ ﷺ نے سجدہ کیا اور پھر فرمایا:

”ابو ولید! (یہ میری دعوت ہے) تمہیں جو کچھ سنانا تھا وہ تم سن چکے اب تم جانو اور تمہارا کام، مجھے نہ تو مال و دولت کی حرص ہے اور نہ حکومت و ریاست ہی کی چاہت و آرزو ہے، میں تو رب العالمین کا پیغام لے کر آیا ہوں اور اسے ہر ایک شخص تک پہنچانا میرا مقصد ہے۔“

ابو جہل سے انتقام پر نہیں اسلام قبول کرنے پر خوشی ہوگی :

ہدایت کے حریص رسول ایک دن کوہ صفا پر موجود تھے، ابو جہل کا گزر ہوا، وہ اس حریص رسول کو دیکھتے ہی مشتعل ہو کر برا بھلا کہنے لگا۔ کافی دیر تک وہ بک بک کرتا رہا سخت سست کہتا رہا مگر رسول اللہ ﷺ نے جواب کے لیے منہ تک نہیں کھولا بلکہ خاموش رہے، جاتے ہوئے ابو جہل نے ایک پتھر اٹھایا اور رسول اللہ ﷺ کے سر پر دے مارا، رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک سے خون کا فوارہ پھوٹ پڑا، ابو جہل بڑا خوش ہو کر بیت اللہ کے اندر قریش کی مجلس میں جا بیٹھا۔

یہ سارا منظر ایک عورت نے دیکھا تھا، اتنے میں سیدنا حمزہ شکار کھیل کر واپس آتے ہوئے اس عورت کے قریب سے گزرے تو اس عورت نے ان سے ظلم کی وہ داستان بیان کر دی، سیدنا حمزہ غصے سے بھڑک اٹھے اور ابو جہل کی تلاش میں تیزی سے نکل پڑے بیت اللہ میں ابو جہل نظر آیا تو سیدھے اس کے سر پر جانچنے اور سخت غصے سے بولے :

اوسرین پر خوشبو لگانے والے بزدل! تو میرے بھتیجے کو گالیاں بکتا ہے؟ سن لے میں بھی اسی کے دین پر ہوں، پھر اپنی کمان کو بلند کر کے ابو جہل کے سر پر اتنے زور سے ماری کہ اس کا خون بہنے لگا، اس مجلس میں ابو جہل کے قبیلے بنو مخزوم کے لوگ موجود تھے وہ سخت مشتعل ہو کر لڑنے کے لیے کھڑے ہو گئے، بنو ہاشم سیدنا حمزہ کا قبیلہ تھا یہ لوگ بھی مجلس میں موجود تھے، مقابلے کے لیے وہ بھی سامنے آ گئے ابو جہل نے جب یہ صورت حال دیکھی تو اپنے قبیلے سے کہا لڑو نہیں اس لیے کہ غلطی میری ہے، سیدنا امیر حمزہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے اور کہا: محمد! آپ خوش ہو جائیں میں نے ابو جہل کو زخمی کر کے آپ کا انتقام لے لیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے اس انتقام سے کوئی خوشی نہیں، ہاں! اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو مجھے بہت خوشی ہوگی۔ یہ سن کر سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے اور

ان کی دنیا بدل گئی۔ یہ ہے وہ رسول جسے اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔
 ﴿حَرِيصٌ عَلَيْكَ﴾ لوگو! یہ رسول تمہاری ہدایت کا حریص رسول ہے۔“
 رسول اللہ ﷺ کی اس حرص کے باوجود اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ﴾ [یوسف: ۱۲۰/۱۰۳]
 ”اے نبی! آپ کے حرص اور دلی چاہت کے باوجود اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔“
 ﴿بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ﴾

”وہ مومنوں سے بہت محبت کرنے والا اور ان پر رحم کرنے والا ہے۔“
 رؤف مبالغہ کا صیغہ ہے اس لیے اس کا معنی ہے:
 ”وہ مومنوں سے بہت محبت اور ہمیشہ رحم کرنے والے ہیں۔“

اجنبی مسافروں، بچوں اور غلاموں سے شفقت و رحمت کی چند مثالیں:

آپ ﷺ چھوٹے بچوں کو بھی خود سلام کرتے، ان کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے۔
 اپنی سواری پر بچوں کو آگے پیچھے سوار کر لیتے۔

زمین پر بیٹھ کر غلاموں کے ساتھ کھانے میں شامل ہو جاتے۔
 سیدنا ابو رفاعہ تمیم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایسے وقت
 حاضر ہوا جب آپ لوگوں کو خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔

خطبے کی پروا کیے بغیر میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں ایک مسافر آدمی
 ہوں، دین سیکھنے کے لیے آیا ہوں کیوں کہ میں دین کے متعلق کچھ بھی نہیں
 جانتا، دوران خطبہ رسول اللہ ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے، میری بات سن کر اپنا
 خطبہ وہیں چھوڑا اور منبر سے نیچے اتر کر میرے پاس آگئے چنانچہ ایک کرسی لائی
 گئی رسول اللہ ﷺ اس پر بیٹھ کر مجھے دین کے احکام سکھانے لگے، پھر اپنے
 خطبے کی طرف آئے اور اس کا آخری حصہ مکمل فرمایا۔“^(۱)

① مسلم، کتاب الجمعة، باب حدیث التعلیم فی الخطبة: ۸۷۶۔

رسول اللہ ﷺ روف و رحیم ہیں کہ یہ صفت اگرچہ مومنوں کے ساتھ خاص تھی مگر رسول اللہ ﷺ منافقین پر بھی رحم فرماتے جیسا کہ عبد اللہ بن ابی ریس المنافقین سے ہمیشہ نرمی کا برتاؤ کرتے رہے حتیٰ کہ جب وہ مر گیا تو اس منافق کے لیے اپنی قمیص مبارک پیش کر دی، اس منافق کے منہ میں اپنا لعاب مبارک بھی ڈالا اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھائی تاکہ اس کی مغفرت و بخشش کی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔

دعوت و تبلیغ کے ذمہ داران اور مسئولین کے اوصاف :

مسئولین و مبلغین کو بھی لوگوں کی ہدایت کا بڑا حریص ہونا چاہیے، ہر وقت انھیں لوگوں کے عقائد کی اصلاح کی فکر ہونی چاہیے، لوگوں کے اعمال کی درستگی کی کوشش میں لگے رہنا چاہیے، اخلاق سدھارنے کے لیے محنت کرنی چاہیے، مگر کچھ مسئولین و مبلغین فنڈ جمع کرنے کی فکر میں دن رات مصروف رہتے ہیں، لوگوں سے ملاقات کا مقصد صرف فنڈ حاصل کرنا ہوتا ہے اور انھیں دعوت پیش نہیں کرتے، یہ انداز صریحاً سنت رسول کے خلاف ہے، ایک مسئول کے لیے ضروری ہے کہ ہر وقت وہ اس کوشش میں ہو کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے بچ جائیں، عذاب جہنم سے بچ جائیں، جنت کے حقدار بن جائیں، جس مسئول کی حرص یہ ہو وہ لوگوں پر شفقت و رحم کرنے والا مبلغ اور مسئول ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفتیں :

﴿رَبُّوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ یہ دونوں صفتیں اللہ تعالیٰ کی ذاتی ہیں جبکہ رسول ﷺ کو یہ

خوبیاں اللہ تعالیٰ نے بطور خاص عطا فرمائی ہیں۔ قرآن مجید میں ہے :

﴿اِنَّ رَبَّنَا لَرَبُّوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ [النحل : ۷۱۶]

”یقیناً تمہارا رب لوگوں پر بڑا ہی شفیق اور نہایت مہربان ہے۔“

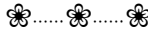
دوسرے مقام پر ہے :

﴿قَدْ رَّبَّنَا لَرَبُّوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ [النحل : ۴۷/۱۶]

”لوگو! یقیناً تمہارا پروردگار بہت زیادہ شفقت کرنے والا اور مہربان ہے۔“

قرآن کریم کے دیگر کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ کی یہ دونوں صفتیں اسی طرح یکجا بیان ہوئی ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کی صفتیں بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿بِأَنبُوتَيْنِ رُحُوفَ رَحِيمَةٍ﴾ ہدایت کا حریص رسول وہ تو مومنوں سے بہت زیادہ محبت و شفقت کرنے والا اور ان پر ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔



﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ﴾ [التوبة: ۱۲۹]

”پھر بھی اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دے مجھے اللہ ہی کافی ہے، اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ عرش عظیم کا رب ہے۔“

سورہ توبہ کی اس آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر اب بھی یہ کافر، مشرک اور منافق آپ کی لائی ہوئی پر شفقت دعوت اور نور ہدایت سے مزین دین قبول کرنے کے بجائے اس سے منہ پھرتے ہیں تو آپ ان کی فکر نہ کریں بلکہ اعلانیہ ان سے کہہ دیں کہ میرے لیے تو میرا اللہ کافی ہے، میں تو اسی ذات پر کامل بھروسہ کیے ہوئے ہوں، وہ بڑی طاقت، قوت اور قدرت والی ذات ہے اور وہ تو عرش عظیم کا مالک ہے۔

❁ مجھے تو وہی کافروں کے اتحادی لشکروں سے بچائے گا۔ منافقین کی سازشوں، شرارتوں اور خباثتوں سے نجات عطا کرے گا۔ مشرکین کے شرک سے بھی وہ پاک ہے، عرش عظیم کا وہ مالک ہے، اس کا کوئی حصہ دار اور شریک نہیں۔

اس لیے مجھے ان تمام باطل قوتوں کے مقابلے کی طاقت بھی وہی دیتا رہا ہے اور آئندہ بھی دے گا، کافر و مشرک اور منافقین ہمیشہ ہمارے نقصان کے لیے جمع ہوتے رہے، مقابلے کرتے رہے، سازشوں کے جال بنتے رہے، وہ ہمیں نہ پہلے نقصان پہنچا سکے نہ آئندہ پہنچا سکیں گے کیوں کہ ہمارا کامل بھروسہ، مکمل اعتماد اور توکل اس ذات پر ہے جو

عرش عظیم کا اکیلا مالک ہے، وہی تمام قوتوں، بادشاہتوں اور عظمتوں کا مالک ہے۔
 ❀ کافروں کو اپنی فوجوں پر بھروسا ہوتا ہے۔ جنگی ساز و سامان، اسلحہ اور وسائل پر ان کی
 نظر ہوتی ہے وہ ان کے ذریعے جنگیں لڑتے ہیں جبکہ لوگو! سن لو! ہمارے لیے یہ
 چیزیں ثانوی حیثیت رکھتی ہیں ہمارا کامل بھروسا، پختہ یقین اور ایمان اس ذات پر ہے
 جو عرش عظیم کا مالک ہے۔

لوگوں نے دشمن کے بڑے لشکروں سے ڈرایا تو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں
 نے کہا:

﴿حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾ [آل عمران: ۱۷۳]

”ان لشکروں کو دیکھ کر ان کے ایمان بڑھ گئے اور انھوں نے کہا ہمارے لیے تو
 ہمارا اللہ ہی کافی ہے اور وہی بہترین کام بنانے والا ہے۔“

سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا محمد ﷺ نے مشکل وقت میں حسبنا اللہ کہا:

﴿حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾ قَالَهَا إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ حِينَ أُلْقِيَ فِي النَّارِ وَقَالَهَا
 مُحَمَّدٌ ﷺ حِينَ قَالُوا ﴿إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ
 إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾ ①

”سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو اس وقت انھوں نے کہا:
 ﴿حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾ اور محمد ﷺ نے بھی یہ کلمہ اس وقت کہا تھا جب
 لوگوں نے ان سے کہا کہ مشرکین مکہ نے تمہارے لیے ایک بڑا لشکر جمع کر لیا
 ہے تم ان سے ڈرو۔ یہ سن کر ان کے ایمان بڑھ گئے اور انھوں نے کہا:
 ﴿حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾ ہمارے لیے تو ہمارا اللہ ہی کافی ہے اور وہی بہترین
 کام بنانے والا ہے۔“

① بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله: ﴿الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ.....﴾ الخ: ۴۵۶۳۔

ہر پریشانی، فکر اور غم سے نجات کا وظیفہ:

سورہ توبہ کی یہ آخری آیت:

﴿قَاتِلُوا قُلَّ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ
الْعَظِيمِ﴾ [التوبة: ۱۲۹]

جو شخص سات مرتبہ صبح اور سات مرتبہ شام کو پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو ہر غم سے نجات
عطا فرماتا ہے۔

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

